اردو میں اپنی نوعیت کی اولین پیش کش



قدیم و جدید جغرافیائی نقشوں اور نادر تاریخی تصاویر سے مزین

www.KitaboSunnat.com

اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ

مقامات، واقعات، غزوات و سرایا، قبائل و شخصیات اور مُحدّثین کا تذکرہ

تالیف: ڈاکٹر شوقی ابو خلیل

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

www.KitaboSunnat.com

اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ

مقامات، واقعات، غزوات و سرایا
قبائل و شخصیات اور محدثین کا تذکرہ

جملہ حقوقِ اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

© مكتبة دار السلام ، ١٤٢٤
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
ابوخليل ، شوقي
أطلس السيرة النبوية - بالأردية. / شوقي أبوخليل - الرياض، ١٤٢٤هـ
٥١٢ ص ١٤×٢١ سم
ردمك: ٣-٠٦-٨٩٩-٩٩٦٠
١- السيرة النبوية أ-العنوان
ديوي ٢٣٩ ١٤٢٥/١٦١
رقم الإيداع: ١٤٢٥/١٦١
ردمك: ٣-٠٦-٨٩٩-٩٩٦٠

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4043432-4033962 00966 1 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - Riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.dar-us-salam.com

1 طریق مکہ۔العلیا۔الریاض فون: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945
2 شارع الاربعین۔الملز۔الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221
3 جدہ فون: 6879254 00966 2 فیکس: 6336270
4 الخبر فون: 8692900 00966 3 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 00971 6 فیکس: 5632624

لندن فون: 5202666 0044 208 فیکس: 208 5217645

امریکہ 1 ہوسٹن فون: 7220419 001 713 فیکس: 7220431
2 نیویارک فون: 6255925 001 718 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

36-لوئرمال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 0092 42
فیکس: 7354072 E-mail: darussalampk@hotmail.com

اطلس القرآن کے بعد ایک اور منفرد پیش کش

اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ

مقامات، واقعات، غزوات و سرایا
قبائل و شخصیات اور محدثین کا تذکرہ

قدیم وجدید جغرافیائی نقشوں اور نادر تاریخی
تصاویر سے مزین معلومات کا مستند ذخیرہ

تالیف:
ڈاکٹر شوقی ابو خلیل

ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ محمد امین
توضیح و اضافہ: محسن فارانی

www.KitaboSunnat.com

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

248
ا-ب-و-ا

بسم الله الرحمن الرحيم

المكتبة الرحمانية
۹۹-جے ماڈل ٹاؤن-لاہور
نمبر.....16004.....

قمنا بطبع هذا الكتاب باذن خاص من دار الفكر المعاصر - دمشق -

یہ کتاب دار الفکر دمشق کی خاص اجازت سے شائع کی جارہی ہے

فہرست

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

ادارہ دارالسلام جب سے قائم ہوا ہے' کتاب وسنّت اور دیگر اسلامی علوم کی اشاعت اس کا مطمحِ نظر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم عہد نو کے تقاضے پیش نگاہ رکھتے ہوئے قرآن مجید' حدیث' سیرت اور عربی زبان وادب کی تدریس واشاعت میں ہر نوع کے جدید سائنسی وفنی ذرائع استعمال کررہے ہیں۔ دینی علوم کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ قرآنی تعلیمات' علم حدیث اور سیرت نبویہ کے حوالے سے عربی میں چھپنے والی ہر اچھی کتاب اردو' انگریزی اور دیگر زبانوں کے قالب میں ڈھالی جائے' یہ 1998ء کی ایک خوبصورت صبح تھی جب میں اپنی فیملی کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ بذریعہ کار روانہ ہوا۔ یہ سفر جس سڑک پر جاری تھا اس کو عربی میں طریق سریع (ہائی وے) یا طریق الھجرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ نئی سڑک کچھ عرصہ پہلے ہی بنی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نئی سڑک کم وبیش اسی راستے پر بنائی گئی ہے جس راستے پر رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ طیبہ کے سفر کی لذت ہی نرالی ہے میں نے اپنے بچوں کو ہجرت کے واقعات سنانا شروع کیے۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی مدلج کا علاقہ شروع ہوا۔ سراقہ بن مالک اسی جگہ کا رہنے والا تھا۔ ہجرت کے اہم واقعات میں سراقہ بن مالک کا سرخ اونٹوں کے لالچ میں اس مقدس قافلے کا پیچھا کرنا بھی شامل ہے۔

میں نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی' دور دور تک سخت پتھریلی زمین تھی۔ میں نے چل پھر کر دیکھا زمین اتنی سخت تھی کہ کسی گھوڑے کا ٹھوکر کھا کر اس میں دھنس جانا ناممکن تھا۔ میں نے بچوں کو بتایا کہ سراقہ بن مالک کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا اللہ کے رسول ﷺ کا معجزہ تھا ورنہ یہ دیکھیں زمین کتنی سخت ہے۔ اس میں گھوڑے کا دھنسنا ناممکن ہے۔ بچے بھی خوب دلچسپی سے ان واقعات کو سن رہے تھے اور اپنے دل ودماغ میں جگہ دے رہے تھے۔ میں چشم تصور میں اس چار رکنی قافلے کو دیکھ رہا تھا۔ جو عبداللہ بن اریقط کی رہنمائی میں اس علاقے سے گزرا۔ سراقہ کا روکنا' گھوڑے کا زمین میں دھنسنا' سراقہ کا امان طلب کرنا اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا امان نامہ لکھ کر دینا۔ میں اس علاقے میں کھڑا نقشہ بنا رہا تھا۔ کاش ان مقامات کو محفوظ کر لیا جاتا ان کے تفصیلی نقشے ہوتے۔ نوجوان نسل اور ہم جیسے تاریخ کے ادنیٰ طالب علم اس سے فائدہ اٹھاتے۔ مکہ مکرمہ میں کتنی بار تمنا ہوئی کہ اس جگہ کا سراغ لگاؤں جہاں دار ارقم واقع تھا۔ شعب ابی طالب کہاں تھا۔ ابوجہل کا گھر کہاں تھا۔ دار الندوہ کس طرف تھا۔

دارالسلام نے جب تاریخ مکہ مکرمہ اور تاریخ مدینہ منورہ شائع کی تو میری خواہش تھی کہ ان کتابوں میں ایسے نقشے شامل ہوں۔ جن میں ان مقامات کی نشاندہی ہو مگر بوجوہ ایسا نہ ہوسکا۔ سچ پوچھیں تو باوجود تلاش کے ایسا آدمی نہ مل سکا جو

ہماری اس سلسلہ میں مدد کرتا۔

کم وبیش آٹھ سال قبل مدینہ طیبہ میں الرحیق المختوم کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ کے ہمراہ مجھے کعب بن اشرف کے قلعے کے کھنڈرات دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ مدینہ یونیورسٹی کے کچھ پاکستانی طلبہ بھی ہمراہ تھے۔ مولانا موصوف نے بڑے عمدہ انداز میں سارا نقشہ بنا کر کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بیان کیا۔

اس وقت بھی مجھے خواہش ہوئی کہ کوئی ایسی کتاب دستیاب ہو جس میں ان تمام واقعات و مقامات کو نقشوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہو، تاکہ سیرت پاک کے واقعات دل و دماغ میں اپنے نقشوں سمیت نقش ہو جائیں۔

چنانچہ اڑھائی تین سال پہلے جب عربی کے بلند پایہ شامی مصنف دکتور شوقی ابوخلیل کی شاندار تصانیف ''اطلس القرآن: اماکن، اقوام، اعلام'' (قرآنی اٹلس: مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ) اور ''اطلس السیرۃ النبویہ'' میری نظر سے گزریں تو مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ وہ بالترتیب قرآنی آیات و موضوعات اور سیرت کے واقعات کے ساتھ ساتھ خوبصورت چہار رنگ نقشوں سے بھی مزین ہیں اور یہی میری دیرینہ خواہش اور پرانی آرزو تھی کہ اس قسم کی کتاب دستیاب ہو جس میں ان مبارک مقامات کے نقشے ہوں۔ چنانچہ میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ دارالسلام ان کتابوں کو اردو اور انگریزی کا جامہ پہنانے کا شرف حاصل کرے گا۔ اس کے لیے کتاب کے ناشر ''دارالفکر: دمشق'' سے رابطہ قائم کیا گیا اور بڑی تگ ودو کے بعد میں نے ''اطلس القرآن'' اور ''اطلس السیرۃ النبویہ'' کے اردو اور انگریزی ایڈیشنوں کی اشاعت کے حقوق حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اطلس القرآن کے ابتدائی صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کہ میں یہ حقوق حاصل کرنے میں کس طرح کامیاب ہوا۔ کتابوں کے اردو ترجمے کی نازک ذمے داری شیخ الحدیث حافظ محمد امین نے اٹھائی اور حق ترجمانی خوب ادا کیا۔ ان کے ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ انداز نہایت سادہ اور دل میں اترنے والا ہے۔ کتاب ترجمہ نہیں تالیف معلوم ہوتی ہے۔

اطلس القرآن اور اطلس السیرۃ النبویہ میں قصص انبیائے کرام، واقعات اقوام عالم اور دیگر سیرت نبویہ کے حوالے شامل کیے گئے نقشوں کو عربی سے اردو میں ڈھالنے کا مرحلہ خاصا دشوار تھا۔ عربی کی جغرافیائی اصطلاحات کے صحیح اردو مترادفات ڈھونڈنا تھے اور مقامات و اماکن کے حوالے سے متن کے ساتھ اضافی توضیحات شامل کرنا تھیں تاکہ قارئین ان نقشوں سے کماحقہ مستفید ہو سکیں۔ اس کے لیے ایک ایسے صاحب علم کی ضرورت تھی جو عربی سے بھی مناسب واقفیت رکھتا ہو اور دنیا کے قدیم و جدید جغرافیہ و تاریخ پر بھی اسے عبور حاصل ہو۔ یہ اپنی جگہ ایک کٹھن کام تھا کیونکہ قدیم جغرافیائی کتب اور اطلسوں میں دی گئی معلومات دنیا کی جدید جغرافیائی تقسیم سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ مثلاً حران یا حاران جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ''اُور (عراق) سے ہجرت کر کے پہنچے تھے، ماضی کے وسیع تر الجزیرہ میں شامل تھا مگر ان دنوں وہ جنوبی ترکی میں واقع ہے، نیز ماضی کا الجزیرہ اب عراق، شام اور ترکی تین ملکوں میں بٹا ہوا ہے۔ عہد نبوی کا علاقہ بحرین، سعودی عرب کے مشرقی صوبے الاحساء، قطر اور جزیرہ بحرین پر محیط تھا جب کہ آج کی مملکت بحرین صرف جزیرہ بحرین اور اردگرد کے چند چھوٹے

جزائر پر مشتمل ہے۔ یہ کام واقعی مشکل تھا مگر یہ مشکل کہنہ مشق صحافی جناب محسن فارانی نے حل کر دی جو اُردو کے معروف جریدے ''ندائے ملت'' لاہور کے نائب مدیر ہیں اور اس سے پہلے طویل عرصے تک اردو ڈائجسٹ میں ادارتی فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ قدیم وجدید علوم جغرافیہ وتاریخ کے ماہر اور محقق بھی ہیں' اردو اور انگریزی پر کامل عبور رکھتے ہیں اور عربی سے بھی انہیں شغف ہے۔ محسن فارانی اور ان کی معاون ٹیم کی شبانہ روز کاوشوں سے پہلے اطلس القرآن (اردو) منصۂ شہود پر آئی اور اب اطلس السیرۃ النبویہ (اردو) آپ کے سامنے ہے۔

اُردو اطلس السّیرۃ النّبویّہ (سیرت نبوی کا اٹلس) میں نبی ﷺ کی سیرت کے واقعات' غزوات اور سرایا کو چہار رنگ نقشوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ مقامات واماکن کی رنگین تصاویر اور اضافی توضیحات وتشریحات دی گئی ہیں۔ اس کی تیاری میں دار السلام شعبۂ تحقیق وتصنیف کے علمائے کرام حافظ اقبال صدیق مدنی' حافظ عبدالرحمٰن ناصر اور پروفیسر محمد ذوالفقار نے معاونت کی اور عربی مراجع ومصادر سے معلومات اور حوالے تلاش کرنے میں مدد دی۔ ترجمہ شدہ مسودے پر نظر ثانی کے فرائض حافظ عبدالرحمٰن ناصر اور حافظ محمد آصف اقبال نے انجام دیے۔ کمپوزنگ' نقشوں کی تیاری اور پروف ریڈنگ کے مراحل خوش اسلوبی سے طے پائے اور پروف ریڈنگ کا فریضہ محسن فارانی' مولانا محمد عبدالجبار' حافظ محمد آصف اقبال' حافظ اقبال صدیق مدنی اور عثمان منیب صاحب نے مل کر نبھایا۔ ساتھیوں کے تعاون اور شب وروز کی محنت شاقہ سے بحمد اللہ جو چیز پیش کی جارہی ہے' اس سے پہلے اردو میں اس کی مثال نہیں ملتی بلکہ اضافی جغرافیائی وتاریخی توضیحات شامل کرنے اور متن اور نقشوں میں پائی جانے والی بعض اغلاط کی تصحیح اور اشکالات دور کرنے کے بعد اس کی افادیت دو چند ہو گئی ہے۔ اضافی توضیحات وتشریحات میں مقامات واماکن' ہر سریّہ کے امیر' عُمّال نبوی اور حروب ردّہ کے سالاروں کا تعارف شامل کیا گیا ہے' نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش' عام طور پر مشہور ''اُور'' کے بجائے ''کُوثَی'' کا مستند حوالوں سے تعین کیا گیا ہے اور متعلقہ نقشے میں بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جناب محسن فارانی نے اطلس السیرۃ النبویہ کے نقشوں میں پروف کی اغلاط درست کرنے کے علاوہ بعض نقشوں کی تصحیح بھی کی ہے اور بعض نئے نقشے بنوا کر شاملِ کتاب کیے ہیں' مثلاً:

1. اطلس السیرۃ النبویہ (عربی) میں نبی ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک' ہجرت کا راستہ (طریق الھجرہ) درست نہیں دکھایا گیا' چنانچہ اس کی جگہ ایک اور درست تر نقشہ شامل کیا گیا ہے۔
2. جزیرہ نمائے عرب کی جدید سیاسی تقسیم کے حوالے سے ایک نقشہ شروع میں دے دیا گیا ہے۔
3. عہد نبوی کے بحرین اور موجودہ بحرین کا فرق واضح کرنے کے لیے ایک الگ نقشہ دیا گیا ہے۔
4. حرم مکی اور مسجد نبوی کے رقبوں میں مختلف زمانوں میں ہونے والی توسیعات کو واضح کرنے کے لیے دو نئے رنگین نقشے پیش کیے گئے ہیں۔

اطلس القرآن (اردو) کی طرح اطلس السیرۃ النبویہ (اردو) کے نقشوں میں بھی ''سُودان'' کے انگریزی تلفظ

''سوڈان'' کے بجائے اصل عربی تلفظ کی پیروی میں اسے ''سُودان'' ہی لکھا گیا ہے۔

اطلس السيرة النبويه (اُردو) کی تیاری کے فنی مراحل' کمپوزنگ' ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان' محمد ندیم کامران اور ضیاء الدین نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد سلمہٗ اللہ تعالیٰ مدیر دارالسلام لاہور بھی میرے شکریے کے بجا طور پر مستحق ہیں جن کی نگرانی واہتمام میں یہ سارا کام تکمیل کو پہنچا۔ فجزاه الله احسن الجزاء۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو پسند فرمائیں تو ارحم الراحمین سے ہمارے حق میں قبولیت ومغفرت کی دعا ضرور فرمائیں۔

میرا اس کتاب کو شائع کرنے کا اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دلی محبت کا اظہار ہے۔ زہے نصیب کہ مجھے اور اس کتاب پر دن رات کام کرنے والی ٹیم کو قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ میں امت مسلمہ کے افراد سے بالعموم اور نوجوان طبقہ سے بالخصوص گزارش کروں گا کہ وہ سیرت پاک کا خوب دل جمعی اور کثرت سے مطالعہ کریں۔ اور اس کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں۔ میں تاریخ وجغرافیہ' تاریخ کے ماہرین سے بھی عرض گزار ہوں کہ اگر انہیں اس کتاب میں کوئی سقم' کوئی علمی غلطی یا کمزوری نظر آئے تو براہ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی ضرور اصلاح کر دی جائے گی۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر دارالسلام۔ الریاض' لاہور

ذی الحجہ 1424ھ / فروری 2004ء

www.KitaboSunnat.com

تقدیم وتصدیر

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا رَسُولِ اللّٰهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ :

28 شعبان 1422ھ / 14 نومبر 2001ء بدھ کے دن شام کے وقت میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک کے سامنے کھڑا عجیب سا سکون واطمینان محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں ان آیات کریمہ کا تصور آ رہا تھا:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

''اگر تم نبی کریم کی مدد نہیں کرو گے تو نبی کو کوئی فرق نہ پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور وہ دونوں شخص غار میں چھپے ہوئے تھے اور نبی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے'' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور اَن دیکھے لشکروں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات مٹی میں ملا دی اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی بلند و بالا رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔'' (التوبة : 9/40)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾

''جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور مومنوں کو تقویٰ کی بات پر پکا کر دیا۔ درحقیقت مومن ہی تقویٰ والی بات کے حق دار اور اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔'' (الفتح: 48/26)

پھر مجھے دو شعر یاد آئے جن میں اسی سکینت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے:

جَاشَتِ النَّفْسُ بِالْهُمُوْمِ وَلٰكِنْ　　سَكَنَتْ عِنْدَ مَا نَزَلْنَا الْمَدِيْنَة

كَيْفَ لَا تَسْكُنُ النُّفُوْسُ ارْتِيَاحًا　　عِنْدَ مَنْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ السَّكِيْنَة!

''دل غموں کی وجہ سے مضطرب تھا مگر جب ہم مدینہ منورہ میں فروکش ہوئے تو سکون آ گیا۔ سکون کیوں نہ آتا جب

کہ ہم اس شخصیت کے دیار میں پہنچ گئے تھے جن پر سکینت نازل کی گئی!''

تو مصطفیٰ حبیب کائنات ﷺ کے احترام و اشتیاق کے تصور سے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' میں نے عجیب و غریب سکون محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی دعائیں الہام کیں۔ ان میں سے ایک مجھے اب بھی یاد ہے:

''اے اللہ! تیرے اس عظیم محبوب ﷺ کی کوئی تاریخ نہیں اور نہ ہم ان کی تاریخ لکھتے ہیں کیونکہ تاریخ تو گزشتہ واقعات کا نام ہے بلکہ ہم آپ ﷺ کی سیرت طیبہ لکھتے ہیں تاکہ ہم اسے اسوہ اور نمونہ بنا سکیں اور سیرت طیبہ قیامت تک باقی رہے گی۔ اے میرے پروردگار! مجھے اس پاکیزہ سیرت کے خدام میں شامل فرما تاکہ مسلمان مجھ سے اس بارے میں وہ علم حاصل کریں جس میں میں نے اپنی ساری زندگی صرف کر دی ہے اور وہ ہے سیرت طیبہ کی تحقیق و تحریر۔''

میں دمشق لوٹ آیا۔ کئی دن یہ حالت رہی کہ جب بھی حبیب کائنات مصطفیٰ ﷺ کا خیال آتا آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ خصوصاً میری واپسی کے بعد پوسٹ گریجوایشن کے طلبہ کے سامنے میرا پہلا لیکچر اس موضوع پر تھا: ''سیرت نبویہ: ہم کس شخصیت کی بات کرتے ہیں؟'' میں نے دوران لیکچر طلبہ سے کہا:

''ہم اس کائنات کی منتخب شدہ افضل ترین شخصیت ﷺ کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ علماء نے کہا ہے: اسماء و القاب کی کثرت کسی شخصیت کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ لوگوں نے اس کی طرف بھرپور توجہ کی ہے۔ خصوصاً عربی کلام میں انہی چیزوں کے نام زیادہ ہیں جن کی اہمیت زیادہ ہے جیسے:

گھوڑے کو ''فَرَس'' کے علاوہ ''مُطَهَّم' طَمُوح' شَيْظَم' سَلْهَب' طَمِر'' وغیرہ کہا جاتا ہے۔

اونٹ کو ''اِبِل'' کے علاوہ ''فَحل' مُصْعَب' ظَعُون' رَحُول' نَاضِح' دِرْوَاس'' وغیرہ کہا جاتا ہے۔

تیر کو ''سَهم'' کے علاوہ صَادِر' زَالِج' طَائِش' صَائِب' شَاظِف' مَارِق وغیرہ کہا جاتا ہے۔

بادل کو ''سَحَاب'' کے علاوہ غَمَام' عَارِض' عَنَان' هَيْدَب' مُكْفَهِر' صَيِّب وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

آج ہم حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کلام کریں گے جو ''الامین'' کے لقب سے مشہور تھے' حضرت احمد ﷺ کے بارے میں جو کُل جہان کے لیے ہادی و رہنما تھے' جو تمام بنو آدم کے سردار تھے' نبی رحمت ﷺ کے بارے میں' حضرت خاتم النبیین کے بارے میں' حضرت مصطفیٰ مختار ﷺ کے بارے میں' حضرت مجتبیٰ ﷺ کے بارے میں جو دنیا میں رہنما اور آخرت میں شفاعت کرنے والے ہیں، حوض کوثر کے مالک ہیں' مقام محمود پر فائز ہونے والے ہیں، سراج منیر ہیں، نذیر و بشیر ہیں۔

ہم ایسی شخصیت پر گفتگو کر رہے ہیں جو صورت کے لحاظ سے کامل ترین تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی عقل کامل و وافر تھی' انتہائی ذہین تھے' حواس قوی اور مضبوط تھے' زبان مبارک فصیح تھی' آپ کی سکنات و حرکات معتدل تھیں' عادات و خصائل خوبصورت تھیں' بہت حلیم و بردبار تھے' قدرت رکھنے کے باوجود درگزر فرماتے تھے' انتہائی صابر' سخی اور باحیا تھے' شجاعت' جود و سخا اور شرافت کے پیکر تھے۔ خالص محبت فرمانے والے' ہر ایک کی خیر خواہی کرنے والے' بہترین سلوک

رکھنے والے، تمام مخلوقات کے ساتھ محبت وشفقت کے ساتھ پیش آنے والے، لوگوں کے ایمان کی خواہش رکھنے والے، باوفا، سابقہ تعلقات کا لحاظ رکھنے والے، انتہائی بلند مرتبہ ہونے کے باوجود تواضع کے پیکر، انتہائی انصاف پسند، امانت دار، پاکباز، باوقار، اعلیٰ جوانمرد تھے۔ سچی زبان والے، خوبصورت انداز والے، دنیا سے بے رغبت، اللہ سے ڈرنے والے، اس کے فرمانبردار، ڈٹ کر عبادت کرنے والے، اس کے شکر گزار اور ہر وقت اس کی طرف رجوع کرنے والے، اللہ کا حق خوب ادا کرنے والے، سچا اور سُچا یقین رکھنے والے، اپنے پروردگار پر توکل اور بھروسہ رکھنے والے اور اس سے بھرپور محبت کرنے والے اور تمام اخلاق وفضائل کے جامع تھے۔ آپ ﷺ کا خُلق قرآن کی سچی تصویر تھا۔ اللہ کی رضا پر راضی رہنے والے تھے اور جہاں اللہ ناراض ہوتا تھا وہاں آپ ﷺ بھی ناراض ہوجایا کرتے تھے۔

1- حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کے بارے میں مذکور ہے، انہوں نے کہا:

﴿ وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۝ ﴾ ''رب کریم! میں تیرے پاس جلدی جلدی آیا تاکہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔'' (طٰہٰ: 20/84) جب کہ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یوں مدح سرا ہے: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ ﴾ ''تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔'' (الضحی: 93/5) دونوں کا فرق واضح ہے۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ ﴾ ''موسیٰ نے کہا: میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ بلاشبہ وہ غفور و رحیم ہے۔'' (القصص: 28/16) جب کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ ﴾

''ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے، اپنی نعمت آپ پر مکمل فرمائے اور آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔'' (الفتح: 48/1، 2) دونوں مقاموں میں واضح فرق ہے۔

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴾ ''موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے۔'' (طٰہٰ: 20/25) جبکہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں قرآن یوں گوہر افشاں ہے: ﴿ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴾ ''کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟'' (الانشراح: 94/1) دونوں مقامات میں فرق روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

4- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یوں آیا ہے کہ انہوں نے کہا:

﴿ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴾ ''اے اللہ! اور میرے لیے میرا کام آسان فرما۔'' (طٰہٰ: 20/26) جب کہ نبی اکرم الطاہر

الامین ﷺ کے بارے میں یوں ارشاد ہے: ﴿ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴾ ''اورہم آپ کے لیے آسانی مہیا کریں گے۔'' (الاعلیٰ: 8/87) فرق خود ہی دیکھ لیجیے۔

5- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب رحیم سے زمین پر کلام کیا ہے، **جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:**

﴿ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴾ ''ہم نے موسیٰ کو کوہ طور کی دائیں جانب سے پکارا اور اسے قریب لاکر سرگوشیاں کیں۔'' (مریم: 19/ 52)

﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

''جب موسیٰ وہاں آئے تو انہیں وادی کے دائیں کنارے سے اس مبارک علاقے میں درخت سے آواز دی گئی: اے موسیٰ! میں اللہ ہوں، سب جہانوں کو پالنے والا۔'' (القصص: 28/ 30) اور رسول اللہ نسل آدم کے سردار، ہادیٔ عالم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے آسمانوں پر کلام کیا۔ **ارشاد ربانی ہے:**

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ ﴾

''نبی کریم (ﷺ) کو قرآن کی تعلیم قوتوں والے طاقتور فرشتے نے دی۔ وہ اپنی اصلی شکل میں سامنے آیا۔ اس وقت وہ بلند افق پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا اور نیچے آیا حتی کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر آ گیا تو اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی۔ نبی مکرم کے دل نے جو دیکھا صحیح بیان کیا۔'' (النجم: 53/5 تا 11) فرق خود دیکھ لیجیے۔

6- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف ان کی قوم بنی اسرائیل اور اس وقت کے ظالم بادشاہ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ظالم فرعون سے کہا:

﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ﴾ ''(اے فرعون!) بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو تکلیفیں نہ دے۔'' (طٰہٰ: 20/ 47)

اور مزید فرمایا:

﴿ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنایا' نیز فرمایا میرے علاوہ کسی کو اپنا کارساز نہ سمجھنا۔'' (بنی اسرائیل: 17/ 2) جبکہ نبی الصادق الامین ﷺ کو سب لوگوں کے لیے ''رَحْمَةٌ للعالمین'' بنا کر بھیجا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ ''ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔'' (سبا: 34/ 28) نیز فرمایا:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴾ ''یہ قرآن تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے لیکن تمہیں اس حقیقت کا پتہ کچھ دیر بعد لگے گا۔'' (ص: 38/87،88)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے آپ کو سب جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الأنبياء: 21/107) نیز ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ''کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔'' (الأعراف: 7/158) دونوں مقامات کے درمیان مشرق ومغرب کا فرق ہے۔

7- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے:

﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ○ ﴾ ''میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی تاکہ تیری پرورش میری نگرانی میں ہو۔'' (طٰه: 20/39) اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ ''اپنے رب کے حکم پر کاربند رہیے' آپ ہر لمحے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔'' ان الفاظ میں استغراق پایا جاتا ہے جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے' لہٰذا دونوں مقامات میں بہت فرق ہے۔

8- ''رؤف اور رحیم'' اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں' قرآن مجید میں کئی دفعہ ان کا ذکر ہے۔ مگر سورۂ توبہ میں یہ دو وصف رسول اللہ ﷺ کی بابت فرمائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''بلاشبہ تمہارے پاس تمہاری نسل میں سے ایک عظیم رسول تشریف لا چکا ہے جس پر تمہاری تکلیف ومشقت بہت شاق گزرتی ہے اور تمہارے مفاد کا وہ بہت خواہش مند ہے۔ وہ ایمان والوں کے لیے رؤف' رحیم (بہت شفیق و مہربان) ہے۔'' گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے یہ دو نام آپ ﷺ کو عطا فرما دیے۔

9- کسی شخص کی زندگی میں اس کی زندگی کی قسم اٹھانا اس کی زندگی کے عظیم الشان ہونے کا ثبوت ہے۔ ظاہر ہے وہ زندگی قسم اٹھانے والے کے نزدیک بہت پیاری اور بلند وبالا ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی واقعتاً اس قابل ہے کہ اس کی قسم اٹھائی جاتی کیونکہ وہ نہ صرف عربوں بلکہ تمام جہانوں کے لیے مبارک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''تیری حیات طیبہ کی قسم! یہ لوگ اپنی مدہوشی میں اندھے ہو رہے ہیں۔'' (الحجر: 15/72)

10- قرآن مجید میں حبیب اعظم ﷺ کو انتہائی پیارے الفاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے مثلاً: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ' يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ' يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ جب کہ باقی انبیاء کو ان کے ذاتی نام سے پکارا گیا ہے' مثلاً: يَا آدَمُ' يَا نُوْحُ' يَا مُوْسٰى' يَا دَاوُدُ' يَا زَكَرِيَّا' يَا يَحْيٰى' يَا عِيْسٰى وغیرہ۔

11- گزشتہ انبیاء کے معجزات وقتی تھے۔ واقع ہونے کے بعد ختم ہو جایا کرتے تھے اور اب وہ قصۂ پارینہ بن چکے ہیں' جبکہ

حضرت محمد ﷺ کا معجزہ ''قرآن کریم'' دائمی اور تا قیامت باقی رہنے والا ہے جس کے عجائب و نکات ختم ہونے کا نام نہیں لیتے' نیز اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ ''ہم نے اس ''ذکر'' کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' (الحجر: 15/9)

12- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کی تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا: ﴿ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴾ ''اور بلاشبہ آپ عظیم خُلق کے مالک ہیں۔'' (القلم: 68/3) نیز فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَ شَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ ﴾

''اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے لیے بہت نرم ہیں۔ اگر آپ درشت مزاج' سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے' لہٰذا ان سے درگزر کیا کریں' بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی ان کے لیے استغفار کیا کریں اور باہمی معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں۔ البتہ جب فیصلہ کر لیں تو پھر اللہ کے بھروسہ پر ڈٹ جائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' (آل عمران: 3/159) اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی رافت و رحمت اجاگر کی گئی ہے۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَوَلَّ عَنۡہُمۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِمَلُوۡمٍ ﴾ ''پس آپ ان (کافروں) سے منہ پھیر لیجیے' آپ پر کوئی ملامت نہیں۔'' (الذاریات: 51/54) اگر آپ ﷺ کوئی کوتاہی کرتے تو آپ کو ضرور ملامت ہوتی۔

یہ اس شخصیت کی عظمت کے چند پہلو ہیں جن کی مبارک سیرت طیبہ کے بارے میں ہم یہ اٹلس پیش کر رہے ہیں' نیز جن پر ''اللہ کا آخری پیغام'' نازل ہوا۔ اس پیغام کی چند خصوصیات ہیں:

1- آسمانی الٰہی عقیدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ بِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰہُ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴾ ''ہم نے اس کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 17/105) نیز فرمایا:

﴿ وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾ؕ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾ۙ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹۵﴾ؕ

''یہ رب العالمین کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے۔ روح الامین (جبریل علیہ السلام) نے اسے آپ کے قلب سلیم پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ڈرانے والے بن جائیں۔ یہ کتاب فصیح عربی زبان میں ہے۔'' (الشعراء: 26/192-195) زمینی عقائد جلد یا بدیر ختم ہو جایا کرتے ہیں' لیکن آسمانی الٰہی عقیدہ ''اسلام'' پھیلتا اور چڑھتا ہی جاتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کے قانون کے گرد گھومنے والا عقیدہ: اگرچہ جس شخصیت پر یہ پیغام نازل ہوا ہے وہ اس کائنات کی منتخب

اور برگزیدہ شخصیت ہے مگر اس عقیدے کا مرکز اللہ تعالیٰ اور شریعت ہے۔خود وہ شخصیت بھی اس عقیدے کی پابند ہے اور وہ باوجود انتہائی بلند مرتبہ ہونے کے مقام بشریت ہی میں ہیں اور اللہ کے بندے ہیں اور اسی کی عبادت کو اپنی معراج سمجھتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ ''کہہ دیجیے میں تو تم جیسا انسان ہوں۔ مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔'' (الکھف: 18/110) نیز فرمایا:

﴿ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾

''کہہ دیجیے میں اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اگر میں کلی غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سے فوائد سمیٹ لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف مومنین کو ڈرانے اور خوش خبری دینے والا ہوں۔'' (الاعراف: 7/188) حتی کہ اس کائنات کے سب سے بلند اور اونچے مقام پر پہنچ کر بھی آپ مقام عبودیت ہی پہ رہے۔ یہ مظاہرہ اسراء اور معراج کے موقع پر ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی......'' (بنی اسرائیل: 17/1)

اس آیت کریمہ میں نہ رسول کا لفظ ہے نہ نبی کا، نہ حبیب کا نہ خلیل کا بلکہ ﴿ بِعَبْدِهٖ ﴾ ''بندے'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ عقیدہ اسلامیہ کا مرکز اللہ تعالیٰ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے، ساری کائنات کا خالق و محافظ ہے، جو ایک ہے، یکتا ہے۔ یا پھر اس عقیدے کا مرکز اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ سنت مطہرہ تو دراصل اسی کتاب کریم کی تفصیل اور تشریح ہے۔

3- آخری پیغام، جس کا معجزہ ہمیشہ باقی رہے گا: یہ آخری پیغام قرآن مجید ہے۔ جب مشرکین مکہ نے وقتی معجزے طلب کیے تو اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت انداز میں جواب ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

''یہ کہتے ہیں اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہیں اترتے؟ کہہ دیجیے: معجزات تو اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ کیا انہیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ نیز یہ کتاب مومن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصیحت ہے۔'' (العنکبوت: 29/50، 51)

یہ قیامت تک جاری وساری اور باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

﴿ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ﴾

''ہم انہیں زمین و آسمان کے کناروں بلکہ ان کی ذات میں اپنی نشانیاں دکھاتے رہیں گے حتی کہ ان کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ حق ہے تو یہی۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تیرا رب کریم ہر چیز کو جانتا بوجھتا ہے۔''
(حم السجدة: 53/41)

4- جذبات کی بجائے عقل سے خطاب کرنے والا پیغام: یہ پیغام تعصب اور جبر و اکراہ سے پاک، انتہائی واضح ہے، اسرار و رموز کی بھول بھلیوں میں نہیں ڈالتا۔ یہ عقل پر پابندی لگاتا ہے نہ سوچ بچار سے بے بہرہ کرتا ہے۔ سچا دین وہی ہے جو عقل انسانی کے دوش بدوش چلے۔ یاد رہے عقل کی غذا علم ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ اس قرآن میں سوچ بچار کرنے والوں کے لیے واضح نشانیاں ہیں۔'' (الرعد: 4/13) اسی کی بابت مزید فرمایا: ﴿ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ ''ہم عقل استعمال کرنے والوں کے لیے آیات کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔'' (الروم: 28/30)

یہ ایسا عقیدہ ہے جو عقل سلیم کو مخاطب کرتا ہے۔ یہ عقیدہ دراصل عقل استعمال کرنے والوں، سوچ بچار کرنے والوں، تدبر و تفکر کرنے والوں، عقل مند اور ذہین لوگوں کا ہے۔ اگر قرآن مجید آج یا کل کسی قاضی کو تلاش کر لے کہ وہ وحی الٰہی کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا مرجع عقل ہی ہوگا۔ اگر قرآن مجید کسی سے بحث کرے گا تو عقل کے مطابق ہی کرے گا۔ اگر ناراض ہوگا تو عقل سے بے بہرہ لوگوں ہی سے ناراض ہوگا اور اگر راضی ہوگا تو عقل مندوں ہی سے راضی ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴾

''کہہ دیجیے میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدارا ایک ایک، دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر سوچو غور و فکر کرو۔ آخر تمہارا یہ نبی مجنون تو نہیں! وہ تو تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔'' (سبا: 46/34)

5- عالم گیر انسانی پیغام: یہ پیغام کسی مخصوص قوم کے لیے نہیں۔ یا أیھا الناس کے الفاظ کل انسانیت کو مخاطب کرتے ہیں۔ تقابلی فضیلت کا پیمانہ اس حقیقت سے ماوراء نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴾

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مذکر اور ایک مؤنث سے پیدا کیا ہے۔ باقی رہے اقوام و قبائل، وہ تو ہم نے اس لیے بنائے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم و خبر رکھنے والا ہے۔'' (الحجرات: 13/49)

مزید فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝﴾ ''یقیناً یہ قرآن سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے لیکن تمھیں اس کی حقیقت کچھ دیر بعد معلوم ہوگی۔'' (ص: 38/87، 88)

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الانبیاء: 21/107) نیز فرمایا ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''کہہ دیجیے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (الأعراف: 7/158)

یہ عالمگیر انسانی پیغام ہے۔ تسامح اور درگزر اس کی مستقل خصوصیت ہے۔ وہ باقی شریعتوں کو ختم کر دینے کا داعی نہیں بلکہ بات چیت اور افہام وتفہیم کا علم بردار ہے۔ اسلام نے اپنے ادوارِ حکومت میں بہت سے عقائد اور دینوں کو باقی رکھا ہے اور ان کا برقرار رکھنا اللہ کی مشیت سے ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝﴾ ''اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو زبردستی ایک امت (امتِ مسلمہ) بنا دیتا لیکن لوگوں میں اختلاف باقی رہے گا (تاکہ امتحان ہو سکے)۔''

(ھود: 11/118)

اسلام کا ابدی اعلان کہ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین میں جبر واکراہ نہیں'' (البقرة: 2/256) ہر متعصب کے خلاف واضح حجت ہے جو آزادیٔ عقیدہ کا قائل نہیں۔ اسلام زبردستی کرتا ہے نہ خون ریزی اور نہ اپنا عقیدہ کسی پر تھوپتا ہے' بلکہ اس کی بجائے وہ اچھے انداز سے بلکہ انتہائی احسن انداز سے بات چیت اور افہام وتفہیم کا قائل ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور دھیمے خوب صورت وعظ ونصیحت کے ساتھ بلائیے اور اگر کبھی بحث کرنی پڑے تو انتہائی خوب صورت' مہذب انداز میں کیجیے۔ بلاشبہ آپ کا رب گمراہوں کو بھی خوب جانتا ہے اور ہدایت والوں کو بھی۔'' (النحل: 16/125)

البتہ تسامح ودرگزر اور ضعف وعجز کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ شرافت کی قدر نہیں کرتے بلکہ وہ اس وسعتِ ظرف کو اسلام کے خلاف بدزبانی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

بات کرنا ہر ایک کا حق ہے لیکن نہ تو درشتی سے کام لیا جائے' نہ کسی پر زبردستی اپنی رائے تھوپی جائے اور نہ اشتعال کا مظاہرہ کیا جائے' بلکہ تسامح اور درگزر کو لازم پکڑا جائے کیونکہ حساب اللہ کے ذمے ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اختلافات

کا واضح فیصلہ فرمائے گا۔" (البقرۃ: 2/113)

جن عقائد کی بنیاد بغض اور کینے پر ہو انتقامی کارروائی انہیں نیست و نابود کر دیتی ہے اور جن عقائد کی بنیاد محبت پر ہو حسن سلوک ان کی حفاظت کرتا ہے۔

6- روح اور مادے کے درمیان بہترین توازن: اسلام میں روح مادہ کی مخالف نہیں اور مادہ روح کا دشمن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس کے ذریعے سے آخرت تلاش کر اور دنیوی حصے کو بھی فراموش نہ کر۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مفسدین کو پسند نہیں فرماتا۔" (القصص: 28/77)

دین اسلام میں روح اور مادے کے درمیان بہترین توازن ہے۔ روح بھی سلامت اور مادی تقاضے بھی برقرار۔ متوازن اور مطمئن زندگی اس کا مطمح نظر ہے۔ اس دین میں پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور پلید چیزیں حرام، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾

"کہہ دیجیے کس نے اللہ کی پیدا کردہ زینت کو اور ان پاکیزہ چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی ہیں حرام کیا ہے؟ کہہ دیجیے وہ چیزیں دنیا میں ایمان والوں کے لیے ہیں، قیامت کے دن تو خالص انہی کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم علم والے لوگوں کے لیے آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔" (الأعراف: 7/32)

7- ہر دور اور مقام کے لیے ہمیشہ یکساں قابل عمل پیغام: یہ پیغام فطرت انسانیت کے مطابق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

"اپنا چہرہ دین حنیف کی طرف متوجہ کرو جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت انسانیت کے مطابق ہے۔ یاد رکھو اللہ کی فطرت نہیں بدلتی۔ یہ بالکل سیدھا اور مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔" (الروم: 30/30)

فطرت سے مطابقت اس لیے ہے کہ یہ دین بشری تقاضوں اور ضروریات کا لحاظ رکھتا ہے اور اس نے جنسی تعلق کو

باہمی معاہدہ کا رنگ دے دیا ہے جس پر خاندانی زندگی کی بنیاد ہے۔ گویا اسلام نے فطری تقاضا بھی پورا کیا اور نسب کی حفاظت بھی کی اور معاشرے کی پہلی اینٹ ہی سے اصلاح کر دی۔

یہ ''معتدل دین'' ہے جس میں کامل اعتدال پایا جاتا ہے۔ اس میں افراط ہے نہ تفریط' کوئی تصادم ہے نہ تضاد اور اس میں طبقاتی جنگ ہے نہ نسبی تفاخر۔ ہر انسان کی عزت نفس کا خیال رکھا جاتا ہے اور انسانیت کا احترام کیا جاتا ہے۔ یہ دین تمام اخلاقی پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ نتیجتاً انسانی معاشرہ عزت اور اطمینان وسکون سے بہرہ ور ہے۔

8-اس پیغام کو بھیجنے والے نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے: اس میں تبدیلی ممکن ہے نہ تحریف اور اس میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ یہ آج بھی اسی طرح پڑھا جاتا ہے جیسے یہ اترا تھا۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔'' (الحجر: 9/15)

اس کائنات میں بہت سے نظریات مٹ گئے۔ بہت سی شریعتیں متروک ہو گئیں۔ بے شمار عقائد نسیاً منسیا ہو گئے لیکن اسلام روز بروز بڑھ رہا ہے' پھیل رہا ہے کیونکہ یہ اخوتِ انسانیت کا علم بردار ہے۔ اس میں آسانی ہے تنگی نہیں۔ یہ بات چیت اور افہام وتفہیم کا قائل وفاعل ہے۔ یہ عقل کو مخاطب کرتا ہے' علم وعقل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور دوسرے کی بات سنتا ہے۔

اسلام تمام مذاہب کی جگہ سنبھالنے والا ہے' اس کا انداز تبلیغ بہت دلکش اور لطیف ہے' اس کی سوچ صاف ستھری ہے' یہ معروضی حقائق تسلیم کرتا ہے' باتوں سے زیادہ عمل کا قائل ہے' زندگی کے حقائق کا سامنا کرتا ہے۔ غرض ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے۔

میں نے طلبہ سے کہا: ''امید ہے تم جان چکے ہو گے کہ ہم سیرت النبی کی تدریس میں کس شخصیت کے بارے میں کلام کر رہے ہیں؟ اور تمہیں اس شخصیت کی عظمت اور اہمیت معلوم ہو چکی ہو گی' نیز آپ حضرات نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والے پیغام کے امتیازات بھی سمجھ چکے ہو گے۔''

چند دن ہی گزرے تھے کہ اچانک ایک خوب صورت خیال ذہن میں آیا کہ میں سیرت کی تحریر شدہ کتابوں سے ایک سیرت مرتب کروں جس کی وضاحت نقشوں کی مدد سے کی جائے۔ ان نقشوں میں تمام متعلقہ مقامات' شہروں اور ان اطراف واکناف کی تفصیل ہو جن کو آپ ﷺ نے اپنی تشریف فرمائی سے رونق بخشی یا جن کی طرف آپ نے قصد سفر فرمایا۔ اس سیرت کی ابتدا آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہو گی' پھر آپ کی پیدائش' بعثت سے پہلے کے واقعات' بعثت کے بعد کے واقعات' ہجرت اور آپ کی وفات کی تفصیل ہو گی۔

یہ اٹلس صرف سیرت کی ایک کتاب ہی نہیں بلکہ یہ مختلف نقشے اور تصاویر ہیں جو آپ کی سیرت طیبہ کو محیط ہیں۔ اگر مجھ سے پہلے کسی نے ایسا کام کیا ہے تو بہت اچھی بات ہے' اللہ تعالیٰ اس پر برکت نازل فرمائے' لیکن میں سمجھتا ہوں کسی شخص نے

سیرت طیبہ کو اس طرح نقشوں کی مدد سے اوّل تا آخر پیش نہیں کیا۔ میں نے مختلف مقامات پر مختصر نوٹ بھی تحریر کیے ہیں جن سے ضروری وضاحت مقصود ہے یا ان میں کوئی نئی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ یہ اٹلس اسلامی اٹلسوں کے سلسلہ کی چوتھی پیش کش ہے جو یکے بعد دیگرے پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرے اٹلس اسلامی عرب تاریخ کا اٹلس، اسلام کی حکومتوں کا اٹلس اور قرآن کا اٹلس ہیں۔

ہر کام کے اوّل و آخر میں تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، وہ بہترین مددگار اور بہترین کارساز ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو لوگوں کے لیے مفید بنائے۔ وہی نیتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

ڈاکٹر شوقی ابو خلیل

دمشق۔ شام

یکم محرم الحرام 1423ھ

14 مارچ 2002ء

جزیرہ نمائے عرب

شِبہ جزیرۃ العرب (جزیرہ نمائے عرب) اسلامی تحریک کا ابتدائی مرکز رہا ہے۔قدیم زمانہ سے عربوں کا وطن ہے۔ یہ براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔اس کو تین سمندروں نے گھیر رکھا ہے۔مغرب میں بُحیرۂ قلزم' جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن' مشرق میں خلیج عربی (خلیج فارس) اور خلیج عُمان اور شمال میں شام کا صحراء ہے۔علمائے جغرافیہ نے طبعی لحاظ سے جزیرہ نمائے عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱-تہامہ: یہ وہ ساحلی پٹی ہے جو بُحیرۂ احمر (بُحیرۂ قلزم) کے ساتھ ساتھ شمال میں ینبع سے لے کر جنوب میں نجران تک پھیلی ہوئی ہے۔اس علاقے کو سخت گرمی اور حبس کی وجہ سے ''تہامہ'' کہا جاتا ہے۔تہامہ (اَلتَّھَم) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنیٰ سخت گرمی اور حبس ہے۔

۲-کوہستان سراۃ: یہ وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو بُحیرۂ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جزیرہ نمائے عرب کے مغرب میں اور تہامہ کے نشیبی علاقے کے مشرق میں پھیلا ہوا ہے۔اس سلسلے میں بہت سی وادیاں ہیں۔ یہ سلسلہ خلیج عقبہ سے یمن تک وسیع ہے۔شمال میں اسے مدین کے پہاڑ' جنوب میں عسیر کے پہاڑ اور درمیان میں حجاز کہا جاتا ہے جہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔اس علاقے کو حجاز اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تہامہ اور نجد کے درمیان حائل ہے۔(حجز کا لغوی معنیٰ رکاوٹ ہے۔)

۳-سطح مرتفع نجد: یہ یمن اور جنوبی عراق کے درمیانی علاقے کا نام ہے۔اس کے مشرق میں علاقہ عروض ہے۔اس علاقے کو نجد اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سطح سمندر سے کافی بلند ہے۔(نجد کا لغوی معنیٰ بلندی ہے۔)

۴-یمن: جزیرہ نمائے عرب کے انتہائی جنوب مغرب میں پہاڑی علاقہ ہے جو مشرق میں حضرموت' مہرہ اور عُمان سے ملا ہوا ہے۔جزیرہ نمائے عرب کی سب سے اونچی چوٹی یہیں پائی جاتی ہے جو صنعاء کے جنوب مغرب میں 3750 میٹر بلند ہے۔

۵-عروض: یہ یمامہ' عُمان اور بحرین پر مشتمل ہے۔اس علاقہ کو ''عروض'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ یمن اور نجد کے سامنے (مشرق میں) واقع ہے۔

عرب کے شمالی علاقوں میں بارشیں سردیوں میں ہوتی ہیں اور وہ بھی بہت کم۔یمن' عسیر اور عُمان میں موسم گرما کی موسمی بارشیں بہت زیادہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ یمن اور عسیر کے بعض علاقوں میں بارش کی مقدار 500 ملی میٹر تک پہنچ جاتی ہے' البتہ عُمان میں اس سے کم بارش ہوتی ہے۔خط سرطان جزیرہ نمائے عرب کو خطِ استواء کے شمالی جانب 23.5 درجہ عرض بلد پر کاٹتا ہے' اس لیے اس کے اکثر علاقوں میں عموماً گرمی ہوتی ہے' خصوصاً موسم گرما میں تو انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔جزیرہ نمائے عرب میں آج کل سات حکومتیں قائم ہیں۔رقبے کے لحاظ سے ان کی ترتیب یوں ہے:

ملک	رقبہ	دارالحکومت
مملکت سعودی عرب	2,248,000 مربع کلومیٹر	ریاض
جمہوریہ یمن	472,099 " " "	صنعاء
سلطنت عمان	306,000 " " "	مسقط
متحدہ عرب امارات	83,000 " " "	ابوظبی
کویت	17,818 " " "	کویت
قطر	11,437 " " "	دوحہ
بحرین	694 " " "	منامہ

اس طرح جزیرہ نمائے عرب کا مجموعی رقبہ 3,139,048 مربع کلومیٹر بنتا ہے

جزیرہ نمائے عرب کی موجودہ سیاسی تقسیم اور ہمسایہ ممالک



اضافی توضیحات وتشریحات

جزیرہ نمائے عرب اور اس کے مضافات

جزیرہ نمائے عرب: خشکی جس کے تین طرف سمندر ہو جزیرہ نما کہلاتی ہے' چنانچہ جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں خلیج فارس اور خلیج عُمان' جنوب میں بحیرۂ عرب اور مغرب میں بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم) واقع ہیں جبکہ چوتھی جانب یعنی شمال میں عراق اور اردن ہیں۔ اہل جغرافیہ کے مطابق لفظ عرب دراصل ''عربہ'' تھا جس کے معنی صحراء اور بادیہ (جنگل) کے ہیں' چنانچہ عربی میں اہل بادیہ کو اعراب کہتے ہیں اور عرابہ کے معنی بدویت کے ہیں۔

البحرین: سعودی عرب کا مشرقی ساحل عہد نبوی میں **البحرین** کہلاتا تھا جس میں موجودہ جزائر بحرین اور قطر بھی شامل تھے۔ اس کا دارالحکومت دارین تھا جو موجودہ ظہران کے جنوب میں ساحل پر واقع تھا۔ ان دنوں امارت بحرین' خلیج عربی (خلیج فارس) کے اندر سعودی عرب اور قطر کے مابین واقع جزائر کا مجموعہ ہے جس کا دارالحکومت منامہ ہے۔ عہد نبوی میں البحرین کے حکمران کو نبی کریم ﷺ نے دعوت اسلام دی تھی۔ آج کل سعودی عرب میں واقع بحرین کا علاقہ الاحساء کہلاتا ہے۔

بحیرۂ احمر (Red sea): براعظم افریقہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مابین واقع اس سمندر کو بحیرۂ قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس کے مشرق میں سعودی عرب اور یمن اور مغرب میں مصر' سوڈان اور اریٹیریا واقع ہیں۔ اریٹیریا اور سوڈان سے متصل ایتھوپیا (حبشہ) کا ملک ہے۔ ماضی قدیم اور حال میں 1993ء تک اریٹیریا' حبشہ میں شامل رہا ہے۔

بحیرۂ روم: یورپ' ایشیا اور افریقہ کے مابین واقع یہ سمندر بحیرۂ ابیض بھی کہلاتا ہے۔ انگریزی میں اسے Mediterranean Sea (عربی میں البحر المتوسط) کہتے ہیں۔ اس کے مشرقی ساحل پر شام' لبنان اور فلسطین واقع ہیں جبکہ صہیونی یہودیوں نے فلسطین کے بیشتر حصے پر قبضہ کر کے اسے اسرائیل کا نام دے رکھا ہے۔

بحیرۂ عرب: اس کے شمال میں یمن' عُمان اور پاکستان واقع ہیں۔ مشرق میں بھارت اور مغرب میں ساحل افریقہ (صومالیہ وغیرہ) ہے۔ اس کے شمال مشرق میں خلیج عُمان اور شمال مغرب میں خلیج عدن واقع ہیں۔ خلیج عُمان' آبنائے ہرمز کے ذریعے خلیج فارس سے متصل ہے اور آبنائے باب المندب خلیج عدن کو بحیرۂ احمر سے ملاتی ہے۔

صحرائے شام: ماضی میں بادیۂ شام (صحرائے شام) ملک شام میں شامل تھا مگر آج کل یہ جغرافیائی طور پر مغربی عراق' جنوب مشرقی شام اور شمال مشرقی اردن پر محیط ہے۔

شام: ماضی کا وسیع تر بلاد الشام یا شام ان دنوں محدود ہے اور عربی میں السوریا اور انگریزی میں Syria کہلاتا ہے جس کا دارالحکومت دمشق ہے۔ اُردو میں اسے اب بھی شام کہتے ہیں۔

ربع الخالی اور حضر موت: نباتات اور انسانی آبادیوں سے خالی یہ صحرائی علاقہ جزیرہ نمائے عرب کے ایک چوتھائی حصے

(ربع) پر مشتمل ہے۔ اس کے جنوب میں حضر موت ہے۔ ربع الخالی سعودی عرب میں شامل ہے جبکہ حضر موت، یمن کا علاقہ ہے اور ماوَت بن قحطان سے منسوب ہے، اس کے معنی ہیں ماوَت یا موت کا شہر۔ یہیں قوم عاد کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی قبر بتائی جاتی ہے۔

حبش یا حبشہ (ایتھوپیا): یہ سوڈان کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ ماضی میں یہ بحیرۂ احمر کے ساحل تک پھیلا ہوا تھا لیکن آج کل اریٹیریا، جبوتی اور صومالیہ اسے بحیرۂ احمر اور خلیج عدن سے جدا کرتے ہیں۔ قرون وسطیٰ میں حبشہ کا دارالحکومت اکسوم تھا مگر آج کل ادیس ابابا صدر مقام ہے۔ "حبشہ" ہی کی بگڑی ہوئی شکل "ابی سینیا" ہے۔ دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) تک اسے ابی سینیا کہا جاتا تھا مگر ان دنوں یہ ایتھوپیا کہلاتا ہے۔

ایشائے کوچک: اناطولیہ یا ایشیائے کوچک (Asia Minor) کو آج کل ایشیائی ترکی کہتے ہیں کیونکہ ترکی کا تھوڑا سا علاقہ یورپ میں بھی ہے جس میں قدیم رومی سلطنت کا دارالحکومت قسطنطنیہ واقع ہے جسے عثمانی ترکوں نے 1453ء میں فتح کر کے اسلامبول (اسلام کا قلعہ) کا نام دیا جو پونے پانچ صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت رہا اور ان دنوں وہ استنبول کہلاتا ہے۔ عثمانیوں سے پہلے ایشیائے کوچک کا بڑا حصہ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے جنگ ملازکرد (1071ء) میں رومی شہنشاہ دیوجانوس رومانوس کو شکست دے کر اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔

قبرص (سائپرس): بحیرۂ روم کا یہ جزیرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوا تھا۔ مختلف ادوار میں یہ رومیوں، عثمانیوں اور آخر میں برطانویوں کے قبضے میں رہا۔ 1961ء میں اسے آزادی ملی۔ 1974ء سے ایک تہائی شمالی قبرص جہاں ترک مسلمان بستے ہیں، ترکی کی فوج کے زیر حفاظت ایک آزاد جمہوریہ ہے۔ بقیہ قبرص یونانی نژاد عیسائیوں کے تسلط میں ہے۔

یونان: اسے انگریزی میں Greece (گریس) کہتے ہیں۔ یورپ کا یہ ملک ایک جزیرہ نما اور بہت سے چھوٹے بڑے جزائر پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک بڑا حصہ آئیونیا (Ionia) کہلاتا تھا جس کی نسبت سے عرب پورے ملک کو یونان کہنے لگے۔ اس کے دو بڑے جزیرے کریٹ (اقریطش) اور روڈس صدیوں تک عرب مسلمانوں اور عثمانیوں کے قبضے میں رہے۔

سیناء: یہ ایک جزیرہ نما ہے جو مصر میں شامل ہے۔ اسکے جنوب مغربی حصے میں کوہ طور ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی۔ اسکے مشرق میں خلیج عقبہ، مغرب میں خلیج سویز اور جنوب میں بحیرۂ احمر (قلزم) واقع ہیں، اس لیے اسے جزیرہ نما کہتے ہیں۔

یمن: جزیرہ نمائے عرب کا جنوب مغربی حصہ قبل مسیح کے زمانے میں اور اس کے بعد سبا کہلاتا تھا اور عہد نبوی میں اسے یمن کہتے تھے اور یہی نام آج تک معروف ہے۔ یمن کے شمال میں نجران اور عسیر (سعودی عرب کے صوبے) ہیں۔ شمال مشرق میں ربع الخالی ہے۔ مشرق میں عُمان، جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن اور مغرب میں بحیرۂ احمر (قلزم) واقع ہیں۔ صنعاء دارالحکومت ہے اور عدن، حدیدہ، مخا اور مکلا بندرگاہیں ہیں۔ یمن کا مشرقی حصہ حضر موت کہلاتا ہے۔ حمیری دور (115 ق م تا 525ء) میں "مأرب" قوم سبا کا دارالحکومت تھا۔ حمیریوں نے وادی شیوان (مشرقی یمن) میں سَدِ مأرب (قرآن میں العَرِم) تعمیر کیا تھا جس کے آثار یورپی مہم جو ہالوے نے 1875ء میں دریافت کیے۔

حجاز: یہ ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو جبال السّراۃ کے وسطی حصے پر مشتمل ہے اور جبال مدین اور عسیر کے مابین واقع ہے۔ اس کے مشرق میں نجد اور مغرب میں تہامہ کا ساحلی میدان ہے۔ اسے حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نجد اور تہامہ کے مابین روک یا آڑ ہے۔ علاقہ حجاز میں مسلمانوں کے مقدس مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 7 کے مطابق ''مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے گردوپیش کے علاقے حرم ہیں جہاں صرف مسلمانوں کو داخلے کی اجازت ہے۔ اگرچہ صحیح معنوں میں تہامہ، حجاز کا حصہ نہیں، تاہم اسے اکثر اس میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ جنوب میں ایک وقت میں حجاز کی سرحد یمن سے ملتی تھی لیکن زمانہ حال میں دونوں کے درمیان عسیر حائل ہے اور الحجاز سے مراد وہ علاقہ ہے جو سعودی عرب کا مغربی صوبہ ہے۔''

المنجد فی الاعلام میں لکھا ہے: ''سعودی مملکت کا صوبہ حجاز، نجد کے مغرب میں بحیرۂ احمر پر واقع ہے۔ یہ شمال میں خلیج عقبہ سے لے کر جنوب میں (صوبہ) عسیر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا رقبہ 4 لاکھ مربع کلومیٹر اور آبادی 30 لاکھ ہے۔ اس کا صدر مقام مکہ ہے اور مدینہ، طائف، تبوک اور جدہ بڑے شہر ہیں۔''

جدہ اور ینبع، حجاز کی بڑی بندرگاہیں ہیں۔ ''حجاز کی چھوٹی بندرگاہوں میں خلیج عقبہ پر واقع حقل اور مقنا ہیں اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر مُویلح، ضبا، الوجہ اور اُم لج...... مدینے سے نجد جانے والا بڑا راستہ نخلستان حناکیہ کے بعد دو شاخوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک شاخ (سڑک) مشرق کی سمت میں القصیم کو چلی جاتی ہے اور دوسری حائل کو۔ مکہ مکرمہ سے مشرق کو جانے والا راستہ السیل الکبیر، قاعیہ اور دوادمی سے گزرتے ہوئے الریاض کو جاتا ہے...... مدینہ کو دمشق سے ملانے والی حجاز ریلوے لائن کو پہلی عالمگیر جنگ میں نقصان پہنچا تھا۔

حجاز کے اندر مکہ مکرمہ اور طائف کے نواح میں چار قدیم قبیلے اب تک موجود ہیں: بنو ہذیل، بنو ثقیف، بنو فہم اور بنو سعد بن بکر۔ نبی ﷺ بچپن میں بنو سعد کی دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں رہے۔ ادھر بنو بلی اور بنو جُہینہ کے مرکز علی الترتیب الوجہ اور ینبوع یا ینبع ہیں۔ قریش مکہ میں صرف بنو شیبہ ہیں جو کعبے کے موروثی متولی ہیں۔ دیگر قبائل سب منتشر ہو چکے ہیں۔

تاریخ میں حجاز کی خود مختار سلطنت کا سرکاری نام صرف دس برس سے کم عرصے کے لیے رہا یعنی شاہ الحسین بن علی کے عہد حکومت (1334 تا 1343ھ) میں۔ 1344ھ/1925ء سے پورا حجاز سعودی مملکت میں شامل ہے۔''

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 7)

یاد رہے شریف مکہ حسین بن علی ہاشمی نے پہلی جنگ عظیم کے دوران میں خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر کے برطانیہ کا ساتھ دیا تھا اور حجاز میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تھا۔ اس پر علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰؐ
خاک و خوں میں لوٹتا ہے ترکمانِ سخت کوش

''شمالی حجاز میں ''مدائن صالح کا قدیم نام الحِجر ہے۔ یہیں آج سے چھ ہزار سال پہلے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم

ثمود آباد تھی جو پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اپنے گھر بناتی تھی۔...... مدائن صالح، مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے کا سب سے بڑا اسٹیشن تھا جس کی سنگی عمارت اب تک جوں کی توں موجود ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک پراناتر کی قلعہ ہے۔ اس کے اندر ایک پرانا کنواں ہے جو اب خشک پڑا ہے۔ مقامی لوگوں کے بقول اسی کنویں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ''سفرنامہ ارض القرآن'')

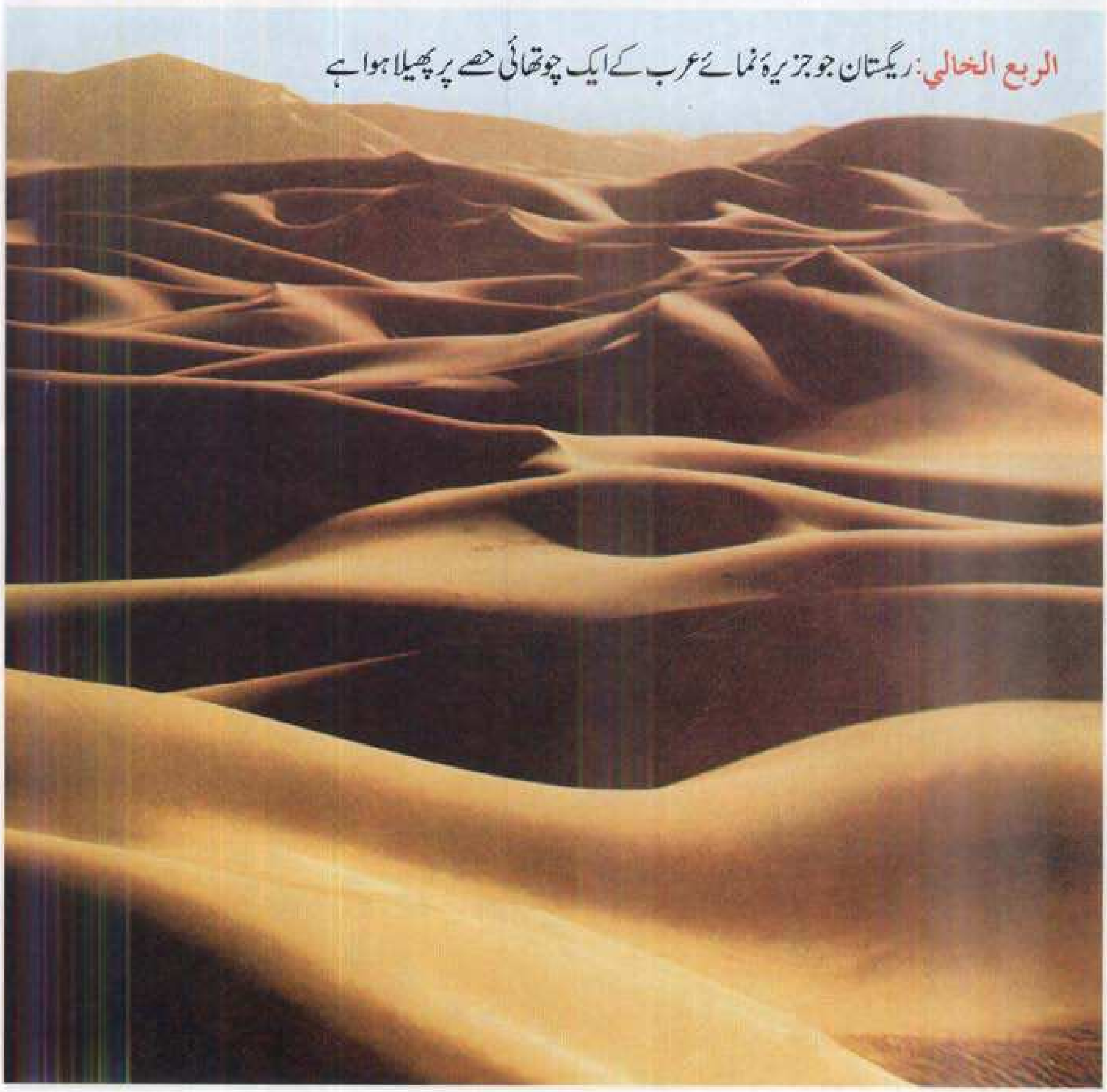
ان دنوں حجاز تین صوبوں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور تبوک میں بٹا ہوا ہے۔

❋ ❋ ❋


جزیرہ نمائے عرب
طبعی حالت
ایشیائے کوچک (ترکی)
یونان
روڈس
قبرص
کریٹ
بحیرۂ روم
شام
کردستان
ایران
فلسطین
اردن
عراق
عقبہ
ایلہ
سینا
صحرائے نفود
مصر
مدین
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
نجد
ایران (فارس)
کرمان
بلوچستان
خلیج فارس
خلیج عمان
یمامہ
عروض
عُمان
نوبیہ
مکہ مکرمہ
ربع الخالی
سودان
نجران
حضرموت
مہرہ
بحیرۂ عرب
برِ اعظم افریقہ
صنعاء
یمن
حبشہ
خلیج عدن
سطح سمندر سے بلندی
(میٹروں میں)
4000
3000
2000
1000
500
200
1000
800
600
400
200
کلومیٹر
گرین لینڈ
شمالی امریکہ
یورپ
ایشیا
بحراوقیانوس
بحرالکاہل
افریقہ
جنوبی امریکہ
بحر ہند
آسٹریلیا
بحر منجمد جنوبی
بحر منجمد شمالی



صحرائے نفود کبریٰ



الربع الخالي: ریگستان جو جزیرہ نمائے عرب کے ایک چوتھائی حصے پر پھیلا ہوا ہے



منطقہ شرقیہ (سعودی عرب) میں نجد کی وادیٔ حنیفہ کا نخلستان



منطقہ غربیہ (حجاز) میں صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کی بستی کے آثار (مدائن صالح)



↑ سعودی عرب کی جنوب مغربی سطح مرتفع

حجاز کے جنوب میں الباحہ کے پہاڑی سلسلے کی گزرگاہیں ↓



نبی اکرم ﷺ کے جدّ امجد

ابوالانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں پیدا ہوئے اور کلدانی شہر ''اُور'' میں رہائش پذیر رہے۔ ان کے والد کا نام آزر بن ناحور تھا۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ دراصل یہ آپ کا چچا تھا۔ عربی لوگ چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں۔ یہ کوفہ کے مضافاتی علاقے کی ایک بستی کُوثیٰ کے رہنے والے تھے۔ گویا ابراہیم علیہ السلام 'کُوثیٰ' بابل یا ورکاء میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا واقعہ کُوثیٰ میں پیش آیا۔ جب حکومت اس میں ناکام ہوگئی تو آپ الجزیرہ کے شمال میں واقع شہر حرّان تشریف لے گئے، اس کے بعد فلسطین پہنچے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ، بھتیجے لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی بھی تھے۔ اس علاقہ میں قحط پڑا تو آپ شاہان ہیکسوس (چرواہے بادشاہوں) کے زمانہ میں مصر چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ واپس جنوبی فلسطین آ گئے۔ پھر اتفاقِ رائے سے دونوں الگ الگ رہنے لگے تاکہ ہر ایک کو اپنے جانوروں کے لیے وافر گھاس اور پانی مل سکے۔ حضرت لوط علیہ السلام بحیرہ مردار کے جنوب میں رہنے لگے۔ بُحیرہ مردار کو بحیرہ لوط بھی کہا جاتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بئر سبع کے مقام پر فروکش ہوگئے۔

کافی عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے۔ ان کے ساتھ ان کا شیر خوار بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اس ''بے آب و گیاہ وادی'' میں چھوڑ کر واپس فلسطین آ گئے۔

مکہ میں زم زم کا چشمہ جاری ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ پھر کداء کے راستہ سے وہاں بنوجُرہم آ کر آباد ہوگئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین ہی میں فوت ہوئے اور الخلیل (حبرون) میں مدفون ہوئے۔ بعض مؤرخین نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کو عرب مستعربہ یا عرب متعرّبہ قرار دیا ہے۔ یہ عدنانی ہیں۔ انہوں نے ان کو متعرّبہ یا مستعربہ اس لیے قرار دیا کہ ان کی رائے کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام سریانی یا عبرانی زبان بولتے تھے۔ جب قحطانی نسل کے بنو جرہم مکہ مکرمہ آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کے ساتھ رہنے لگے، تو حضرت اسماعیل کی شادی ان میں ہو گئی۔ اس طرح آپ اور آپ کی اولاد نے عربی زبان سیکھ لی۔ گویا وہ اصل عرب نہ تھے بلکہ بعد میں عربی بنے، لہٰذا انہوں نے آپ کو عرب مستعربہ قرار دیا ہے۔ عربوں کی اکثریت انہی میں سے ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے وسط میں یا حجاز کے علاقوں میں صحرائے شام تک رہتے ہیں، البتہ آخر میں ''مأرب'' کا بند ٹوٹنے کے بعد یمنی عرب بھی انہی کے علاقوں میں رہنے لگے۔

لیکن یہ ''عرب مستعربہ یا متعرّبہ'' والی بات ایک داستان اور کہانی ہے جسے بعض مؤرخین نے بیان کر دیا اور یہ بات رواج پا گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دور خالص عربی دور تھا۔ اس کا سریان اور یہود

کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں اور علمی طور پر وہ دور قوم ابراہیم' قوم یعقوب (اسرائیل)' قوم موسیٰ' یہودیوں اور عبرانیوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ ①

586 ق م میں جب بخت نصر یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا اور یہودیوں نے اپنی کتاب تورات کو دوبارہ مدون کیا تو ان کے بنیادی مقاصد دو تھے:

- اپنی تاریخ کو عظیم الشان ظاہر کرنا اور اپنے آپ کو تمام انسانی نسلوں میں سے برتر اور اعلیٰ ثابت کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے بھی سب قوموں میں سے منتخب قرار دے کر پسند فرمایا ہو۔ ظاہر ہے یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا تھا جب وہ اپنے آپ کو کسی عظیم الشان قدیم شخصیت کی طرف منسوب کریں' جن کی شہرت اپنے دور اور مابعد میں چہار دانگ عالم میں پھیل چکی ہو۔ یہ شخصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' اس لیے یہودیوں نے بڑی چالاکی اور مہارت کے ساتھ تاریخ کو اپنے دل پسند مقاصد کے مطابق مدون کیا اور اس کو مذہبی رنگ بھی دے دیا تاکہ لوگ آسانی سے اسے قبول کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی تاریخ کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام سے جوڑ دیا اور قوم موسیٰ کو بنی اسرائیل کا نام دے دیا' حالانکہ یہ لوگ حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال بعد ظہور پذیر ہوئے۔
- ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کو اپنا اصل وطن ظاہر کریں حالانکہ تورات میں یہ بات صراحت اور تاکید کے ساتھ مذکور ہے کہ علاقہ فلسطین حضرت ابراہیم' اسحاق' یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے' جو کہ ان میں پیدا ہوئے اور وہیں پھلے پھولے ان کے لیے یہ اجنبی علاقہ تھا۔

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام آرامی عربی قبائل کی طرف منسوب ہیں اور یہ قبائل تو اسرائیلیوں' موسویوں اور یہودیوں سے کئی صدیاں قبل کے تھے' لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور خالص اور مستقل عربی دور تھا جس کا دورِ یہود کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قرآن مجید نے بھی اس طرف واضح اشارہ فرمایا ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٥﴾ هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾﴾

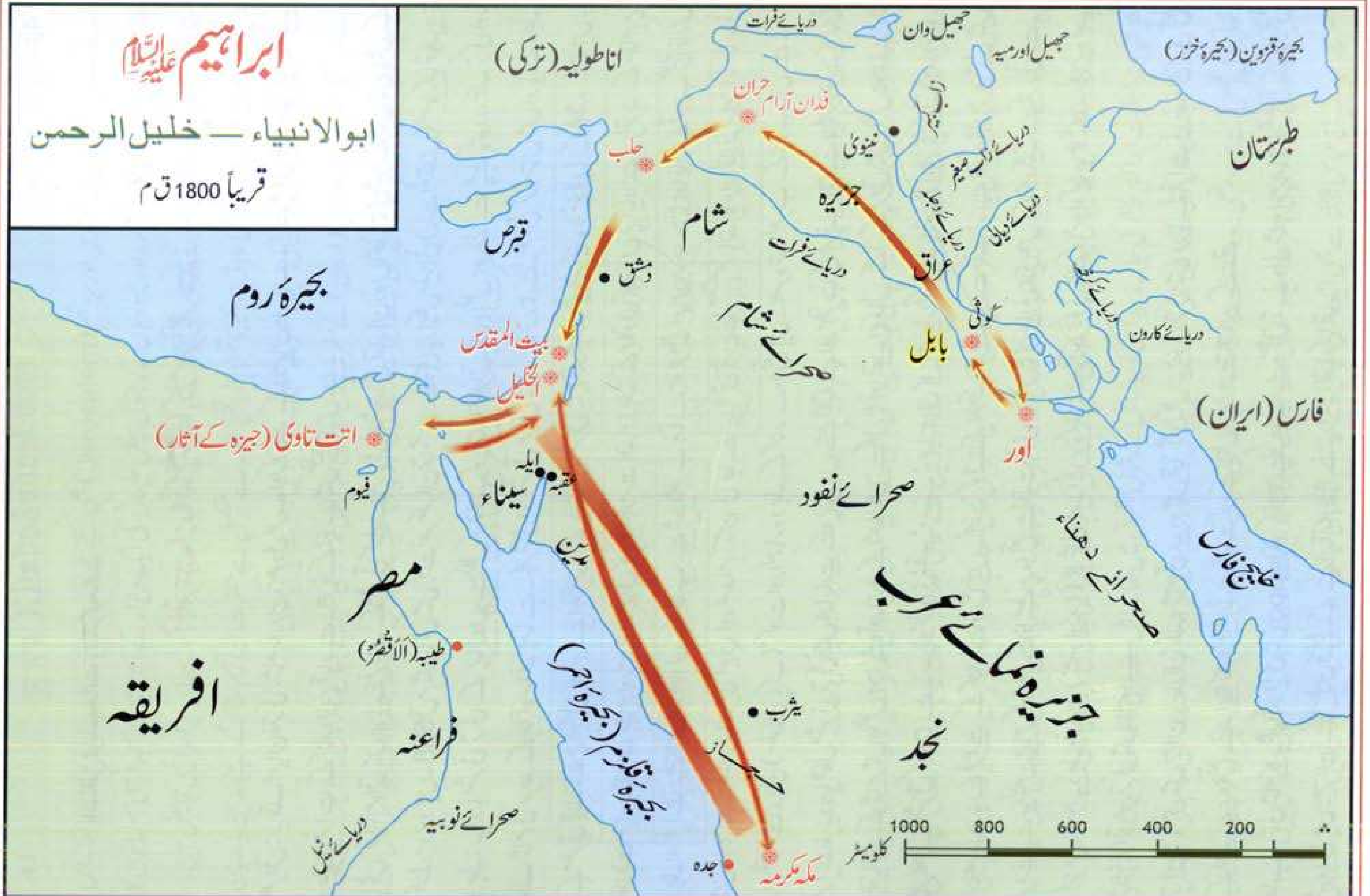
''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ جبکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟ تم عجیب لوگ ہو کہ ان چیزوں کے بارے میں تو جھگڑتے ہی ہو جن کا تمہیں علم ہے' لیکن ان چیزوں کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جن کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہیں؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ جانتا

① مفصل العرب والیهود فی التاریخ' ص: 86 وما بعد۔ أطلس القرآن' ص: 41 ومابعد

ہے اور تم نہیں جانتے۔ سن لو! ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی، وہ تو خالص مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہیں تھے۔"

(آل عمران: 3/65'66'67)

لہٰذا حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کا نسب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ خالص مسلمان تھے۔


ابراہیم علیہ السلام
ابوالانبیاء — خلیل الرحمن
قریباً 1800 ق م
اناطولیہ (ترکی)
دریائے فرات
جھیل وان
جھیل اورمیہ
بحیرۂ قزوین (بحیرۂ خزر)
طبرستان
فدان آرام حران
نینویٰ
حلب
جزیرہ
شام
قبرص
دمشق
دریائے فرات
عراق
بحیرۂ روم
بیت المقدس
الخلیل
کوثی
بابل
دریائے کارون
صحرائے شام
اُور
فارس (ایران)
انت تاوی (جیزہ کے آثار)
ایلہ
عقبہ
سیناء
فیوم
صحرائے نفود
مدین
مصر
خلیج فارس
صحرائے دہناء
جزیرہ نمائے عرب
طیبہ (الاقصر)
افریقہ
یثرب
نجد
فراعنہ
صحرائے نوبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
1000
800
600
400
200
0
کلومیٹر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر ہجرت

عراق: یہ ملک ایران، ترکی، شام، اردن، سعودی عرب اور کویت کے درمیان واقع ہے۔ اسے عراق کا نام دیا گیا کیونکہ یہ دجلہ اور فرات کے کناروں پر آباد ہے۔ اس کے جنوب میں خلیج فارس ہے۔

بابل: قدیم عراق میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر بابل کا شہر واقع تھا۔ ان دنوں الحِلّہ نامی شہر کے شمال میں بابل کے کھنڈر موجود ہیں۔ 586ق م میں بابل میں بخت نصر حکمران تھا جس نے پہلی بار ہیکل سلیمانی (بیت المقدس) مسمار کیا تھا۔

دجلہ: یہ دریا مشرقی ترکی کے پہاڑوں سے نکل کر جنوب کو بہتا ہوا عراق میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دور تک ترکی اور ملک شام کی سرحد کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ پھر شمالی اور مشرقی عراق میں سے گزرتا ہے۔ عراقی کردستان میں دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر موصل کا شہر ہے اور اس کے بالمقابل مشرق میں قدیم تاریخی شہر نینوہ (نینویٰ) کے کھنڈر ملتے ہیں۔ خلافت عبّاسیہ کا صدر مقام اور موجودہ عراق کا دارالحکومت بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ القرنہ کے مقام پر دجلہ اور فرات ملتے ہیں اور دونوں کے ملاپ سے شط العرب بنتا ہے جو عراق ایران سرحد بناتا ہوا فاو کے قریب خلیج فارس میں گرتا ہے۔ صلاح الدین ایوبی اور صدام حسین کی جائے پیدائش تکریت، معتصم باللہ کا دارالخلافہ سامرّاء، ساسانی دارالحکومت مدائن (سلمان پاک)، کوت اور العمارہ دجلہ کے کنارے واقع ہیں۔ بصرہ شط العرب کے جنوب میں ہے۔

فرات: یہ دریا شمال مشرقی ترکی میں ارارات کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور مغرب کی طرف بہتا ہے۔ پھر جنوب کا رخ اختیار کر کے شام میں داخل ہوتا ہے اور اس کے وسط میں سے گزرتا ہوا قصبہ ابوکمال کے آگے عراق میں داخل ہوتا ہے اور پھر جنوب مشرق کو بہتا ہے۔ حدیثہ، رمادی، فلوجہ، مسیّب، عباسیوں کا پہلا دارالحکومت ہاشمیہ (انبار)، کوفہ، السماوہ اور الناصریہ دریائے فرات کے کنارے واقع ہیں۔ نجف، کوفہ کے جنوب میں دریا سے ہٹ کر ہے اور کربلا مزید شمال میں فرات سے چالیس پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، البتہ وادی الابیض نامی سیلابی ندی اس کے نزدیک سے گزرتی ہے۔

الجزیرہ: دوابہ دجلہ وفرات (میسوپوٹیمیا) کا شمالی حصہ الجزیرہ کہلاتا ہے جبکہ جنوبی حصے کو السواد کہا جاتا ہے۔ الجزیرہ اب شام، عراق اور ترکی میں بٹا ہوا ہے۔

حرّان: ماضی میں حرّان یا حاران، ملک شام کی حدود میں تھا، آج کل یہ جنوبی ترکی میں دریائے فرات کی معاون ندی بلیخ کے کنارے پر واقع ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اُور سے ہجرت کر کے بابل کے راستے حرّان گئے تھے۔

حلب: شمالی شام کا یہ شہر انگریزی میں Aleppo کہلاتا ہے۔ حلب سے دمشق آنے والی شاہراہ پر حماۃ اور حمص کے تاریخی شہر واقع ہیں۔ حرّان سے فلسطین پہنچنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

القُدس: اسے بیت المقدس اور یروشلم (Jerusalem) بھی کہتے ہیں۔ رومیوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ اس مقدس شہر میں مسجد اقصیٰ' قبۃ الصخرہ اور یہودیوں کے بقول ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کے آثار ہیں۔ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے۔ بیت المقدس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔ جون 1967ء سے اس پر اسرائیلی قابض ہیں۔

مدین: سعودی عرب کا وہ ساحلی علاقہ جو بحیرۂ قلزم اور خلیج عقبہ سے متصل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین یا مدیان سے منسوب ہے۔ یہیں اہل مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی مبعوث کیا گیا تھا۔

اَیلہ: خلیج عقبہ کی بندرگاہ عقبہ (اردن) کے مغرب میں ایلہ بنی اسرائیل کا تاریخی شہر ہے جہاں نافرمان یہودیوں کے بندر بن جانے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ آج کل اسے ایلات کہتے ہیں اور یہ خلیج عقبہ کے ساحل پر واحد بندرگاہ ہے جو اسرائیل کے تسلط میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سفری مقامات کے فاصلے

اُور سے بابل	225 کلومیٹر تقریباً
بابل سے حرّان	900 کلومیٹر تقریباً
حرّان سے حلب	300 کلومیٹر تقریباً
حلب سے القدس	600 کلومیٹر تقریباً

القدس سے الخلیل	35 کلومیٹر تقریباً
الخلیل سے مصر	500 کلومیٹر تقریباً
الخلیل سے مکۃ المکرمہ	1450 کلومیٹر تقریباً

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کونسی تھی؟: عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش جنوبی عراق کا شہر اُور تھا جبکہ درست بات یہ ہے کہ آپ کی جائے پیدائش بابل کے شمال مشرق میں واقع کُوثَی نامی قصبہ تھا' البتہ آگ سے صحیح سلامت بچ نکلنے کے بعد آپ اُور چلے آئے تھے اور وہیں سے حران اور پھر فلسطین کی طرف ہجرت کی تھی۔ بعض ان کی جائے پیدائش بابل یا الورکاء قرار دیتے ہیں جبکہ قصص القرآن میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بابل کے شہر فدان آرام میں پیدا ہوئے تھے۔ اور معجم البلدان میں لکھا ہے: ''فدان آرام الجزیرہ (شمالی میسوپوٹیمیا) میں حران کے نواح میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ یہاں پیدا ہوئے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ ان کی جائے پیدائش بابل کی سرزمین میں ہے۔''

کُوثَی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کوثی' بابل کے شمال مشرق میں تھا۔ بابل سے اس کا فاصلہ تقریباً 40 کلومیٹر بنتا ہے۔ معجم البلدان میں کوثی کے ذیل میں لکھا ہے: ''یہ نہر کوثی کے کنارے واقع تھا جو بنوارفخشد بن سام بن نوح میں کوثی نامی شخص سے موسوم تھی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ' بونا بنت کرنبا بن کوثی کے دادا تھے۔ نہر کوثی فرات سے نکالی گئی پہلی نہر تھی۔ مشہور تابعی حضرت عبیدہ سلمانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''ہم کوثی کے نبطی ہیں۔'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قول مروی ہے کہ ''ہم خاندان قریش' نبط کوثی کی ایک شاخ ہیں۔'' اس سے ان

کی مراد یہ تھی کہ قریش، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں جو کوثی کے نبطی تھے۔ عہد فاروقی میں فتح قادسیہ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم پر زہرہ بن جویہ نے کوثی کے تاریخی شہر پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقامی روایت کے مطابق یہ وہی جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بابل سے کوثی جا کر اس کی زیارت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

''ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔''

اُور: بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق کے شہر ''اُور'' میں پیدا ہوئے تھے اور پھر وہیں سے آپ نے حاران کی طرف ہجرت کی تھی۔ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ''اُور'' عراق کا ایک قدیم ترین شہر تھا جسے چوتھی ہزاری ق م (4000B.C.) میں سُمیری قوم نے آباد کیا تھا۔ تیسری ہزاری میں یہ شہر اپنے عروج کو پہنچا۔ 2000ق م کے لگ بھگ خوزستان (فارس) کے عیلامیوں نے اسے بڑی حد تک تباہ کر دیا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے۔ کلدانی بادشاہوں کے عہد (626ق م تا 539ق م) میں ''اُور'' نے ایک بار پھر شہرت حاصل کی حتی کہ ایرانی شہنشاہ کوروش کبیر (خورس یا سائرس اعظم یا ذوالقرنین) نے اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد اُور بتدریج زوال کی نذر ہو گیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری) کلدانی حکمرانوں کی نسبت سے اسے ''اُور کلدانیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ انگریز محقق لیونارڈ وولے نے 34-1922ء میں ''اُور'' کے کھنڈر دریافت کیے جو الناصریہ شہر کے بالمقابل دریائے فرات کے جنوب میں تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بابل سے ''اُور'' تقریباً 225 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

''اُور'' ان دنوں تَلُّ الْمُقَیَّر کہلاتا ہے۔ (المنجد فی الاعلام)

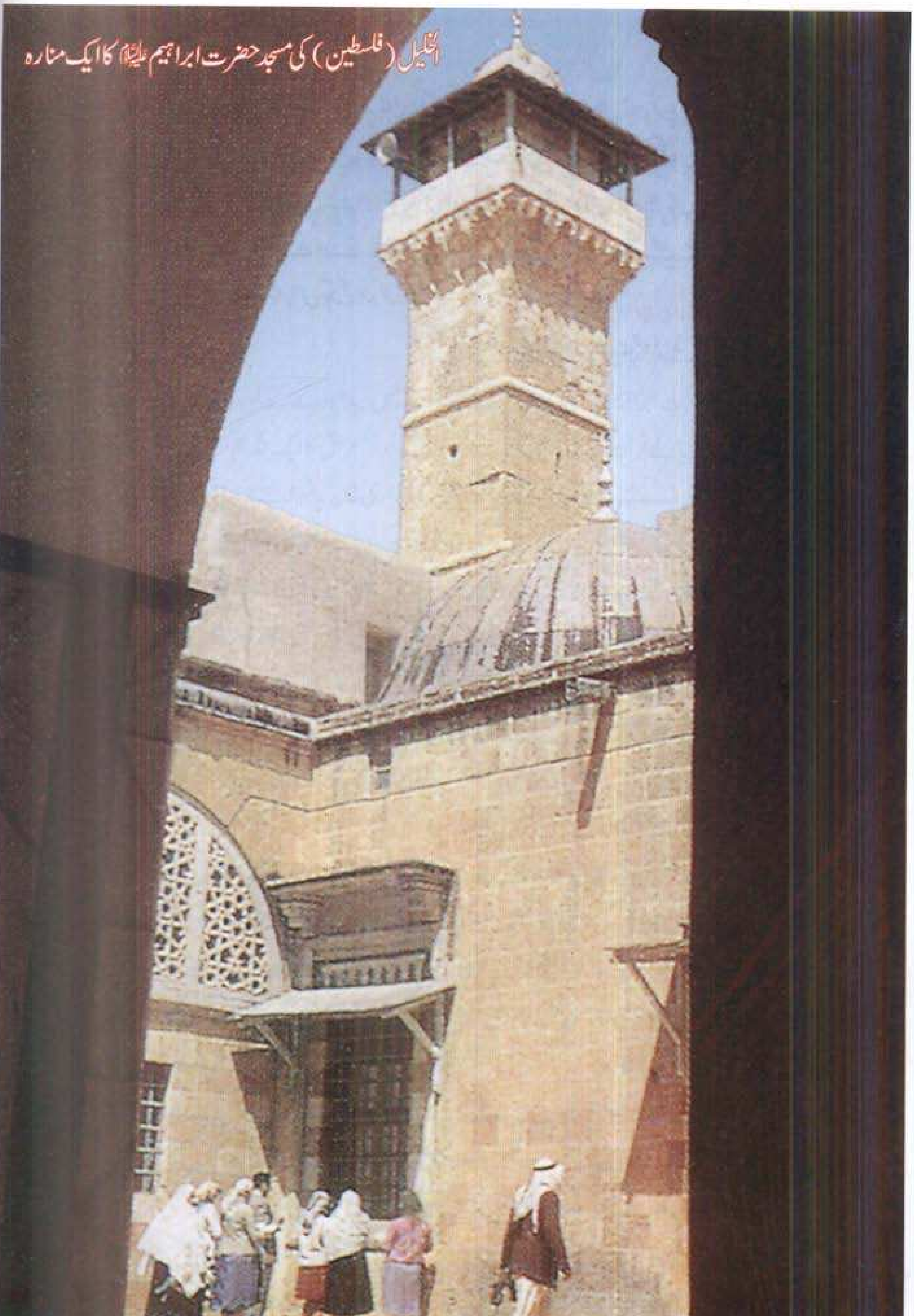
الخلیل: الخلیل یا حبرون غرب اردن (مغربی کنارہ) کے علاقے میں ہے جس پر غاصب اسرائیلیوں نے جون 1967ء کی جنگ سے قبضہ کر رکھا ہے۔ 1993ء کی ابتدا میں ایک جنونی یہودی نے الخلیل کی مسجد ابراہیمی میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے 67 مسلمان شہید اور بہت سے زخمی ہو گئے تھے۔ الخلیل کی آبادی 75 ہزار سے زیادہ ہے۔ الخلیل کو حبری اور مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں۔ یہ جبل نصرۃ کی سطح مرتفع کے درمیان ایک نہایت زرخیز وادی میں واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8)

الخلیل بیت المقدس سے 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ یہ اس وقت بھی آباد تھا جب تقریباً چار ہزار برس پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے تھے اور انھی کے لقب سے الخلیل موسوم ہے۔ یہاں ایک غار (مغارہ مکفیلہ) میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی اسی غار میں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان انبیائے کرام کی قبروں پر قبہ نما چھت بنا دی۔ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام، ربقہ زوجہ اسحق علیہ السلام اور ایلیا زوجہ یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔ تورات کے مطابق حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے عفرون بن صوحار **الحیثی** سے زمین کا ایک ٹکڑا چار سو نقرئی درہموں میں خریدا تھا اور اس میں حضرت سارہ کو دفن کیا تھا۔ 513ھ میں صلیبی بادشاہ بردویل کے عہد میں اس جگہ زمین دھنس گئی تھی اور فرنگیوں کی ایک جماعت بادشاہ کی اجازت سے غار میں داخل ہوئی تو انہوں نے ابراہیم' اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو اس حالت میں پایا کہ ان کے کفن بوسیدہ ہو چکے تھے' وہ غار کی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے تھے' ان کے سروں پر قندیلیں تھیں اور سر کھلے تھے۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے انہیں نئے کفن پہنائے اور پھر اس جگہ کو بند کر دیا۔

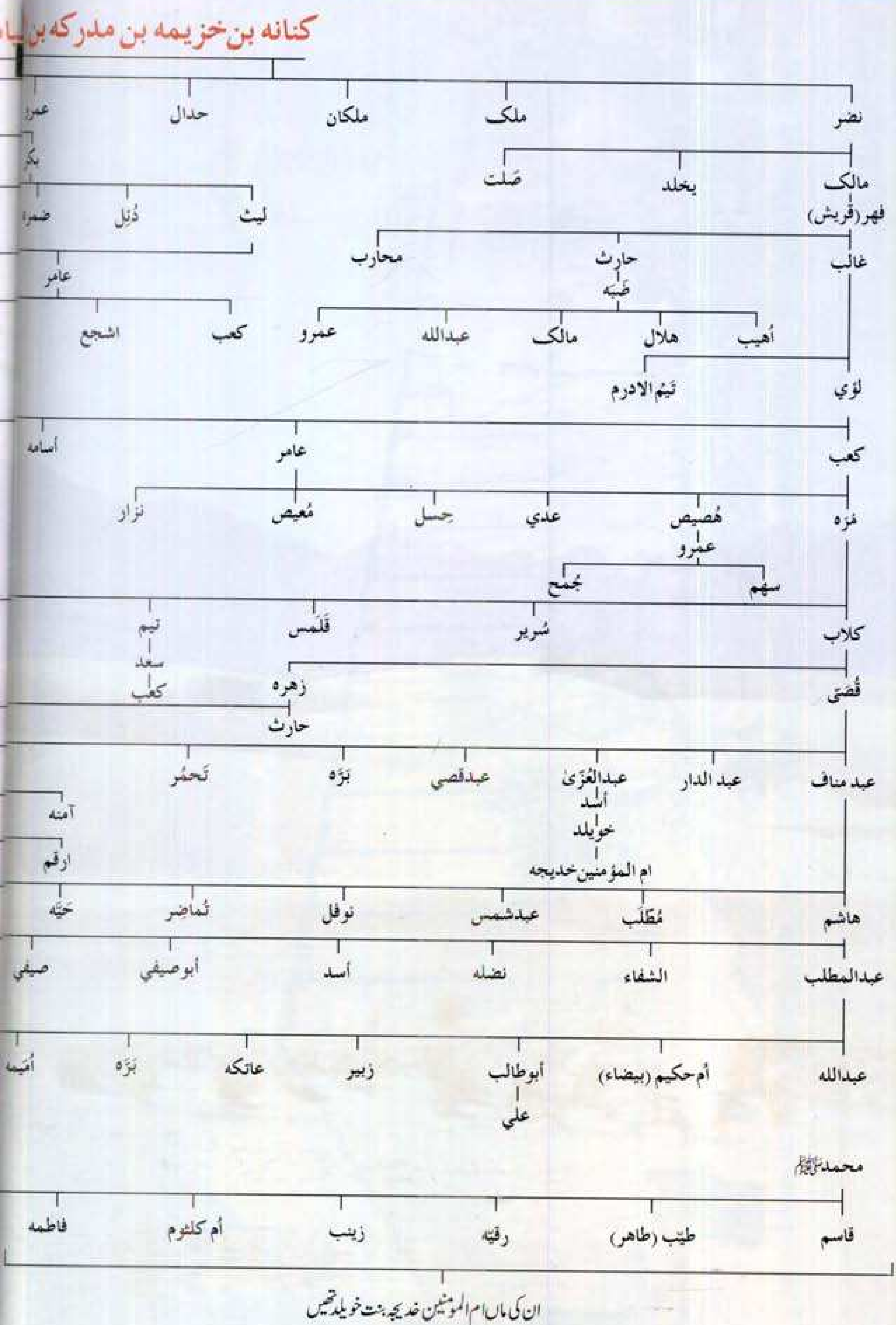
(معجم البلدان' جلد 2 ' از یاقوت حموی بذیل "حبرون" اور "خلیل")

❋ ❋ ❋



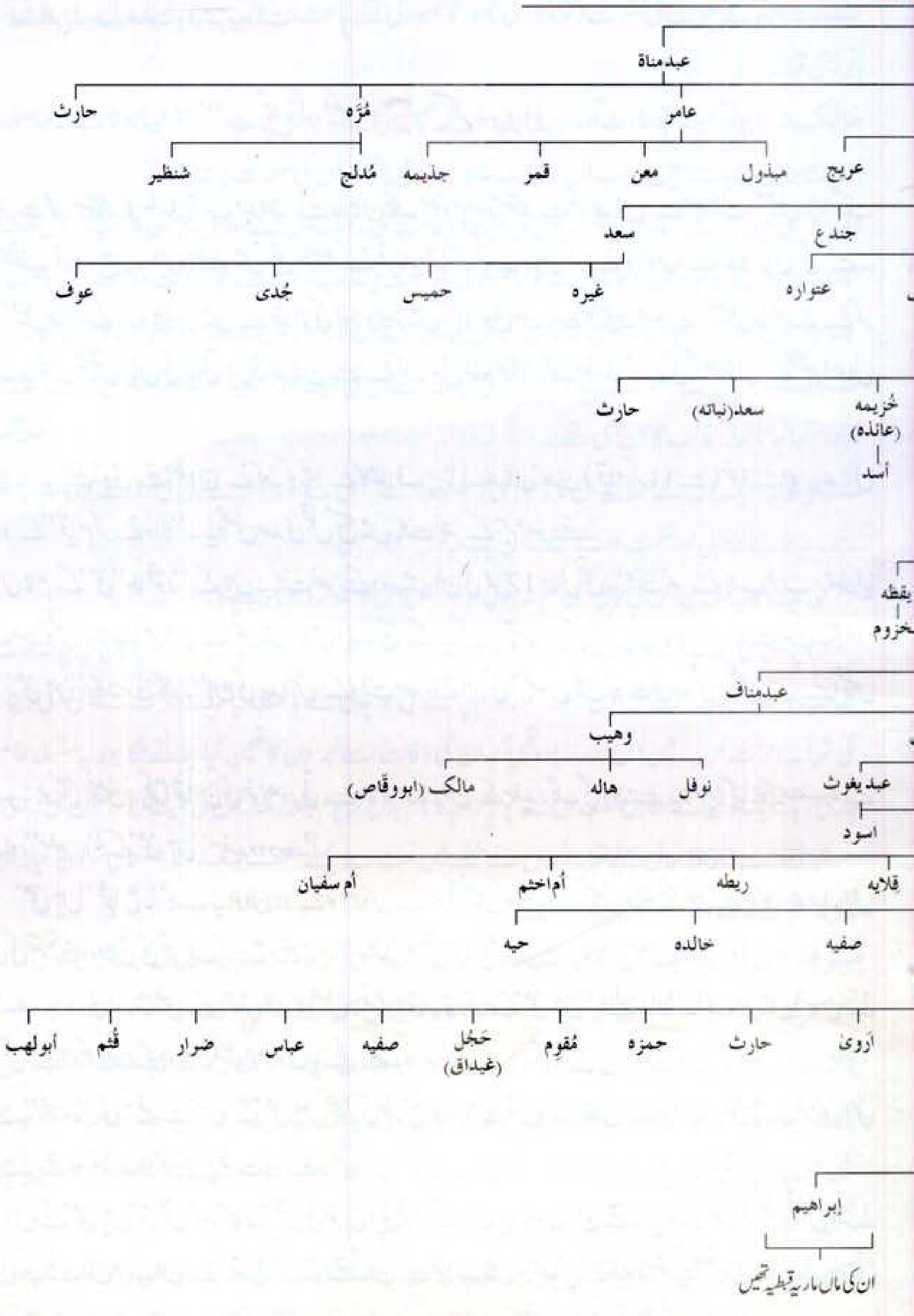
الخلیل (فلسطین) کی مسجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک منارہ


الخلیل (Hebron) میں
مسجد حضرت ابراہیم علیہ السلام (حرم ابراہیمی)



کنانه بن خزیمه بن مدرکه بن
نضر
ملک
ملکان
حدال
عمرو
مالک
یخلد
صَلت
فهر (قُریش)
غالب
حارث
محارب
بکر
لیث
دُئل
ضمرہ
عامر
کعب
اشجع
ضَبه
اُهیب
هلال
مالک
عبدالله
عمرو
لؤي
تَیم الادرم
کعب
عامر
اسامه
مُرّه
هُصیص
عدي
حِسل
مُعیص
نزار
عمرو
سهم
جُمح
کلاب
سُریر
قَلَمس
تیم
سعد
کعب
قُصَیّ
زهره
حارث
عبد مناف
عبد الدار
عبدالعُزّیٰ
اَسد
خویلد
ام المؤمنین خدیجه
عبدقصي
بَرّه
تَحمُر
آمنه
ارقم
هاشم
مُطّلِب
عبدشمس
نوفل
تُماضِر
حَیّه
عبدالمطلب
الشفاء
نضله
أسد
أبو صیفي
صیفي
عبدالله
أُم حکیم (بیضاء)
أبوطالب
علي
زبیر
عاتکه
بَرّه
اُمیمه
محمد ﷺ
قاسم
طیّب (طاهر)
رقیّه
زینب
أُم کلثوم
فاطمه
ان کی ماں ام المومنین خدیجہ بنت خویلد تھیں

...بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان



اضافی توضیحات وتشریحات

نبی کریم ﷺ کے اجداد

حضرت محمد ﷺ کا سلسلۂ نسب عبداللہ سے عدنان تک معلوم اور مستند ہے مگر عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک اس میں مختلف آراء ہیں۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے لے کر عدنان تک چالیس پشتیں بیان کی جاتی ہیں۔ عدنان سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سلسلۂ نسب کی شخصیتوں کے مختصر احوال درج ذیل ہیں:

عدنان: یہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے کعبہ کو چمڑے کا غلاف پہنایا۔ عدنان، عدن (قیام کرنا) سے ماخوذ ہے، یوں عدنان کے معنی ہوئے "قیام کرنے والا"۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ہم عصر تھے۔

معد: اس نام کے معنی "طاقتور" کے ہیں۔ بخت نصر کے دور میں ان کی عمر 12 سال تھی۔ بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کیا تو اس نے معد کو قتل کرنا چاہا مگر اس کے لشکر میں شامل ایک نبی کے یہ کہنے پر چھوڑ دیا کہ "اس کی اولاد میں نبوت ہوگی۔"

نِزار: معنی ہیں "یگانۂ روزگار۔" ان کی پیدائش کے وقت معد نے ان کی آنکھوں میں نبوت کی روشنی دیکھی، اس لیے انہیں یہ نام دیا۔

مُضَر: جو بھی انہیں دیکھتا تھا ان کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا۔ ان کے سفید رنگ کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا جو کہ مضیرہ سے ماخوذ ہے اور "مضیرہ" کے معنی ہیں "سفید دودھ۔"

اِلیاس: معنی ہیں "شجاع۔" جب یہ جوان ہوئے تو انہوں نے بنو اسمٰعیل کو دوبارہ اسمٰعیل علیہ السلام کے طریقے پر کاربند کیا۔ اہل عرب ان کی حکمت ودانائی کی تعریف کرتے تھے۔

مُدرِکہ: بلاذری اور شاطبی کے بقول ان کا اصل نام عمرو تھا۔ مدرکہ کے معنی ہیں "پالینے والا"۔ ایک سفر میں انہوں نے جنگلی خرگوش سے ڈر کر بھاگے ہوئے گمشدہ اونٹ پالیے تھے۔

خُزیمہ: یہ "خزمہ" کی تصغیر ہے جس کے معنی ہیں کھجور کی طرح کا درخت جس کے پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں۔ خزیمہ اعلیٰ اخلاق والے تھے اور ملّتِ ابراہیمی پر فوت ہوئے۔

کِنانہ: اس کے معنی ہیں "ترکش" اور کنانہ ترکش کی طرح اپنی قوم کے لیے پردہ اور مامن تھے۔ یہ بہت معزز اور علم وفضل والے تھے جس کی وجہ سے اہل عرب ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان سے خواب میں پوچھا گیا کہ جاہ وحشمت، تعمیرات اور مال ومتاع میں سے کون سی چیز چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: "تمام چیزیں، اے رب!" یوں یہ تمام اوصاف قریش کو ودیعت ہوئے۔

نَضر: ان کے چہرے کی نضرت (تروتازگی) اور خوبصورتی کے باعث ان کا یہ نام پڑا۔ ایک قول کے مطابق انہی کا لقب قریش تھا۔

مَالِک: ان کی کنیت ابو حارث اور ان کی والدہ عاتکہ تھیں۔ ان کا مشہور قول ہے: ''اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوبصورت چہرے اپنے عیبوں کو چھپا لیتے ہیں۔ جب ان کے عیب ظاہر ہو جائیں تو پھر ان کی صورت پر نہ جاؤ۔''

فِہر: معنی ہیں '' ہتھیلی کے برابر پتھر۔'' ان کی کنیت ابو غالب تھی۔ ایک قول کے مطابق فہر ہی کا لقب قریش تھا۔ قرش ایک سمندری حیوان (غالباً وھیل) کا نام ہے جو تمام بحری حیوانات پر غالب رہتا ہے۔ یوں قوت وطاقت کے وصف کی بنا پر ان کا نام قریش (طاقتور) پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا تھا جبکہ فہر ان کا لقب تھا۔

غـالـب: ان کے دوسرے بیٹے تیم الادرم کی نسبت سے ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ ایک جبڑا ناقص ہونے کے باعث تیم کو الادرم کہا جاتا تھا۔ غالب کا ہن بھی تھے۔

لُـؤَیّ: ایک قول کے مطابق ان کا نام لأی (سست) سے مشتق ہے اور دوسرے قول کی رو سے لواء (پرچم) سے ماخوذ ہے۔ یہ بڑے بردبار اور حکمت والے تھے۔ ان کے یہ قول مشہور ہیں:

''جس نے ہمیشہ نیکی کی اس کی نیکی کبھی ختم نہ ہوگی اور مسلسل اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔''

''جس پر نیکی کی جائے اسے چاہیے کہ اس کا تذکرہ کرے اور نیکی کرنے والے کو چاہیے کہ لوگوں میں چرچا نہ کرے۔''

کـعـب: لفظ ''کعب'' کے معنی ہیں ''ٹخنہ'' اور قدم پر ٹخنے کی اونچائی کے باعث یہ شرف وعزت کے معنی بھی دیتا ہے۔ کعب کی شرف وعزت عرب میں اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی وفات سے برسوں کا تعین کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ عام الفیل تک جاری رہا۔ ایک قول کے مطابق کعب ہی نے یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم جمعہ رکھا۔ ان کی کنیت ابو ہُصَیص تھی۔ ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے 560 سال پہلے تھا۔ انہوں نے خطبے میں سب سے پہلے ''امــا بـعـد'' کا استعمال شروع کیا۔ ان کے بیٹے عدی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جدِ امجد تھے۔

مُـرّہ: اس نام کے ایک معنی ''قوی'' ہیں اور تلخ مزاج شخص کو بھی ''مُرّہ'' کہتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو یقظہ تھی۔ ان کے بیٹے تیم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جدامجد تھے۔ یقظہ کی نسل سے بنو مخزوم تھے۔

کِلاب: یہ شکار کے بہت شوقین تھے اور کتوں کے ساتھ کسی علاقے سے گزرتے تو لوگ کہتے ھٰذہ کلاب ابن مُرّہ (یہ ابن مرہ کے کتے ہیں) اس طرح ابن مرہ کا نام ہی کلاب پڑ گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کلاب باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں باہم دشمنی کرنا۔ ان کی کنیت ابو زہرہ تھی۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے سونے سے آراستہ دو تلواریں کعبے کے اندر رکھیں۔

قُـصَیّ: ان کا اصل نام زید تھا۔ یہ شیر خوار تھے جب ان کے والد کلاب فوت ہو گئے اور ان کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے ربیعہ بن حرام قضاعی سے شادی کر لی جو انہیں شام لے گئے۔ یوں زید اپنے اصل گھر سے دور ہونے کے باعث قُصَیّ

کہلائے جو قُصیّ (دور ہونے والا) کا اسم تصغیر ہے۔ بڑے ہوئے تو آل ربیعہ سے جھگڑا ہوا اور ان سے غریب الدّیار ہونے کا طعنہ سن کر قصی نے والدہ سے اپنی ولدیت کی حقیقت پوچھی اور پھر ان کی اجازت سے مکہ چلے آئے۔ بطحا پر قابض بنو خزاعہ میں حُبیٰ نامی خاتون سے ان کی شادی ہوئی اور ان کے سسر حُلَیل بن حُبشیہ کی وفات پر اس کے بیٹے ابو غبشان مُحَرِّش نے کعبہ کی تولیت قُصیّ کے ہاتھ بیچ دی۔ قُصی نے تولیت کعبہ ملنے پر مکہ میں دارالندوہ قائم کیا جہاں قریش جلسہ یا جنگ کی تیاری کرتے۔ قافلے بھی یہیں سے روانہ ہوتے۔ نکاح وغیرہ کی رسوم بھی وہیں ادا ہوتیں۔ اس کے علاوہ سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) اور رِفادہ (حاجیوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرنے) کے مناصب تفویض کیے۔ ان کے ایماء پر قریش نے رفادہ کے لیے ایک سالانہ رقم مقرر کی۔ قصی نے چرمی حوض بنوائے جن میں حاجیوں کے لیے پانی بھر دیا جاتا۔ حجاج کے لیے پانی باہر سے لایا جاتا اور اس میں کھجور کا شیرہ اور انگور نچوڑ کر اسے اور خوش ذائقہ بنایا جاتا۔ مشعرِ حرام بھی انہی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ جلاتے تھے۔ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت حاصل ہونے پر قصی نے قریش کو تمام اطراف سے بلا کر مکہ میں آباد کیا۔ انہوں نے کعبہ شریف اور مکانات کے درمیان جگہ کا نام المفروش رکھا جسے اب حرم یا مطاف کہا جاتا ہے۔ قصی کا زمانہ 431ء تا 473ء تھا۔ انہوں نے مرتے وقت سِقایہ اور رفادہ کے منصب اپنے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیے اگرچہ وہ اس قدر ان کا اہل نہ تھا۔

عبد مناف: قصی کے بعد قریش کی ریاست عبد مناف نے حاصل کی۔ ان کا اصل نام مغیرہ اور لقب عبد مناۃ تھا۔ بعد میں قصی نے عبد مناۃ بن کنانہ سے مشابہت کے باعث ان کا لقب بدل کر عبد مناف کر دیا۔ مناف کے معنی ہیں شرف کا مقام اور مناف دور جاہلیت کا ایک بت بھی تھا' اس نسبت سے وہ عبد مناف کہلائے۔ ان کی کنیت ابو شمس تھی۔ انہوں نے قصی کی بنا کردہ عمارات مکمل کیں۔ عبد مناف کے بھائی عبدالعزیٰ کے بیٹے اسد تھے جن کی پوتی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی شادی ہوئی۔

ہاشم: عبد مناف کے بیٹوں میں یہ نہایت صاحب صولت اور با اثر تھے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کی مدد سے سقایہ اور رفادہ کے مناصب عبدالدار سے واپس لے لیے۔ ہاشم کا نام عَمرو العُلا اور ہاشم لقب تھا اور کنیت ابو نَضلَہ تھی۔ ''ہاشم'' کے معنی ہیں روٹی کا چورا کرنے والا'' وہ شدید قحط کے سال میں فلسطین گئے۔ وہاں سے آٹا اونٹوں پر لدوا کر مکہ لائے' اس کی روٹیاں پکوائیں' پھر ان کا چورا بنا کر ثرید تیار کیا اور مکہ والوں کو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا' اس لیے ان کا لقب ہاشم پڑ گیا۔ انہوں نے قیصرِ روم سے خط کتابت کر کے فرمان جاری کروایا کہ قریش کے مال تجارت پر کوئی محصول نہ لیا جائے۔ نجاشیٔ حبش سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ قریشی تاجر انگورہ (انقرہ) جاتے تو قیصر روم عزت سے پیش آتا۔ ایک بار ہاشم تجارت کے لیے شام روانہ ہوئے۔ راستے میں یثرب کے میلے میں ایک حسین عورت سلمٰی نامی دیکھی جو بنو نجار سے تھی۔ ہاشم کی خواہش پر سلمٰی نے ان سے نکاح کر لیا۔ شادی کے بعد شام چلے گئے اور غزہ (فلسطین) میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے۔ بعد میں سلمٰی سے ان کا بیٹا شیبہ پیدا ہوا جس نے آٹھ برس یثرب میں پرورش پائی۔ پھر ہاشم کے بھائی

مطلب بھتیجے کو مکہ لے آئے۔

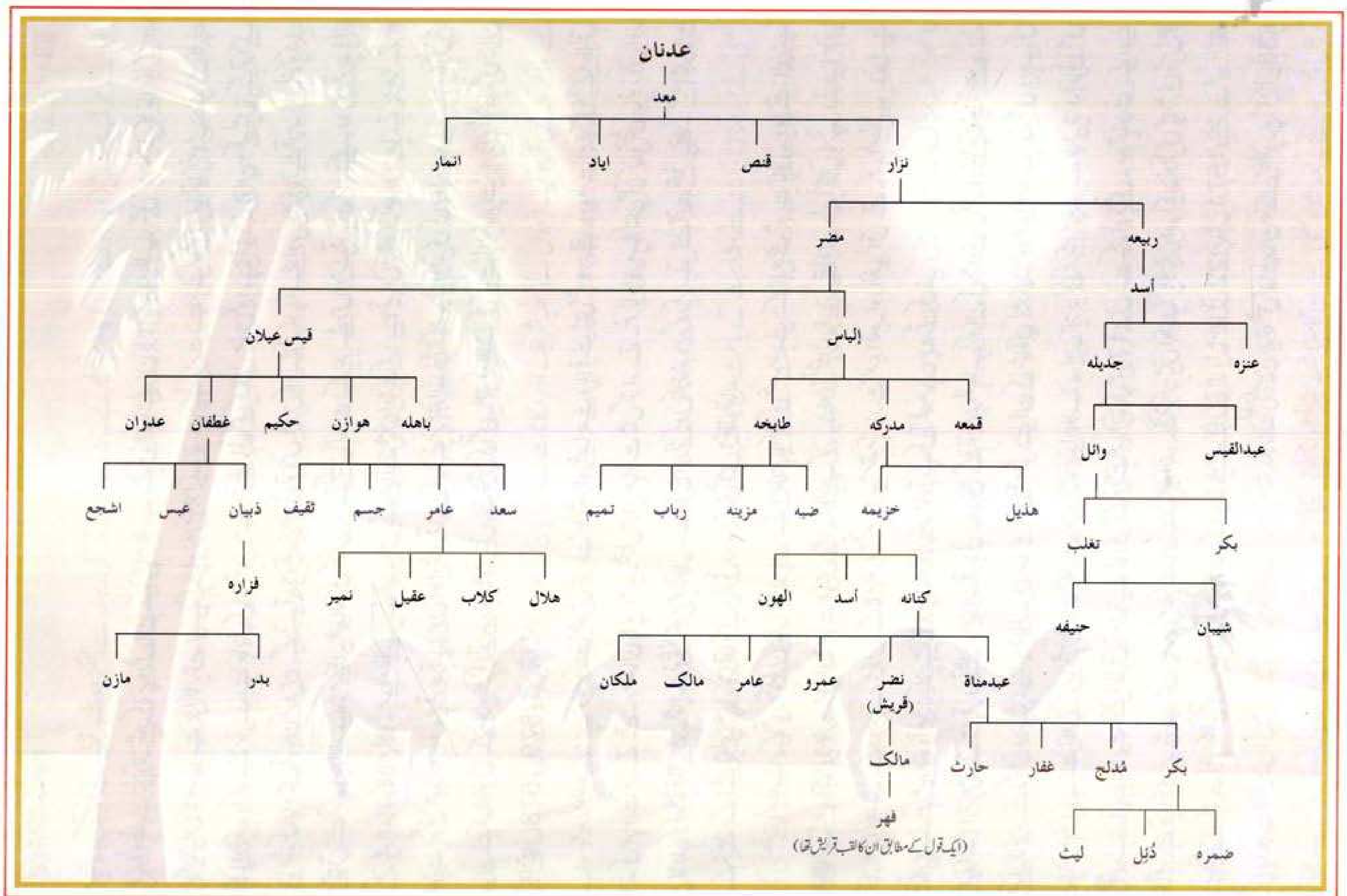
عبدالمطّلب: چونکہ شیبہ کی پرورش ان کے چچا مطلب نے کی' اس لیے ان کا نام عبدالمطلب یعنی ''مطلب کا غلام'' مشہور ہوگیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چاہِ زمزم جو ایک مدت پہلے ریت سے اٹ کر گم ہوگیا تھا' انہوں نے اس کا پتہ لگایا اور کھدوا کر نئے سرے سے جاری کیا۔ انہوں نے منّت مانی تھی کہ دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لیں گے تو ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ یہ آرزو پوری ہوئی تو دس بیٹوں کو لے کر کعبہ آئے اور پجاری سے قرعہ ڈالنے کو کہا۔ اتفاق سے قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں کہ ان کے بدلے دس اونٹ قربان کر دیجیے۔ دوبارہ قرعہ ڈالا مگر پھر عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے اب دس کے بجائے بیس اونٹ کر دیے یہاں تک کہ تعداد بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹ ہوگئی' تب اونٹوں پر قرعہ آیا۔ یوں سو اونٹ قربان کرنے پر عبداللہ بچ گئے۔ یہ واقدی کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ اونٹوں کے معاوضہ کی تدبیر رؤساء قریش نے پیش کی تھی۔ عبدالمطلب کی کنیت ''ابوحارث'' اور ابوالبطحاء تھی۔ ان کا انتقال 578ء یا 579ء میں ہوا۔

عبدالمطلب بڑے خوبصورت' طویل قامت' دانشور اور فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے۔ وہ ملت ابراہیمی کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ جبل حرا پر عبادت میں گزارتے۔ غرباء اور مساکین حتیٰ کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کو کھانا کھلاتے۔ شراب نوشی' محرم عورتوں سے نکاح اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سخت متنفر تھے۔ حطیم میں ان کے بیٹھنے کے لیے غالیچہ بچھا رہتا تھا جس پر کوئی دوسرا آدمی نہیں بیٹھتا تھا۔

عبدالمطلب کے بارہ بیٹوں میں سے پانچ نے اسلام یا کفر کی خصوصیت کے باعث شہرت پائی۔ وہ تھے: ابولہب' ابوطالب' عبداللہ اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔ ابولہب گورے اور آتشیں رخسار تھے' اس لیے انہیں باپ نے یہ نام دیا تھا۔ عبدالمطلب کے دوسرے بیٹوں کے نام ضرار' قثم' زبیر' مقوم' حارث' عبدالکعبہ اور الغیداق تھے۔ عبدالمطّلب نے اپنے یتیم پوتے اور عبداللہ و آمنہ کے بیٹے کا نام محمد ﷺ رکھا اور آپ کی آٹھ سال پرورش کی۔

عبداللہ: اونٹوں کے نام قرعہ نکلنے پر عبداللہ قربانی سے بچ گئے تو عبدالمطلب کو ان کی شادی کی فکر ہوئی' چنانچہ انہوں نے قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ سے ان کی شادی کر دی۔ خود عبدالمطلب نے بھی وہب کی صاحبزادی ہالہ سے نکاح کر لیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یوں حمزہ نبی کریم ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ٹھہرے۔ ایک روایت کے مطابق آمنہ سے شادی کے وقت عبداللہ کی عمر 17 برس سے کچھ اوپر تھی۔ وہ تجارت کے لیے شام گئے تو واپسی پر یثرب میں بیمار رہ کر فوت ہوگئے۔ عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ' بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی جس کا نام برکہ اور کنیت اُمّ ایمن تھی۔ عبداللہ کی وفات کے ایک ماہ بعد 9 ربیع الاول مطابق 22 اپریل 571ء کو حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔ (رحمۃ للعٰلمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ص 35)

❋ ❋ ❋



عدنان
معد
نزار
قنص
اياد
انمار
ربیعه
مضر
أسد
عنزه
جدیله
عبدالقیس
وائل
بکر
تغلب
شیبان
حنیفه
إلیاس
قیس عیلان
قمعه
مدرکه
طابخه
ہذیل
خزیمه
ضبه
مزینه
رباب
تمیم
کنانه
أسد
الهون
عبدمناة
نضر
(قریش)
عمرو
عامر
مالک
ملکان
بکر
مُدلج
غفار
حارث
ضمره
دُئل
لیث
مالک
فهر
(ایک قول کے مطابق ان کا لقب قریش تھا)
باهله
هوازن
حکیم
غطفان
عدوان
سعد
عامر
جسم
ثقیف
هلال
کلاب
عقیل
نمیر
ذبیان
عبس
اشجع
فزاره
بدر
مازن

www.KitaboSunnat.com

بنو مُضر اور بنو کِنانہ

کنانہ: بنو کنانہ بن خُزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر' ایک بڑے عرب قبیلے کا نام ہے جس کی خیمہ گاہیں آغاز اسلام کے وقت مکے کے گردونواح کے اس علاقے میں تھیں جو شہر کے جنوب مغرب میں تہامہ سے لے کر شہر کے شمال مشرق تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور عرب نسابوں کی نظر میں ان کی خاص اہمیت کا سبب یہ حقیقت تھی کہ قریش اور پھر نبی ﷺ کا نسب اسی قبیلے کنانہ سے جا ملتا ہے۔

چونکہ بنو کنانہ حرم کعبہ کے پڑوس میں رہتے تھے' اس لیے انہوں نے زمانہ قبل از اسلام میں شہر مکہ کی تاریخ میں کچھ کم اہم حصہ نہیں لیا اور اس قبیلے کے افراد نے ہی اس وقت آخری فیصلہ دیا جب خاندان قریش (کے سردار قُصَیّ) نے شہر کی حکومت بنو خزاعہ سے خریدی تھی' چنانچہ انہیں کے شیخ یعمر بن عوف کو آخری فیصلہ دینے کے لیے منتخب کیا گیا تھا جو قریش کے حق میں صادر ہوا۔ اسی فیصلے کے باعث اسے الشُدَّاخ (کچلنے والا) کا عرف ملا' کیونکہ اس نے اس جھگڑے کو کچل دیا تھا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 17/411'412)

بنو کنانہ میں بنو بکر' بنو مُدلج' بنو لیث' بنو ضمرہ اور بنو حارث (جن سے احابیش ہیں) شامل ہیں۔

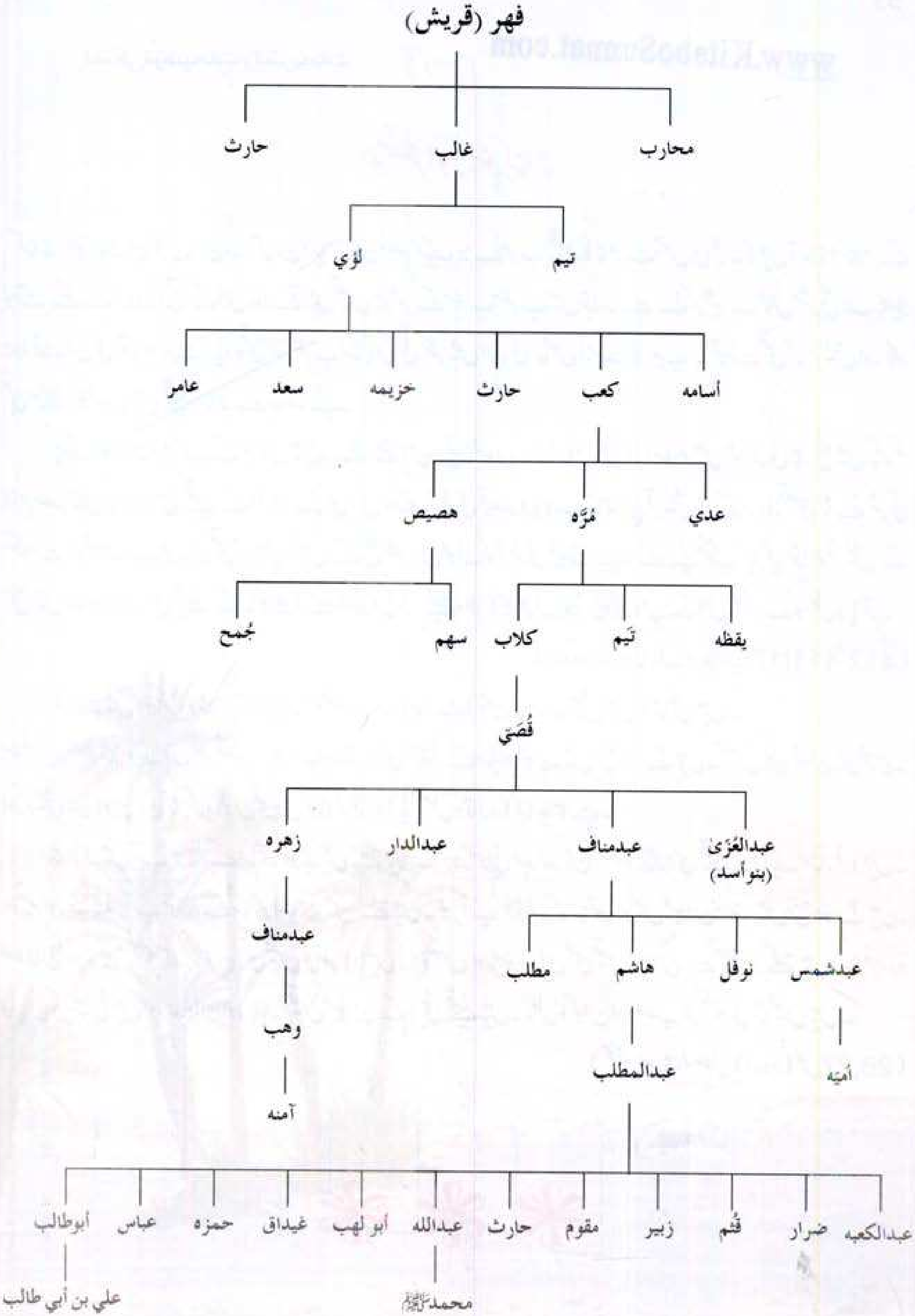
بنو خُزیمہ' بنو مُدرِکہ اور بنو مُضر: بنو اسد اور قارہ نبی ﷺ کے ساتھ خُزیمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ عضل بن ہُون بن خزیمہ اور دیش بن ہُون بن خزیمہ دونوں قبیلوں کو ملا کر قارہ (یا عضل وقارہ) کہا جاتا ہے۔

مُدرکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بنو ہُذیل ملتے ہیں۔ مشہور صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی قبیلے کے ایک ممتاز فرد ہیں۔

بنو تمیم اور مُزَینہ آپ ﷺ کے ساتھ الیاس میں ملتے ہیں۔ نیز آپ ﷺ کے ساتھ بنو قیس عیلان' مُضر میں جمع ہوتے ہیں۔ غطفان' ہوازن' سُلیم اور مازن اسی قیس کی اولاد ہیں۔ بنو عبس اور بنو ذبیان بھی قیس عیلان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنو فزارہ' ذبیان کی شاخ ہیں اور عدوان اور باہلہ' قیس عیلان کے ذیلی قبیلے ہیں۔ رعل' ذکوان اور عصیہ بنو سُلیم کی شاخیں ہیں۔

(مختصر سیرۃ الرسول (اردو) ص 27، 28)

نسب قریش


فهر (قریش)
محارب
غالب
حارث
تیم
لؤي
أسامه
کعب
حارث
خزیمه
سعد
عامر
عدي
مُرّہ
هصیص
یقظه
تَیم
کلاب
سهم
جُمح
قُصَيّ
عبدالعُزیٰ
(بنو أسد)
عبدمناف
عبدالدار
زهره
عبدشمس
نوفل
هاشم
مطلب
عبدمناف
أمیّه
عبدالمطلب
وهب
آمنه
عبدالکعبه
ضرار
قُثم
زبیر
مقوم
حارث
عبدالله
أبو لهب
غیداق
حمزه
عباس
أبوطالب
محمد ﷺ
علي بن أبي طالب

قریش کے قبائل

بنو غالب، بنومحارب اور بنو حارث: نبی کریم ﷺ کے جدامجد فہر (قریش) کے تین بیٹوں سے بنو غالب کے علاوہ بنو محارب اور بنو حارث کا سلسلہ چلا۔ فہر (قریش) کے پوتے لؤی بن غالب کی پشت سے بنوکعب، بنوخزیمہ، بنوحارث اور بنو عامر مشہور ہوئے۔ ابوعُبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بنوحارث بن لؤی میں سے تھے۔

بنوعدی، بنو سہم اور بنو جمح: کعب بن لؤی کے تین فرزند تھے: عدی، مُرّہ اور ہُصیص۔ بنوعدی میں آگے چل کر خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب بن نفیل رضی اللہ عنہ نے شہرت پائی۔ ہصیص کی اولاد میں بنوسہم اور بنوجمح نامور ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب نبی کریم ﷺ کی آٹھویں پشت میں کعب بن لؤی پر جاملتا ہے۔ مکہ کی شہری ریاست میں سفارت اور فصل مقدمات کے شعبے بنوعدی کو حاصل تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچازاد زید بن عمرو بن نفیل اپنے زمانے میں دین ابراہیمی کے واحد موحد تھے۔

بنوتیم اور بنوکلاب: مُرّہ بن کعب کے تین فرزند کلاب، تیم اور یقظہ تھے۔ بنوتیم میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے، یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب ان کی آٹھویں پشت میں مُرہ پر نبی ﷺ سے مل جاتا ہے۔ کلاب بن مرہ کے بیٹے قُصیّ رسول کریم ﷺ کے پانچویں جدامجد تھے۔

بنوزہرہ، بنوعبدالدار اور بنواسد: قُصی بن کلاب کے چار بیٹے تھے: عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدالدار، اور زہرہ۔ بنوزہرہ میں آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ تھیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلے سے تھے۔ بنوعبدالدار کے پاس سقایہ اور رفادہ کے مناصب رہے۔ عبدالعزیٰ کے بیٹے اسد تھے۔ بنواسد میں ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

بنوعبدشمس اور بنواُمیہ: عبدمناف بن قُصی کے چار فرزندوں عبدشمس، نوفل، ہاشم اور المطلب کی اولاد میں بنوعبدشمس اور بنو ہاشم مشہور ہوئے۔ عبدشمس کے بیٹے امیہ کی اولاد بنوامیہ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ رضی اللہ عنہ ہے۔ گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد عفان بن ابی العاص اور ابوسفیان بن حرب باہم چچازاد تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ اروئ نبی ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔

❋ ❋ ❋


عربوں کے اصنام اور مورتیں
۱۔ سواع ۲۔ العزی ۳۔ اللات ٤۔ مناة
٥۔ نسر ٦۔ ود ۷۔ یعوق ۸۔ یغوث
وہ بت جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں
۹۔ إساف ۱۰۔ ذوالخلصہ ۱۱۔ ذوالشری
۱۲۔ ذوالکفین ۱۳۔ نائلة ۱٤۔ ہبل
بحیرہ روم
اسکندریہ
قاہرہ
فیوم
مصر
بحیرہ مردار
عراق
کاظمہ
شیراز
بوشہر
زاہدان
فارس (ایران)
سیناء
ایلہ
عقبہ
دومۃ الجندل
تبوک
صحرائے نفود
مدین
مدینہ منورہ
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
نجد
جزیرہ نمائے عرب
الاحساء
البحرین
دارین
خلیج عربی (خلیج فارس)
دبا
صحار
خلیج عمان
مسقط
عمان
مصیرہ
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
سوڈان
بحیرہ احمر
بحیرہ قلزم
عسیر
الربع الخالی
ظفار
نجران
جیزان
صنعاء
حدیدہ
مصوع
مخا
عصب
عدن
تریم
حضرموت
یمن
مکلا
بحیرہ عرب
خلیج عدن
حبشہ
قرن افریقہ
بحر ہند
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

www.KitaboSunnat.com

سرزمین عرب کے بُت

(1) سُوَاع: قرآن مجید کی سورۂ نوح میں ودّ یغوث' یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے' یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی۔ اس کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عَمرو بن لُحَیّ نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ عہد اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رُہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی' نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔

(2) الْعُزّیٰ: یہ نام اعزّ کی تانیث اور تفضیل کا صیغہ ہے جبکہ اعزّ بمعنی عزیز اور عُزّیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے۔ مکہ سے چند میل دور وادیٔ نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے بت عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا۔ وادیٔ نخلہ میں بنو کنانہ عزیٰ کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔

(3) اللاّت: طائف میں بنو ثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔ ''لات'' کے معنی ہیں ''ستو گھولنے والا'' یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایماء پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔

(4) منات: یہ بت قدیم ترین تھا اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر قُدید کے قریب مشلّل میں نصب تھا۔ لات' منات اور عزیٰ عرب کے سب سے بڑے بت تھے اور ان تینوں کے نام سورۂ نجم میں آئے ہیں۔ اس کی پوجا کا آغاز بھی عمرو بن لحی نے کیا تھا۔ بنو ازد اور غسان منات کا حج بھی کرتے تھے۔ اوس اور خزرج حج کے بعد منات کے پاس آکر احرام اتارتے تھے۔ فتح مکہ کے لیے جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(5) نسر: حمیر (یمن) کے علاقے میں نجران کے پاس قبیلہ ذی الکلاع کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آج کل نجران سعودی عرب کا شہر اور صوبہ ہے جو سرحدِ یمن کی طرف واقع ہے۔ نسر پرندے (گدھ) کی شکل کا بت تھا۔

(6) وُدّ: یہ بت دومۃ الجندل میں نصب تھا اور بنو کلب اس کی پوجا کرتے تھے۔ قریش بھی اس بت کو پوجتے تھے۔ لغوی لحاظ سے وَدّ اور وُدّ دونوں ایک ہی بت کے نام ہیں۔ قریش کا مشہور کمہادر عمرو بن عبدوُدّ تھا جو غزوۂ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(7) یَعُوق: یہ بھی ان پانچ بتوں میں شامل تھا جو جدّہ میں دفن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عَمرو بن لُحی کے تابع ایک جن نے ان

بتوں کا اسے پتہ دیا اور وہ انہیں کھود کر تہامہ لے آیا اور حج کے دنوں میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یعوق، یمن میں ارحب کے مقام پر نصب تھا، بنو ہمدان و خولان اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا تھان صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر مکہ کی جانب واقع تھا۔ یعوق کے معنی ہیں ''مصیبت روکنے والا'' اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔

(8) یغوث: یہ بت اکمہ (یمن) میں نصب تھا اور بنو مذحج اور ہمدان اس کی پوجا کرتے تھے۔ قبیلہ طے کی شاخ انعم، مراد اور بنو غُطیف بھی اسے پوجتے تھے۔ یغوث کے معنی ہیں ''فریاد کو پہنچنے والا'' اور اس کی شکل شیر کی تھی۔

(9) اساف: یہ ایک انسان کی شکل کا بت تھا اور عمرو بن لحی نے زمزم کے پاس رکھ دیا تھا۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور ساتھ قربانی بھی کرتے تھے۔ اساف (مرد) اور نائلہ (عورت) کعبہ میں زنا کے مرتکب ہوئے تھے اور جب لوگوں نے دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ لوگوں نے انہیں عبرت کے لیے صفا اور مروہ پر رکھ دیا تھا مگر ابن لحی نے حرم میں ان کی پوجا شروع کر دی۔

(10) ذوالخَلَصہ: یہ بت بتالہ کے مقام پر نصب تھا اور دوس، خثعم اور بجیلہ قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے تھان کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔

(11) ذوالشَّریٰ: یہ دوس اور ازد قبائل کا دیوتا تھا اور عسیر کے علاقے میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ شریٰ تہامہ میں ایک پہاڑی مقام تھا۔ دراصل نبطیوں میں ذوالشریٰ اور خریس دیوتاؤں کا جوڑا تھا۔ ادوم (اردن) کے ایک پہاڑی مقام کا نام بھی شریٰ تھا اور یہاں بھی ذوالشریٰ کو خصوصاً پترا (بطراء) میں پوجا جاتا تھا۔

(12) ذوالکفَّین: یہ قبیلہ دوس کا دیوتا تھا۔ حضرت طفیل بن عَمرو دوسی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے واپس گئے اور جا کر ذوالکفین کو جلا دیا۔

(13) ھُبَل: قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا کا نام دراصل ''بعل'' کی تحریف ہے۔ ''بعل'' اہل شام کا دیوتا تھا، اس سے منسوب بعلبک شام کا قدیم شہر ہے۔ بعل کے لغوی معنی قوت کے ہیں اور مجازاً آقا کے معنی لیے جاتے ہیں، اسی لیے قرآن میں ''بعل'' شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بت قریش کو انسانی مورت کی شکل میں ملا تھا جو سرخ عقیق سے تراشا گیا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا، قریش نے وہ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ ہبل خاص خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔ قریش جنگوں میں اُعْلُ ھُبُلْ (ہُبل کی جے) کا نعرہ لگاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ دیا۔

جاہلیت کی مشہور تجارتی منڈیاں اور میلے

دُومة الجندل: یہ بازار یکم ربیع الاوّل سے ۱۵ ربیع الاوّل تک منعقد ہوتا تھا۔ پھر نرم پڑ جاتا اور کچھ نہ کچھ آخر ماہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر لوگ آئندہ سال تک کے لیے اپنے اپنے قبائل میں واپس چلے جاتے۔ بنو طے، بنو جدیلہ اور بنو کلب اس کے اردگرد رہتے تھے۔

مشَقَّر: یہ منڈی ھَجَر کے قریب بحرین میں لگتی تھی اور جمادی الآخرہ کے شروع سے آخر ماہ تک جاری رہتی تھی۔ اس منڈی میں فارس کے لوگ سمندری سفر کر کے اپنا تجارتی سامان لے کر آتے تھے۔ عبدالقیس اور تمیم کے قبائل اس کے اردگرد مقیم تھے۔

صُحَار: یہ منڈی عُمان میں رجب کی پہلی تاریخ سے 5 دن تک لگا کرتی تھی۔

دَبَا: یہ منڈی رجب کے آخری دن لگتی تھی۔ اس میں سندھ، ہند اور چین کے تاجر شریک ہوتے تھے۔

شِحُر: یہ منڈی مہرہ کے علاقے میں اس پہاڑ کے سائے میں منعقد ہوتی تھی جس پر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ بنو محارب اس کے اردگرد رہتے تھے۔

سُوق عدن: یہ رمضان المبارک کی یکم تاریخ سے شروع ہو کر دس دن تک جاری رہتا تھا۔

سوق صنعاء: یہ نصف رمضان سے آخر ماہ تک جاری رہتا تھا۔

رابیه: یہ بازار کندہ قبیلہ کے قریب حضر موت میں لگتا تھا۔ یہ عکاظ کی منڈی کے عین ساتھ ذوالقعدہ کے نصف سے آخر ماہ تک رہتا تھا۔

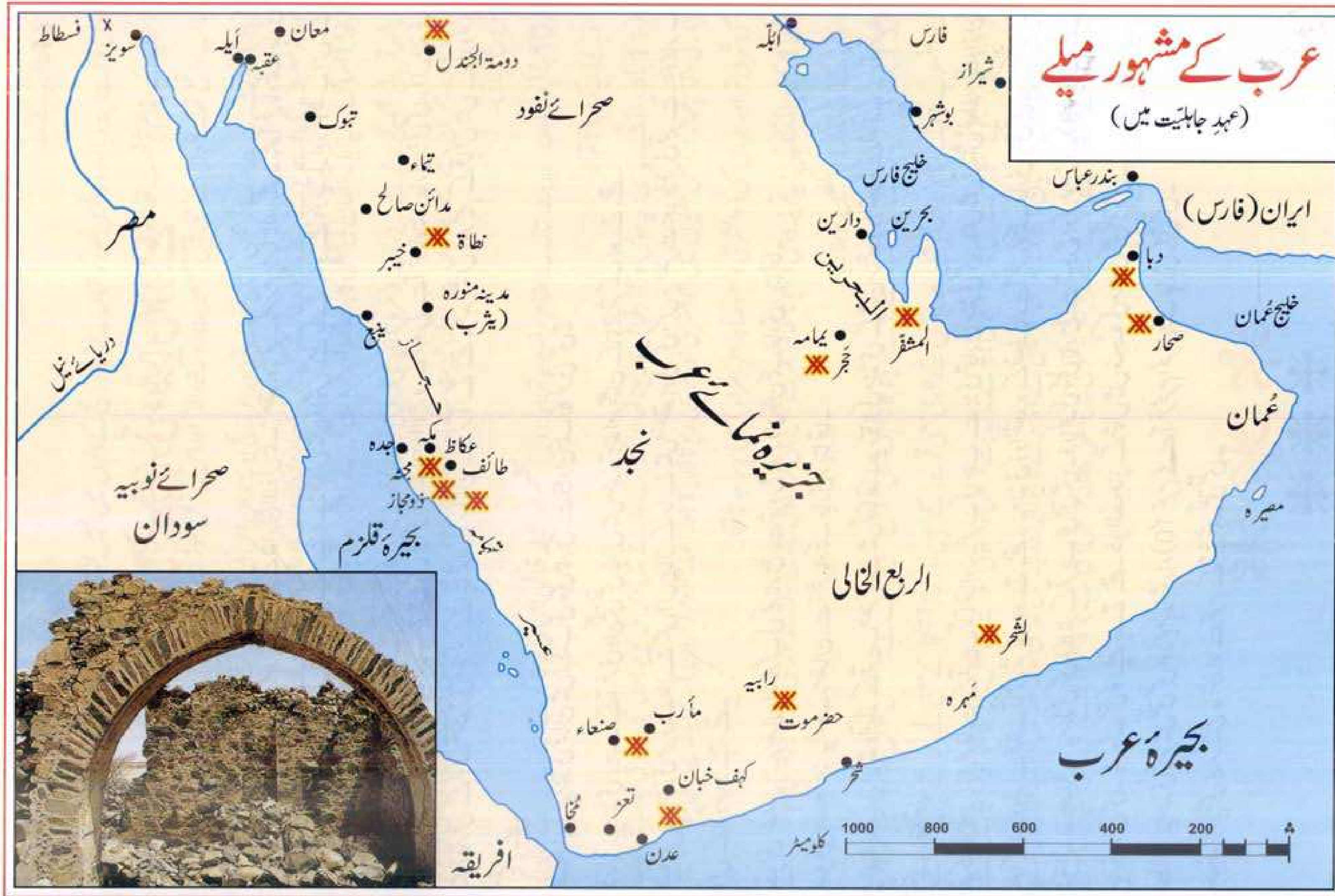
عُکاظ: یہ بازار عرفات کے قریب لگتا تھا اور یہ عرب کی سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی۔ اس میں قریش، غطفان، ہوازن، بنو اسلم اور دوسرے مختلف قبائل شریک ہوتے تھے۔ یہ منڈی ذوالقعدہ کے نصف سے آخر ماہ تک جاری رہتی تھی۔

ذُوالمجاز: یہ منڈی بھی عُکاظ کے قریب ہی لگتی تھی۔ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے شروع ہو کر یوم ترویہ (8 ذوالحجہ) تک جاری رہتی تھی۔ پھر لوگ منیٰ کو چلے جاتے تھے۔ ذوالمجاز کے شمال میں مَجنّہ کی منڈی بھی لگتی تھی۔

نطاة: یہ منڈی خیبر میں لگتی تھی اور یوم عاشوراء (10 محرم) سے آخر محرم الحرام تک جاری رہتی تھی۔

حِجر: یہ بھی یمامہ میں عاشوراء سے محرم کے آخر تک لگتی تھی۔

عرب کے مشہور میلے
(عہدِ جاہلیت میں)



اضافی توضیحات وتشریحات

جاہلیت میں عرب کی مشہور منڈیاں اور میلے

دُومة الجندل: یہ میلہ شمالی سعودی عرب میں صحرائے نفود کے شمال میں موجودہ قصبہ الجوف کے قریب دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا۔ تبوک کی مشہور چھاؤنی دومۃ الجندل سے تقریباً سوا تین سوکلومیٹر جنوب مغرب میں ہے۔ غزوۂ تبوک (9ھ) کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 420 سواروں کے ہمراہ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کے حکمران اُکیدر بن عبدالملک کو نیل گائے کا شکار کرتے پایا اور اسے گرفتار کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں تبوک لے آئے۔ آپ نے اس کی جان بخشی کی اور 2 ہزار اونٹ، 8 سو غلام، چار سو زرہیں اور 4 سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ اکیدر نے جزیہ دینے کا بھی اقرار کیا۔ (معجم البلدان)

اَلْمُشَقَّر: یہ میلہ جزیرہ نمائے عرب کے مشرقی علاقہ البحرین میں اس جگہ لگتا تھا جہاں آج کل سعودی عرب کے صوبہ الاحساء اور امارت قطر کی سرحدیں ملتی ہیں۔ المشقر، الیمامہ سے تقریباً 200 کلومیٹر مشرق میں تھا۔

صُحار: یہ میلہ خلیج عُمان کے ساحل پر نخلستان بُریمی کے مشرق میں لگتا تھا جس میں سمندر پار کے تاجر بھی شریک ہوتے تھے۔ صُحار ان دنوں عُمان کا صدر مقام تھا۔

دَبَا: اس نام کا میلہ صُحار سے تقریباً پونے 2 سوکلومیٹر شمال میں خلیج عُمان کے ساحل پر منعقد ہوتا تھا۔ صُحار اور دَبا دونوں سلطنت عمان میں واقع ہیں۔

الشَّحر: یہ مَہرہ کے جنوب مغرب میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ الشحر کے معنی وادی کا نشیب ہیں۔ شحر کے ساحل سے حاصل ہونے والا عنبر تُجّار میں عنبر الشحری کہلاتا تھا۔ مکلاّ کی بندرگاہ سے شحر 65 کلومیٹر مشرق میں ہے (معجم البلدان) شحر کا میلہ مہرہ کے شمال میں لگتا تھا۔

عدن: یہ جنوبی یمن کی مشہور بندرگاہ ہے اور خلیج عدن کے ساحل پر واقع ہے۔ عدن 1840ء سے لے کر 1967ء تک انگریزوں کے تسلط میں رہا اور آزادی کے بعد مملکت جنوبی یمن کا دارالحکومت رہا حتی کہ شمالی وجنوبی یمن کے اتحاد سے پھر متحدہ یمن وجود میں آ گیا۔ عہد جاہلیت میں عدن میں بھی ایک میلہ لگتا تھا۔

صنعاء: حمیری بادشاہوں کے بعد دور جاہلیت میں صنعاء یمن کا دارالحکومت تھا اور یہاں ایک مشہور میلہ منعقد ہوتا تھا۔ آج بھی صنعاء متحدہ یمن کا دارالحکومت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جرمن ماہرین آثاریات نے یہاں ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے تعمیراتی آثار دریافت کیے تھے۔

عُکاظ: یہ بقول واقدی نخلہ اور طائف کے درمیان وادی اُشیداء میں واقع تھا۔ اصمعی کے بقول کھجوروں کے جھنڈ کا نام

عکاظ تھا۔ یہاں منعقد ہونے والے میلے میں تمام عرب کے لوگ جمع ہوتے اور شعر و شاعری اور ایک دوسرے پر عزت وشرف اور کمالات میں بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ جنگ فجار بھی یہیں برپا ہوئی تھی۔ ان دنوں عکاظ کے نام سے مکہ سے ایک روزنامہ بھی نکلتا ہے۔

رابیہ: عربی میں رابیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ حضرموت میں یہ میلہ غالباً ایک ٹیلے کے پاس لگتا تھا۔

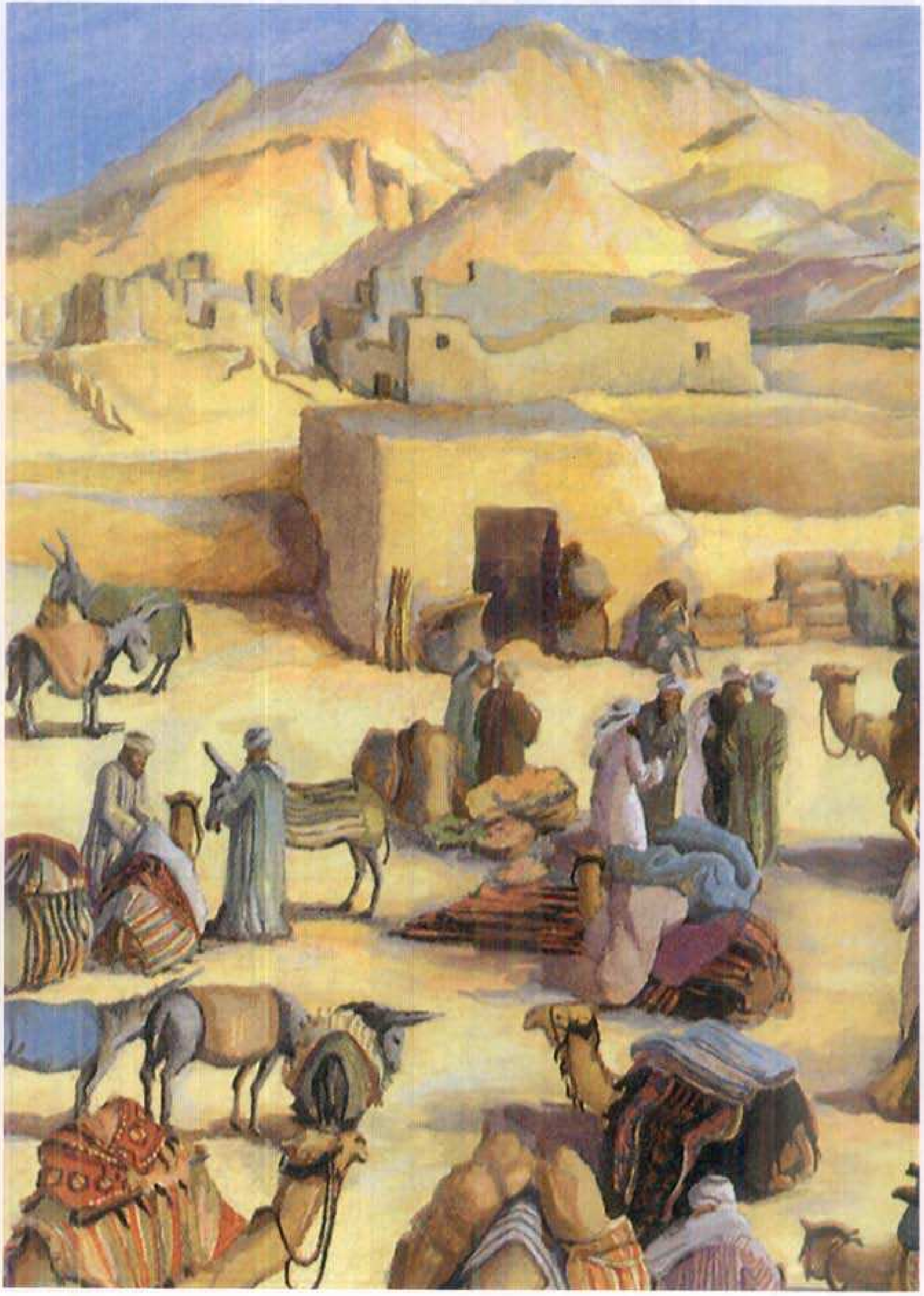
ذو المجاز: یہ مقام عرفات سے کبکب کی جانب ایک فرسخ یعنی تقریباً سوا تین میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں منعقدہ میلہ آٹھ دن رہتا تھا۔

النطاۃ: یہ مدینہ کے شمال میں خیبر کی ایک بستی میں ایک قلعہ کا نام تھا جہاں کھجوروں کی آبپاشی کے لیے کنواں بھی تھا۔ اس جگہ بیس اکیس دن میلہ لگتا تھا۔

الحَجْر: یمامہ کا یہ شہر بنو حنیفہ کا مسکن تھا۔ یہیں بعد میں مُسیلمہ کذّاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یہ میلہ بھی بیس اکیس دن رہتا تھا اور ہر سال یوم عاشورا سے آخر محرم تک لگتا تھا۔

❋ ❋ ❋

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے مختلف بازاروں (میلوں) کا نمونہ

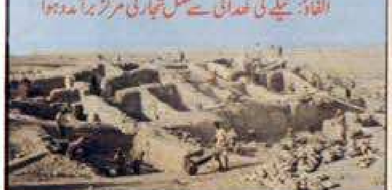


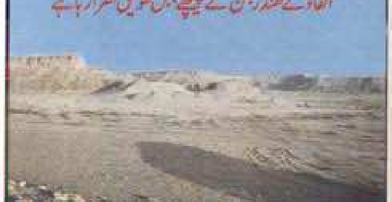


سلطنت کندہ (قبل اسلام کے عربی تمدن کا مرکز)

کندہ کا دارالحکومت الفاؤ جو آج چھوٹی سی بستی ہے' جزیرہ نمائے عرب کے جنوب سے شمال اور شمال مشرق کو جانے والے قافلوں کی اہم تجارتی شاہراہ پر واقع تھا جو سبا' معین' قتبان' حضرموت اور حمیر سے آتے تھے۔ دارالحکومت ہونے کے باعث الفاؤ کی بڑی شہرت تھی۔ یہ سلطنت 500 سال سے زیادہ عرصے تک پھولی پھلی۔ دولت کندہ کے اس عہد عروج میں عظیم شاعر امرؤ القیس نے شہرت پائی۔

جامعہ ریاض کی ایک ٹیم نے الفاؤ کے مقام پر 1972ء سے کھدائی کا آغاز کیا اور بازار' محل' معبد اور رہائشی علاقے کھود نکالے۔ اگرچہ یہ خطہ جغرافیائی طور پر بڑے تہذیبی سرچشموں سے دور تھا' اس کے باوجود اس نے تجارت وسیاست کا ایسا عمدہ نمونہ پیش کیا جس میں اردگرد کی تہذیبوں کے حسین ترین پہلو سمٹ آئے تھے۔


الفاؤ: ٹیلے کی کھدائی سے مکمل تجارتی مرکز برآمد ہوا


الفاؤ کے کھنڈر جن کے پیچھے جبل طویق نظر آرہا ہے

اصطلاحات

- فارسی ساسانی سلطنت
- یمن اور بحرین (ماتحت فارس)
- بازنطینی رومی سلطنت
- عمان (جلندیہ)
- یمامہ
- غسانی سلطنت (ماتحت روم)
- مناذرہ (ماتحت فارس)

جزیرہ نمائے عرب (قبل اسلام)

سلطنتیں' قبائل اور مذاہب

عیسائی	یہودی	مجوسی	بت پرست
+	※	⊿	♀

www.KitaboSunnat.com

زمانۂ قبل اسلام کی سلطنتیں

فارس کی ساسانی سلطنت: آتش پرست پارسیوں کی یہ سلطنت فارس (پارس)، کرمان، مکران، خراسان، سیستان، آذر بائیجان، السواد اور الجزیرہ (عراق)، کردستان وغیرہ پر مشتمل تھی۔ اصطخر، شیراز، اہواز، نہاوند، ہمدان، مدائن (طیسفون) اور موصل اس کے مشہور شہر تھے۔

ساسانی خاندان کا سب سے مشہور حکمران نوشیروان عادل (متوفی 579ء) تھا جس کے عہد میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ نوشیرواں کے پوتے خسرو پرویز کو رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام دی مگر اس نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کردیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ساسانی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت فارس کا دارالحکومت مدائن فتح ہوگیا۔ آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد شاہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مارا گیا۔

بازنطینی سلطنت: اسے مشرقی رومی سلطنت یا صرف ''روم'' بھی کہتے ہیں۔ اس کا دارالحکومت قسطنطنیہ (قدیم بیزنطیم) تھا اور ایشائے کوچک، شام، فلسطین، مصر وغیرہ اس میں شامل تھے۔ انطاکیہ (Antioch)، حلب، حماۃ، حمص، دمشق، بیروت، طرابلس الغرب، قلزم، یروشلم (القدس)، اسکندریہ، عین الشمس (ہیلیو پولس)، افسوس، طرابلس الشام، ایلہ، قیصاریہ وغیرہ سلطنت روم کے قابل ذکر شہر تھے۔ سلطنت روم جس کا پہلا دارالحکومت روم (اٹلی) تھا، دراصل بحیرۂ روم کے اردگرد کے علاقوں پر محیط تھی، اس نسبت سے یہ سمندر بحیرۂ روم کہلاتا ہے اگرچہ اسے بحیرۂ شامی، بحیرۂ کبیر اور بحیرۂ متوسط بھی کہا جاتا ہے۔ بحیرۂ متوسط (Mediterranean) نام اس وجہ سے پڑا کیونکہ یہ سمندر اس وقت کی معلوم دنیا یعنی براعظم ایشیا، براعظم یورپ اور براعظم افریقہ کے وسط میں واقع تھا۔ Medi بمعنی وسط اور Terra کے معنی ہیں زمین، اوران کے ملاپ سے Mediterranean مشہور ہوا۔

سلطنت کندہ: یہ اندرون عرب کی ایک وسیع سلطنت تھی جو جنوبی عرب (حضرموت) اور یمن سے لے کر شمال میں دومۃ الجندل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے مشرق میں یمامہ، شمال مشرق میں مناذرہ (لخمی قبائل کا علاقہ)، شمال میں غساسنہ اور مغرب میں مختلف عرب قبائل کے علاقے حجاز اور عسیر واقع تھے۔ کندہ کا دارالحکومت الفاؤ تھا جو سلطنت کندہ کے جنوب مغرب میں عسیر کی سرحد کے قریب تھا۔ آج بھی الفاؤ سعودی عرب کا مشہور قصبہ ہے۔ سلطنت کندہ میں طے، ثعلبہ، غطفان، ہلال، سعد، جدیلہ، ہوازن اور ہذیل کے قبائل اور نجد کا علاقہ شامل تھے۔ تیماء اور دومۃ الجندل کے شہر بھی سلطنت کندہ میں واقع تھے۔ دارالحکومت الفاؤ جو نجران سے تقریباً 180 کلومیٹر شمال مشرق میں اور ریاض سے تقریباً 700 کلومیٹر جنوب

مغرب میں ہے، اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھا جسے یمن اور حضرموت سے یمامہ، خلیج اور شام جانے والے قافلے استعمال کرتے تھے۔ امرؤالقیس اسی علاقے کا شاعر تھا۔ 1972ء میں جامعہ الریاض کی ایک ٹیم نے الفاؤ کے کھنڈر دریافت کیے جن میں بازار، شاہی قصر، معبد اور بڑی آبادی کے آثار شامل ہیں۔

مناذرہ: یہ جنوب میں یمامہ سے لے کر شمال میں دریائے فرات کے ساتھ ساتھ لخمیوں کا علاقہ تھا جس کے شمال مغرب میں غساسنہ اور مغرب میں کندہ کی سلطنت تھی۔ یمن اور بحرین کی طرح مناذرہ بھی فارس کی ساسانی سلطنت کے ماتحت تھا۔ عہد نبوی میں یہاں نعمان بن منذر حکمران تھا۔ اس میں لخم، بنوشیبان اور تنوخ (مسیحی)، اور تمیم اور بکر بن وائل بت پرست قبائل آباد تھے۔ مناذرہ کا دارالحکومت حیرہ تھا جو دریائے فرات کے مغرب میں اور نجف کے جنوب میں واقع تھا۔ عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ فتح کرلیا تو نعمان بن منذر مدائن بھاگ گیا۔

غساسنہ: غسانی قبائل کا علاقہ شمال مشرق میں دریائے فرات سے لے کر جنوب مغرب میں ایلہ اور تبوک تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کا دارالحکومت بُصریٰ تھا جو شام میں اردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ یہاں تغلب، قضاعہ اور بنوکلب قبائل آباد تھے۔ غسانی حکمران مسیحی تھے اور سلطنت روم کے باجگزار تھے۔ 6ھ میں شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے قاصد حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا جس کے باعث جمادی الاولیٰ 8ھ میں جنگ موتہ لڑی گئی۔ جبلہ بن ایہم غسانی نے اسلام قبول کیا مگر کچھ عرصہ بعد عہد فاروقی میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک برحق فیصلے پر ناراض ہوکر پھر عیسائی ہوگیا اور شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے قسطنطنیہ چلا گیا جہاں اس کا انتقال کفر پر ہوا۔

یمامہ: علاقہ یمامہ بحرین اور کندہ کے درمیان واقع تھا، اس کا دارالحکومت حَجر تھا۔ یہاں بنوحنیفہ اور عبدقیس آباد تھے جو بت پرست تھے۔ یمامہ کا حکمران ہوذہ بن علی نصرانی تھا جس نے 6ھ میں اسلام کی دعوت قبول نہ کی اور 8ھ میں کفر پر مر گیا۔ یمامہ ہی میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قتل ہوا۔

البحرین: یہ علاقہ یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجود قطر اور امارت بحرین (جزیرہ) بھی شامل تھے۔ اس کا دارالحکومت دارین تھا۔ عہد نبوی میں یہاں منذر بن ساوی حکمران تھے جو حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ ان دنوں البحرین (سعودی عرب) کو الاحساء کہتے ہیں۔

عُمان: یہ خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے جس میں اُن دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست ازد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دَبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ عُمان پر دو بھائی جیفر اور عبد پسران جلندی حکمران تھے اور وہ دونوں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تھے۔

یمن: یہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغربی حصے پر مشتمل ہے۔ قبل از اسلام یمن میں حارث، خولان، مراد، کہلان، عک اور ہمدان نامی قبائل آباد تھے۔ صنعا، مأرب، مخا اور عدن مشہور شہر تھے۔ بیشتر اہل یمن مذہباً یہودی تھے۔ دیگر قبائل بت پرست تھے۔ نجران، مأرب اور ہمدان کے علاقے میں عیسائی آباد تھے اور جنوبی یمن میں مجوس بھی تھے۔

www.KitaboSunnat.com

قدیم یمن (سبا) کا دارالحکومت مأرب تھا جو موجودہ دارالحکومت صنعاء کے شمال مشرق میں تقریباً 130 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ قوم سبا (1100 ق م تا 115 ق م) قحطان کے پوتے عبد شمس سبا بن یعرب سے منسوب تھی۔ سبا کا اصل مرکز حکومت جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب میں یمن کا مغربی حصہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کا دائرہ مشرق میں حضر موت تک وسیع ہو گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد (950 ق م) میں سبا پر ملکہ (بلقیس) حکمران تھی جس کا ذکر سورۂ نمل میں آتا ہے۔ سبا کے بادشاہ یثعمر نے تقریباً 800 ق م میں شہر مأرب کے جنوب میں وادئ اذینہ میں ایک آبی بند تعمیر کیا تھا جو 115 فٹ لمبا اور 50 فٹ چوڑا تھا۔ اس کی ایک تہائی دیوار اب بھی باقی ہے۔ اس بند کو حجازی عرب ''سد'' اور یمنی عرب ''عَرِم'' کہتے ہیں۔ (''تاریخ ارض القرآن'' از علامہ سید سلیمان ندوی ص 201,200)

سورۂ سبا میں سَیلَ العَرِم (بند کا سیلاب) سے تباہی مچنے کا ذکر ہے۔

550 ق م تک سبا (یمن) پر ''مکارب'' یعنی ''کاہن بادشاہ'' حکمران رہے۔ پھر ملوکِ سبا کا دور شروع ہوا جو 115 ق م تک حکمرانی کرتے رہے۔ ان کے بعد یمن کے مغربی قبیلہ حمیر نے 115 ق م میں قوت حاصل کی جو سبا ہی کی ایک شاخ تھا۔ بعد میں حمیری سلطنت میں تمام یمن، حضر موت، نجد اور تہامہ تک شامل ہو گئے۔ آخر کار 525ء میں آخری حمیری بادشاہ ذونواس نے اکسومی حبشیوں سے شکست کھائی۔ حبشی تقریباً 72 برس یمن پر حکمران رہے۔ 598ء میں ایرانی یہاں قابض ہو گئے، چنانچہ 6ھ (628ء) میں جب نبی اکرم ﷺ نے شاہان وقت کو دعوت اسلام دی، اس وقت شہنشاہ فارس خسرو پرویز کی طرف سے باذان یمن کا گورنر تھا۔

8ھ (630ء) میں یمن میں اسلام کو فروغ ملا۔ عباسی خلافت کمزور ہونے پر یہاں زیدی، مہدی، رسولی اور صُلیحی خانوادے برسرِ اقتدار رہے۔ 1750ء میں عثمانی تسلط قائم ہونے کے باوجود یمن نیم خود مختار رہا۔ 1839ء میں برطانیہ نے اس پر قبضہ جما لیا۔ 1962ء میں شمالی یمن (دارالحکومت صنعاء) آزاد ہو گیا، تاہم جنوبی یمن (دارالحکومت عدن) کو 1967ء میں آزادی ملی۔ 1990ء میں دونوں یمن متحد ہو گئے۔

عام الفیل

30 اگست 571ء یا 570ء

نبی کریم ﷺ کی مبارک پیدائش

یمن میں بنوحمیر کے بعد حبشیوں کی حکومت قائم ہوئی۔ جب یہ حکومت ابرہہ اَشرَم کو ملی تو اس نے صنعاء میں غُمدان کے قریب ایک عظیم الشان گرجا بنایا جس کو ''قُلّیس'' کہا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں اس جیسا کوئی گرجا نہ تھا۔ اسے سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا اور بہترین لکڑی استعمال کی گئی تھی جس پر سونے سے کام کیا گیا تھا۔ بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ عرب کے حج کو اس گرجے کی طرف پھیر دے اور کعبہ کی طرف حج کرنے کو باطل قرار دے دے۔ جب عربوں میں یہ بات پھیلی تو بنو کنانہ کے ایک آدمی کو سخت غصہ آیا۔ وہ اس گرجے میں گیا اور رات کے وقت آنکھ بچا کر قضائے حاجت کر دی۔ پھر بھاگ کر اپنے علاقے میں آ گیا۔

ابرہہ کو پتہ چلا تو وہ سخت غضب ناک ہوا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ بیت اللہ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دے گا۔ اس سال کو عام الفیل (ہاتھی والا سال) کہا گیا۔ [1] وہ صنعاء سے براستہ خثعم طائف پہنچا۔ وہاں سے اس نے اپنی قوم کے ایک آدمی کو مکہ مکرمہ بھیجا جو مکہ والوں کے جانور ہانک کر لے آیا۔ ان جانوروں میں سردار عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔ یہ جانور ابرہہ کے پاس پہنچ گئے تو اس نے ایک اور شخص مکہ مکرمہ بھیجا اور اس سے کہا: ''وہاں کے سردار اور معزز آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔'' وہ شخص آیا تو اسے بتایا گیا کہ وادیٔ مکہ کے سردار عبدالمطلب ہیں۔ وہ ان سے کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت کہتے ہیں: ''میں تم سے لڑنے نہیں آیا۔ میں تو صرف بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں۔''

عبدالمطلب کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہم بھی اس سے لڑنا نہیں چاہتے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے۔ یہ اللہ کا قابل احترام گھر ہے جسے اس کے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) نے بنایا تھا۔ اگر اللہ نے اس کی حفاظت نہ کی تو وہ جانے کیونکہ یہ اس کا گھر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے گھر کو ابرہہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔'' یہ کہہ کر سردار عبدالمطلب ابرہہ کے قاصد کے ساتھ اس کی طرف چل پڑے۔ جب سردار عبدالمطلب کے لیے بادشاہ سے اجازت طلب کی گئی تو اسے بتایا گیا: ''یہ قریش کے سردار ہیں۔'' اس نے انہیں دربار میں بلا لیا۔ جب اس کی نظر ان پر پڑی تو بہت مرعوب ہوا۔ اس نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کو تخت سے نیچے بٹھائے اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ حبشی انہیں اس کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے

---

[1] السيرة النبوية: 40/1 والروض الأنف: 63/1 والسيرة النبوية الصحيحة، د/أكرم ضياء العمري: 96/1 ومحمد "رسول الله ﷺ" محمد رضا: 17

دیکھیں' لہٰذا وہ تخت سے اترا اور قالین پر بیٹھ گیا اور ان کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اور پوچھا ''فرمائیے! کیسے آئے؟'' سردار عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کا قصہ چھیڑ دیا۔

ابرہہ کہنے لگا: ''جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں بہت متاثر ہوا تھا' پھر جب میں آپ سے ہم کلام ہوا تو میں آپ سے بے پروا اور مستغنی ہو گیا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ مجھ سے اپنے دو سو اونٹوں کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن بیت اللہ کی بات نہیں کرتے جس پر تمہارے آباء واجداد اور تمہارے دین کا مدار ہے جبکہ میں اسے گرانے آیا ہوں؟'' عبدالمطلب کہنے لگے: ''اونٹوں کا مالک میں ہوں جبکہ اس گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ خود اس گھر کی حفاظت فرمائے گا۔''

ابرہہ نے عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے۔ عبدالمطلب قریش کے پاس واپس آئے اور انہیں پوری بات بتائی۔

چونکہ ابرہہ کے لشکر کی تعداد قریش سے بہت زیادہ تھی اس لیے سردار عبدالمطلب نے لوگوں کو مکہ خالی کر کے پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ حاصل کرنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ لشکر کی زد سے بچ سکیں۔ پھر انہوں نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑا اور بہت سے دیگر قریشی سردار بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ عاجزی کے ساتھ دعائیں کرنے لگے اور ابرہہ اور اس کے لشکر کے خلاف مدد مانگنے لگے حتیٰ کہ سردار عبدالمطلب ① نے کعبے کا کنڈا پکڑ کر یہ شعر پڑھے:

لَاهُـمَّ إِنَّ الْـعَـبْـدَ يَـمْ ـــ نَعُ رَحْلَـهُ فَامْنَعْ حِلَالَكْ

لَايَـغْـلِبَـنَّ صَـلِيْـبُـهُـمْ ـــ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِحَالَكْ

إِنْ كُـنْـتَ تَـارِكَـهُـمْ وَقِبْـ ـــ ـلَتَـنَـا فَـأَمْرٌ مَـا بَـدَالَكْ

''اے اللہ! ہر بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ کل ان کی صلیب غالب نہ آئے اور نہ ان کی قوت تیری قوت کو مات دے۔ اگر تو نے ان کو ہمارا قبلہ تاراج کرنے دیا تو پھر تیری مرضی۔''

جب ابرہہ نے مکہ میں داخلے کی تیاری کی اور بیت اللہ تاراج کرنے کے عزم سے اپنے بڑے ہاتھی کو تیار کیا تو عجب صورت حال پیدا ہوئی کہ جب وہ ہاتھی کو مکہ کی طرف چلاتے تو ہاتھی بیٹھ جاتا اور ٹس سے مس نہ ہوتا لیکن جب کسی اور طرف رخ کرتے تو بھاگنے لگتا۔ وہ اسی شش وپنج میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں کی صورت میں پرندوں کے

---

① آپ کی والدہ سلمیٰ بنت زید تھیں جن کا تعلق بنو نجار (مدینہ منورہ) سے تھا۔ سردار عبدالمطلب مستجاب الدعوات شخص تھے۔ اپنے دسترخوان سے قصداً پرندوں اور جانوروں کے لیے خوراک بچا لیتے تھے اور پہاڑوں پر لے جا ڈالتے تھے' اسی بنا پر ان کو (مُطعم الطّیر) ''پرندوں کو کھلانے والا'' اور (فیاض) ''حد سے زیادہ سخی'' کہا جاتا تھا۔ ناگہانی مصائب میں قریش ان سے مدد حاصل کیا کرتے تھے۔ عام معاملات میں بھی وہی ان کے مرجع وماویٰ تھے۔ وہ قریش کے باکمال اور فعال سردار تھے۔ 120 سال عمر گزاری۔ ہمیشہ اپنے بیٹوں کو ظلم اور زیادتی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں بتوں کی پوجا بھی چھوڑ دی تھی اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے تھے۔ چاہ زمزم کا انکشاف انہی کے ہاتھوں ہوا۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا مقدس کام انہوں ہی نے شروع کیا۔ نبی کریم ﷺ ان کی زندگی میں چھوٹے ہی تھے۔ اس وقت بھی وہ آپ کی انتہائی تعظیم کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: ''میرے اس بیٹے کو بڑی شان حاصل ہوگی۔'' کیونکہ انہوں نے کاہنوں اور راہبوں سے آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔

سردار عبدالمطلب واقعہ فیل سے آٹھ سال بعد فوت ہوئے۔ (الطبری: 2/14)

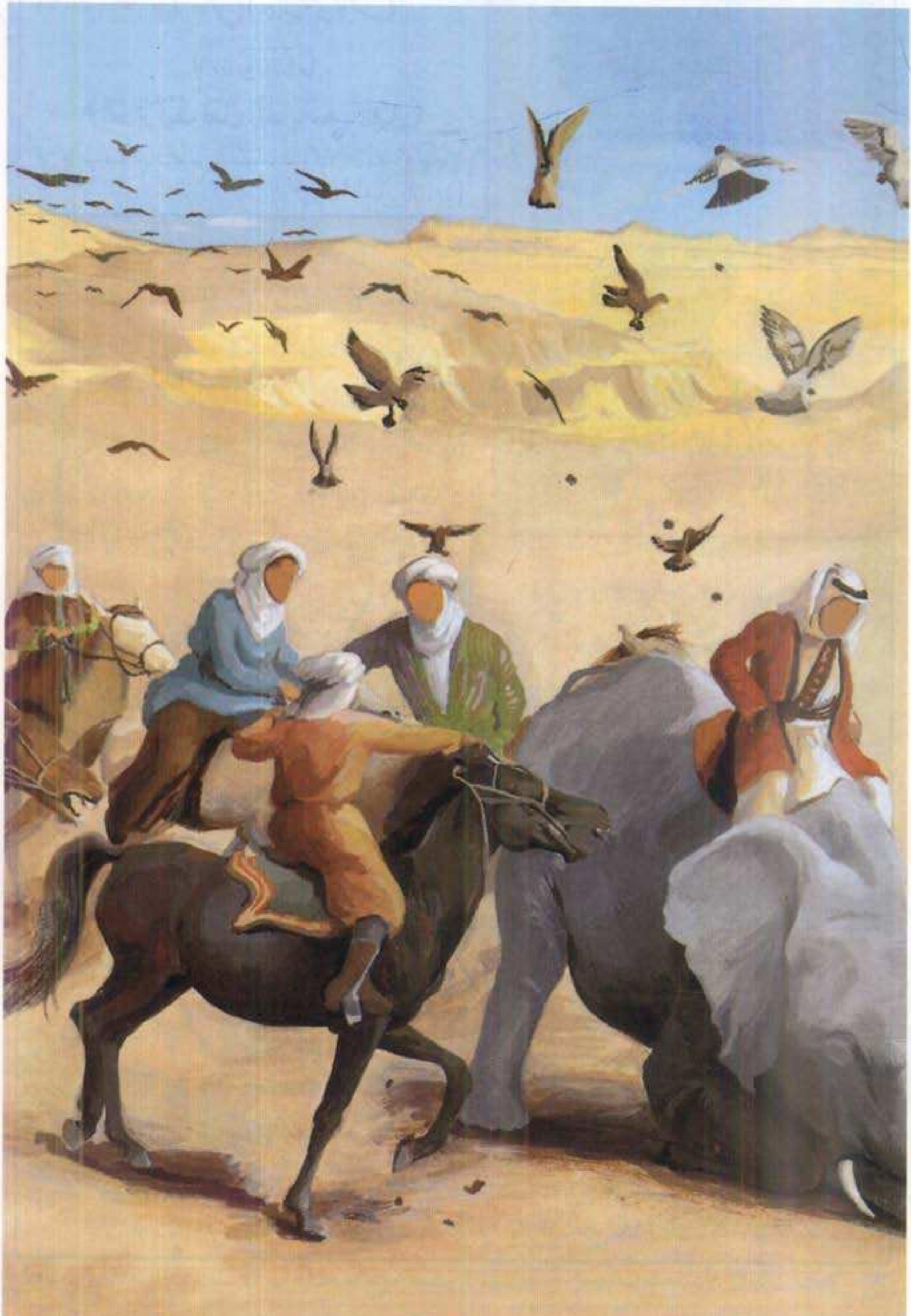
جھنڈ بھیج دیے۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکر تھے' ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ یہ کنکر چنے اور مسور کے برابر تھے۔ پرندے لشکر کے اوپر آتے تو کنکر گرا دیتے اور جس کو بھی کنکر لگ جاتا وہ مر جاتا تھا۔ سب کو کنکر نہیں لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جس نے ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر کی نذر کر دیا۔ جو بچ گئے وہ ابرہہ کے ساتھ یمن کی طرف بھاگے۔ خود ابرہہ کا یہ حال تھا کہ اس کے اعضاء کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ صنعاء پہنچتے پہنچتے اس کا دل سینے سے باہر نکل آیا اور اسی طرح وہ ذلیل ہو کر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا یکسوم 571ء میں بادشاہ بنا۔ اس واقعے کی اہمیت کے پیش نظر عربوں نے اس کو بطور تاریخ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِؕ ۝١ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍۙ ۝٢ وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَۙ ۝٣ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍۙ ۝٤ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ۝٥ ﴾

''کیا آپ نہیں جانتے؟ کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو ناکام نہیں کر دیا؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کھنگر کی کنکریاں پھینکتے تھے اور انہیں کھائے ہوئے بھوسے کے مانند کر دیا۔'' (الفیل : 105/1-5)

حبشیوں کی اس ہزیمت و ذلت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو ہر قسم کی شکست و ریخت سے محفوظ کر لیا۔ یہی بیت اللہ چند سال بعد تمام روئے ارض کے مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔

ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں کے حملے کی خیالی تصویر



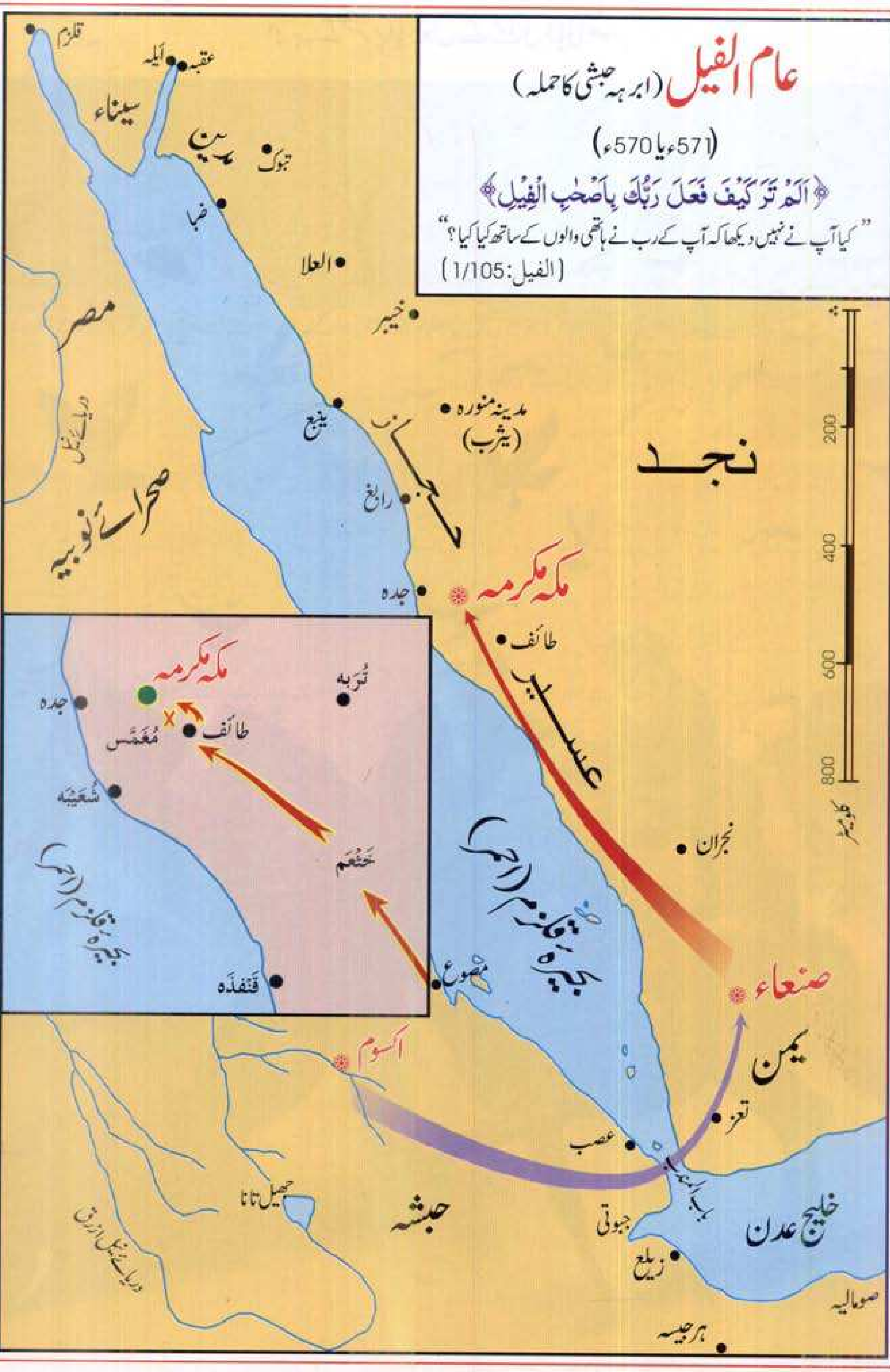
عام الفیل (ابرہہ حبشی کا حملہ)

(571ء یا 570ء)

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟"

(الفیل:1/105)



عام الفیل

حمیری حکومت سبا (115 ق م تا 525ء) کی حدود مملکت جنوبی عرب سے شروع ہو کر بتدریج شمالی عرب اور افریقہ تک وسیع ہوگئی تھیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں نجران میں یمن کے حمیری یہودی فرماں روا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم کیا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سن 525ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ بعض مورخین کے بقول اسی حبشی فوج میں ابرہہ بھی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ رفتہ رفتہ وہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا' مگر برائے نام اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو نائب شاہ لکھتا تھا۔ یمن میں پوری طرح اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے ان کے پیش نظر تھا' یعنی عرب میں عیسائیت پھیلانا اور عربوں کی تجارت پر قبضہ جمانا۔

ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا جسے عرب مورخین القلیس یا القُلَّیس یا القَلّیس اور یونانی میں Ekklesia کہتے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد اس نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس نے یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی کرادی۔ اس کے اس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب (حجازی) نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔ اپنے کلیسا کی اس توہین پر اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک کعبے کو ڈھا نہ دوں۔

اس کے بعد ابرہہ 570ء یا 571ء میں ساٹھ ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں پہلے یمن کے سردار ذونفر نے' پھر خثعم کے علاقے کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے مقابلہ کیا' مگر وہ شکست کھا گئے۔ ابرہہ طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف کا ایک سردار مسعود وفد لے کر اس سے ملا اور کہا: ''ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں جسے آپ ڈھانے آئے ہیں' وہ تو مکہ میں ہے' اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو رہنما فراہم کیے دیتے ہیں۔'' ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کوس رہ گیا تو ''اَلْمُغَمَّس'' نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال مر گیا۔ عرب مدتوں اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال تک طعنے دیتے رہے کہ انہوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں سے تعاون کیا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور

قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دوسو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعے سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں' اگر تم نہ لڑو تو میں تمہارے جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یہ اللہ کا گھر ہے' وہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچالے گا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شاندار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ تو کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے آبائی دین کا مرجع ہے' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا: ''میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر' تو اس کا ایک رب ہے' وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا۔'' ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا: ''آپ جانیں اور وہ جانے۔'' دوران گفتگو عبدالمطلب نے یہ بھی کہا: ''یہ اللہ کا گھر ہے۔ آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔'' یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔

قریش اتنی بڑی فوج سے لڑ کر کعبے کو بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے' چنانچہ عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تاکہ ان کا قتل عام نہ ہو' پھر وہ قریش کے چند سرداروں کے ہمراہ حرم میں حاضر ہوئے اور اللہ کے حضور دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت فرمائے۔ ابن ہشام' سہیلی اور ابن جریر نے عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ یَمْـ   نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَکْ

''الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے' تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما''

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهُمْ   وَمِحَالُهُمْ غَدْواً مِحَالَکْ

''کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے''

اِنْ کُنْتَ تَارِکَهُمْ وَ قِبْـ   لَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَالَکْ

''اگر تو ان کو اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر''

وَانْصُرْنَا عَلٰی آلِ الصَّلِیْـ   بِ وَعَابِدِیْهِ الْیَوْمَ آلَکْ

''صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما''

یَارَبِّ لَا اَرْجُوْلَهُمْ سِوَاکَا   یَارَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاکَا

"اے میرے رب! تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب! ان سے اپنے حرم کی حفاظت فرما۔"

إِنَّ عَدُوَّ الْبَيْتِ مَنْ عَادَاكَا اِمْنَعْهُمْ أَنْ يُخَرِّبُوا قُرَاكَا

"اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک"

یہ دعائیں مانگ کر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے۔ دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا، مگر اس کا خاص ہاتھی محمود جو آگے آگے تھا، یکایک بیٹھ گیا، بہت کوشش کی مگر وہ نہ ہلا...... اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لیے ہوئے آئے اور انہوں نے اس لشکر پر ان سنگریزوں کی بارش کردی جس سے سارا لشکر ہلاک و برباد ہوگیا۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی مُحَصَّب کے قریب مُحَسَّر کے مقام پر پیش آیا۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا، اہل عرب اسے عام الفیل کہتے ہیں۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں تقریباً 50 دن بعد ہوئی تھی۔ (ملخص از تفہیم القرآن: 462/6-469)

خثعم: جبل سراۃ (طائف اور نجران کے درمیان) میں خثعم بقول امام نووی ایک پہاڑ کا نام ہے اور اس نسبت سے یہاں آباد قبیلہ بھی خثعم کہلاتا تھا۔ ابرہہ الاشرم صنعاء سے چل کر خثعم کے راستے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔

طائف: یہ عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے اور اچھی آب و ہوا اور زرخیزی و شادابی کے لیے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 1700 میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانہ قدیم سے اہل مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔ یہ مکہ کے جنوب مشرق میں 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1982ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا، رسیلا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ طائف بنوثقیف کا شہر تھا۔ ان میں سے معرکۂ جسر (عراق 13ھ) کے سپہ سالار اسلام ابو عبید ثقفی شہید رضی اللہ عنہ، مختار ثقفی، حجاج بن یوسف اور فاتح سندھ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں شہرت پائی۔

مغمس: یہ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر عرفات سے پرے طائف کی جانب واقع ایک مقام ہے۔ یہاں ابو رغال کی قبر ہے جس نے اصحاب فیل کی مکہ پر چڑھائی کرنے میں رہنمائی کی تھی۔ اسے یہاں موت نے آلیا اور اس کی غداری کے باعث لوگ اس کی قبر پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

یمن اور سبا: دیکھیے "زمانہ قبل اسلام کی سلطنتیں"

صنعاء: سید سلیمان ندوی "تاریخ ارض القرآن" (ص165) میں لکھتے ہیں کہ سبا کا موجودہ نام صنعاء ہے۔ 525ء میں جب حبشہ (اکسوم) کے عیسائی بادشاہ نے آخری حمیری حکمران ذونواس کو شکست دے کر یمن میں اپنا گورنر مقرر کردیا تو اس

نے صنعاء کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ 543ء میں ابرہہ یمن کا گورنر ہوا جسے نکٹا ہونے کے باعث ابرہہ الاشرم کہا جاتا ہے۔ اس نے اگست 570ء میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے مکہ کی طرف یلغار کی مگر نامراد ٹھہرا اور ہلاک ہوا۔ صنعاء اسلامی دور کے آغاز سے یمن کا دارالحکومت رہا اور آج بھی جمہوریہ یمن کا دارالحکومت ہے۔

ان دنوں بھی صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے۔ یہ سطح سمندر سے 2196 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 5 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ ایک تجارتی و زرعی مرکز ہے۔ اسلام سے پہلے یہاں غمدان نے دو محلّات تعمیر کیے تھے۔ ایوّبی عہد (1174ء تا 1250ء) میں اس کی ضخیم فصیل تعمیر ہوئی۔ یہ صوبائی دارالحکومت بھی ہے جس میں صنعاء، عمران، الجوف، حوث، محویت، ریحہ، کوکبان اور حراز کے اضلاع شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام)

شبوہ: یمن میں مشرق کی طرف حضر موت ہے، ایک زمانے میں اس کے دارالحکومت کا نام سبا تھا (Sabbatha) تھا جو اب تک حضر موت کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ عود (بخورات) کی تجارت کے لیے زمانۂ قدیم سے مشہور تھا۔
(تاریخ ارض القرآن)

شبوہ، حضر موت میں واقع ہے اور مارب سے تقریباً 150 کلومیٹر مشرق میں ہے۔

❋ ❋ ❋

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی جائے ولادت

مكة المكرّمہ

مکہ مکرمہ مملکت سعودی عرب میں حجاز کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ بقول سیّد سلیمان ندوی ''یہ مقدس شہر ایک مردِ ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ' ایک نوجوان پیغمبر (اسمٰعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد ﷺ) کی جائے ولادت ہے۔'' مکہ سطح سمندر سے تقریباً 330 میٹر بلند ہے۔ شہر اساساً شرقاً غرباً تقریباً 3 کلومیٹر لمبا اور شمالاً جنوباً تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر چوڑا ہے۔ شہر مکہ کو اس لحاظ سے حرم کہتے ہیں کہ یہ حرمت اور عزت والا مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ مقام کاروانِ تجارت کی ایک منزل گاہ تھا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم ربی سے یہاں لاکر آباد کیا۔ باپ بیٹے نے اللہ کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جسے کعبہ کہا جانے لگا۔ اس مقدس عمارت کی ساخت مکعب نما ہے، لہٰذا یہ کعبہ کہلائی کیونکہ عربی میں چھ یکساں مربع پہلوؤں والا پانسا مکعب یا کعبہ کہلاتا ہے۔ فرزندان اسمٰعیل کی اولاد ایک مدت یہاں بالادست رہی۔ کعبہ کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ اس کے بعد قحطانی قبیلے بنو جرہم نے غلبہ حاصل کرلیا اور بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے ابھی تک بت پرستی میں بنو جرہم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پھر قصیٰ نے جو بنو اسمٰعیل میں سے عدنان کی پندرہویں پشت میں تھے' 440ء میں دوبارہ مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے یہاں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھی اور درج ذیل عہدے قائم کیے:

① رِفادہ (حجاج کی ضیافت) ② سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) ③ حجابہ (غلاف کعبہ کا اہتمام اور چوکیداری)

④ قیادہ ⑤ قومی نشان لواء (پرچم) ⑥ قومی مجلس جسے ندوہ یا دار الندوہ کہتے تھے۔

امور مملکت اور حکومتی عہدے ایک ایک شیخ خاندان کے سپرد کیے گئے۔ شہر کے علاوہ بنو اسمٰعیل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے۔ مکہ کے جنوب کی پہاڑیاں قبیلہ ہذیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف وادی القریٰ کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔ مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن میں حبشی قبائل آباد تھے۔ (تاریخ ارض القرآن ص 82)

بکّہ اور مکّہ: مکہ کا قدیم اور اصل نام بکّہ ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت 96 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ بکّہ تھا۔'' یہ شہر تہامہ کے مشرق میں جدہ سے تقریباً 64 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ کو بلد الامین' ام القریٰ' بیت العتیق اور بیت الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ (ام القریٰ کی نسبت سے مکہ میں ایک جدید یونیورسٹی کا

نام بھی ام القریٰ ہے۔) یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں حرم کعبہ کی عمارت کا نام مکہ تھا' بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ مکہ معظمہ جغرافیائی لحاظ سے 21 درجہ 38 دقیقہ عرض بلد شمالی اور 40 درجہ 9 دقیقہ طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً 300 میٹر ہے۔ مکہ وادیٔ ابراہیم میں ہے جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ہے۔ شمال میں جبل قُعَیْقِعَان اور شعب بنی عامر ہیں۔ جنوب میں جبل حدیدہ اور جنوب مغرب میں جبل عمر ہے۔ جنوب میں غار ثور کی سمت جبل کدی ہے۔ مشرق میں شعب ابی طالب اور جبل حرا ہیں۔ پھر مزید مشرق میں جبل خندمہ اور شمال مشرق میں جبل ابی قُبَیس واقع ہیں۔ مکہ معظمہ کا وسط بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو القشاشیہ' شعب علی' الشامیہ اور الشبکیہ کی پہاڑیوں کے درمیان تقریباً 200 میٹر مربع کی وادی ہے جس کے چاروں جانب اونچے پہاڑ ہیں۔ ان میں اونچی نیچی آبادی ہے۔

مکہ شہر کے وہ علاقے جو بیت اللہ سے بھی نشیب (گہرائی) میں ہیں' مسفلہ (نشیبی) کہلاتے ہیں اور فراز والے علاقوں کو المعلاۃ یا المعلیٰ (اونچے) کہا جاتا ہے۔ المعلیٰ کی طرف ہی الحجُون کا علاقہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ المعلیٰ کی جانب ہی سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اس سے آٹھ سال پہلے 622ء میں جب نبی ﷺ مکہ چھوڑ کر جانے لگے تھے تو آپ نے شہر کی جانب رخ کر کے فرمایا تھا:

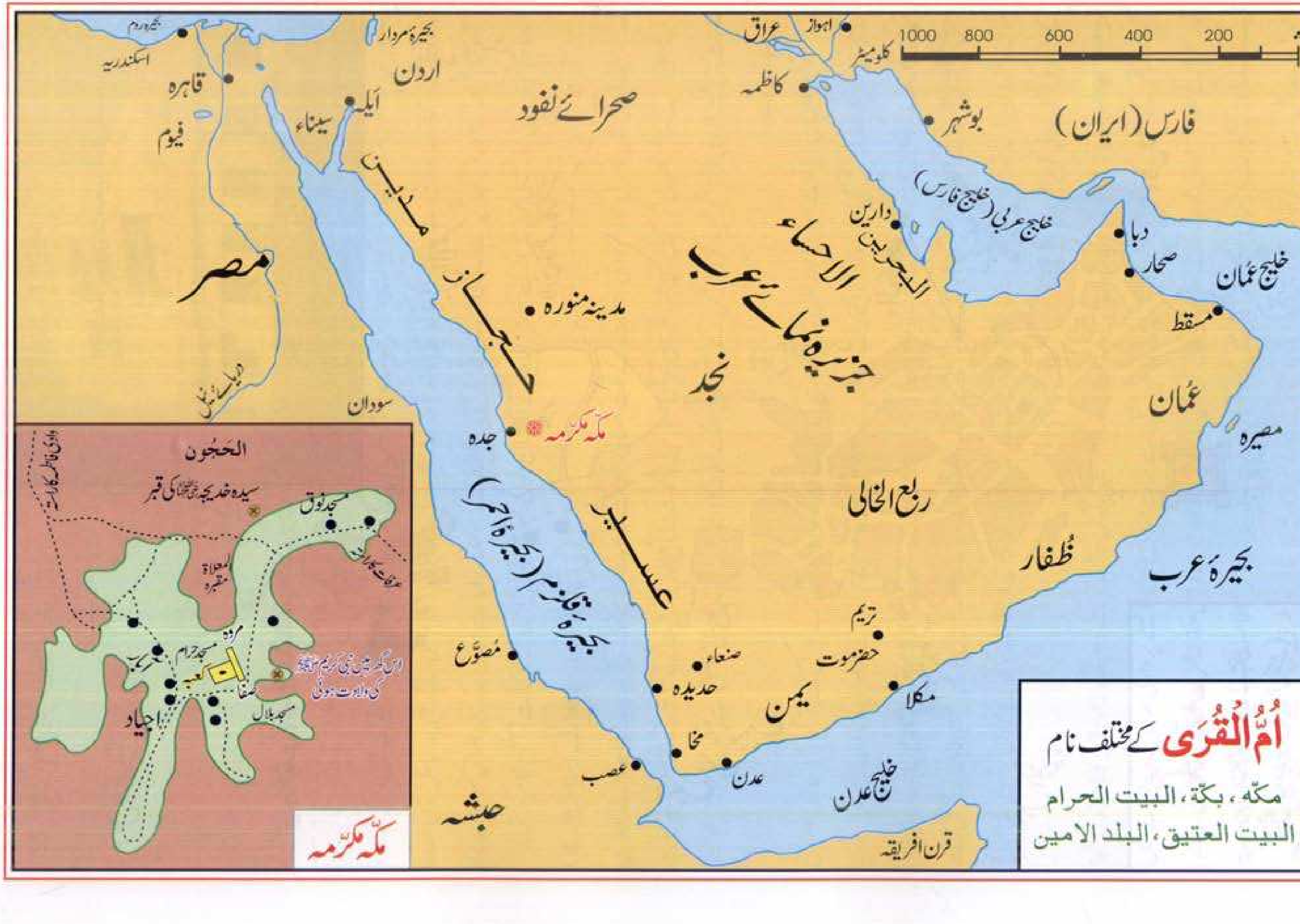
''اے مکہ! مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر تجھ سے محبت ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ خدا کا یہ گھر ایسا سادہ تعمیر ہوا تھا کہ اس کی نہ چھت تھی' نہ کواڑ اور نہ چوکھٹ تھی۔ جب قُصَیّ بن کلاب کو کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سرے سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ سب سے پہلے یہاں قبیلہ جرہم آ کر آباد ہوا اور بنو جرہم ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔

حرم کعبہ پر سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ یمن کا حمیری بادشاہ اسعد تبّع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی عمر جب 35 برس تھی اور سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا' قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کیا لیکن دس سال بعد 74ھ میں حجاج بن یوسف نے پھر اسے قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ شعبان 1039ھ میں موسلا دھار بارش سے کعبہ زمین بوس ہو گیا تو عثمانی خلیفہ مراد خاں نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا' چنانچہ کعبہ کی موجودہ عمارت عثمانی تعمیر ہے۔ اس کی اونچائی 15 میٹر' لمبائی تقریباً 12 میٹر اور چوڑائی تقریباً 11 میٹر ہے۔

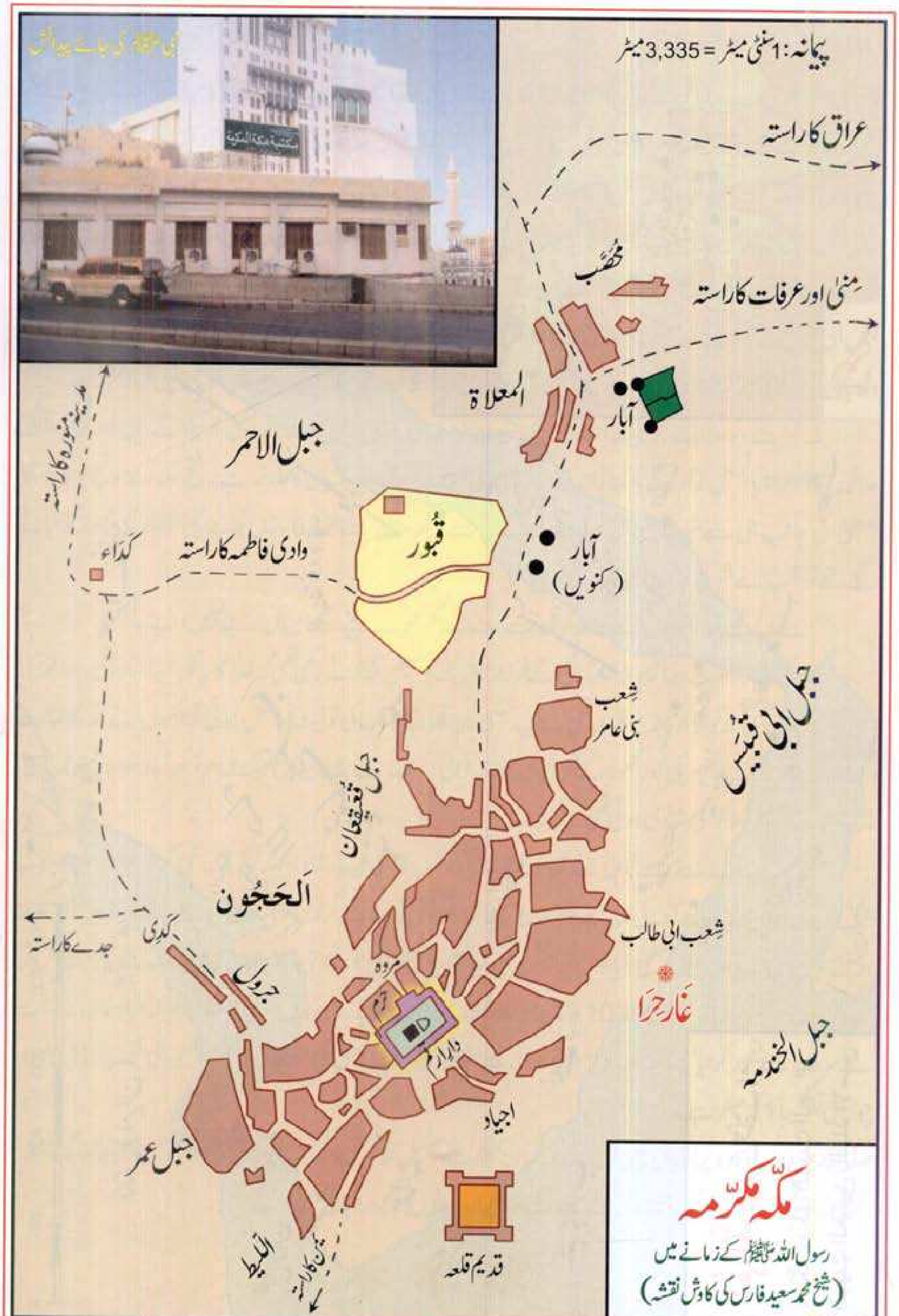
صفا اور مروہ: یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھیں اور انہی کی یاد تازہ کرنے کے لیے حاجی ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

❋ ❋ ❋



اُمُّ الْقُریٰ کے مختلف نام

مکّہ ، بکّۃ ، البیت الحرام
البیت العتیق ، البلد الامین



مکتبة مكة المكرمة
پیمانہ: 1 سنٹی میٹر = 3,335 میٹر
عراق کا راستہ
مُحَصَّب
منٰی اور عرفات کا راستہ
المعلاۃ
آبار
جبل الاحمر
مدینہ منورہ کا راستہ
کداء
وادی فاطمہ کا راستہ
قبور
آبار
(کنویں)
شِعب
بنی عامر
جبل ابی قبیس
جبل قعیقعان
الحجون
کُدی
جدے کا راستہ
جرول
مروہ
شعب ابی طالب
غار حرا
دار ارقم
جبل الخندمہ
اجیاد
جبل عمر
الليط
یمن کا راستہ
قدیم قلعہ
مکہ مکرمہ
رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں
(شیخ محمد سعید فارس کی کاوش نقشہ)

عبداللہ بن عبدالمطلب کا سفرِ شام اور وفات

عبداللہ سفرِ شام سے واپسی پر بُصریٰ سے دومۃ الجندل، تیما اور خیبر سے ہوتے ہوئے یثرب پہنچے تھے جہاں ان کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

بُصریٰ: جنوبی شام کا یہ قدیم شہر اردن کی سرحد سے 19 میل شمال کی جانب اس سڑک پر ہے جو مغرب میں واقع درعا کو مشرق میں سلخد سے ملاتی ہے۔ بصریٰ کے معنی بلند قلعہ کے ہیں۔ اسے بصریٰ الشام بھی کہتے ہیں۔ بائبل میں اسے ''ادومکا'' اور ''بصورہ'' کہا گیا ہے۔ 106ء میں قدیم نبطی سلطنت کے سلطنت روما سے الحاق کے بعد بصریٰ صوبہ عرب کا صدر مقام بن گیا۔ بازنطینی عہد میں اسے بوسترا کہا جانے لگا۔ ان دنوں بصریٰ بطریق انطاکیہ کے تحت اُسقفی کا مرکز تھا۔
(اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد 4)

عہد نبوی میں بُصریٰ الشام رومی سلطنت کے تحت غسانی حکومت کا صدر مقام تھا۔ صلح حدیبیہ (6ھ) کے بعد نبی کریم ﷺ نے حاکم بُصریٰ شُرَحبیل بن عمرو غسانی کو بھی اسلام کی دعوت دی مگر اس بدبخت نے موتہ کے مقام پر سفیر نبوت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جس کے نتیجے میں جنگ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ بُصریٰ دمشق سے تقریباً 150 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

معجم البلدان (یاقوت حموی) جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق سے آکر 13ھ میں بُصریٰ اور حوران کا پورا علاقہ فتح کیا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ''ابوغانم کے قرامطہ نے بُصریٰ کو تاخت وتاراج کر دیا تھا مگر سلجوقیوں نے اس کی مساجد کی تعمیر نو کے علاوہ شہر کو مستحکم کیا۔ پھر ایوبی عہد میں تعمیر نو کا کام ہوا۔ تاتاریوں نے یہاں جو تباہی پھیلائی، اس سے بُصریٰ قعرِ گمنامی میں گر گیا، تاہم مملوک سلطان بیبرس نے قلعہ بُصریٰ کو پھر مستحکم بنایا۔ یہ دمشق سے عمّان (فلاڈلفیا) کی شاہراہ پر اہم شہر ہے۔ چنانچہ بُصریٰ کے برکۃ الحاج (حاجیوں کا تالاب) کی دیواروں پر آج بھی حجاج کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں باقی ہیں۔''

دُومة الجندل: عہد نبوی میں یہاں اُکَیدر حکمران تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے دُوم کے نام پر اس کا نام دُومہ رکھا گیا اور پتھر کے قلعے کے باعث دومۃ الجندل کہلایا۔ یہ دمشق سے سات منزلوں کے فاصلے پر وادئ سرحان کے جنوب میں تھا۔ صحرائے نفود (سعودی عرب) کے شمال میں آج کل اس کے کھنڈر موجود ہیں۔ وہیں مئذنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہے۔

تیماء: یہ خیبر سے اڑھائی سو کلومیٹر شمال میں چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً چار سو کلومیٹر ہے۔ دومۃ الجندل سے چل کر عبداللہ کا قافلہ تیماء میں ٹھہرا تھا۔ تیماء سے کاروانی راستہ الاسافیہ کی طرف جاتا ہے اور شمال میں القلیبہ

کی طرف سے سڑک تبوک کو جاتی ہے۔

خیبر: عبرانی زبان میں خیبر کے معنی ہیں "قلعہ" دوسری صدی عیسوی میں فلسطین سے جلاوطن ہونے کے بعد یہودیوں نے یہاں آکر سات قلعے تعمیر کیے تھا' لہٰذا انہیں خیابر بھی کہتے تھے۔ قلعے یہ تھے: (1) حصن ناعم (2) قموص (3) حصن شق (4) حصن نطاۃ (5) حصن سلالم (6) حصن وطیح (7) حصن کتیبہ۔ 3 ھ میں یہود مدینہ بنونضیر بھی جلاوطن ہوکر خیبر جا کر بسے تھے۔ 7 ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا اور یہ ساتوں قلعے فتح ہوگئے۔

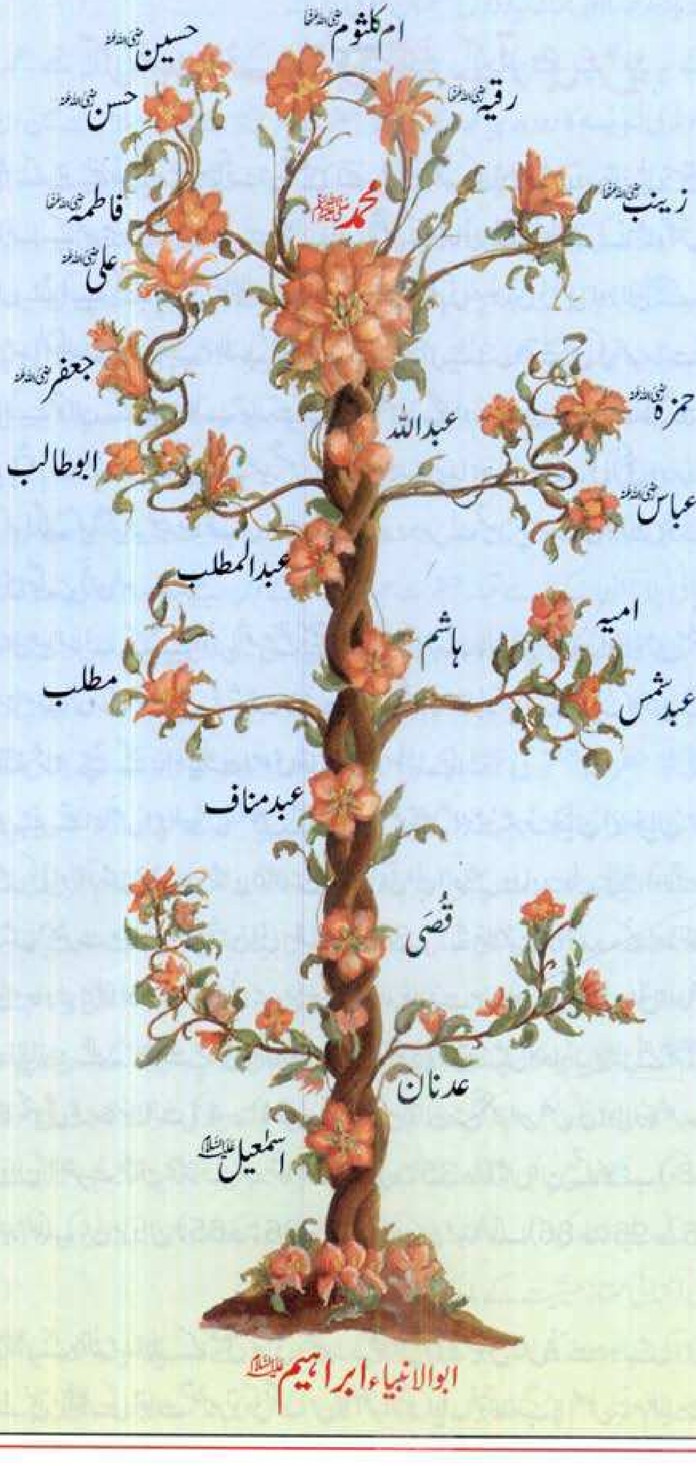
مدینہ منورہ سے خیبر 184 کلومیٹر شمال میں ہے۔ تقریباً 100 کلومیٹر تک راستہ تنگ اور پُر پیچ دروں میں سے گزرتا ہے۔ اس مسافت میں حرہ یعنی آتش فشانی سے جلی ہوئی چٹانیں ہیں۔ خیبر سے پندرہ بیس کلومیٹر پہلے صحرا ختم ہوجاتا ہے اور سرسبز زمین ہے جہاں ٹیوب ویل سے کاشتکاری ہوتی ہے۔ دس بارہ کلومیٹر زرخیز زمین کے بعد پھر چٹانیں (حرہ) اور پہاڑیاں ہیں جہاں سڑک کے دائیں جانب یہودیوں کے قلعوں کے کھنڈر واقع ہیں۔

یثرب: عبداللہ شام سے تجارتی قافلے کے ساتھ دومۃ الجندل' تیماء اور خیبر کے راستے یثرب پہنچے۔ اس وقت بیمار تھے۔ انہوں نے قافلے والوں سے کہا کہ میں اپنے ماموؤں بنوعدی بن نجار کے ہاں ٹھہروں گا۔ وہاں وہ مہینہ بھر بیماری کی حالت میں رہے۔ قافلے کے مکہ پہنچنے پر عبدالمطلب کو خبر ملی تو اپنے بڑے بیٹے حارث کو یثرب بھیجا مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ فوت ہوگئے تھے اور انہیں دارالنابغہ میں دفن کیا گیا۔

الابواء: مدینہ سے مکہ کی شاہراہ پر حجفہ سے 23 میل دور ابواء واقع ہے۔ مستورہ' ابواء سے 28 کلومیٹر مغرب میں ہے۔ آج کل اسے خریبہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابواء میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سیدہ آمنہ کی قبر ہے جو دور ہی سے نظر آجاتی ہے کیونکہ اس کے چاروں طرف پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ ابواء کا علاقہ 12 کلومیٹر لمبا اور 3 کلومیٹر چوڑا ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے اور جنوب میں تقریباً 500 میٹر تک سیاہ ٹیلے ہیں۔ تاریخ مکۃ المکرمہ کے مطابق ابواء کی آبادی 5 ہزار ہے۔

ابواء مکہ شریف اور مدینہ طیبہ کے تقریباً نصف میں وادئ ودان کا ایک گاؤں ہے۔ ودان اور ابواء میں 6 تا 8 میل کا فاصلہ ہے۔ اسی وجہ سے یہاں پیش آنے والے غزوہ کا نام غزوۃ الابواء یا غزوۃ الودان مشہور ہے۔ (تاریخ مکہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب



اضافی توضیحات و تشریحات

آلِ عبدمناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز

نبی اکرم ﷺ کے چوتھے جدامجد عبدمناف بن قُصَیّ تھے۔عبدمناف کی اولاد میں درج ذیل ہستیوں نے شہرت پائی:

مُطَّلِب: یہ عبدمناف کے چھ بیٹوں میں سب سے بڑے اور ہاشم کے بھائی تھے۔مُطلب نے شاہِ حبش نجاشی کے ساتھ تجارتی معاہدہ کیا تھا۔انہوں نے اپنے بھتیجے اور نبی ﷺ کے دادا شیبہ بن ہاشم کی پرورش کی تھی اور ان کے ہاں پرورش پانے کے باعث ہی شیبہ کا نام عبدالمطّلب پڑا۔جب مطلب' شیبہ کو یثرب سے لائے' اس وقت ان کی عمر سات آٹھ سال تھی اور جب عبدالمطلب جوان ہوئے تو ان کے چچا مطلب تجارت کے لیے یمن گئے اور وہاں بردمان کے علاقے میں انتقال کر گئے۔

عبدشمس: یہ ہاشم کے جڑواں بھائی تھے۔عبدشمس اور ہاشم جب پیدا ہوئے تو ایک کی انگلی دوسرے کے پہلو سے جڑی ہوئی تھی جسے کاٹ کر الگ کیا گیا۔عبدمناف کی اولاد میں سے دوسرے نمبر پر عبدشمس فوت ہوئے۔ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور اَجیاد نامی جگہ پر دفن ہوئے۔

اُمیّہ: یہ عبدشمس بن عبدمناف کے بیٹے اور ہاشم کے بھتیجے تھے۔یہ کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد میں مشہور تھے۔جب ہاشم کو سِقایہ اور رفادہ کے مناصب مل گئے تو امیہ نے شرف وعزت میں ہاشم کا مقابلہ کیا اور پھر ایک کاہن کے فیصلے پر دس سال کی اختیاری جلاوطنی کاٹنے شام چلے گئے۔امیہ سے اموی خاندان کا سلسلہ چلا۔

اُمیّہ کے بارہ بیٹے تھے: عاص' ابوالعاص' عیص' ابوالعیص' عویص' ابوعمر' عمرو' سفیان' ابوسفیان' حرب' ابوحرب' عنبسہ۔ ان میں سے ابوالعاص کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص دامادِ رسول ﷺ اور تیسرے خلیفۂ راشد تھے جبکہ حرب کی اولاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان بن حرب نے خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنی امیّہ کی بنیاد ڈالی اگرچہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ اور معاویہ ثانی بن یزید کے بعد خلافت مروان بن حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو منتقل ہوگئی جو حضرت عثمان کے چچازاد تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مروان دونوں رشتے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی تھے۔معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا مجموعی عرصۂ خلافت 41ھ تا 64ھ رہا۔اور مروان بن حکم اور اس کی اولاد کا عرصۂ خلافت 64ھ سے 132ھ تک تھا۔مروان' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (24ھ تا 35ھ) میں ان کے کاتب (سیکرٹری) رہے۔مروان کے جانشینوں میں عبدالملک بن مروان (65ھ تا 86ھ) اور ولید بن عبدالملک (86ھ تا 96ھ/ 705ء تا 715ء) نے بہت شہرت پائی۔

ابوطالب: یہ نبی ﷺ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔یہ شوال 10 نبوی میں فوت ہوئے۔اس وقت ان کی عمر 83 سال تھی۔انہوں نے نبی ﷺ کی نبوت تسلیم تو کی مگر اس کا اقرار نہ کیا۔ابوطالب کا اصل نام عبدمناف تھا۔ان کے چار

بیٹے تھے: طالب جو حالت کفر میں 2 ھ میں فوت ہوئے‘ جعفر‘ عقیل اور علی‘ یہ تینوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور دو بیٹیاں تھیں: ام ہانی (جن کا نام فاختہ یا ہند تھا) اور جمانہ‘ یہ دونوں مسلمان ہو گئی تھیں۔

حمزہ رضی اللہ عنہ: نبی ﷺ کے یہ چچا آپ سے چار سال بڑے تھے اور آپ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ محمد ﷺ اور حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں نے ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ کا دودھ پیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے تین دن پہلے اسلام لائے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ ان کے دو بیٹے عمارہ اور یعلی اور ایک بیٹی امامہ تھیں۔ ایک قول کے مطابق ان کے تیسرے بیٹے عامر نامی بھی تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویعلی اور ابوعمارہ تھی۔ مدینہ میں ان کا بھائی چارہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم‘ رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے‘ ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ ان کی ماں کا نام نُتَیلہ بنت جناب تھا۔ یہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا تھا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ بچپن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ گم ہو گئے۔ ان کی ماں نے نذر مانی کہ اگر بیٹا مل گیا تو وہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنائیں گی۔ جب عباس رضی اللہ عنہ مل گئے تو اس نے اپنی نذر پوری کی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے۔ خانہ کعبہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانا ان کے ذمے تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے تھے۔ انہوں نے 32 ھ میں مدینہ میں رحلت فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں البقیع میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر 88 برس تھی۔ (اسد الغابہ: 3/165‘ 166)

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: حضرت جعفر‘ نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ وہ علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ جب ابوطالب تنگ دست ہو گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے تاکہ اپنے بھائی کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا مقام تقریباً چوبیسواں تھا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے اور آپ ہی نے نجاشی اصحمہ کے سامنے کفار مکہ کے اعتراضات کا جواب دیا تھا۔ آپ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ (ابن ہشام۔ طبری۔ اسد الغابہ)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: علی بن ابی طالب نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی‘ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اور آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ انہوں نے بالکل ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا‘ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تبوک کے سوا تمام جنگوں میں شرکت کی۔ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ نے انہیں اپنے گھر کا نگران مقرر کیا تھا۔ نبی ﷺ نے انہیں یمن کا والی مقرر کرتے ہوئے ان کے لیے دعا کی: ''اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کی راہنمائی فرما۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ زہد اور عدل میں انتہائی ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ (اسد الغابہ جلد 4)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیعت عام کے ذریعے خلیفہ منتخب کیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر جنگ جمل اور جنگ صفین کے افسوس ناک واقعات پیش آئے جن میں اسی ہزار

مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ خوارج سے ہونے والی جنگ نہروان ان کے علاوہ تھی۔ آخر کار ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے صبح کی نماز پڑھنے کے لیے جاتے ہوئے راستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ یہ واقعہ رمضان چالیس ہجری میں پیش آیا۔ (عشرہ مبشرہ۔ بشیر ساجد)

زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ: زینب رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی بعثت سے پہلے ہی اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہوگئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی، تب وہ طائف میں تھیں اور انہوں نے اس وقت مدینہ منورہ ہجرت نہیں فرمائی۔ ان کے شوہر، جو ابھی تک مشرک تھے، غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا، بطور فدیہ ارسال کیا اور نبی ﷺ نے اس شرط پر انہیں رہا کر دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے بھیج دیں۔

سریۂ عیص یعنی 6ھ میں ان کے شوہر دوسری بار گرفتار ہوئے اور ان کی سفارش پر پھر رہا کر دیے گئے۔ ابوالعاص نے 7ھ میں اسلام قبول کر لیا اور ان کی شادی دوبارہ زینب رضی اللہ عنہا سے کر دی گئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ (ابن سعد، الطبری، سیر اعلام النبلاء)

رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ: رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کی تھی۔ ابولہب کے خاندان کی اسلام دشمنی کی وجہ سے رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور جس کے نام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابوعبداللہ کہلاتے تھے۔ چھ سال کی عمر میں یہ لڑکا فوت ہوگیا۔ نبی ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جب آپ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیچھے رہنے کا حکم دیا۔ بدر سے نبی ﷺ کی واپسی سے پہلے ہی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تھا۔ (اسد الغابہ: 115/4)

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ: ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ لیکن ابولہب کے خاندان کی اسلام دشمنی کی وجہ سے رخصتی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کا نکاح ربیع الاول ۳ ہجری میں ہوا تھا۔ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ 9 ہجری میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں۔ نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ: 374/7)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ: فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ یہ نبی ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں۔ 3 ہجری میں ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ نبی ﷺ کی نسل صرف انہی سے چلی۔ نبی ﷺ نے انہیں جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے چھ ماہ بعد فوت

ہوگئیں۔ باپ کی وفات کے بعد وہ انتہائی غم زدہ رہتی تھیں' ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے نبی ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کرلیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی اولاد میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور بیٹی ام کلثوم تھیں۔ (دوسری بیٹی زینب تھیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت موجود تھیں۔)

(اسد الغابہ: 7/216 تا 221)

حسن بن علی رضی اللہ عنہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے انتہائی مشابہت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا نام حسن رکھا اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا اور ان کے بال مونڈے اور ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

نبی ﷺ نے ان کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے' مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے 41ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کئی برسوں سے جاری چپقلش ختم کر کے ان سے صلح کرلی اور خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ 46' 50 یا 51 ہجری میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ والیء مدینہ سعید بن عاص اموی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: 2/13 تا 21)

حسین بن علی رضی اللہ عنہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ جب یہ پیدا ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔ آپ نے انہیں حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت کے نوجوانوں کے سردار قرار دیا۔ نبی ﷺ نے خود ان کا نام رکھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابتدائی عمر ہی سے اصلاح و تعلیم کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ قرآن مجید کے مطالب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان فرماتے تھے۔ عبادت و ریاضت آپ کا معمول تھا' بکثرت نوافل پڑھتے تھے۔ قیام اللیل آپ کا عام دستور تھا۔ روزے بکثرت رکھتے اور سادہ غذا سے افطار فرماتے تھے۔ پچیس حج کیے۔ رمضان المبارک میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید ضرور ختم کرتے۔ 61ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت تاریخ اسلام کا ایک کربناک باب ہے۔

(اسد الغابہ۔ سیر اعلام النبلاء)

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ

نبی کریم ﷺ کا نسب شریف: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قُصَیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مُدرِکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

عدنان سے اوپر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب مختلف فیہ ہے لیکن سب مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''معد بن عدنان بن اُدد بن زند بن یَرَیٰ بن اَعراق الثَّریٰ۔'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''زند'' سے مراد ھَمَیسع ہے' ''یری'' دراصل ''نبت'' یا ''نابت'' ہیں اور ''اعراق الثریٰ'' سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔[1]

''السیرۃ النبویۃ'' میں یوں مرقوم ہے:

عدنان بن اُدد بن مُقَوَّم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یَشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہما السلام۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں ایسے ہی لکھا ہے۔''[2]

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب یوں ہے: آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لؤی...... الخ۔ گویا نبی اکرم ﷺ حسب ونسب کے لحاظ سے اپنے والد اور والدہ دونوں طرف سے اشرف اور افضل ہیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.

''اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنو کنانہ سے قریش کو' قریش سے ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ رسالت کے لیے کس کو منتخب فرمائے۔''

(الأنعام: 124/6)

---

① الطبری: 28/2

② السیرۃ النبویۃ' لابن کثیر: 76/1

③ صحیح مسلم' الفضائل' باب فضل نسب النبی ﷺ......' حدیث: 2276

لہٰذا آپ ﷺ آدم علیہ السلام کی سب اولاد کے سردار' دنیا و آخرت میں ان کے لیے سرمایۂ افتخار' ابوالقاسم' ابو ابراہیم' حضرت محمد واحمد ﷺ ہیں۔ آپ ماحی ہیں جن کے ہاتھوں کفر کا خاتمہ ہوتا ہے۔ آپ عاقب ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں' حاشر ہیں کہ ساری دنیا آپ کے قدموں پر اکٹھی کی جائے گی (یعنی آپ کے نشانات پر یا آپ کے دور اور زمانے میں) ' مقفّی ہیں' نبی الرحمۃ' نبی التوبہ اور نبی الملحمہ ہیں' خاتم النبیین ہیں' فاتح ہیں' شاہد ہیں' بشیر و نذیر ہیں' سراجِ منیر ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے رؤف و رحیم بنایا' آپ نعمت عظمیٰ ہیں' بنی نوع انسان کے لیے ناصح اور ہادی ہیں...... غرض کہاں تک ذکر کیا جائے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ①

رسول اللہ ﷺ کے چچے اور پھوپھیاں: سردار عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے: (1) عبداللہ (2) ابو طالب' ان کا نام عبدمناف تھا (3) زبیر' ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھی۔ (4) عباس' جو کہ خلفائے عباسیہ کے جدامجد ہیں۔ (5) ضرار' ان دونوں کی والدہ نتیلہ عمریہ تھی۔ (6) حمزہ' (7) مُقوَم' ان دونوں کی والدہ ہالہ بنت وہیب تھی۔ (8) ابولہب عبدالعزیٰ' اس کی والدہ بنوخزاعہ سے تھیں۔ (9) حارث' ان کی والدہ صفیہ تھیں جن کا تعلق بنو عامر بن صَعْصَعَہ سے تھا۔ (10) غیداق' ان کا نام حجل تھا اور ماں کا نام مَمْنَعَہ تھا۔ اور عبدالمطلب کی چھ بیٹیاں تھیں: (1) صفیہ (2) ام حکیم بیضاء (3) عاتکہ (4) اُمیمہ (5) اروٰی (6) برّہ۔

آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے صرف حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور پھوپھیوں میں سے بالاتفاق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ لمبی عمر پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 20 ہجری میں فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔

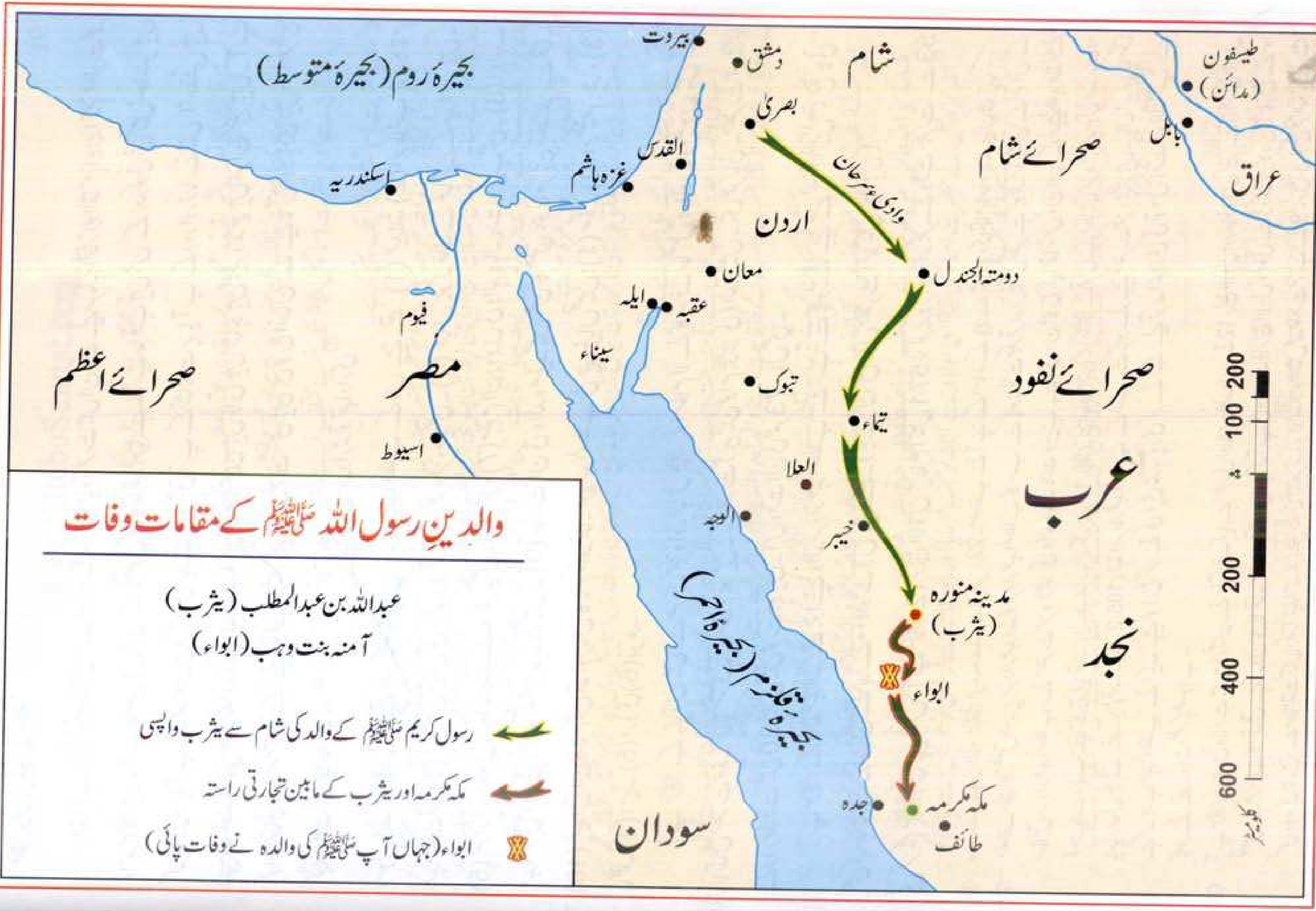
آپ ﷺ کے والد عبداللہ تھے جو اپنے والد سردار عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔② انہیں "ذبیح ثانی" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے بدلے ۱۰۰ اونٹ ذبح کیے گئے۔ (جب کہ ذبیح اوّل حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں)

نبی کریم ﷺ کی پیدائش: آپ ﷺ 12 ربیع الاوّل③ عام الفیل 571ء کو بروز سوموار فجر کے وقت ہجرت سے 53

① محمد رسول اللہ ﷺ از محمد رضا' ص: 22۔ مصنف نے آپ کے اسماء کے بارے میں مروی تمام احادیث بیان کی ہیں۔

② مصنف رحمہ اللہ کا مطلق طور پر سردار عبداللہ کو سردار عبدالمطلب کا سب سے چھوٹا لختِ جگر قرار دینا محلِ نظر ہے کیونکہ مؤرخین کے اقوال کے مطابق سردار عبدالمطلب نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت وہیب سے اسی دن نکاح کیا تھا جس دن ان کے بیٹے عبداللہ نے آمنہ بنت وہب سے نکاح کیا تھا۔ (الطبقات الکبری: 95/1) نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ سے دو یا چار سال بڑے تھے۔ (الإصابة: 105/2) لہٰذا سردار عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب عبدالمطلب نے ایک بیٹے کو ذبح کرنے کی اپنی نذر پوری کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو اس وقت عبداللہ سب سے چھوٹے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

③ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے' طبری اور ابن خلدون نے 12 ربیع الاول اور حافظ ابن کثیر نے 10 ربیع الاول لکھی ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دن پیر کا تھا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ کی ولادت 9 ربیع الاول کو ہوئی ہے کیونکہ پیر کا دن 9 تاریخ کے سوا کسی دوسری تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا' لہٰذا "تاریخ دول العرب والاسلام" میں محمد طلعت عرب نے 9 تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے ☜



والدینِ رسول اللہ ﷺ کے مقامات وفات
عبداللہ بن عبدالمطلب (یثرب)
آمنہ بنت وہب (ابواء)
رسول کریم ﷺ کے والد کی شام سے یثرب واپسی
مکہ مکرمہ اور یثرب کے مابین تجارتی راستہ
ابواء (جہاں آپ ﷺ کی والدہ نے وفات پائی)
بحیرۂ روم (بحیرۂ متوسط)
بیروت
دمشق
شام
طیفون
(مدائن)
بابل
عراق
بصریٰ
صحرائے شام
القدس
غزہ ہاشم
اسکندریہ
اردن
معان
دومتہ الجندل
عقبہ
ایلہ
فیوم
سیناء
مصر
صحرائے اعظم
صحرائے نفود
تبوک
تیماء
اسیوط
العلا
عرب
الوجہ
خیبر
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
ابواء
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
سودان
200
100
200
400
600

سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ایک رائے کے مطابق آپ 30 اگست 570ء کو پیدا ہوئے۔

آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ اوران کے علاوہ ثویبہ اسلمیہ' خولہ بنت منذر اور ام ایمن نے دودھ پلایا اور سب سے زیادہ دودھ حلیمہ بنت ابی ذوئیب سعدیہ نے پلایا۔

آپ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب شادی سے تھوڑی دیر بعد مکہ مکرمہ سے شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ واپسی پر یثرب (مدینہ منورہ) میں بحالت مرض قیام کیا۔وہاں ان کے ماموں بنونجار رہتے تھے۔آپ مریض تھے اس لیے ان کے پاس ایک ماہ ٹھہرے حتی کہ وہیں فوت ہوگئے۔اس وقت ان کی عمر 25 سال تھی۔بعض نے 28 سال بھی لکھی ہے۔ ابھی ان کے بیٹے حضرت محمد ﷺ کے حمل کو صرف دو ماہ ہوئے تھے۔

575ء یا 576ء میں آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر مدینہ منورہ گئیں تا کہ آپ اپنے ننھیال بنونجار سے ملاقات کر سکیں۔بنونجار آپ کے دادا عبدالمطلب کے بھی ننھیال تھے۔جب وہ واپس مکہ مکرمہ آ رہی تھیں تو راستے میں بیمار ہوگئیں اور ابواء کے مقام پر وفات پا گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔رسول اللہ ﷺ اس وقت چھ سال کے تھے اور آمنہ 30 سال کی تھیں۔

آپ کی حبشی خادمہ ام ایمن برکہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنی نگہداشت میں لے لیا اور بحفاظت آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا۔وہ بھی دو سال بعد 578ء میں وفات پا گئے۔پھر آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔582ء میں جب آپ کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر گئے۔قافلہ بصریٰ شہر میں ٹھہرا جہاں بحیریٰ راہب کا عبادت خانہ تھا۔آپ ﷺ جنگ فجار میں بھی شریک ہوئے۔یہ جنگ قریش اور بنو کنانہ و ہوازن کے درمیان ہوئی۔اس وقت آپ 15 سال کے تھے۔خود رسول اللہ ﷺ نے جنگ فجار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:"میں اپنے چچاؤں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا میں ان کو تیر پکڑاتا تھا۔"

---

c نیز تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء کو ہوئی تھی۔محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے:

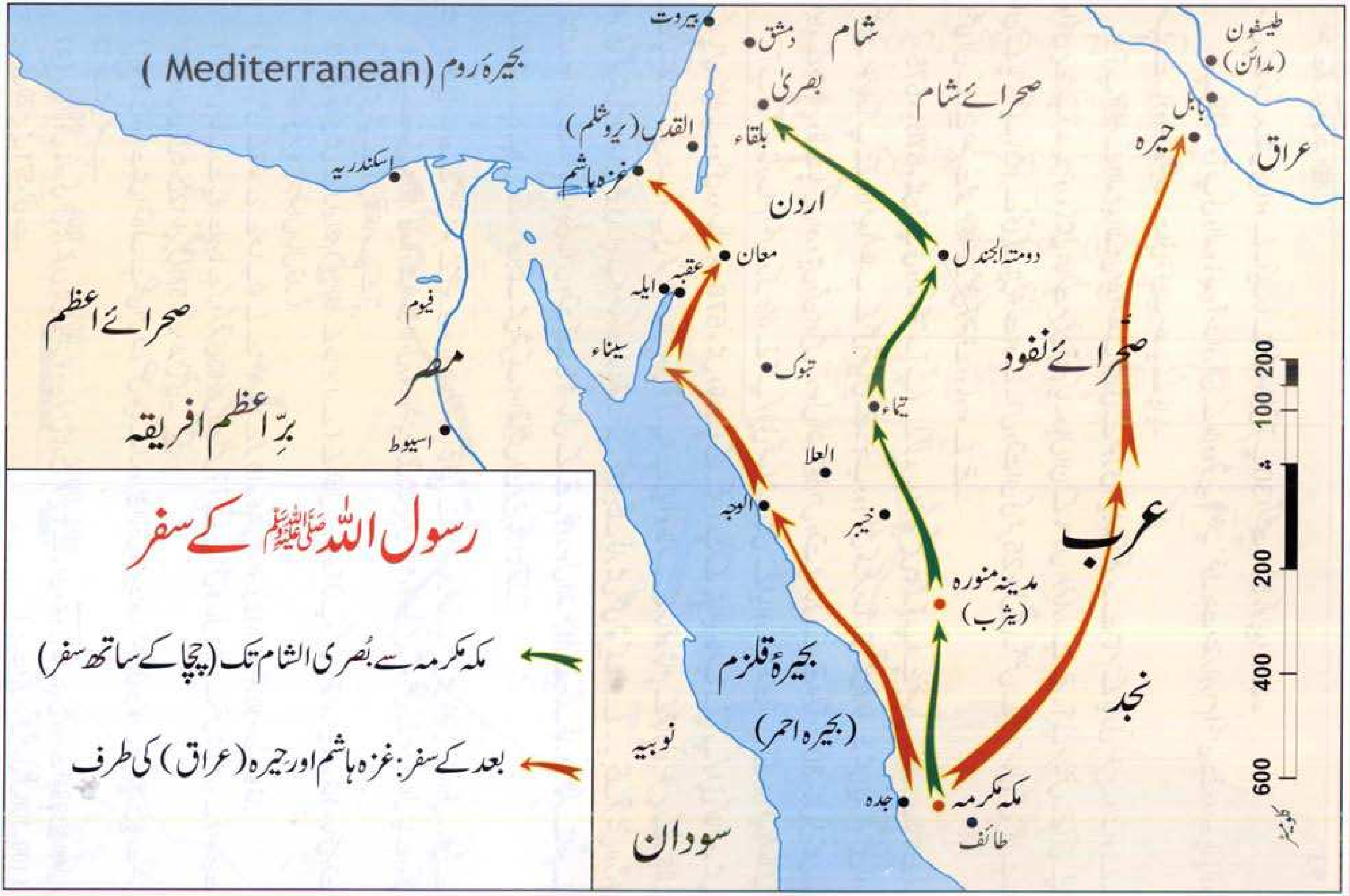
(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (نبی ﷺ کے صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب کو گہن لگا تھا اور سن 10ھ تھا (اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔)

(۲) ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ 10ھ کا گہن 7 رجنوری 632ء کو 8 بجکر 30 منٹ پر لگا تھا۔

(۳) اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری 63 برس پیچھے ہٹیں تو آپ کی پیدائش کا سال 571ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12 راپریل 571ء کے مطابق تھی۔

(۴) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور تاریخ 8 سے لیکر 12 تک میں منحصر ہے۔

(۵) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً 9 ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء بنتی ہے۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی ص 108۔109)



رسول اللہ ﷺ کے سفر
مکہ مکرمہ سے بُصری الشام تک (چچا کے ساتھ سفر)
بعد کے سفر: غزہ ہاشم اور حیرہ (عراق) کی طرف
(Mediterranean) بحیرۂ روم
بیروت
دمشق
شام
بصریٰ
بلقاء
صحرائے شام
طیسفون
(مدائن)
بابل
حیرہ
عراق
القدس (یروشلم)
اسکندریہ
غزہ ہاشم
اردن
معان
دومۃ الجندل
عقبہ
ایلہ
فیوم
صحرائے اعظم
مصر
سیناء
تبوک
صحرائے نفود
تیماء
برِّ اعظم افریقہ
اسیوط
العلا
الوجہ
خیبر
عرب
مدینہ منورہ
(یثرب)
بحیرۂ قلزم
(بحیرہ احمر)
نجد
نوبیہ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
سوڈان
200
100
200
400
600

آپ ﷺ حلف الفضول میں شریک ہوئے۔ یہ جنگ فجار سے قریش کی واپسی کے وقت کی بات ہے۔ قریش عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اللہ کی قسم اٹھا کر عہد کیا کہ "ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے حتی کہ اس کی حق ادائی ہو جائے۔" آپ بعد میں فرمایا کرتے تھے: "میں نہیں چاہتا کہ مجھے اس حلف الفضول کے بدلے میں سرخ اونٹ دیے جاتے۔ اگر آج بھی مجھے ایسے حلف کی طرف دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔"[1]

جب آپ ﷺ کی عمر 25 سال ہوگئی تو آپ 595ء میں ایک معزز قریشی خاتون خدیجہ بنت خویلد کا تجارتی سامان لے کر شام تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ بھی تھا۔ جب شام سے واپسی ہوئی تو میسرہ نے حضرت خدیجہ کو آپ ﷺ کے آنکھوں دیکھے اوصاف بتائے: "جب دوپہر ہوتی تھی اور گرمی زیادہ ہوتی تھی تو دو فرشتے دھوپ میں آپ پر سایہ کرتے تھے۔" اس نے تفصیل سے بیان کیا کہ آپ سامان کیسے فروخت کرتے تھے اور عام لوگوں سے دگنا منافع ہوتا تھا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی انتہائی عقل مند، مال دار اور معزز خاتون تھیں۔ نسب کے لحاظ سے بھی بلند مرتبہ تھیں، ذاتی عظمت و شرافت کے لحاظ سے بھی بے مثال تھیں۔ جاہلیت میں بھی ان کو "طاہرہ" اور "سیدۂ قریش" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے انہیں شادی کی پیش کش کی تھی مگر انہوں نے قبول نہ کی تھی۔ مگر جب انہوں نے میسرہ سے آپ ﷺ کی شخصیت کا حقیقی تعارف سنا تو بہت متاثر ہوئیں اور خود شادی کے بارے میں سلسلہ جنبانی کی۔ بالآخر آپ ﷺ ان کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 25 سال تھی اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال تھی۔

حضرت ابراہیم کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی سب اولاد انہی سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ آپ کی باقی اولاد کی ترتیب یوں ہے: قاسم، طیب (طاہر)، رقیہ[2]، زینب، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں آپ متفقہ طور پر "الامین" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اہل مکہ آپ کے پاس ہجرت مدینہ تک اپنی امانتیں بے دھڑک رکھتے رہے۔ مدینہ منورہ جاتے وقت آپ اپنی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے تاکہ وہ امانتیں واپس کرسکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں واپس کرنے کے بعد ہجرت کی۔

جب وحی کے دن قریب آ گئے تو آپ ﷺ کو علیحدہ رہنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ آپ غارِ حرا میں الگ بیٹھ کر کئی کئی راتیں عبادت کرتے رہتے۔ آپ دین ابراہیمی کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 سال ہوگئی تو جبریل علیہ السلام پیغام نبوت لے کر آئے۔ سب سے پہلی قرآنی وحی آپ کی پیدائش کے اکتالیسویں برس بروز پیر 17 رمضان المبارک کو آپ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر قمری لحاظ سے چالیس سال چھ ماہ آٹھ دن تھی۔ شمسی لحاظ سے یہ واقعہ 6 اگست 610ء کو غارِ حرا میں پیش آیا۔

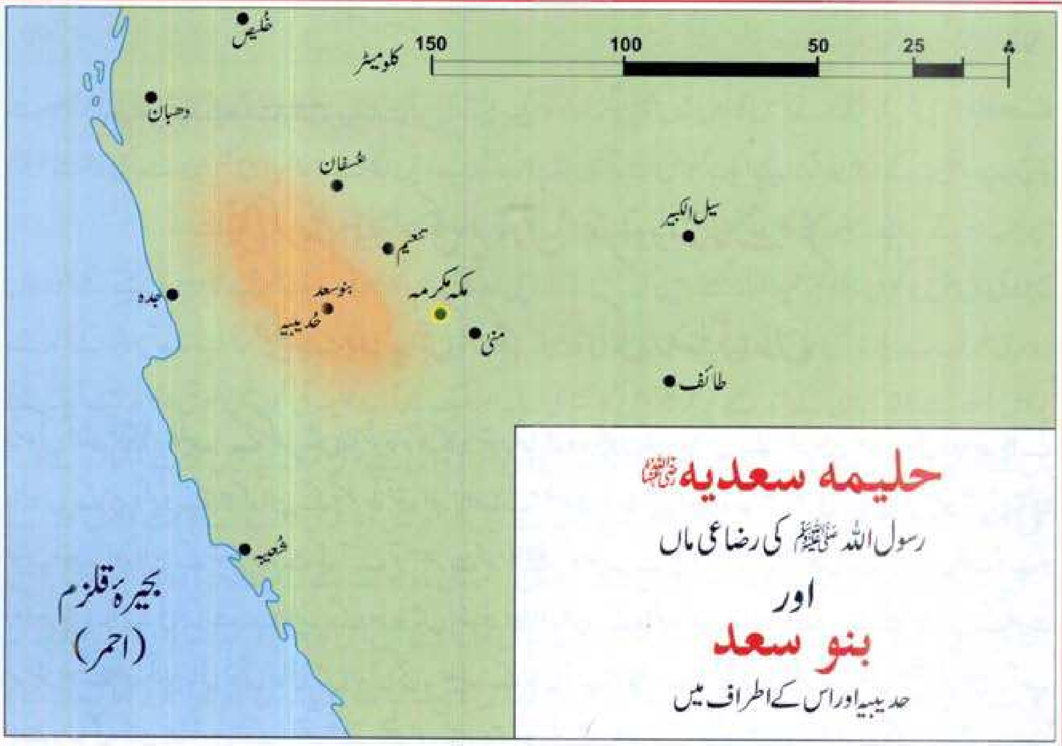
---

[1] ابن سعد: 129/1

[2] مصنف محترم نے رقیہ کا نام زینب سے پہلے لکھا ہے جبکہ علامہ شبلی نعمانی نے بیان کیا ہے کہ اہل سیرکا اتفاق ہے کہ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔

آزاد بالغ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ' عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ' آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

www.KitaboSunnat.com



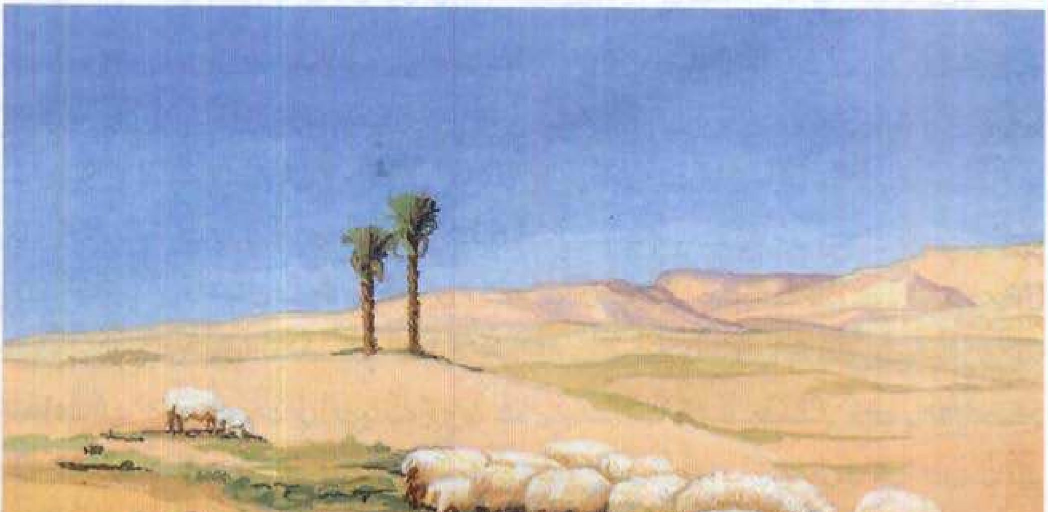
حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں

اور

بنو سعد

حدیبیہ اور اس کے اطراف میں



عرب کا دیہاتی ماحول

نبی کریم ﷺ کی پرورش' سفر اور مقامات سفر

حلیمہ سعدیہ نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں

رسول اللہ ﷺ حلیمہ کے گھر میں: شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ وہ بچوں کو پیدائش کے آٹھ دن بعد بدوی دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر دیتے تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہو جائیں اور وہ خالص عربی زبان بھی سیکھ لیں' چنانچہ حلیمہ سعدیہ اور ان کے شوہر حارث مکہ آئے تو حضرت محمد ﷺ کو حلیمہ کے سپرد کر دیا گیا جنھوں نے دو سال تک آپ کو دودھ پلایا۔ آپ کی برکت سے حلیمہ کے دودھ میں اضافہ ہوا اور ان کے جانور بھی زیادہ دودھ دینے لگے' نیز ان کے کھیت سرسبز ہو گئے اور قحط سالی خوش حالی میں بدل گئی۔ حلیمہ کے ہاں آپ ﷺ نے آٹھ ماہ کی عمر میں پہلی گفتگو فرمائی۔ آپ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلتے تھے اور تین برس کی عمر میں ان کے ساتھ بکریاں چرانے بھی جاتے رہے۔ آپ کی ولادت کے چوتھے یا پانچویں سال وہیں شق صدر کا واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد حلیمہ آپ کو مکہ چھوڑ گئیں۔

خیبات بنو سعد: جدہ سے 30 میل پر اور مکہ سے 10 میل دور حدیبیہ واقع ہے۔ آج کل اسے شُمیسی کہتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ بنو سعد حدیبیہ کے آس پاس اور طائف کے نواح تک آباد تھا۔ طائف کے قریب خیبات کے علاقے میں حلیمہ کا تعلق شحطہ نامی پہاڑی گاؤں سے تھا جو سڑک کے راستے مکہ سے تقریباً 150 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جبکہ سیدھا پہاڑی راستہ 60 کلومیٹر کے لگ بھگ ہے۔ طائف سے یمن جانے والی شاہراہ پر 20 کلومیٹر جائیں تو شقصان کے مقام سے دائیں طرف سڑک نکلتی ہے جو خیبات تک لے جاتی ہے۔ خیبات کا مرکزی مقام الصحن ہے جہاں آبادی اور بازار ہے۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (4) ص 66,65 پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

شیماء رضی اللہ عنہا: حضرت حلیمہ بنت ابی ذُویب کے شوہر حارث بن عبداللہ بعثت نبوی کے بعد مکہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب رضاعت کے لیے نبی ﷺ خیبات بنو سعد میں لائے گئے تھے تو حلیمہ کی بیٹی شیماء پانچ چھ سال کی تھیں جنھوں نے ننھے محمد ﷺ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ وہ آپ کو گود میں لیے پھرتی تھیں۔ انھی شیماء کی وجہ سے حارث رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو شیماء تھی۔ عبداللہ بن ابو شیماء' نبی ﷺ کے رضاعی بھائی' آپ کے ہم عمر اور دودھ شریک تھے۔ غزوہ ہوازن کے موقع پر قیدیوں میں شیماء بھی آئیں۔ نبی ﷺ نے انھیں پہچان لیا اور ان کی تکریم کی اور انھیں ان کے خاندان میں واپس بھیج دیا۔ اصابہ میں ہے کہ وہ اس موقع پر مسلمان ہو گئیں۔ ان کی رعایت سے بنو ہوازن کے 6 ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور ان کے اموال بھی لوٹا دیے گئے۔

شحطه: نبی کریم ﷺ نے جس گاؤں میں بچپن گزارا وہ ایک پہاڑی پر آباد ہے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت باغ ہے۔ حلیمہ کے مکان کے نیچے ایک کنواں ہے جس میں اب ٹیوب ویل لگا ہے۔ غالباً اسی کنویں سے نبی رحمت ﷺ سیراب ہوتے رہے۔ حلیمہ کا مکان محفوظ کرنے کے لیے اس کا سارا احاطہ مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

یہودی کی پیش گوئی: ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ ''نبی ﷺ اپنی رضاعی ماں کا صرف ایک طرف کا دودھ پیتے تھے اور ماں دوسری طرف سے پلانا بھی چاہتی تو نہ پیتے کہ یہ بھائی کا حصہ ہے۔ بچپن میں کسی بات پر مچل کر آپ نے شیماء کے کندھے پر اس زور سے کاٹا کہ ان کے کندھے پر عمر بھر اس کا نشان رہا۔ اور ایک بار آپ حلیمہ کی گود میں سوق عکاظ جیسے ایک میلے میں گئے تو ایک یہودی فال گو نے آپ کو دیکھ کر شور مچا دیا: ''یہودیو! دوڑو اس بچے کو قتل کرو۔ یہ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے گا۔''

شق صدر: نبی ﷺ 2 سال کے ہوئے تو حلیمہ آپ کو مکہ لے گئیں مگر شہر میں وبا پھیلی ہونے کے باعث واپس شحطہ لے آئیں۔ سیرت ابن اسحٰق میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ''واپس آکر تین ماہ ہوئے تھے کہ ایک روز وہ بچہ (محمد ﷺ) اپنی رضاعی بہن کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے بکریوں کے پاس تھا۔ اتنے میں اس کا بھائی (عبداللہ) دوڑتا آیا اور کہا کہ میرے قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آئے اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ میں اور میرا شوہر بھاگ کر گئے تو دیکھا کہ وہ بچہ کھڑا ہے اور اس کا رنگ فق ہے۔ اس کے باپ نے اسے لپٹا کر پوچھا: ''بیٹا! تجھے کیا ہوگیا؟'' اس نے کہا: ''سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے، مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پیٹ پھر ویسا ہی کر دیا جیسا وہ تھا۔'' حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم اسے گھر واپس لائے تو میرے شوہر نے کہا: حلیمہ مجھے ڈر ہے، اس بچے کو کچھ ہو نہ جائے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے اس کے گھر پہنچا دیا جائے، چنانچہ ہم اسے اس کی ماں کے پاس مکہ لے گئے۔'' ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حلیمہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے۔ فتح مکہ کے بعد حلیمہ رضی اللہ عنہا جعرانہ کے مقام پر ملیں تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر بتایا: ''یہ میری ماں ہیں، انہوں نے مجھے دودھ پلایا تھا۔''

شام کا پہلا سفر: نبی کریم ﷺ نے شام کا پہلا سفر بارہ سال کی عمر میں ابو طالب اور حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ کیا جو تجارت کی غرض سے شام گئے تھے۔ اس سفر کے وقت آپ ﷺ کی عمر تیرہ چودہ سال بیان کی جاتی ہے۔ آپ اپنے دونوں چچاؤں کے ہمراہ یثرب، تیماء اور دومۃ الجندل سے ہوتے ہوئے بُصریٰ (شام) پہنچے۔ بُصریٰ میں آپ کی ملاقات نصرانی راہب بحیرا سے ہوئی جس کا اصل نام برجیس تھا۔ بحیرا نے نبی ﷺ کو دیکھ کر پیشگوئی کی کہ آپ (ﷺ) اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور یہ کہ آپ دونوں جہانوں کے سردار ہیں اور اللہ آپ کو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گا۔

زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے چچا اور شریک تجارت تھے۔ حضرت آمنہ نے حضرت عبداللہ کا ترکہ زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کاروبار میں لگا دیا تھا۔ نبی ﷺ نے دس برس کی عمر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کا سفر کیا۔ اس سفر میں آپ کے دوسرے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے جو یمن سے عطر لا کر ایام حج میں فروخت کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کئی سفر کیے جو کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔

سائب بن عبداللہ مخزومی (رضی اللہ عنہ) بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ میرے شریک تجارت تھے کتنے اچھے شریک تھے۔ نہ کھینچا تانی کرتے نہ جھگڑا کرتے تھے۔'' آپ ﷺ نے حیرہ اور غزہ کے تجارتی سفر بھی کیے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی زمانہ جاہلیت میں نبی ﷺ کے شریک تجارت تھے۔ وہ تیل اور چمڑا فروخت کرتے تھے۔

نبی ﷺ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عزیز خُزیمہ بن حکیم سُلمی رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ (الاصابہ جلد 2 ص 242)

حِیرہ: یہ شہر کوفہ سے 3 میل جنوب مغرب میں واقع تھا۔ عہد جاہلیت میں یہ بنولخم کے بادشاہ نعمان بن منذر کا دارالحکومت تھا۔ بقول زجاجی، حیرہ کا بانی مالک بن زبیر قضاعی تھا۔ آج کل اسے نجف کہتے ہیں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرقد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تبع یمن جب لشکر لے کر اس علاقے سے گزرا تو راستہ بھول گیا اور اس کے حیران و پریشان ہونے کے باعث اس کا نام حیرہ پڑ گیا۔ قدیم حیرہ کے کھنڈر نجف کے شمال میں ملتے ہیں۔ (معجم البلدان جلد 2)

غَـزّہ: چونکہ یہاں نبی کریم ﷺ کے جد امجد ہاشم کا انتقال ہوا اور یہیں وہ دفن ہوئے، اس لیے اس شہر کو غزہ ہاشم کہا جاتا ہے۔ یہیں امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ پیدا ہوئے، پھر ہجرت کر کے شام چلے گئے۔ غزہ اور عسقلان (اسرائیل کے زیر قبضہ) کے مابین دو فرسخ (6 میل) کا فاصلہ ہے۔ غزہ کی پٹی کا سب سے بڑا شہر غزہ ہے جو بحیرۂ روم کے ساحل پر اسرائیل اور مصر کے درمیان واقع ہے۔ غزہ کی پٹی جو 67-1948ء کے دوران میں مصر میں شامل تھی، جون 67ء کی جنگ میں اس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔ غزہ کی پٹی مجوزہ فلسطینی ریاست میں شامل ہوگی۔ یہاں دیگر بڑے قصبے خان یونس، رفح اور دیر البلح ہیں۔

مدینہ سے العلا	520 کلومیٹر تقریباً	خیبر سے تیماء	250 کلومیٹر تقریباً
العلا سے مدائن صالح	40 کلومیٹر تقریباً	تیماء سے تبوک	266 کلومیٹر تقریباً

راہب بحیرا (بحیریٰ) کا گرجا: رومی عہد میں اُسقفیہ کبریٰ کی وجہ سے بصریٰ میں ایک باسلیق (مخروطی دار القضاء) قائم تھا۔ اس کے قریب سینٹ سرجیئس کی خانقاہ تھی جس میں ایک بڑا گرجا بھی تھا جس کی دیواریں اور محراب ابھی تک باقی ہیں۔ یہیں بحیرا راہب کی اقامت گاہ تھی جس نے نبی کریم ﷺ کی آیندہ رسالت کی اس وقت گواہی دی جب آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ بُصریٰ آئے تھے۔

جامع مسجد مَبرک النّاقہ: یہ مسجد بُصریٰ میں اس مقام پر واقع ہے جہاں اس اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیے تھے جو قرآن مجید کے ''شامی'' نسخے کو لیے جا رہا تھا۔ ''بہت قدیم'' مسجد مبرک کے ساتھ ایک حنفی مدرسہ تھا جو اس کے پہلو میں 530ھ/1136ء میں بنایا گیا تھا۔ مسجد مبرک کے گرداگرد ایک مشہور قبرستان تھا جو اب بھی باقی اور شہر کے جنوبی مقبرۂ شہداء کا جوڑ ہے۔

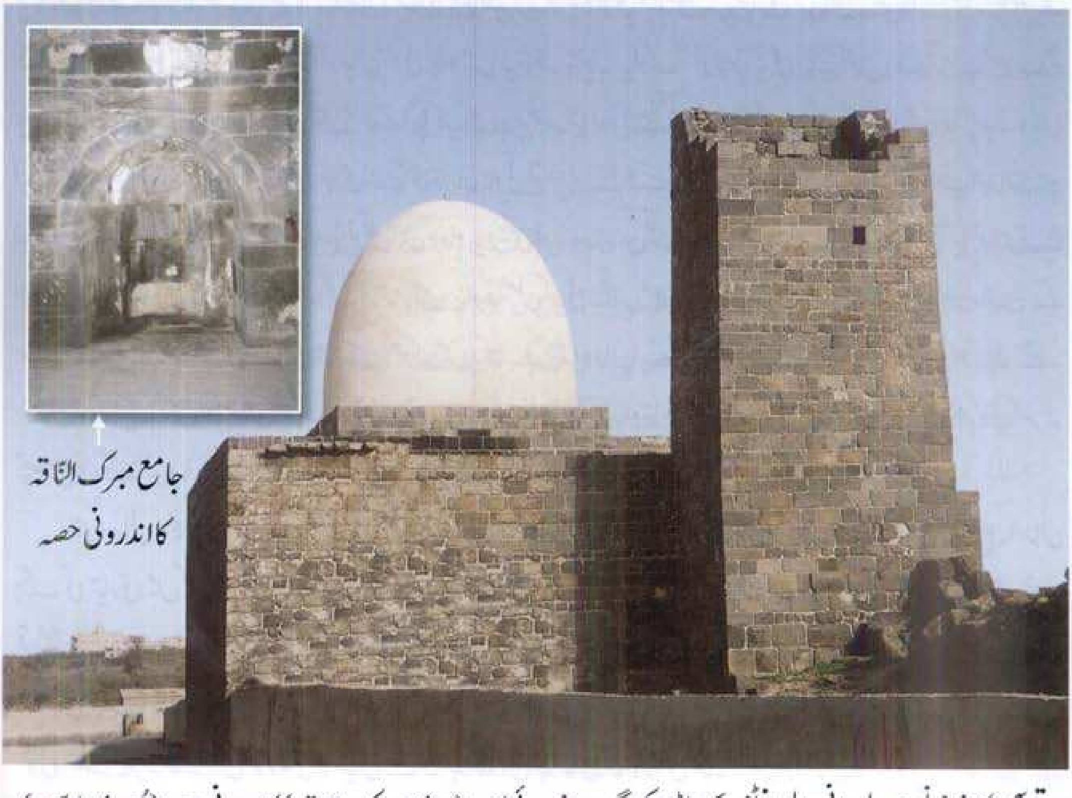
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)



بحیری راہب کی خانقاہ کا بیرونی منظر (بُصری الشام)



بُحیری راہب کی خانقاہ کا اندرونی منظر



جامع مبرک الناقہ کا اندرونی حصہ

قرآن کا شامی نسخہ لے جانی والی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ پر بنی ہوئی مسجد (جامع مبرک الناقہ) کا بیرونی حصہ (بُصری الشام)

جنگ فجار

(590-580ء)

اس جنگ کو جنگ فجار اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لڑائی حرمت والے مہینے میں ہوئی اور یہ بہت فسق و فجور والی بات تھی۔ یہ جنگ عکاظ کے مقام پر ہوئی اور بہت سی حرمتیں پامال کی گئیں۔ جنگ فجار چار مرحلوں میں ہوئی:

- پہلی جنگ فجار بنوکنانہ اور بنوہوازن کے درمیان ہوئی جنھیں قیس عیلان بھی کہا جاتا تھا۔
- دوسری جنگِ فجار قریش اور بنوکنانہ کے درمیان ہوئی۔
- تیسری جنگ فجار بنوکنانہ اور بنونصر بن معاویہ کے درمیان ہوئی۔
- چوتھی جنگ فجار قریش اور بنوکنانہ نیز ہوازن کے درمیان ہوئی۔

نبی کریم ﷺ اس آخری جنگ فجار میں شریک ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۵ سال تھی۔

آخری جنگ فجار کا سبب: حیرہ کے حاکم نعمان بن منذر نے عکاظ کی منڈی میں تجارتی سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھیجے۔ بنوہوازن کے سردار ''عروۃ الرجال'' کی پناہ میں یہ قافلہ پہنچا۔ یہ لوگ ''اُوارہ'' نامی ایک کنویں کے قریب ٹھہرے تو بنوکنانہ کے ایک شخص ''بَرّاض بن قیس'' نے اچانک عروہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا' پھر بھاگ کر خیبر میں جا چھپا۔ وہاں ایک مشہور شاعر بشر بن ابی خازم اسدی سے ملاقات ہوئی تو اس نے اسے پورا واقعہ بتا دیا اور کہا کہ یہ بات عبداللہ بن جُدعان' ہشام بن مغیرہ' حرب بن امیہ' نوفل بن معاویہ دیلمی اور بلعاء بن قیس تک پہنچا دے۔ بشر عکاظ میں گیا تو اس نے ان کو یہ بات بتا دی۔ انہوں نے بھاگ کر حرم میں پناہ حاصل کر لی۔ قیس عیلان کو بھی اسی دن یہ خبر پہنچ گئی۔ بنوہوازن کے سردار ابو براء نے کہا قریش نے ہمیشہ ہمیں دھوکہ میں رکھا ہے' لہٰذا وہ ان کے پیچھے بھاگے مگر وہ حرم میں داخل ہو چکے تھے۔ بنو عامر کے ایک شخص ادرم بن شعیب نے بلند آواز سے کہا: ''ہمارا تمہارا مقابلہ انہی دنوں آئندہ سال ہوگا اور ہم کوئی کسر نہ چھوڑیں گے۔''

اس سال عکاظ کی منڈی بھی نہ لگی۔ قریش' کنانہ' بنواسد بن خزیمہ اور ان کے دوسرے حلیف قبائل نے پورا سال جنگ کی تیاری میں گزارا۔ قیس عیلان (بنوہوازن) نے بھی بھرپور تیاری کی۔ اگلے سال دونوں فریق آمنے سامنے تھے۔ قریش کے سردار عبداللہ بن جدعان' ہشام بن مغیرہ' حرب بن امیہ' ابو اُحَیحَہ سعید بن عاص' عتبہ بن ربیعہ' عاص بن وائل' معمر بن حبیب جُمَحِی اور عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار تھے۔ یہ سب مساوی حیثیت سے نکلے۔ ان کا کوئی متفقہ امیر نہ تھا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ عبداللہ بن جُدعان سالارِ اعلیٰ تھا۔

ادھر قیس عیلان کے سردار ابو براء عامر بن مالک بن جعفر‘ سبیع بن ربیعہ بن معاویہ نصری‘ اس کا بھائی ربیعہ بن معاویہ‘ دُرَید بن صِمّہ‘ مسعود بن معتب‘ ابومعتب‘ ابوعروہ بن مسعود‘ عوف بن ابی حارثہ مُرّی اور عباس بن رعل سُلَمی تھے۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ کمانڈر تھے۔

بعض مؤرخین کے مطابق ان کا سالار اعلیٰ ابو براء تھا اور جھنڈا اسی کے ہاتھ میں تھا‘ نیز صف بندی بھی اسی نے کی۔ مقابلہ شروع ہوا تو آغاز میں بنوہوازن اور ان کے حلفاء کی شکست کے آثار نظر آتے تھے لیکن پچھلے پہر شکست قریش اور کنانہ کا مقدر بنی۔ قیس عیلان نے خوب قتل کا بازار گرم کیا حتی کہ قریش کے ایک سردار عتبہ بن ربیعہ نے صلح کا نعرہ لگایا۔ اتفاق اس بات پر ہوا کہ مقتول شمار کیے جائیں۔ قریش نے قیس عیلان کے زائد مقتولوں کی دِیَت ادا کی۔ جنگ ختم ہوگئی اور فریقین اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

نبی اکرم ﷺ بھی اس جنگ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ موجود تھے۔ بعد میں آپ نے فرمایا: ’’میں اس جنگ میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتا تھا۔‘‘

حِلف الفُضُول (پاکیزہ لوگوں کا حِلف): قریش فجار کی جنگ سے لوٹے تو یہ معاہدہ قائم ہوا اور یہ بہترین معاہدہ تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے سب سے پہلے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ نتیجتاً بنو ہاشم‘ بنوزہرہ اور قبیلہ تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے۔ اس نے سب کے لیے کھانا تیار کیا۔ سب نے مل کر اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد کیا کہ ’’ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے جب تک اسے اس کا حق نہیں مل جاتا۔‘‘

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ’’میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ابن جدعان کے گھر والے حلف کے بجائے مجھے سرخ اونٹ مل جاتے۔ قابل تعریف ہیں بنو ہاشم‘ بنوزہرہ اور قبیلہ تیم جنھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ مظلوم کا ساتھ دیں گے جب تک سمندر میں ایک قطرہ پانی بھی موجود ہے۔ اگر آج بھی مجھے اس معاہدہ کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔‘‘[1]

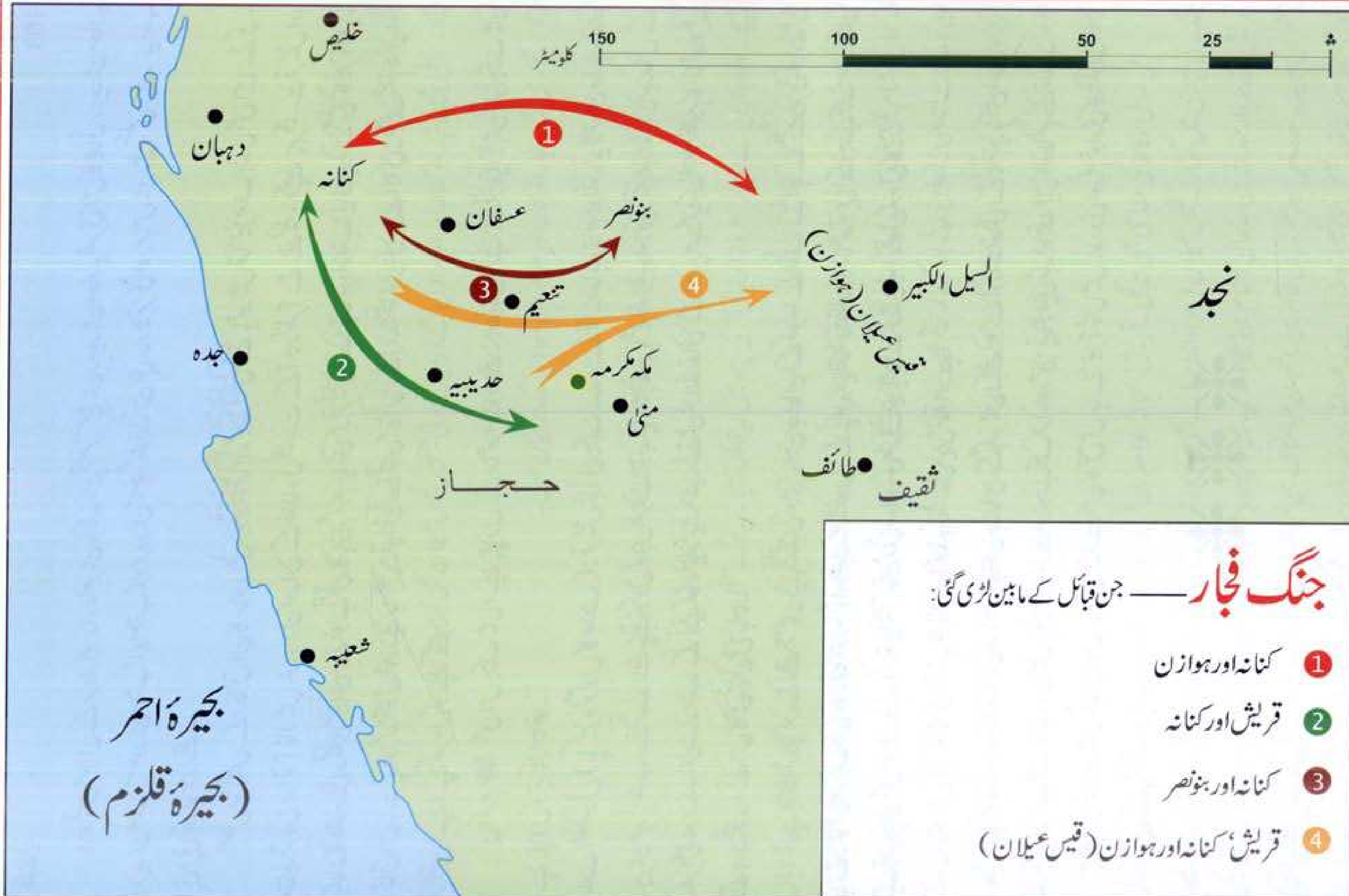
علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب ’’السيرة النبوية‘‘ میں یوں مرقوم ہے:

’’بنو ہاشم‘ بنوزہرہ اور بنوتیم بن مرہ‘ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر باہمی معاہدہ کیا کہ جب تک سمندروں میں پانی موجود ہے اور جب تک حراء اور ثبیر پہاڑ اپنی جگہ موجود ہیں‘ وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں یکجان ہوں گے حتی کہ اسے اس کا حق مل جائے‘ نیز آپس میں ہمدردی اور غم خواری کا سلوک کریں گے۔‘‘[2]

---

① ابن سعد: 129/1

② السيرة النبوية‘ ابن كثير: 257/1


جنگ فجار —— جن قبائل کے مابین لڑی گئی:
1 کنانہ اور ہوازن
2 قریش اور کنانہ
3 کنانہ اور بنونصر
4 قریش، کنانہ اور ہوازن (قیس عیلان)
کلومیٹر 150 100 50 25 0
خلیص
دہبان
کنانہ
عسفان
بنونصر
تنعیم
قیس عیلان (ہوازن)
السیل الکبیر
نجد
جدہ
حدیبیہ
مکہ مکرمہ
منیٰ
طائف
ثقیف
حجاز
شعیبہ
بحیرۂ احمر
(بحیرۂ قلزم)

www.KitaboSunnat.com

جنگ فجار کے مقامات

السَّیل الکبیر: یہ مکہ سے تقریباً 94 کلومیٹر پر قدرے شمال مشرق میں اور طائف سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ یہ ایک برساتی نالہ ہے جسے قدیم زمانے میں نخلہ کہتے تھے۔ ۲ھ نخلہ میں مسلمانوں کی ایک ٹولی اور مکہ کے تجارتی قافلے میں جھڑپ ہوئی تھی جو غزوۂ بدر کا ایک سبب بنی تھی۔

عرب ذی قعدہ کی پہلی تاریخ کو عُکاظ میں جمع ہو جاتے تھے جو سیل الکبیر کے پاس تھا۔ عکاظ میں 20 روز گزار کر مجنہ میں آ جاتے۔ سوق مجنہ کے میلے میں دس روز گزارتے اور ذوالحجہ کا ہلال دیکھ کر ذو المجاز میں چلے جاتے۔ یہاں آٹھ روز رہتے، پھر 8 ذوالحجہ کو حج کے لیے عرفات میں آ جاتے...... ان میں سے سوق عکاظ بہت مشہور تھا۔ حرب فجار بھی یہیں ہوئی تھی۔ مکہ سے اب ایک روزنامہ عکاظ بھی نکلتا ہے۔

رسالت مآب ﷺ بھی اپنے لڑکپن میں یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ نے قس بن ساعدہ کا شیریں اور موثر خطبہ سنا تو آخر عمر تک اس کا تاثر نبی ﷺ کے ذہن میں رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گویا میں اب بھی اپنی آنکھوں سے قس بن ساعدہ کو سوق عکاظ میں ایک سجے ہوئے اونٹ پر بیٹھے دیکھتا ہوں اور وہ اپنی شیریں کلامی سے لوگوں کے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔'' (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (4) عرفات...... پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

السیل الکبیر ایک کھلی وادی میں واقع ہے اور اس میں جا بجا چائے کی دکانیں ہیں...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہی السیل الکبیر وہ قرن المنازل ہے جس کو حدیث میں اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قرن المنازل اس کے دائیں طرف ایک پہاڑ کا نام ہے اور یہ اس کے قریب اور سیدھ میں واقع ہے، اس لیے طائف اور نجد کی طرف سے آنے والے تمام حاجی یہیں (السَّیل الکبیر) سے احرام باندھتے ہیں۔ ایک شاندار نئی مسجد بھی یہاں بنی ہوئی ہے۔

(سفرنامہ ارض القرآن۔ روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص 131)

تَنعِیم: یہ مکہ سے کم وبیش 18 کلومیٹر شمال مغرب میں ہے۔ اس کے دائیں جانب پہاڑ نعیم اور بائیں جانب ناعم تھا اور وادی کو نعمان کہا جاتا تھا۔ اس وجہ سے اس کا نام تنعیم مشہور ہوا۔

عُسفان: یہ حدیبیہ سے تقریباً 30 کلومیٹر شمال میں ہے۔ مکہ سے عسفان تقریباً 42 کلومیٹر شمال مغرب میں ہے۔ عہد نبوی میں یہ مکہ اور جُحفہ کے درمیان ایک گھاٹ تھا۔ ایک قول کے مطابق سیلاب کی سختی اور تباہی کے باعث اس کا یہ نام پڑ گیا تھا۔

حُدَیبیہ: یہ مقام جو صلح حدیبیہ کے لیے مشہور ہے، مکہ مکرمہ کے مغرب میں تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ جدہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 48 کلومیٹر ہے۔ آج کل اُسے شُمیسی کہتے ہیں۔

خُلیص: یہ مکہ سے مدینہ کی جانب شمال مغرب میں ایک قلعہ تھا۔ مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 90 کلومیٹر ہے۔

طائف: سعودی عرب کا یہ شہر حجاز میں مکہ کے جنوب مشرق میں جبل غزوان پر واقع ہے جس کی بلندی 1630 میٹر ہے۔ طائف کی آبادی سوا دو لاکھ (سے زائد) ہے۔ موسم گرما میں اس کی آب و ہوا خوشگوار ہوتی ہے۔ یہاں کے انار اور انگور اور عطریات مشہور ہیں۔ (المنجد فی الاعلام)

طائف سعودی مملکت کا گرمائی صدر مقام ہے۔ طائف سے مشرق میں الریاض اور جنوب میں ابہا' جیزان اور نجران کو شاہراہیں نکلتی ہیں۔

طائف کے شمال میں وادیٔ حنین میں شوال 8ھ میں غزوۂ حنین پیش آیا تھا جس میں ہوازن اور ثقیف قبائل نے شکست کھائی اور طائف میں قلعہ بند ہوگئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر طائف کا محاصرہ کرلیا جو طول پکڑنے پر اٹھالیا گیا۔ 9ھ میں بنو ثقیف نے اسلام قبول کرلیا جب ان کا وفد مدینہ پہنچا اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے طائف پہنچ کر ان کے باطل معبود ''لات'' کو نابود کردیا۔ مشہور سپہ سالار ابوعبید ثقفی' مختار ثقفی' گورنر عراق حجاج بن یوسف' اور فاتح سندھ محمد بن قاسم کا تعلق قبیلہ ثقیف ہی سے تھا۔ طائف میں 1982ء میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی تیسری کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔

پہلے طائف کا مکہ سے فاصلہ 96 کلومیٹر تھا جو جدید سڑک سے 65 کلومیٹر رہ گیا ہے۔

جنگ فجار میں حصّہ لینے والے قبائل

بنو ہوازن: یہ عدنانی قبیلہ ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد تھا اور طائف کے شمال میں وادیٔ حنین اور یمن کی طرف نجد میں آباد تھا۔ بکر بن ہوازن سے اس قبیلے کی تین شاخیں تھیں: بنوسعد بن بکر' بنو معاویہ بن بکر اور بنو مُنَبِّہ بن بکر۔ یہ بہت جنگجو قبیلہ تھا۔ پہلے ہوازن اور اس کی ایک شاخ ثقیف میں جنگ اثنان بپا ہوئی۔ پھر ہوازن اور قریش میں یوم شمطہ کا معرکہ بپا ہوا۔ بعد میں بنو ہوازن نے پہلی ''جنگ فجار'' بنوکنانہ سے اور چوتھی ''جنگ فجار'' قریش سے لڑی۔ (معجم قبائل عرب جلد 3)

قیس عیلان: یہ قبیلہ قیس بن عیلان بن مضر سے منسوب ہے۔ قیس عیلان یمن کی طرف نجد کے علاقے میں اور طائف کے شمال میں حنین کے گردونواح میں بستے تھے۔ قبیلہ ہوازن بھی قیس عیلان کی ایک شاخ تھا اور اس کا جدامجد ہوازن بن منصور' قیس بن عیلان کی چوتھی پشت میں تھا۔

کِنانہ: قریش کے جدامجد کنانہ بن خزیمہ کی اولاد میں بنوکنانہ مکہ کے شمال مغرب میں عُسفان' دھبان اور خُلیص کے درمیان آباد تھے۔ پہلی ''جنگ فجار'' کنانہ اور ہوازن کے درمیان ہوئی تھی دوسری ''جنگ فجار'' کنانہ اور قریش کے مابین برپا ہوئی۔

بنی نصر بن معاویہ: یہ عدنانی قبیلہ ہوازن (قیس عیلان) کی ایک شاخ ہے اور نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن سے منسوب ہے۔ یہ لوگ طائف کے مشرق میں وادی لیہ میں رہتے تھے۔ ان کی بستیاں جلدان (قرب طائف میں) اور ابراق

(نجد) میں تھیں اور ان کے چشمے بردان (حجاز) اور احامرہ نامی تھے۔ انہوں نے جنگ غطفان میں عبداللہ بن صمہ کے ساتھ شرکت کی۔ درید بن صمہ نے بنویربوع کے لیے جو جنگیں لڑیں ان میں یہ درید کے مددگار تھے۔ بنونصر بن معاویہ نے تیسری جنگ فجار میں بھی شرکت کی اور غزوۂ حنین میں ثقیف اور ہوازن کا ساتھ دیا۔ (معجم قبائل العرب جلد 3)

نوٹ: اطلس السیرۃ النبویۃ (عربی) میں بنونصر کو صفحہ 53 پر اور نقشے (ص 55) میں ''بنونضر'' لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔

ثقیف: یہ قبیلہ طائف کے گردونواح میں رہتا تھا۔ بنوثقیف کا جدامجد قسی عرف ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور تھا۔ گویا یہ قبیلہ بنوہوازن کی ایک شاخ تھا۔ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین پیش آیا جس میں ہوازن اور ثقیف نے جان توڑ مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس جنگ میں ہوازن وثقیف کا سپہ سالار مالک بن عوف تھا۔ (معجم قبائل العرب جلد 1)

حِلف الفضول

حرب فجار کے بعد ذی قعدہ کے مہینے میں پانچ قریشی قبائل کے درمیان ایک عہد نامہ طے پایا جسے "حلف الفضول" کہتے ہیں۔ ان قبائل کے نام یہ ہیں:

(۱) بنو ہاشم (۲) بنومطلب

(۳) بنواسد (۴) بنوزہرہ

(۵) بنوتیم

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ زبید (یمن) کا ایک آدمی سامان تجارت لے کر مکہ آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے سامان خرید لیا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ اس نے بنوعبدالدار، بنومخزوم، بنو جُمَح، بنوسہم اور بنوعدی سے فریاد کی، لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، چنانچہ اس نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر چند اشعار میں اپنی مظلومیت کا نقشہ کھینچا اور آواز لگائی کہ کوئی اس کا حق دلانے کے لیے اس کی مدد کرے۔ اس پر زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے دوڑ دھوپ کی، چنانچہ مذکورہ قبائل کے افراد بنوتیم کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے، خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کے مطابق عاص بن وائل سے زبیدی کا حق لے کر اس کے حوالے کیا۔

اس عہد و پیمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھے اور شرف رسالت سے مشرف ہونے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میں عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدہ میں شریک ہوا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر مجھے اس کے لیے دور اسلام میں بلایا جاتا تو میں اسے یقیناً قبول کرتا۔" (الرحیق المختوم ص 77)

حُمُس ......"قریش کی بدعت"

حُمُس، حَمِسَ سے مشتق ہے جس کا معنی شدت اختیار کرنا ہے۔ اُحْمَسُ، حَمِسُ اور مُتَحَمِّسُ متشدد شخص کو کہتے ہیں۔ یعنی جو شخص دین میں اپنے لیے تشدد اختیار کرے۔ (اَحْمَس کی جمع حُمُس ہے)

قریش نے یہ بدعت ایجاد کی: ابن اسحاق لکھتے ہیں: "قریش نے حمس کا نہ صرف عقیدہ ایجاد کیا' بلکہ اس کو عمل میں بھی لے آئے تھے لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ ایجاد واقعۂ فیل سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ وہ سمجھتے تھے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں' حرم کے باسی ہیں' بیت اللہ کے متولی ہیں اور خاص مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں' لہٰذا کسی دوسرے عربی کی وہ قدر و منزلت نہیں جو ہماری ہے۔ دوسرے لوگ بھی ہمارا مرتبہ عام عربوں سے بلند سمجھتے ہیں' لہٰذا ہمیں حِل (حلال مقامات) کی وہ تعظیم نہیں کرنی چاہیے جو حرم کی کرتے ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو عرب ہمارے احترام میں کمی کریں گے اور کہیں گے کہ قریش حِل (حلال مقامات) کی بھی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جیسے حرم کی کرتے ہیں' اس لیے انہوں نے حج میں وقوف عرفات ختم کر دیا کیونکہ وہ حرم سے باہر ہے' بلکہ وہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے' حالانکہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ عرفات بھی ارکان حج میں سے ہے اور ابراہیمی دین میں قابل احترام جگہ ہے۔ اسی لیے وہ دوسرے لوگوں کے لیے عرفات جا کر واپس آنا ضروری سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم حرم کے باسی ہیں' لہٰذا ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم حرم سے باہر جائیں اور حرم کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی تعظیم کریں۔ ہم حمس ہیں اور حمس اہل حرم ہیں۔ پھر انہوں نے یہ حق ان لوگوں کو بھی دے رکھا تھا جو ان کی عورتوں سے پیدا ہوں خواہ وہ حرم میں رہیں یا حِلّ میں' خواہ وہ ان کی نسل سے ہوں یا نہ ہوں۔"[1]

وہ قبائل جو قریش کے اس عقیدے کو تسلیم کرتے تھے: بنو کنانہ اور بنو خزاعہ بھی ان کے اس عقیدے میں شامل تھے۔ مؤرخ ابن ہشام کہتے ہیں: "مجھے ابو عبیدہ نحوی نے بتایا کہ بنو عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بھی اس مسئلہ میں ان کے ساتھ شامل تھے۔"

قریش نے حمس کے عقیدے میں یہ اضافہ بھی کر لیا تھا کہ حمس (قریش اور ان کی اولاد) کے لیے احرام کی حالت میں مناسب نہیں کہ وہ پنیر بنائیں، گھی نکالیں' اونٹ کی مینگنی اٹھائیں' بالوں سے بنے ہوئے کسی خیمے میں داخل ہوں یا کوئی سایہ حاصل کریں۔ بالفرض سایہ حاصل کرنا ضروری ہو تو وہ چمڑے کے خیمہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر انہوں نے مزید اضافہ کر لیا اور کہنے لگے باہر سے حرم آنے والے لوگوں کو یہ جائز نہیں کہ وہ حِلّ سے لایا ہوا کھانا کھائیں بلکہ حج و عمرہ کے دوران میں ضروری تھا کہ وہ ان سے لے کر کھانا کھائیں اور جب وہ بیت اللہ کا پہلا طواف کریں تو اپنے کپڑوں میں نہ کریں بلکہ حُمس

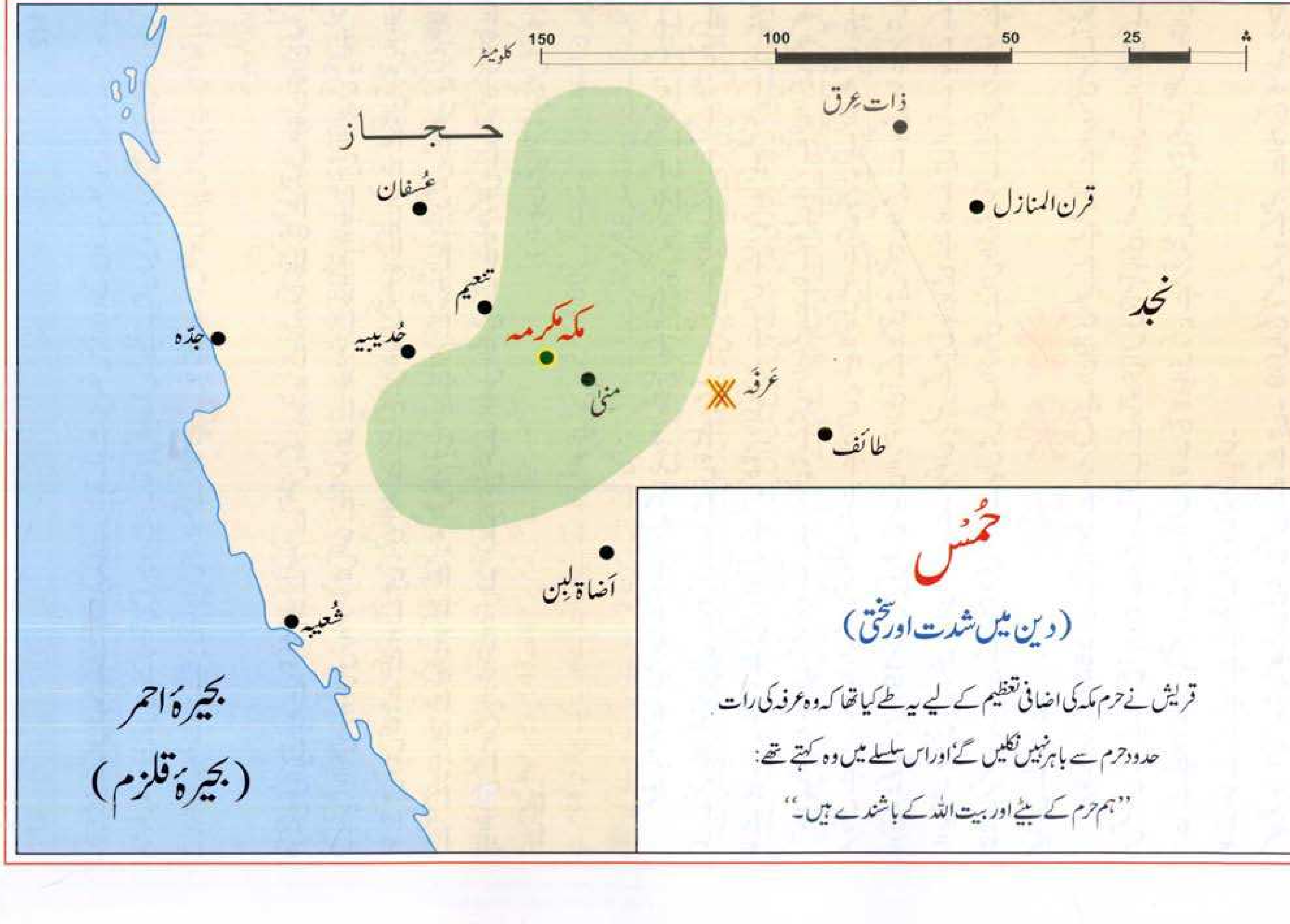
---

① ابن هشام: 199/1

سے کپڑے لے کر کریں۔ اگر ان سے کپڑے نہ ملیں تو وہ ننگے ہی طواف کر لیں۔ اگر کوئی شخص حِل سے لائے ہوئے کپڑوں میں طواف کر بیٹھے تو وہ طواف کے بعد اتار پھینکے اور انہیں استعمال نہ کیا جائے۔ اور پھر کبھی نہ وہ شخص انہیں ہاتھ لگائے اور نہ کوئی دوسرا آدمی ہاتھ لگائے۔

رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے پہلے بھی اس مسئلے میں حمس کی مخالفت کی تھی۔ آپ نے عام لوگوں کے ساتھ اونٹ پر عرفات میں وقوف فرمایا تھا اور بعثت کے بعد اسلام نے حُمس کے ان خیالاتِ باطلہ کو رد فرمادیا اور حکم دیا: ﴿ثُمَّ اَفِيضُوا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ ''پھر وہاں سے لوٹو جہاں سے عام لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' (البقرة: 2/199)

لہٰذا حجۃ الوداع کے سال سب لوگوں نے عرفات میں وقوف کیا اور وہاں سے لوٹ کر آئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حُمس کے باطل خیالات کو ختم فرمادیا اور اسلام کی برکت سے لوگوں کو قریش کی اس بدعت سے نجات مل گئی۔



حُمْس

(دین میں شدت اور سختی)

قریش نے حرم مکہ کی اضافی تعظیم کے لیے یہ طے کیا تھا کہ وہ عرفہ کی رات حدودِ حرم سے باہر نہیں نکلیں گے اور اس سلسلے میں وہ کہتے تھے:

''ہم حرم کے بیٹے اور بیت اللہ کے باشندے ہیں۔''

اضافی توضیحات وتشریحات

حُمس

قریش کی ایک بدعت: قریش مکہ نے حرم سے متعلق دیگر بدعات کے علاوہ مناسک حج سے وقوفِ عرفات خارج کردیا تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر میں لکھا ہے: ''مزدلفہ کے بعد حرم کے حدود ختم ہوجاتے ہیں اور جہاں یہ حدود ختم ہوتے ہیں وہاں نشانات لگے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ سے پہلے حج میں اور لوگ تو عرفات تک جاتے تھے لیکن قریش مزدلفہ سے آگے نہ بڑھتے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں' اس لیے حرم کے حدود سے باہر نہ نکلیں گے لیکن نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد خداوندی ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ کے تحت عام لوگوں کے ساتھ خود بھی عرفات تک گئے۔'' (سفرنامہ ارض القرآن۔ص 121)

عرفات

عرفہ یا عرفات' مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں پندرہ سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر جبلِ رحمت کے دامن میں واقع ہے۔ مکہ سے تقریباً 8 کلومیٹر پر منیٰ ہے اور منیٰ سے اتنے ہی فاصلے پر عرفہ ہے۔ منیٰ سے مزدلفہ کے راستے آگے بڑھیں تو ایک خاصے چوڑے برساتی نالے کی گزرگاہ آتی ہے جس کا نام وادیٔ عُرنہ ہے۔ اس کے اوپر قریباً ایک کلومیٹر کے اندر چودہ کشادہ پل بنے ہوئے ہیں۔ مسجد نمرہ کے قریب برساتی نالے میں ذرا سا خم ہے۔ نالے کا پل پار کرتے ہی دائیں ہاتھ مسجد نمرہ آتی ہے۔ دور سامنے ذرا بائیں ہاتھ کو جبلِ رحمت ہے اور اس پر سفید لاٹھ کی صورت میں پتھر کی ایک لوح نظر آتی ہے۔ وادیٔ عُرنہ کو پار کریں تو 19 سڑکیں تیر کی طرح سیدھی اور متوازی آگے بڑھتی ہیں جنہیں دائیں سے بائیں سات سڑکیں زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہیں۔ یہی میدانِ عرفات ہے۔ سڑکوں پر نمبر لگے ہیں' جابجا پل بنے ہوئے ہیں اور آنے جانے کے نشانات مرتسم ہیں۔ سڑکوں کے ان متوازی خطوط کے جال میں ایک دائرہ بھی ہے' اس دائروی سڑک نے جبلِ رحمت کو اپنے محیط میں لے رکھا ہے۔

عرفات سال کے 354 دن بے آباد ہوتا ہے اور صرف ایک دن 9 ذی الحجہ کے لیے شہر بنتا ہے اور وہ بھی صرف آٹھ دس گھنٹوں کے لیے۔ یہ صبح آباد ہوتا ہے اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام آبادی رخصت ہوجاتی ہے اور حُجاج ایک رات کے لیے مزدلفہ میں جامقیم ہوتے ہیں۔ وقوفِ عرفات حج کا بنیادی رکن ہے مگر قریش مکہ نے اپنی جھوٹی عظمت وشان کا سکہ بٹھانے کے لیے اپنے لیے وقوفِ عرفہ کو ساقط کردیا تھا۔

مسجد نمرہ: اس مسجد میں مسجد نبوی کی طرح صحن رکھے گئے ہیں۔ 9 ذی الحج کو مسجد نمرہ کے منبر سے امام حج کا خطبہ پڑھتا

ہے اور اس کے بعد ظہر اور عصر نمازوں کے دو دو فرض قصر پڑھے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے 10 ھ میں 7 مارچ 632ء کو حجۃ الوداع کے موقع پر دوپہر کو یہاں ایک خیمے میں آرام فرمایا تھا۔ جب دوپہر ڈھلی تو سامنے کی پہاڑی پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا' اسی لیے اب اس پہاڑی کو جبلِ رحمت کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قصواء نامی اپنی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تھا۔

جبلِ رحمت: اسے جبلِ عرفہ بھی کہتے ہیں۔ عرفہ عربی میں اونچی اور نمایاں جگہ کو کہا جاتا ہے' اس لیے یہ نام پڑ گیا۔ جبل رحمت کا قطر قریباً 100 میٹر ہے اور یہ 60 میٹر بلند ہے۔ یہ پہاڑی ہلکے سبزی مائل چھوٹے بڑے پتھروں اور بھربھری مٹی سے بنی ہے۔ اوپر جانے کے لیے بھورے پتھروں کو جوڑ کر سنگی سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ جبل رحمت پر لوحِ سفید عین اس جگہ ایستادہ کی گئی ہے جہاں نبی ﷺ کی اونٹنی قصواء حجۃ الوداع کے روز کھڑی تھی۔ لوح سفید کے نیچے پتھروں سے بنا ہوا چھوٹا سا چبوترہ ہے جس پر ایک منبر رکھا ہے۔ جبل رحمت کے چاروں جانب میدان عرفات ہے۔ چبوترے پر ایک میٹر چوڑی اور پانچ میٹر اونچی دیوار چنی گئی ہے۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر' عرفات (4) پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

قرن المنازل: یہ مکہ سے تقریباً 80 کلومیٹر شمال مشرق میں اہلِ نجد کے لیے میقات ہے اور یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جبکہ طائف سے اس کا فاصلہ 58 کلومیٹر ہے۔ اسے وادیٔ خرم بھی کہتے ہیں۔ غزوۂ طائف سے مکہ آتے ہوئے نبی ﷺ نے یہیں سے عمرے کے لیے احرام باندھا تھا۔ (مزید دیکھیے ''جنگ فجار'' کا ذیلی عنوان ''السیل الکبیر'')

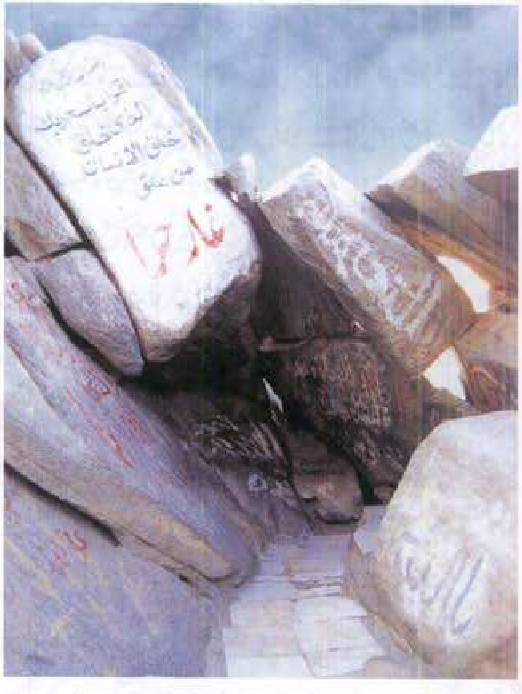
اضاۃ لِبن: یمن کی طرف سے آتے ہوئے یہاں حدودِ حرم کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مکہ سے تقریباً 50 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

ذاتِ عرق: یہ نجد اور حجاز کی حد پر مکہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر ہے۔ یہ اہلِ عراق کے لیے میقات ہے اور اسے نبی کریم ﷺ نے میقات مقرر کیا۔ اصل میں عرق اس علاقے میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے جس سے ذاتِ عرق منسوب ہے۔



حراء کا پہاڑ

غار حراء میں پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ......﴾ نازل ہونے سے تہذیب وتمدن کا وہ نور پھیلا جس سے تمام دنیا روشن ہوگئی۔ ایک قوم زندہ ہوگئی اور شعوب وقبائل کی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب آ گیا۔ عرب جو پہلے دوسروں کے محکوم تھے' اب انسانی تہذیب کے علمبردار بن گئے اور قدرت کو ان سے جو کام لینا تھا وہ انہوں نے انتہائی ذمہ داری اور احسن طریقے سے ادا کیا۔



غار حراء جہاں رسول اکرم ﷺ پر پہلی وحی ﴿اِقْرَاْ﴾ نازل ہوئی

جہاں پہلی وحی نازل ہوئی

کوہِ حرا: اس کے اندر وہ غار ہے جہاں نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل عبادت کیا کرتے تھے۔ یہیں پہلی وحی نازل ہوئی۔ جبل حرا دامن میں کچھ پھیلاؤ رکھتا ہے' پھر اس کے بعد قریباً سیدھا اوپر کو اٹھتا چلا گیا ہے' تاہم اس کی چوٹی نوکیلی نہیں۔ سارا پہاڑ چٹیل یعنی پتھر ہی پتھر ہے۔ اسے جبل نور بھی کہتے ہیں۔

جبلِ نور مکہ مکرمہ کے مشرق میں تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر دور ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 639 میٹر ہے۔ یہ مکہ سے طائف جانے والی سڑک سے قریباً 200 میٹر ہٹ کر ہے۔ پہاڑ کے دامن میں نصف کلومیٹر تک راستہ ہموار ہے اور آگے چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ اوپر چڑھنے کا راستہ مشرقی سمت سے ہے اور چکر کھاتے ہوئے اوپر جاتا ہے۔ جبلِ حرا اور جبلِ ثبیر ایک دوسرے کے بالمقابل واقع ہیں' تاہم کوہ حرا نسبتاً زیادہ بلند ہے۔ کوہ حرا کی چوٹی پر ایک سیاہ رنگ کی جھنڈی نصب ہے۔

غارِ حرا: یہ غار پہاڑ کی چوٹی پر نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کے لیے ساٹھ ستر میٹر نیچے مغرب کی سمت جانا پڑتا ہے۔ نشیب میں اتر کر راستہ پھر بلندی کی طرف جاتا ہے جہاں غارِ حرا ہے۔ غار سے چند قدم پہلے چٹانی تختوں نے راستہ تقریباً بند کر رکھا ہے۔ یہاں پہاڑ 85 درجے کا زاویہ بناتا ہے اور دبلا پتلا آدمی بھی گھسٹے بغیر آگے غار میں نہیں جا سکتا۔ غار پہاڑ کے اندر نہیں بلکہ اس کے پہلو میں قریباً خیمے کی شکل میں اور ذرا باہر کو ہٹ کر ہے۔ کم وبیش نصف میٹر موٹے' پونے دو میٹر تک چوڑے اور تین چار میٹر لمبے چٹانی تختے پہاڑ کے ساتھ اس طرح ٹکے ہوئے ہیں کہ متساوی الساقین مثلث جیسے منہ والا غار بن گیا ہے جس کا ہر ضلع اڑھائی میٹر لمبا اور قاعدہ قریباً ایک میٹر ہے۔ غار کی لمبائی دو سوا دو میٹر ہے اور اس کی اونچائی آگے کو بتدریج کم ہوتی گئی ہے۔ پچھلے حصے کی طرح سامنے کا حصہ بھی کھلا ہے۔ غار کا رخ ایسا ہے کہ سارے دن میں سورج اندر نہیں جھانک سکتا' چنانچہ دہانے سے اندر کو تاریکی ہے جس کے حجاب کو چیر کر آنکھ آگے نہیں دیکھ سکتی۔ (''آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر'' جلد 3)

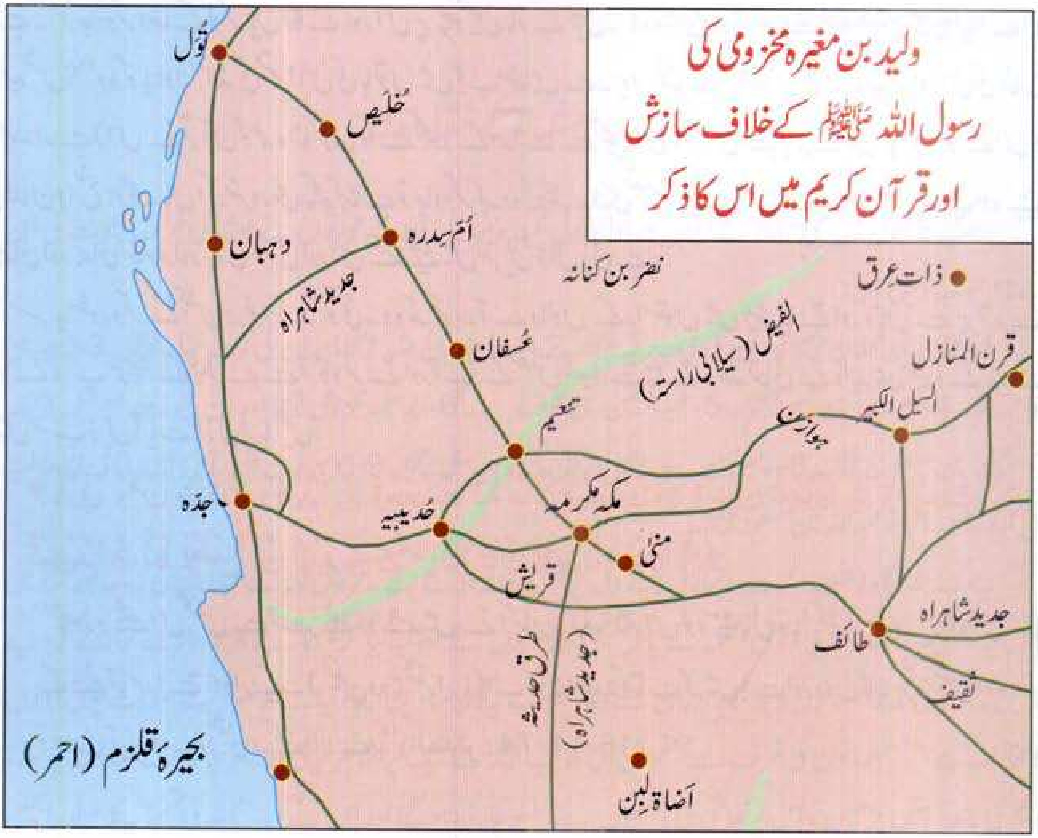
پہلی وحی: نبی کریم ﷺ جب چالیس سال کے ہوئے تو آپ چند روز کی خوراک ساتھ لے کر کوہ حرا پر آتے اور اس غار میں غور وفکر اور عبادت فرماتے تھے۔ یہیں ایک روز جبریل امین نمودار ہوئے اور نبی ﷺ پر سب سے پہلی وحی نازل کی جس کے ذریعے باری تعالیٰ نے آپ کو نبی آخر الزمان مبعوث کیا۔ پہلی دفعہ جب نبی ﷺ نے جبریل کو آسمان کے مشرقی کنارے (بالائی افق) پر معلق دیکھا تو ان کے چھ سو بازو تھے اور ہر بازو اتنا بڑا تھا کہ افق پر چھایا ہوا تھا' پھر جبریل قریب آئے تھے حتیٰ کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ تب انہوں نے آپ کے جسم کو بھینچ کر کہا: ''پڑھیے۔'' آپ نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔'' فرشتے نے آپ کو دوبارہ بھینچا اور پھر پڑھنے کو کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ جبریل نے

تیسری بار بھینچ کر کہا: ''پڑھیے۔'' تو آپ نے ان کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ابتدائی وحی سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل تھی۔

نبی ﷺ حرا سے کانپتے لرزتے ہوئے گھر پہنچے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کمبل اور رضائی اوڑھانے کو کہا' پھر سارا واقعہ سنا کر فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کو بلالائیں جو مسیحی ہونے کے باعث توراۃ اور انجیل کے عالم تھے۔ ورقہ نے آپ کی بات سن کر کہا: ''یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔'' آپ نے حیرت سے پوچھا: ''کیا اس کلام کی وجہ سے میری قوم کے لوگ مجھے نکال دیں گے؟'' ورقہ نے کہا: ''ہاں' آپ جیسا کلام جو بھی لایا' اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا۔''

❋ ❋ ❋

ولید بن مغیرہ مخزومی کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش اور قرآن کریم میں اس کا ذکر



ایک دفعہ موسمِ حج کے موقع پر ولید بن مغیرہ نے مجلس قائم کی اور کہنے لگا: ''اے قریشیو! موسمِ حج آ گیا ہے۔ تمام عرب سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے۔ ظاہر ہے وہ تمہارے اس نبی کے بارے میں سن چکے ہوں گے' اس لیے تم صلاح مشورے سے ایک بات طے کرلو اور سب سے وہی بات کہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ۔ اس سے ایک دوسرے کی تردید ہوگی۔'' قریش نے کہا: ''اے ابوعبدشمس! آپ ہی کوئی مشورہ دیجیے۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔'' اس نے کہا: ''نہیں! تم تجویز پیش کرو' میں تمہاری بات سنتا ہوں۔'' وہ بولے: ''ہم کہیں گے یہ کاہن ہے۔'' وہ کہنے لگا: ''نہیں! اللہ کی قسم! وہ کاہن نہیں۔ ہم نے بڑے کاہن دیکھے ہیں۔ اس کی بات کاہنوں کی چیستاں جیسی نہیں اور نہ ان جیسی تک بندی ہے۔'' وہ بولے: ''اچھا! ہم کہیں گے یہ پاگل ہے۔'' اس نے کہا: ''نہیں یہ پاگل بھی نہیں۔ ہم نے بڑے پاگل دیکھے ہیں اور ہم پاگل پن کو بخوبی جانتے ہیں۔ اس کی باتوں میں نہ تو ان جیسی بے ترتیبی ہے نہ توہمات اور وسوسے۔'' وہ گویا ہوئے: ''اچھا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔'' وہ کہنے لگا: ''یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم ہر قسم کے اشعار' رجز' ہزج' قریض' مقبوض اور مبسوط وغیرہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اس کا کلام شعر نہیں۔'' آخر کار انہوں نے کہا: ''چلو ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔'' وہ کہنے لگا: ''وہ جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے جادوگر بھی دیکھے ہیں اور ان کا جادو بھی' یہ ان کی طرح گرہیں دیتا ہے نہ پھونکیں مارتا

ہے۔'' (جادوگر دھاگے کو گرہیں لگاتے اور اس پر پھونکیں مارتے ہیں۔) وہ زچ ہو کر بولے: ''آخر ہم کہیں کیا اے ابو عبد شمس؟'' وہ گویا ہوا: ''اللہ کی قسم! اس کی باتوں میں عجب مٹھاس ہے۔ یوں لگتا ہے کہ قرآن کی جڑ پائیدار اور اس کی شاخ پھلدار ہے (اس نے قرآن کو عمدہ شاخوں والے کھجور کے درخت سے تشبیہ دی) تم اس کے بارے میں جو بھی کہو گے اس کا بطلان واضح ہو گا۔ ہاں اگر ضرور ہی کچھ کہنا ہے تو جادوگر کہہ دو کیونکہ یہ ایسی تعلیم لایا ہے جس نے جادو کی طرح باپ اور بیٹے' بھائی اور بھائی' خاوند اور بیوی' آدمی اور اس کے قبیلے میں تفریق ڈال دی ہے۔''

یہ مشورہ کر کے مجلس برخواست ہو گئی۔ وہ مکہ مکرمہ آنے والوں کے راستوں میں بیٹھ جاتے اور وہاں سے ہر گزرنے والے کو آپ ﷺ کے خطرے سے آگاہ کرتے اور آپ کے متعلق تفصیلات بتاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں حسب ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿ ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِیۡنَ شُهُوۡدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِیۡدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ٭ۙ﴿۱۵﴾ کَلَّا ؕ اِنَّهٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ﴿ؕ۱۶﴾ ﴾

''چھوڑو مجھے اس شخص سے نمٹ لینے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا' پھر اس کو وسیع مال دیا' کثیر بیٹے دیے اور اس کے لیے تمام راستے ہموار کیے۔ (لیکن وہ ناشکرا رہا) اب وہ یہ امید رکھتا ہے کہ میں اسے اور دوں گا۔ ہرگز نہیں! وہ تو ہماری آیات سے دشمنی رکھنے والا ہے۔'' (المدثر: 74/11-16)

ہجرت حبشہ کے مقامات

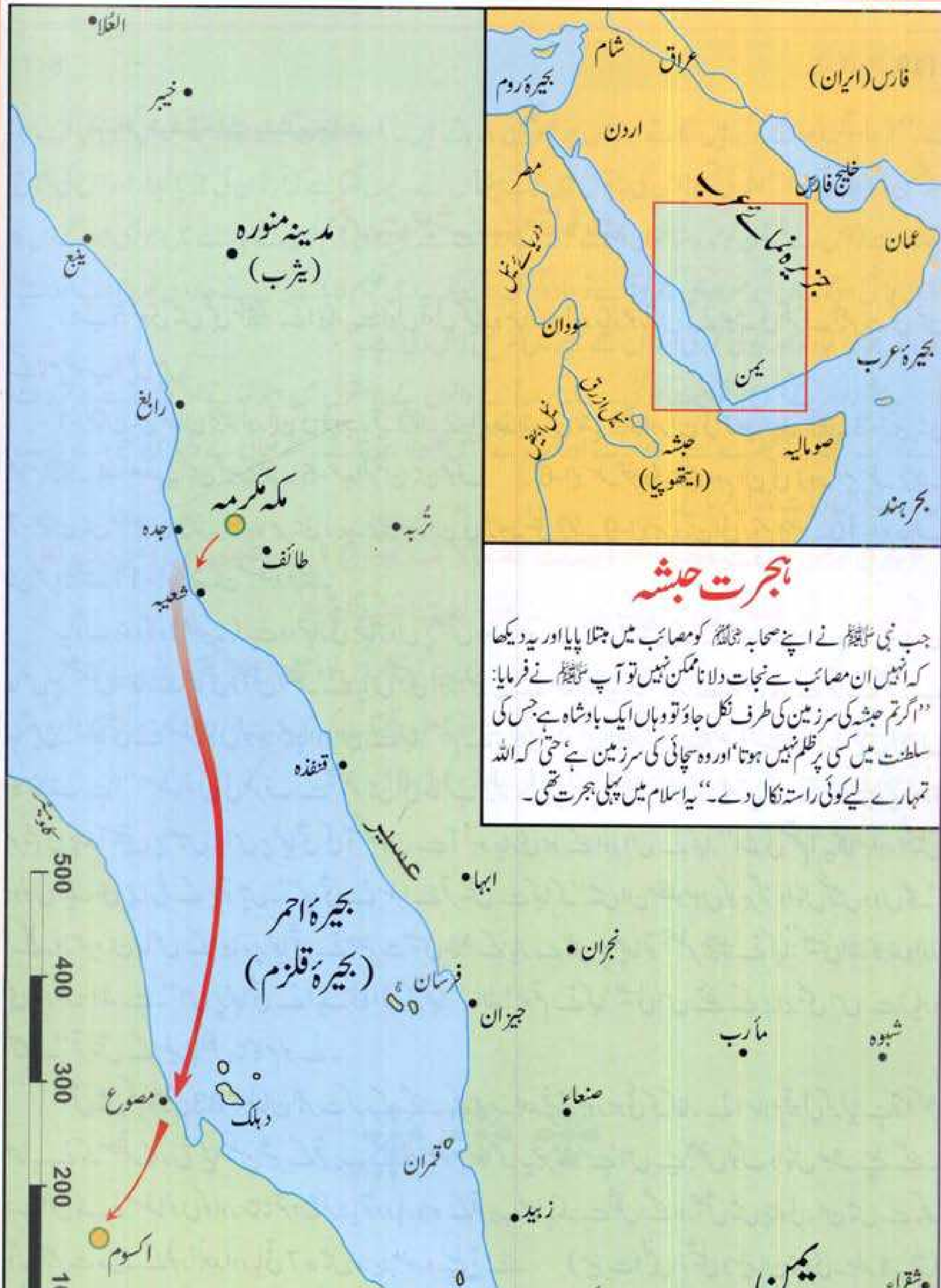
رجب 5 نبوی میں نبی ﷺ کے ایماء سے اول اول گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جن کے نام حسب ذیل ہیں:

1- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا۔ 2- ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ سہلہ رضی اللہ عنہا۔ 3- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ 4- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔ 5- عبدالرحمٰن بن عوف ۔ 6- ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ 7- عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔ 8- عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا۔ 9- ابو سبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ ۔10- ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ 11- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یہ لوگ بندرگاہ (شُعیبہ) سے دو تجارتی جہازوں پر حبش روانہ ہوئے تھے۔ قریش مکہ نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص پر مشتمل سفارت نجاشی، حبش اصحمہ کے پاس بھیجی اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ''ہمارے مجرم ہمارے حوالے کر دیے جائیں۔'' نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: ''تم نے یہ کون سا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کا مخالف ہے؟'' مسلمانوں کی طرف سے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک پر اثر تقریر کی اور پھر نجاشی کے مطالبے پر سورۃ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ اس پر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔'' نجاشی نے سفرائے قریش سے کہا کہ ''میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہیں دوں گا۔'' اگلے روز عمرو بن عاص کے ایماء پر نجاشی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''عیسیٰ اللہ کا بندہ اور نبی اور کلمۃ اللہ ہے۔'' اس پر نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا: ''واللہ! جو تم نے کہا' عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔'' قریش کے سفیر بالکل ناکام لوٹے۔

حبش میں کم و بیش 83 مسلمان ہجرت کر کے گئے۔ کچھ عرصہ بعد خبر مشہور ہوئی کہ کفار نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اکثر صحابہ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا لیکن شہر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے' اس لیے بعض لوگ واپس حبشہ چلے گئے۔ جب اہل مکہ نے مسلمانوں کو اور ستانا شروع کر دیا تو دوبارہ سو کے قریب صحابہ مکہ سے نکل گئے اور حبش میں پناہ لی۔ ان میں سے کچھ لوگ ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اور باقی 7 ھ میں مدینہ منورہ چلے آئے۔ (سیرت النبی از شبلی وسلیمان ندوی۔ جلد 1۔2)

الشُّعَیبہ: یہ بندرگاہ مکہ کے جنوب مغرب میں تقریباً ایک سو کلو میٹر دور بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ جدہ سے بھی تقریباً اتنے ہی فاصلے پر جنوب میں ہے۔ سن 5 نبوی میں قریش کے ستائے ہوئے مسلمانوں کا قافلہ عثمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہیں سے جہاز پر سوار ہو کر حبشہ کو روانہ ہوا تھا۔ اس قافلے میں 12 مرد اور 4 عورتیں تھیں۔ اس واقعہ سے دس برس پہلے



ہجرت حبشہ

جب نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مصائب میں مبتلا پایا اور یہ دیکھا کہ انہیں ان مصائب سے نجات دلانا ممکن نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا' اور وہ سچائی کی سرزمین ہے' حتیٰ کہ اللہ تمہارے لیے کوئی راستہ نکال دے۔'' یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

جب سیلاب سے کعبہ کو نقصان پہنچا تھا تو قریش نے اس کی تعمیر نو کے لیے شعیبہ کے ساحل پر ریت میں پھنسے جہاز کی لکڑی خرید کر حرم کی عمارت میں استعمال کی تھی۔

مصوّع: یہ اریٹیریا کی بندرگاہ ہے۔ اریٹیریا بھاری مسلم اکثریت کا علاقہ ہے جو ماضی میں سلطنت حبشہ کا حصہ رہا۔ انیسویں صدی میں اس پر اٹلی نے قبضہ کرلیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اسے ایتھوپیا (حبشہ) کے تسلط میں دے دیا گیا۔ 1962ء سے 1993ء تک اریٹیریا کے مسلمانوں نے آزادی کی طویل جنگ لڑی مگر جب مئی 1993ء میں آزادی ملی تو عیسائیاس نامی مسیحی صدر مملکت بن بیٹھا جو آج بھی برسر اقتدار ہے۔ حبشہ کو ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا قافلہ شُعَیبہ سے بحری سفر طے کر کے مصوع کی بندگاہ پر اترا تھا جہاں سے وہ اکسوم روانہ ہوا تھا۔ اریٹیریا کا دارالحکومت اسمارا مصوع سے تقریباً 100 کلومیٹر جنوب مغرب میں ہے۔ عصب بھی اریٹیریا ہی کی بندرگاہ ہے۔

اکسُوم: یہ ملک حبش (ایتھوپیا) کا قدیم دارالحکومت تھا۔ اہل حبش اس شہر کو نہایت مقدس سمجھتے تھے اور یہیں شاہانِ حبش کی تاجپوشی ہوتی تھی۔ اکسوم اریٹیریا کی بندرگاہ مصوع سے تقریباً سوا دو سو کلومیٹر جنوب میں ایتھوپی صوبہ تجرے میں واقع تھا جہاں اب تک اس کے کھنڈر باقی ہیں۔

نجاشی: یہ حبشی زبان کے لفظ ''نجوس'' بمعنی بادشاہ کی تعریب ہے۔ نجوس شاہان حبش کا لقب تھا۔ ان کا زمانہ پہلی صدی ق م سے چھٹی صدی ہجری تک یعنی تقریباً 1200 سال رہا۔ عہد نبوی میں یہاں نجاشی اصحمہ حکمران تھا جو عیسائی تھا۔ سب سے پہلا نجاشی جس نے 330ء میں عیسائیت قبول کی، اس کا نام اذینہ تھا۔ مکہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمان اصحمہ کے دربار (اکسوم) میں پہنچے تو اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زبانی دین اسلام کی باتیں سنیں اور قریش مکہ کے وفد کا مطالبہ مسترد کر کے مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ دی۔ اصحمہ نے اسلام قبول کرلیا اور چند سال بعد جب اس کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت طفیل بن عمرو ازدی دوسی رضی اللہ عنہ

(ذوالنور)

حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''میں مکہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ کچھ قریشی میرے پاس آئے (یاد رہے کہ یہ طفیل بہت سمجھ دار شاعر اور سردار تھے) اور کہنے لگے: ''طفیل! تو ہمارے شہر میں آیا ہے۔ یہ شخص جو ہمارے ہاں رہ رہا ہے اس نے ہم کو بہت تنگ کیا ہے اور ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے۔ اس کی باتیں جادو جیسی ہیں۔ یہ باپ اور بیٹے' بھائی اور بھائی' خاوند اور بیوی میں تفریق ڈال دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ یہ شخص تیرے اور تیری قوم کے ساتھ بھی یہی کچھ نہ کرے' لہٰذا تو اس سے کوئی بات کرنا نہ اس کی کوئی بات سننا۔''

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! وہ مجھے مسلسل قائل کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے پختہ عزم کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنوں گا نہ آپ سے کوئی بات چیت کروں گا حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ بھولے سے بھی آپ کی کوئی بات' جسے میں سننا نہیں چاہتا' میرے کان میں نہ پڑ جائے۔''

اتفاقاً میں مسجد میں گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی بات سنا ہی دی۔ مجھے آپ کی بات اچھی لگی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ''ہائے! میری ماں مجھے نہ دیکھے۔ آخر میں شاعر آدمی ہوں' اچھے اور برے کلام سے ناواقف نہیں ہوں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں اس شخص کی بات نہ سنوں؟ اگر اس کی بات اچھی ہوگی تو اسے قبول کر لوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا۔''

میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر گھر کو چلے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ جب آپ گھر میں داخل ہو گئے تو میں بھی داخل ہو گیا اور گزارش کی: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کی قوم کے لوگوں نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی بات سنا دی ہے۔ مجھے تو آپ کی بات اچھی لگی ہے۔ اپنی تعلیم پیش فرمائیے۔'' آپ نے میرے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے قبل کوئی بات اس سے اچھی یا جچی تلی نہ سنی تھی' لہٰذا میں فوراً مسلمان ہو گیا۔ میں نے گزارش کی: ''یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ میری بات مانی جاتی ہے' میں واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی امتیازی نشان عطا فرمائے جس سے مجھے تبلیغ میں آسانی رہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اسے کوئی نشانی عطا فرما دے۔'' طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں اپنی قوم کے پاس آنے کے لیے چلا یہاں تک کہ جب میں اس گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میری قوم دوس کی بستی نظر آنے لگی' تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح نور چمکنے لگا۔ میں نے دعا کی: ''یا اللہ! یہ نور میرے چہرے کے علاوہ

کسی اور چیز میں پیدا ہو۔ مجھے خطرہ ہے لوگ سمجھیں گے میں نے ان کا دین ترک کر دیا ہے' اس لیے میری شکل بگڑ گئی ہے۔''
پھر یہ نور میرے کوڑے کے اوپر کے حصے میں منتقل ہو گیا۔ لوگوں کو یوں نظر آتا تھا جیسے قندیل لٹک رہی ہو۔ میں گھاٹی سے اتر کر بستی میں پہنچا تو میرے والد میرے پاس آئے۔ وہ بہت بزرگ تھے۔ میں نے کہا: ''ابا جان! رک جائیے! میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔'' وہ بولے: ''بیٹا! کیوں؟'' میں نے کہا: ''میں مسلمان ہو گیا ہوں۔'' وہ کہنے لگے بیٹا! جو دین تیرا ہے وہی میرا ہے۔'' وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر میری بیوی آئی اور میں نے اس سے بھی یہی کچھ کہا تو وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ وہ کہنے لگی: ''مسلمان ہونے سے ہمارے بت ذوالشریٰ کی طرف سے تو کسی نقصان کا خطرہ نہیں؟'' میں نے کہا: ''ہرگز نہیں' اس کا میں ضامن ہوں۔''

پھر میں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام لانے میں دلچسپی نہ لی۔ میں واپس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور گزارش کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! دوس نے مجھ پر زنا کو ترجیح دی ہے (انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا) لہٰذا ان کے خلاف بددعا کیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔'' پھر مجھ سے فرمایا: ''واپس اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ انہیں اسلام کی دعوت دو اور نرمی سے کام لو۔'' میں لوٹ آیا اور انہیں اسلام کی دعوت دینے لگا حتی کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور جنگ بدر' احد اور خندق بھی لڑی جا چکیں تو پھر میں اپنی قوم میں سے اسلام لانے والوں کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر میں تھے۔ ہم ستر اسی خاندان پہلے مدینہ منورہ میں فروکش ہوئے' پھر رسول اللہ ﷺ سے خیبر میں جا ملے۔ آپ نے ہمیں بھی دیگر مسلمانوں کی طرح مال غنیمت سے حصہ دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ تک رہا۔ پھر میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے بنو عمرو بن حُمَمَہ کے بت ذوالکفین کو جلانے کے لیے بھیجیے۔'' آپ نے مجھے بھیج دیا۔ میں یہ کام کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا' پھر آپ کی وفات تک آپ کے ساتھ ہی رہا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب بہت سے عرب مرتد ہو گئے تو حضرت طفیل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مرتدین سے جہاد کرنے کے لیے یمامہ پہنچے اور وہیں شہید ہو گئے...... رضی اللہ عنہ ①

① أسد الغابة: 3/77-79 وابن هشام: 1/382-385

اضافی توضیحات و تشریحات

قبائل ازد اور دوس

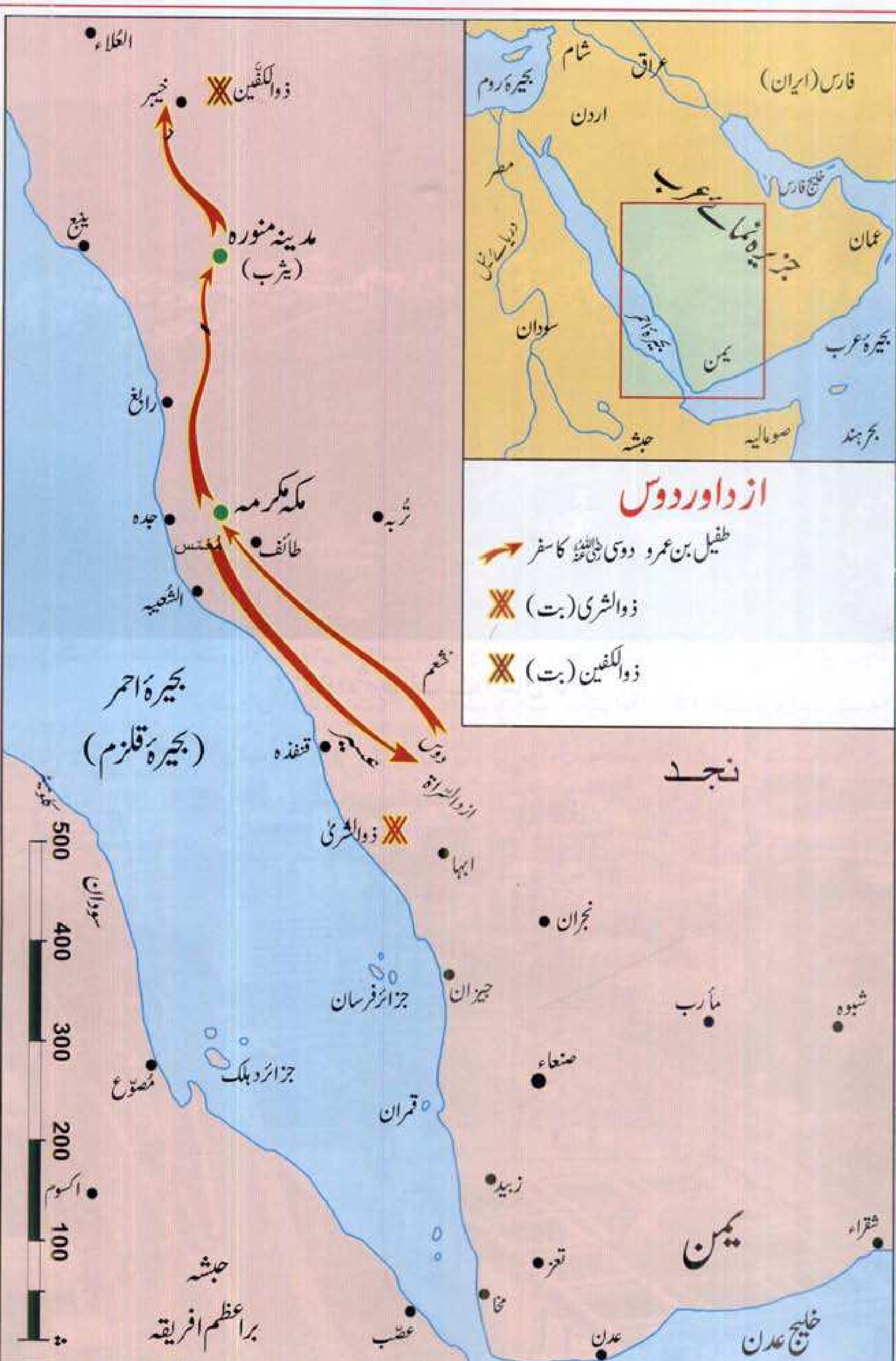
قبائل ازد و دوس سعودی عرب کے موجودہ صوبہ عسیر میں اس مقام کے آس پاس آباد تھے جہاں آج ابہا کا مشہور شہر ہے۔ یہ شہر طائف سے یمن کو جانے والی شاہراہ پر مکہ سے تقریباً ساڑھے تین سو میل جنوب میں ہے۔ ابہا سے ایک سڑک بحیرۂ قلزم کے ساحل پر جیزان کی سعودی بندرگاہ پہنچتی ہے اور دوسری شاہراہ مشرق میں خمیس مشیط سے ہو کر سرحد یمن کی طرف نجران جاتی ہے۔

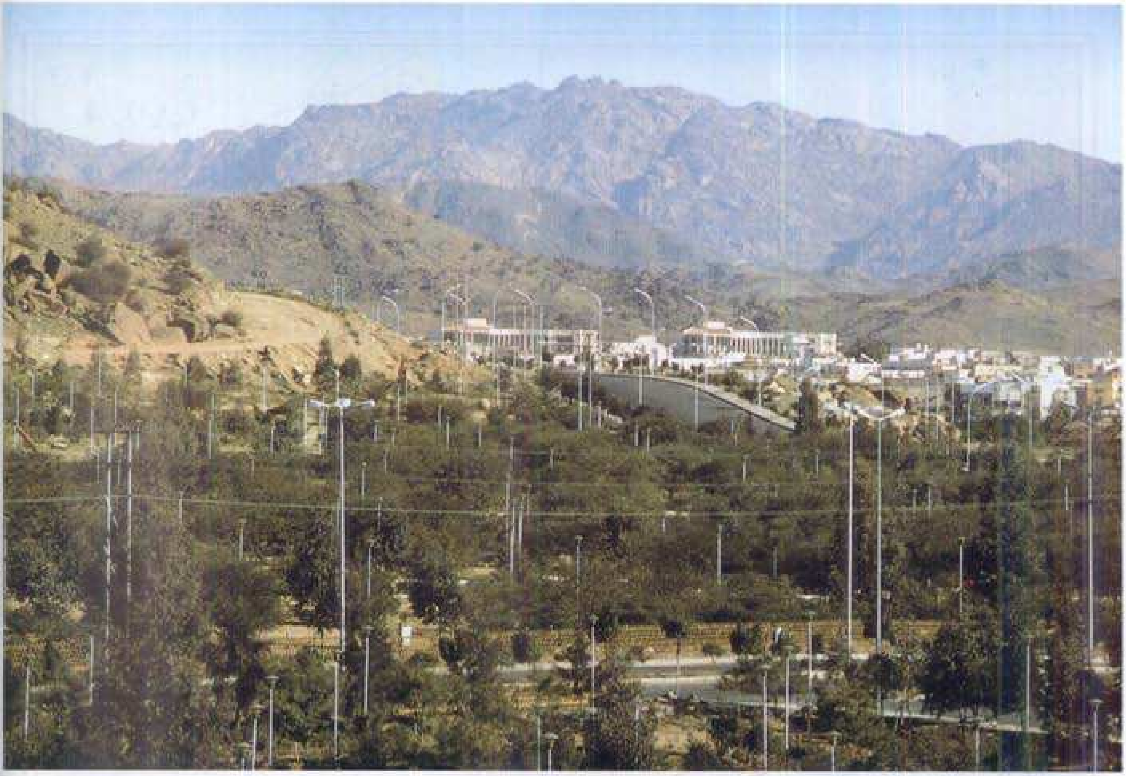
ازد: یہ قبیلہ کہلان (بنو قحطان) کی ایک شاخ تھا۔ بنو قحطان کی دیگر شاخیں قضاعہ، کہلان اور حمیر تھیں۔ ازد کی ذیلی شاخوں میں اوس، خزرج، خزاعہ، غسان اور دوس شامل تھے۔ ازد کا جد امجد ازد بن غوث بن نبت بن مالک بن کہلان تھا۔ علاقائی لحاظ سے ازد کی چار شاخیں تھی۔ (1) ازد شنوءۃ (2) ازد السّراۃ (3) ازد غسّان (4) ازد عُمان۔ ازد شنوءۃ اور ازد سراۃ، تہامہ اور عسیر میں آباد تھے۔ ازدی قبائل ذوالشری نامی بت کو پوجتے تھے۔

دَوس: یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ تھا۔ دوس، عُدثان بن عبداللہ کی اولاد تھے جس کا سلسلہ نسب مالک بن نصر بن ازد سے جاملتا تھا۔ یہ تہامہ اور حیرہ (عراق) میں آباد تھے۔ بنو دوس نے حجر کے مقام پر کنانہ سے جنگ کی تھی۔ اس دن کو حجرۃ الدوس کہا جاتا تھا۔

طفیل بن عَمرو دوسی رضی اللہ عنہ: عہد نبوی میں دوس کا سردار طفیل بن عمرو تھا جس نے 11 نبوی میں مکہ آکر اسلام قبول کر لیا۔ عہد جاہلیت میں بنو دوس، ذوالکفین نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت لے کر اسے جلا دیا۔ طفیل رضی اللہ عنہ شاعر اور بہت سمجھ بوجھ کے مالک تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے طفیل رضی اللہ عنہ کے چہرے میں نور پیدا کر دیا، اسی لیے انہیں ذوالنور کہتے تھے۔

ضماد ازدی رضی اللہ عنہ: قبیلہ ازد شنوءۃ کا رئیس ضماد ازدی آسیب کے مریضوں کو دم کرتا تھا۔ وہ مکہ آیا تو بعض قریش نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) آسیب کی تکلیف ہے، وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور ایک نئے مذہب کا پرچار کرتے ہیں، لہٰذا تم انہیں دم کرو۔ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحن حرم میں تشریف فرما تھے کہ ضماد نے آکر دم کرنے کی پیشکش کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے اللہ کی حمد و ثناء کی اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ ضماد بے حد متاثر ہوا اور اسلام لے آیا۔


ازداوردوس
طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا سفر
ذوالشری (بت)
ذوالکفّین (بت)
العلاء
ذوالکفّین
خیبر
ینبع
مدینہ منورہ
(یثرب)
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
تُربہ
طائف
الشعیبہ
خثعم
بحیرۂ احمر
(بحیرۂ قلزم)
قنفذہ
نجد
ذوالشری
ابہا
نجران
جیزان
جزائر فرسان
مأرب
شبوہ
صنعاء
جزائر دہلک
مصوع
قمران
زبید
اکسوم
یمن
شقراء
تعز
حبشہ
مخا
براعظم افریقہ
عصب
عدن
خلیج عدن
500
400
300
200
100
شام
عراق
فارس (ایران)
بحیرۂ روم
اردن
مصر
خلیج فارس
جزیرہ نمائے عرب
عمان
سودان
یمن
بحیرۂ عرب
حبشہ
صومالیہ
بحر ہند



موجودہ شہر طائف کے دو فضائی مناظر



اضافی توضیحات وتشریحات

سفرِ طائف

قریش مکہ کی شدید مخالفت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے طائف میں تبلیغ کرنے کا سوچا کہ اگر وہاں کے لوگ ایمان لے آئے تو وہ قریش کے خلاف میری مدد کریں گے' چنانچہ آپ ﷺ شوال 10 نبوی (مئی جون 619ء) میں مزدلفہ' عرفات' شداد اور ہدہ (وادی محرم) کے راستے پیدل طائف تشریف لے گئے اور راستے میں ہر قبیلے کو دعوت اسلام دی۔ اس سفر میں آپ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے طائف میں دس دن (ایک روایت کے مطابق ایک ماہ) قیام فرمایا اور قبیلہ ثقیف کو دعوتِ اسلام دی۔ عمرو بن عوف کے تین بیٹے عبد یالیل' مسعود اور حبیب طائف کے سردار تھے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے پاس گئے اور دعوتِ اسلام دی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ بلکہ جب نبی ﷺ نے واپسی کا قصد کیا تو انہوں نے اوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جو آپ کو گالیاں دیتے' تالیاں پیٹتے اور آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے تھے حتیٰ کہ آپ شدید زخمی ہو گئے اور نعلین مبارک خون سے تر ہو گئے۔ پتھر لگنے پر آپ صدمے سے بیٹھ جاتے تو وہ پکڑ کر اٹھا دیتے۔ آپ کو بچاتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔

طائف سے نکل کر نبی ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنے عیسائی غلام عداس سے کہا کہ انگور کا ایک گچھا اس شخص کو دے آؤ۔ واپسی پر ابھی آپ ﷺ قرن منازل پہنچے تھے کہ جبریل حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ حکم دیں تو اہل طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل ڈالا جائے مگر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔''

واپسی پر مکہ کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے اخنس بن شریق' سہیل بن عمرو اور مطعم بن عدی کو پناہ دینے کے لیے پیغام بھیجا' مگر صرف مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دی اور ہتھیار باندھ کر اپنے بیٹوں کے ساتھ اعلان کیا: ''قریش کے لوگو! میں نے محمد (ﷺ) کو پناہ دی ہے' اب انہیں کوئی نہ چھیڑے۔'' نبی ﷺ نے حرم شریف میں آ کر حجر اسود کو چوما' دو رکعت نفل ادا کیے اور اپنے گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے مطعم بن عدی کے اس حسنِ سلوک کو کبھی فراموش نہ کیا۔

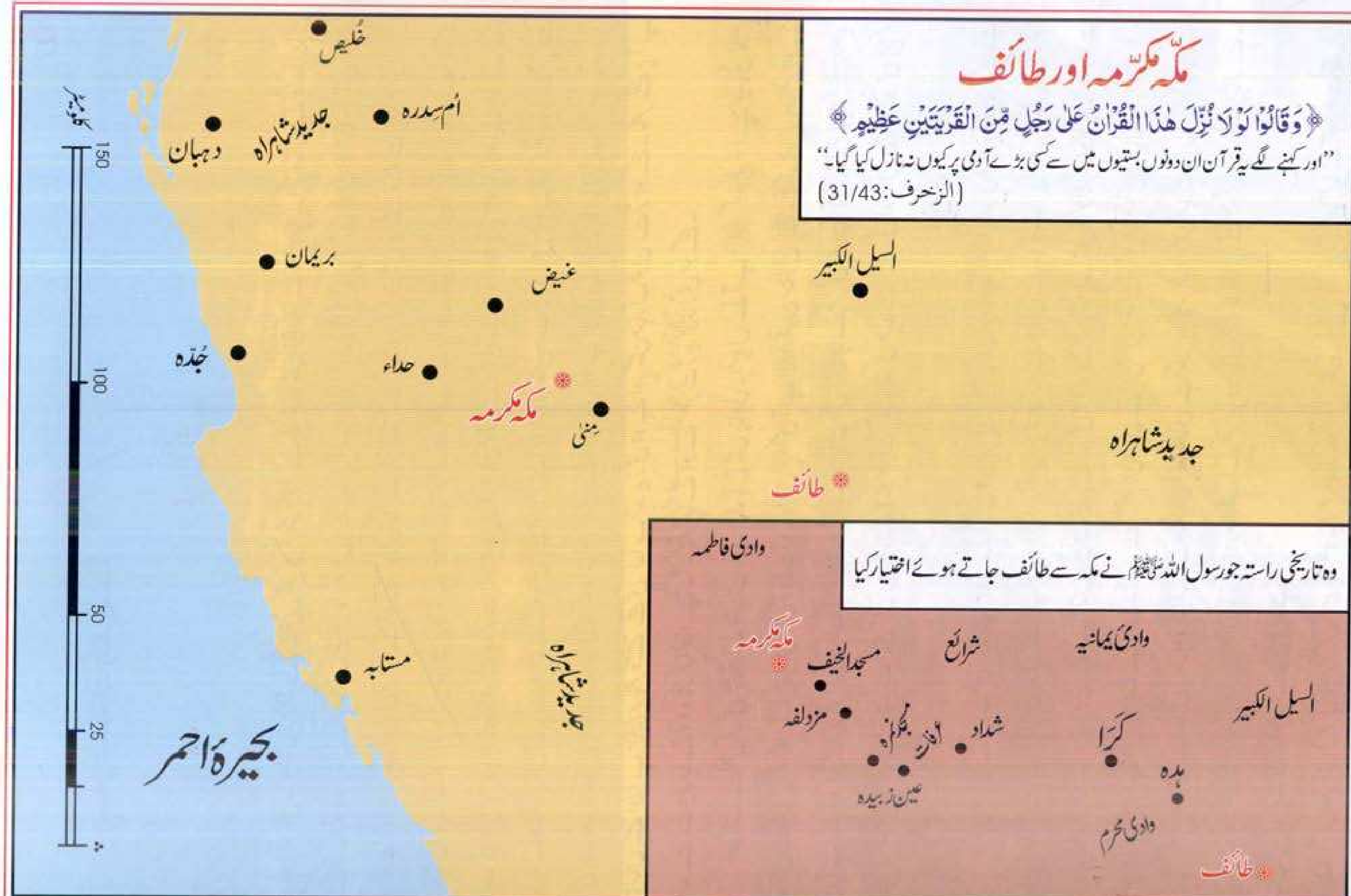
کرا: معجم البلدان کے مطابق یہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک گھاٹی ہے جبکہ پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں: ''ہم شداد سے گزرے تو زمین کا ارتفاع برابر بڑھتا رہا۔ مکہ اور طائف کے تقریباً درمیان کرا کا مقام ہے جو نہایت بلند پہاڑ ہے۔ یہاں کئی جگہ پہاڑ کاٹ کر سڑک بنائی گئی ہے۔''

نوٹ: اطلس القرآن (عربی) اور اطلس السیرۃ النبویہ (عربی) کے نقشوں میں ''کرا'' کو ''کمرا'' لکھا گیا ہے جو درست نہیں۔

مکّہ مکرّمہ اور طائف

﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾

"اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔"
(الزخرف:31/43)



طائف: پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں: ازرقی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ ''طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔'' سطح بحر سے 1700 میٹر بلند ہونے کی وجہ سے یہ عہد قدیم سے اہل مکہ کا مصیف (گرمائی صحت افزا مقام) ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔

ہم مکہ معظّمہ سے قریباً 20 کلومیٹر باہر آئے ہوں گے کہ ایک وادی میں کچھ آبادی آ گئی۔ سڑک سے ہٹ کر ذرا دور ایک نئی اور خوبصورت مسجد تھی۔ عبدالدائم القزاز نے بتایا کہ ''یہ خوبصورت وادی خرم ہے۔ طائف سے آنے والے حجاج کے لیے یہ میقات ہے۔'' حبیب الرحمٰن صاحب نے کہا کہ ''غزوہ طائف سے مکہ آتے ہوئے رسالت مآب ﷺ نے اسی مقام پر عمرے کے لیے احرام باندھا تھا۔ (حسنین) ہیکل نے ''فی منزل الوحی'' میں اسی کو قرن المنازل لکھا ہے۔''

عبدالدائم نے بتایا کہ ''طائف کا مطلب گھیرا یا فصیل ہے کیونکہ یہ شہر پناہ شہر کے اردگرد محیط کی طرح گویا طواف کرتی اور دائرہ بناتی تھی۔ سورۂ زخرف کے الفاظ اَلْقَرْيَتَيْنِ نے مکہ اور طائف کے دونوں شہروں کو گویا جڑواں شہر بنا دیا ہے۔ عہد قدیم میں جس جگہ اہل طائف کے دیوتا لات کا معبد تھا' وہیں اب سعودی حکومت نے شاندار دارالضیافہ یعنی سٹیٹ گیسٹ ہاؤس بنایا ہے۔''

ڈاکٹر حمید اللہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھتے ہیں: ''طائف ایک سطح مرتفع میں واقع ہے جو سلسلہ کوہ سراۃ میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہاں سے مکہ جانے کے لیے پیچیدہ گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے موٹر کو قریباً 75 میل طے کرنے پڑتے ہیں۔'' لیکن جدید سڑک سے اب یہ فاصلہ چالیس میل یعنی 65 کلومیٹر رہ گیا ہے۔
(آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (4) عرفات)

محمد عاصم حداد ''روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی'' میں لکھتے ہیں:

''ہم کرا سے واپس آتے ہوئے مثناۃ گئے جو موجودہ طائف سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی بستی ہے اور طائف ہی کا ایک حصہ شمار ہوتی ہے۔ یہ بستی اس جگہ واقع ہے جس کے قریب نبی ﷺ کے زمانے میں اصل طائف آباد تھا۔ یہاں اگرچہ خاصی آبادی تھی اور باغ' مکان اور گلیاں نہایت شاندار بنی ہوئی تھیں لیکن کوئی آدمی ہمیں یہاں نظر نہ آیا۔ گویا پوری بستی شہر خموشاں تھی۔ یہاں دو باغوں میں چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک کو مسجد علی کہتے ہیں' دوسری کو **مسجد الحبشی**۔ ان دونوں مسجدوں میں سے ایک بہرحال اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں زخمی ہونے کے بعد نبی ﷺ نے آرام فرمایا تھا اور عتبہ وشیبہ کے نصرانی غلام سیدنا عداس رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں انگور لا کر پیش کیے تھے۔ لیکن یہ مسجد کون سی ہے' اس کے متعلق ہمارے ساتھ جو لوگ تھے قطعی بات نہیں کہہ سکے۔ ہیکل نے اپنی کتاب میں جس مسجد عداس کا ذکر کیا ہے وہ مسجد علی ہے۔''
(سفرنامہ ارض القرآن)

مزید دیکھیے باب ''حرب فجار'' ذیلی عنوان ''طائف''

مسجد ابن عباس: طائف کی ایک قدیم مسجد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے۔ یہ شہر کے مرکزی چوک میں

واقع ہے۔ فرید احمد پراچہ لکھتے ہیں: ''مسجد بہت وسیع وعریض اور خوبصورت ہے۔ اس کا ہال اتنا وسیع ہے کہ شاید ہی میں نے اس سے پہلے کسی مسجد کا ہال اتنا بڑا دیکھا ہو۔ مسجد کی تعمیر خوبصورت پتھروں سے کی گئی ہے۔ اسی مسجد سے ملحق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مزار بھی ہے جو ہمیشہ بند رہتا ہے۔ امام صاحب سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ یہ مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہ عین اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرے کے وقت اپنا خیمہ لگایا تھا۔'' (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر (4) ص 56 از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بالکل سامنے جنوب مغرب میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں جو غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔ مسجد کے پاس سڑک پر پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا رکھا ہوا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ لات کا ٹکڑا ہے مگر اس کی کوئی سند نہیں۔ (سفرنامہ ارض القرآن)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ممتاز فقیہ، مفسر قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان کی سگی خالہ تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں اس وقت پیدا ہوئے جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو کر زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی والدہ نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا' اس لیے وہ پیدائش کے وقت ہی سے مسلمان تسلیم کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مہارت و بصیرت کی وجہ سے انہیں امام المفسرین کہا گیا ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں ان کی بینائی جاتی رہی اور وہ طائف میں مقیم ہو گئے۔ یہیں 68ھ / 687ء میں فوت ہوئے۔ (مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

حضرت عداس رضی اللہ عنہ: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب سفر طائف کے دوران عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ اہل طائف کا برا سلوک دیکھا' تو ان میں قبائلی عصبیت کی رگ پھڑکی۔ اور انہوں نے اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے لگے' تو بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھائے۔ یہ سن کر عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بغور دیکھا اور کہا: ''اللہ کی قسم! اس شہر کے لوگ تو یہ کلام نہیں بولتے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟'' وہ بولا میں عیسائی ہوں اور نینوئی شہر کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تو نیک آدمی یونس بن متی (علیہ السلام) کا شہر ہے۔'' عداس بولا: ''آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ میرا بھائی ہے اور میری طرح وہ بھی نبی تھا۔'' یہ سن کر عداس جھکا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔

عتبہ اور شیبہ نے یہ دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا: ''اس نے تیرے غلام کو خراب کر دیا۔'' جب عداس واپس آیا' تو وہ دونوں کہنے لگے: ''عداس! تم پر افسوس ہے۔ تم نے اس کے سر اور اس کے ہاتھ پاؤں کو کیوں بوسہ دیا؟'' اس نے جواب دیا: ''میرے آقا! روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ انہوں نے مجھے وہ بات بتائی ہے' جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' وہ دونوں بولے: ''عداس! تم پر افسوس ہے۔ دیکھنا! کہیں یہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دے۔ تمہارا دین اس

طائف کے راستے میں مسجد عدّاس





طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب مسجد کا مینار

کے دین سے بہتر ہے۔'' (مختصر سیرۃ الرسول ص188۔189)

واقدی نے جنگ بدر کے واقعہ میں بیان کیا ہے:

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ عداس ثنیۃ البیضاء پر بیٹھا تھا اور لوگ اس کے پاس سے گزر رہے تھے۔ جب اس نے عتبہ اور شیبہ کو دیکھا تو ان کے پاؤں پکڑ کر ان کی منت سماجت کرتے ہوئے بولا: ''اللہ کی قسم! وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور تم اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہو۔'' لیکن وہ دونوں اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ عداس کے پاس سے عاص بن شیبہ گزرا' اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا تجھے کس چیز نے رلایا ہے؟ وہ کہنے لگا مجھے میرے اور اس وادی کے سرداروں نے رلایا ہے۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے نکلے ہیں۔ عاص بولا: ''کیا وہ اللہ کے رسول ہیں؟''

عداس ؓ کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی' اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! وہ تمام لوگوں کے لیے رسول ہیں۔'' (الاصابۃ: 4/386)

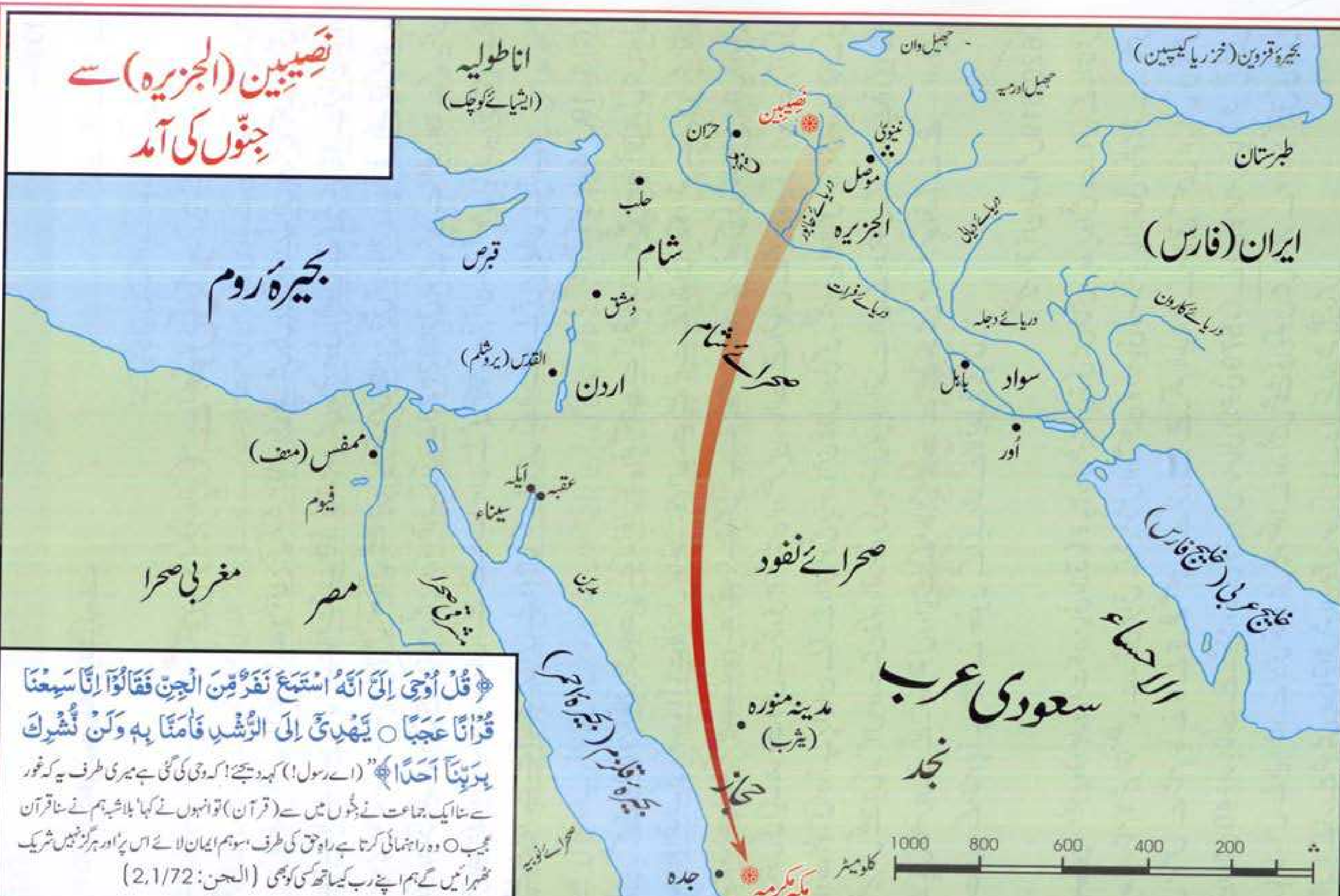
مسجد عداس: یہ مسجد اس جگہ واقع ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے طائف کے اوباشوں کے ہاتھوں زخموں سے چور ہونے کے بعد فرزندان ربیعہ کے باغ کی دیوار کے ساتھ پناہ لی تھی۔ فرید پراچہ جنہوں نے مسجد عداس میں نماز مغرب ادا کی تھی' لکھتے ہیں: ''مسجد کے صحن میں ایک چٹائی پڑی تھی۔ یہ مقام عین وہ جگہ ہے جہاں نبی ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے۔ یہ چٹائی علامت کے طور پر یہاں مستقل رکھ دی گئی ہے۔'' اور محمد حسنین ہیکل لکھتے ہیں: ''طائف کیا ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ مسجد عداس کی زیارت کا نام ہی طائف ہے۔'' (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (4) ص58۔59 از پروفیسر عبدالرحمن عبد)

نَصیبِین (الجزیرہ) سے جنّوں کی آمد

طائف (شوال 10 نبوی) سے واپسی پر نبی کریم ﷺ وادی نخلہ میں دس دن ٹھہرے۔ اس دوران نصیبین (ترکی) سے آنے والے جنّوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سنا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: یہ واقعہ جس مقام پر پیش آیا وہ الزیمہ یا السیل الکبیر تھا کیونکہ یہ دونوں وادیٔ نخلہ میں واقع ہیں۔ اس موقع پر سورۂ احقاف کی آیات 28 تا 32 نازل ہوئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن حضرت موسیٰ اور کتب سماوی پر ایمان رکھتے تھے۔ اب انہوں نے نبی ﷺ سے قرآن سنا تو محسوس کیا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء دیتے چلے آرہے ہیں' اس لیے وہ اس کتاب اور اس کے لانے والے نبی پر ایمان لے آئے۔
(تفہیم القرآن جلد 4 ص 19۔618)

مفسرین کا زیادہ تر اتفاق اس بات پر ہے کہ جنوں کا یہ وفد نصیبین سے آیا تھا اور اس موقع پر سورۂ جن نازل نہیں ہوئی بلکہ سورۂ احقاف کی مذکورہ بالا آیات کا نزول ہوا تھا۔ تاہم اس سے پہلے نبوت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے عُکاظ تشریف لے جارہے تھے، راستے میں آپ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ اس دوران میں جنوں کی ایک جماعت وہاں سے گزری جو مشرکین اور منکرین رسالت تھے، انہوں نے نبی ﷺ کی زبان سے قرآن کی تلاوت بغور سنی اور آپ پر ایمان لے آئے، اس موقع پر سورۂ جن نازل ہوئی تھی۔ لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ احقاف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''اس سورت میں مذکور واقعہ جنوں کی حاضری کا پہلا واقعہ ہے، اس کے بعد جنوں کے پے درپے وفود نبی ﷺ کے پاس حاضر ہونے لگے۔ اور منقول روایات کے مطابق ہجرت سے پہلے مکہ میں کم از کم چھ وفد آئے تھے...... اور ایک رات حجون کے مقام پر آپ ﷺ نے جنّوں کے ایک مقدمے کا فیصلہ فرمایا تھا۔''
(تفہیم القرآن جلد 4 ص 620,619)

نَصِیبِین: الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) کا یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے۔ اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔ شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر ہے۔ ماضی میں موصل سے شام جانے والے قافلے نصیبین سے گزرتے تھے۔ معجم البلدان کے مطابق نصیبین اور اس کی نواحی بستیوں میں 40 ہزار باغات تھے۔ شہنشاہ فارس نوشیرواں ساسانی (متوفی 579ء) نے اس کا محاصرہ کیا تو شہر فتح نہیں ہورہا تھا۔ اس نے طیرانشاہ سے بڑی تعداد میں بچھو منگوائے اور انہیں شیشے کی بوتلوں میں بھر بھر کے عرادہ (منجنیق کی طرح کا آلہ) کے ذریعے شہر میں پھینکا تو اہل شہران بوتل بموں کی تاب نہ لاسکے اور شہر فتح ہوگیا۔


نصیبین (الجزیرہ) سے
جنّوں کی آمد
اناطولیہ
(ایشیائے کوچک)
جھیل وان
جھیل ارمیہ
بحیرۂ قزوین (خزر یا کیسپین)
طبرستان
نصیبین
حران
موصل
نینویٰ
الجزیرہ
دریائے دیالہ
ایران (فارس)
حلب
قبرص
شام
بحیرۂ روم
دمشق
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے کارون
صحرائے شام
القدس (یروشلم)
اردن
بابل
سواد
اُور
ممفس (منف)
فیوم
عقبہ
ایلہ
سیناء
صحرائے نفود
مغربی صحرا
مصر
خلیج عربی (خلیج فارس)
الاحساء
سعودی عرب
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
حجاز
جدہ
مکہ مکرمہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ”(اے رسول!) کہہ دیجئے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنّوں میں سے (قرآن) تو انہوں نے کہا' بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ۝ وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف، سو ہم ایمان لائے اس پر' اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو بھی (الجن: 2،1/72)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں شام کے گورنر تھے جب عامل نصیبین نے شکایت کی کہ اہل شہر بچھوؤں کی کثرت سے مصیبت میں گرفتار ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسب حکم بچھو مارنے کا معاوضہ مقرر کر دیا گیا تو لوگ بچھوؤں کے درپے ہو گئے حتیٰ کہ ان موذیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ (معجم البلدان جلد 5)

❋ ❋ ❋

اِسراء ۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

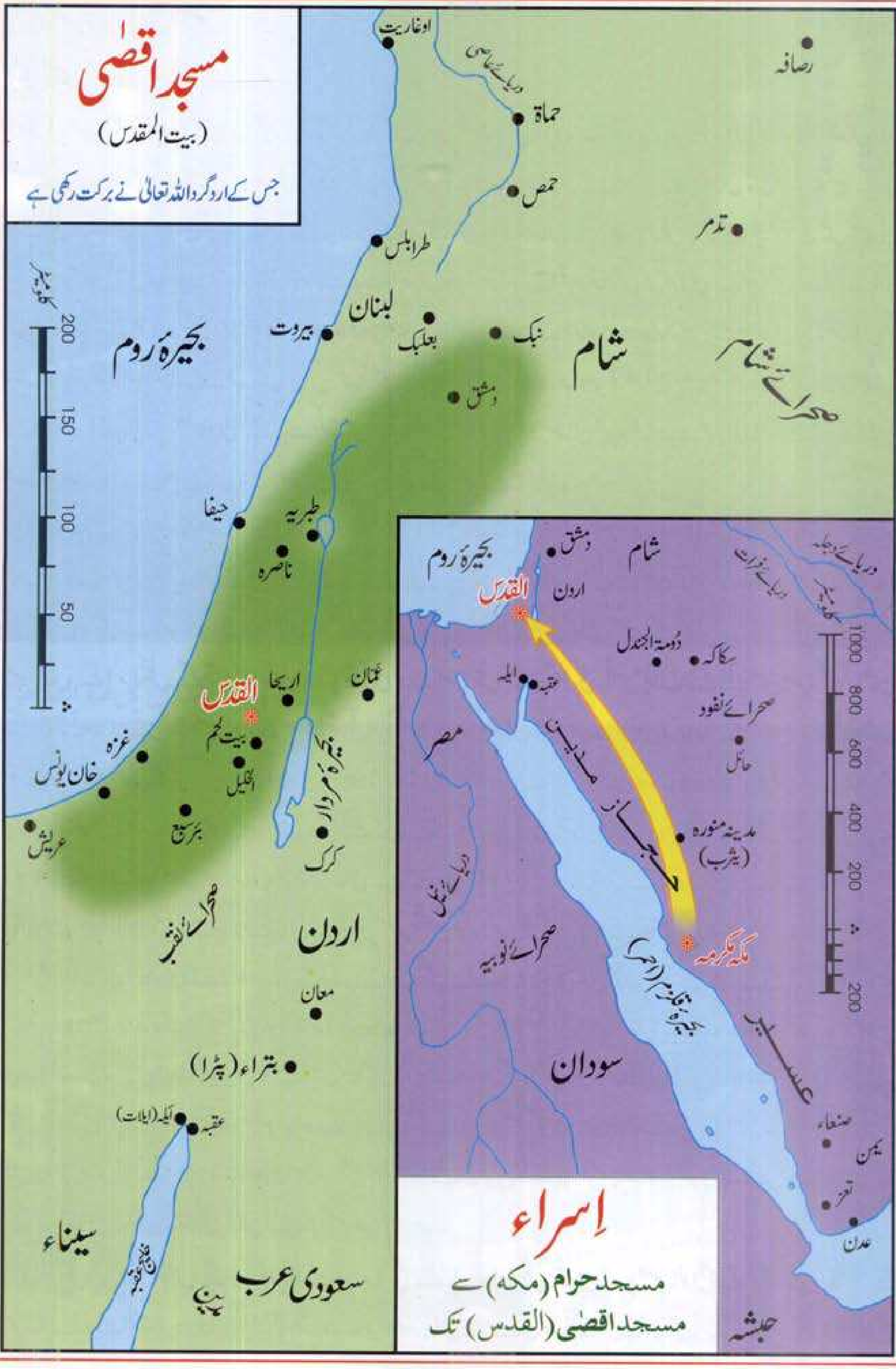
''اسراء'' سے مراد ہے ''راتوں رات نبی ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس تشریف لے جانا'' اور ''معراج'' سے مراد ہے مسجد اقصیٰ سے ''عالم بالا میں تشریف لے جانا۔'' یہ واقعہ جسم اور روح سمیت پیش آیا تھا۔ (تجلیاتِ نبوّت)

بیت المَقدِس: بیت المقدس یا بیت المقدّس کو القدس بھی کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں Jerusalem (یروشلم) کہتے ہیں۔ ''بیت المقدس'' سے مراد ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے سے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ شہر بیت المقدس 31 درجے 45 دقیقے عرض بلد شمالی اور 35 درجے 13 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت لحم اور الخلیل اس کے جنوب میں ہیں اور رام اللہ شمال میں۔ بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے۔ انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صہیون (ZION) ہے جس پر مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ واقع ہیں۔ کوہ صِہیُون کے نام پر ہی یہودیوں کی عالمی تحریک صہیونیت قائم کی گئی ہے۔

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے عراق سے برکت والی سرزمین یعنی بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی۔ 620ء میں نبی کریم ﷺ جبریل کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔

مسجد اقصیٰ کی تاسیس: حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس آباد ہوا۔ پھر عرصۂ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (961ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر اور تجدید کی گئی۔ اسی لیے یہودی مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔

ہیکل سلیمانی کی تباہی: ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو 586ق م میں شاہ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور وہ ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا تھا۔ بیت المقدس کے اس دور بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے اس شہر کو مردہ (ویران) پایا تو تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر کبھی پھر آباد ہوگا؟ اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب وہ سو سال بعد اٹھائے گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پر رونق شہر بن چکا تھا۔ بخت نصر کے بعد 539ق م میں شہنشاہ فارس کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی۔ یہودی حکمران ہیرودِ اعظم کے زمانے میں یہودیوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے تھے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں یروشلم شہر اور



مسجد اقصیٰ
(بیت المقدس)
جس کے اردگرد اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے
اوغاریت
حماۃ
حمص
رصافہ
تدمر
طرابلس
لبنان
بیروت
بعلبک
نبک
شام
صحرائے شام
دمشق
بحیرۂ روم
200
150
100
50
0
کلومیٹر
حیفا
طبریہ
ناصرہ
اریحا
عمّان
القدس
بیت لحم
الخلیل
غزہ
خان یونس
بئر سبع
عریش
کرک
بحیرۂ مردار
اردن
معان
بتراء (پٹرا)
ایلہ (ایلات)
عقبہ
سیناء
سعودی عرب
بحیرۂ روم
دمشق
شام
القدس
اردن
دومۃ الجندل
سکاکہ
ایلہ
عقبہ
صحرائے نفود
حائل
مصر
مدین
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
مکہ مکرمہ
صحرائے نوبیہ
سوڈان
عسیر
صنعاء
یمن
تعز
عدن
حبشہ
1000
800
600
400
200
0
200
اسراء
مسجد حرام (مکہ) سے
مسجد اقصیٰ (القدس) تک

ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔

اسلامی عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر: 137ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں گرجے تعمیر کیے۔ جب نبی کریم ﷺ معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے اس وقت یہاں کوئی مسجد یا ہیکل نہ تھا' چنانچہ قرآن میں مسجد کی جگہ ہی کو مسجد اقصیٰ کہا گیا۔ 2ھ/ 624ء تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا، حتیٰ کہ حکم الٰہی کے مطابق کعبہ (مکہ) کو قبلہ قرار دیا گیا۔ 17ھ یعنی 639ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں یہاں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور صخرۂ معراج پر قبۃ الصخرہ بنایا گیا۔ 1099ء (492ھ) میں یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے 70 ہزار مسلمان شہید کر دیے۔ 1087ء (583ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔

بیت المقدس پر یہود کا قبضہ: پہلی جنگ عظیم دسمبر 1917ء کے دوران میں انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب 14 مئی 1948ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے 78 فیصد رقبے پر قابض ہو گئے' تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون 1967ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جما لیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلۂ اول ہنوز یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہودیوں کے بقول 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں 2 ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے دیوار گریہ (Wailing Wall) کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں جنہیں مسلم ممالک کے اتحاد ہی سے ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 16/ 1 میں لکھا ہے: ''یروشلم کا عام عربی نام القدس ہے جسے قدیم مصنفین عام طور پر بیت المقدِس (بعض بیت المُقدّس) لکھتے ہیں' دراصل اس سے مراد ہیکل (سلیمانی) تھا جو عبرانی بیت ھَمقدَش کا ترجمہ ہے لیکن بعد میں اس لفظ کا اطلاق تمام شہر پر ہونے لگا۔ یہ مصنفین ایلیا کا لفظ بھی جو Aelia سے لیا گیا' بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ انہیں اس کا قدیم نام Jerusalem بھی معلوم تھا جسے وہ اُورِیْشَلَمْ' اُورِیسلم' اُورِیشلَم بھی لکھتے ہیں۔'' کتاب مقدس (بائبل سوسائٹی) میں اسے یروشلم لکھا گیا ہے۔

مسجد اقصیٰ: بیت المقدس کے عیسائیوں سے معاہدۂ صلح طے پانے اور اس مقدس شہر پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں انہوں



مکہ مکرمہ میں بیت اللہ اور مسجد الحرام ↑

↓ بیت المقدس میں قُبّة الصخرہ



نے اپنے ہمراہیوں سمیت نماز ادا کی تھی۔ یہی مسجد بعد میں مسجد اقصیٰ کہلائی (کیونکہ قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل کے آغاز میں اس مقام کو مسجد اقصیٰ ہی کہا گیا ہے) اس دور میں بہت سے صحابہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی خاطر بیت المقدس میں اقامت اختیار کر لی۔ خلیفہ عبدالملک نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کرائی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک (705ء تا 715ء) نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی اور اس کی تزئین کی اور ابو جعفر منصور نے اس کی مرمت کرائی۔ صلیبیوں نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا تو مسجد اقصیٰ میں بہت ردو بدل کیا گیا۔ انہوں نے مسجد میں رہنے کے کئی کمرے بنا لیے اور اس کا نام معبد سلیمان(Templum Solomonis) رکھا' نیز متعدد دیگر عمارتوں کا اضافہ کیا جو بطور جائے ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں۔ انہوں نے مسجد کے اندر اور مسجد کے ساتھ ساتھ گرجا بھی بنالیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں شہر بیت المقدس فتح کر کے مسجد اقصیٰ کو عیسائیوں کی عبادت کے تمام نشانات سے پاک کیا اور محراب اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا۔

قبة الصخرہ :اموی خلیفہ عبدالملک (685ء تا 705ء) نے قبۃ الصخرہ کی تعمیر مکمل کی اور مامون الرشید اور معتصم کے زمانے میں اس کی تجدید ہوئی۔ مشہور مسلمان جغرافیہ نگار مقدسی یروشلم میں 375ء میں پیدا ہوا تھا' وہ قبۃ الصخرہ کے بارے میں لکھتا ہے: ''یہ ایک ہشت پہلو عمارت ہے۔ اس کے چار دروازے ہیں جن تک سیڑھیوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے۔ اندرونی حصہ تین ہم مرکز دالانوں میں منقسم ہے جن کے ستون سنگ مرمر کے ہیں۔ اس کے وسط میں صخرہ ہے اور اس کے نیچے غار ہے جس میں 70 آدمی سما سکتے ہیں۔ صخرہ کے گرد ستونوں کا حلقہ اسے باقی حصوں سے جدا کرتا ہے' اس کے اوپر ایک دریچہ دار ڈھولنا ایک خوبصورت گنبد کو اٹھائے ہوئے ہے۔ گنبد کی چھت تک بلندی 100 باع (سوا سو گز) ہے۔ گنبد لکڑی کے تین چوکھٹوں کا بنا ہوا ہے۔ نیچے والے پر سنہری تانبا چڑھا ہوا ہے' دوسرا لوہے کی سلاخوں کا ہے اور تیسرا لکڑی کا' جس پر دھات کے پترے چڑھے ہوئے ہیں...... صلیبیوں نے اپنے دور میں گنبد کی چوٹی پر سونے کی صلیب لگا دی اور صخرہ کو سنگ مرمر کی سلوں سے ڈھانپ دیا اور اس کے اوپر ایک قربان گاہ تعمیر کی گئی۔ بعد میں صلاح الدین ایوبی نے صلیب اتار کر وہاں ہلال نصب کیا اور صخرہ کے گرد کی دیوار مع قربان گاہ ہٹا دی' نیز گنبد پر دوبارہ سنہری رنگ پھروایا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 16/1)

ہجرت سے پہلے

بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ: بنو ہاشم شعب ابی طالب سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوئی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب ایک ہی سال میں فوت ہو گئے۔ اس سال کو "عام الحزن" (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔ یہ بعثت کے دسویں اور ہجرت سے تین سال پہلے کی بات ہے۔ آپ کے چچا کی وفات کے بعد قریش کی بدسلوکی میں تیزی آ گئی تو آپ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف پہنچے۔ آپ کا مقصد بنو ثقیف سے مدد حاصل کرنا تھا مگر آپ کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی' البتہ اس سفر سے واپسی کے دوران میں عتبہ اور شیبہ کا غلام عدّاس مسلمان ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ مکرمہ چلے آئے اور مختلف مواقع پر اور خاص طور پر موسم حج میں مختلف عرب قبائل سے رابطہ شروع کر دیا تاکہ وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں۔ اسی کوشش میں مکہ اور منیٰ کے درمیان عقبہ کے پاس آپ کی ملاقات 12 انصاریوں کے ساتھ ہوئی۔ آپ نے ان پر اپنی تعلیمات پیش کیں۔ نتیجتاً بیعت عقبہ اولیٰ وقوع پذیر ہوئی۔

حضرت عبادہ بن صامت انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں بھی بیعت عقبہ اولیٰ میں حاضر تھا۔ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان الفاظ کے ساتھ بیعت کی جن کے ساتھ آپ عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ اس وقت ابھی جنگ فرض نہ ہوئی تھی۔"[1]

یہ بیعت ان باتوں پر ہوئی: "ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے' چوری نہیں کریں گے' زنا نہیں کریں گے' اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گے' ہم کسی پر بہتان طرازی نہیں کریں گے اور کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم یہ عہد پورا کرو گے تو تمہیں جنت ملے گی لیکن اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کیا تو تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا۔ اگر وہ چاہے تو معاف کر دے گا' چاہے تو عذاب دے گا۔"

بیعت کرنے والے واپس مدینہ منورہ آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم پڑھانے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے بھیجا۔ آئندہ سال وہ حج کو گئے تو ان کے ساتھ تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ وہ دو عورتیں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس موقع پر بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی جو کہ جنگ کی بیعت تھی۔ اس کے الفاظ یہ تھے:

"میرا خون تمہارا خون ہے' میری پناہ تمہاری پناہ ہے' میری حرمت تمہاری حرمت ہے۔ میں تم سے ہوں تم مجھ سے ہو' جس سے تمہاری جنگ میری بھی جنگ' جس سے تمہاری صلح میری بھی صلح۔"

---

[1] ابن هشام: 54/2 و البداية والنهاية: 3/146'166

سب سے پہلے جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی وہ اسعد بن زرارہ، ابوالہیثم بن تیہان اور براء بن معرور رضی اللہ عنہم تھے۔ پھر تو لوگ ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے میں سے بارہ اشخاص پیش کرو، جو اپنی قوم کے سردار اور ذمہ دار ہوں، تاکہ وہ اپنی قوم کے نگران ہوں۔'' لوگوں نے 12 افراد کو نامزد کیا جن میں سے 9 خزرج سے اور 3 اوس سے تھے۔ پھر جب یہ اوسی اور خزرجی واپس مدینہ پہنچے تو شہر میں اسلام ہی اسلام ہو گیا اور مدنی معاشرہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت کے لیے خوب سازگار بن گیا۔

مکہ مکرمہ میں عقبہ (گھاٹی) کی مسجد جہاں بیعت عقبہ ہوئی



بیعتِ عقبہٗ اولیٰ وثانیہ

معراج سے واپسی پر نبی ﷺ نے تبلیغ ودعوت کی مہم کو مزید تیز کردیا۔اب آپ ﷺ مکہ کے آس پاس آباد دیگر قبائل کے ہاں تشریف لے جاتے۔مگر آپ کی دعوت کے جواب میں کسی نے نرمی سے اور کسی نے سختی سے انکار کیا۔بالآخر ایک روز آپ ﷺ نے میدان منیٰ کے باہر عقبہ (گھاٹی) کے موڑ پر چھ آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی جو رسوم حج ادا کرنے یثرب سے مکہ آئی ہوئی تھی۔ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: اسعد بن زرارہ' عوف بن حارث' رافع بن مالک' قطبہ بن عامر' عقبہ بن عامر' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔ نبی ﷺ کی تبلیغ پر انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

دوسرے سال سن 11 نبوی میں حج ہی کے زمانے میں پانچ پرانے اور سات نئے افراد رسول کریم ﷺ سے ملنے آئے اور آپ کے ہاتھ پر مکرر بیعت کی۔ (بعض نے اسی کو عقبہٗ اولیٰ بھی کہا ہے۔) ان لوگوں کی خواہش پر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم اور مبلغ بنا کر ان کے ساتھ یثرب بھیجا گیا۔اس سے اوس اور خزرج کے مابین نماز کی امامت کے سلسلے میں جھگڑے بھی ختم ہوگئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو یثرب میں اشاعت اسلام کی خوشخبری ملی تو آپ ﷺ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو ایک خط ارسال فرمایا جس میں درج تھا کہ دن ڈھلے جمعے کی نماز پڑھا کرو' چنانچہ یثرب میں پہلی نماز جمعہ میں 12 آدمی جمع ہوئے۔

تیسرے سال 12 نبوی کے موسم حج میں یثرب سے آنے والے 500 حاجیوں میں سے 73 مسلمان مرد اور دو خواتین تھیں۔ وہ نبی ﷺ سے اسی گھاٹی (عقبہ) میں رات کے وقت ملے اور بیعت کے موقع پر عرض کیا کہ آپ ﷺ اور دیگر مسلمان یثرب آجائیں تو ہم آپ ﷺ کی ویسے ہی حفاظت کریں گے جیسے کوئی اپنے اہل خاندان کی کرتا ہے۔ یہ بیعت عقبہٗ ثالثہ تھی' بعض نے اسی کو عقبہٗ ثانیہ لکھا ہے۔تب نبی ﷺ نے ان کے لیے 12 نقیب مقرر فرمائے جو 12 خاندانوں کے لیے تھے اور بنونجار کے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو نقیب النقباء بنایا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔جلد 19 ص 41'42)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ: عبادہ بن صامت بن قیس انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالولید تھی۔ وہ عقبہٗ اولیٰ وثانیہ میں حاضر ہوئے اور بنوعوف بن خزرج کے نقیب مقرر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور ابومرثد رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم کی۔ وہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقات پر عامل مقرر کیا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے دور میں قرآن جمع کیا تھا۔ وہ اہل صُفّہ کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے شام فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ

34 ہجری میں رملہ میں فوت ہوئے۔اس وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔وہ لمبے قد کے حسین وجمیل آدمی تھے۔
(اسد الغابہ:3/159'160)

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ: اسعد بن زرارہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوامامہ تھی۔وہ انصار میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔اس کی وجہ یہ بنی کہ وہ اور ذکوان بن عبدقیس' عتبہ بن ربیعہ سے ملنے مکہ آئے۔خوش نصیبی سے ان کی ملاقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا تو یہ مسلمان ہوگئے اور عتبہ سے ملے بغیر ہی مدینہ واپس آ گئے۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ اُولیٰ وثانیہ میں حاضر ہوئے اور بنو ساعدہ کے نقیب مقرر ہوئے۔وہ لیلۃ العقبہ کو بیعت کرنے والے سب سے پہلے فرد تھے۔حضرت اسعد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے فرد ہیں جنھوں نے مدینہ میں جمعہ پڑھایا۔وہ شوال 1 ہجری میں بدر سے پہلے فوت ہوئے۔
(اسد الغابہ:1/205)

ام عمارہ رضی اللہ عنہا: ام عمارہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ بیعت عقبہ ثانیہ' اُحد' بیعت رضوان اور جنگ یمامہ میں شریک ہوئیں۔جنگ یمامہ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور بارہ زخم آئے۔
(اسد الغابۃ:7/360)

مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ: ان کا شجرۂ نسب مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبد الدار بن قُصی رضی اللہ عنہ ہے جو پانچویں پُشت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جاملتا ہے۔انہوں نے دارِ ارقم میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا تو ان کی ماں اور خاندان والے انہیں اذیتیں دینے لگے۔اس پر مصعب رضی اللہ عنہ نے دوبار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔سن 11 نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبلّغ بنا کر یثرب بھیجا جہاں ان کی حکیمانہ تبلیغ سے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے جن میں رئیس اوس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ' اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ' رئیس خزرج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے ذی اثر اصحاب شامل تھے۔اگلے سال مصعب رضی اللہ عنہ حج کے لیے مکہ آئے اور اڑھائی تین ماہ بعد مستقل طور پر یثرب ہجرت کر گئے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس نجّار ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔غزوۂ بدر میں مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس مہاجرین کا علم تھا۔غزوۂ احد کے دوسرے مرحلے میں وہ ان 14 جانبازوں میں شامل تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حصار بنا کر آپ کی حفاظت کر رہے تھے۔مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں اسلام کا علم تھا، اس دوران میں ابن قمیّہ نے یکے بعد دیگرے ان کے دونوں ہاتھ شہید کر دیے مگر مصعب رضی اللہ عنہ نے پرچم اسلام گرنے نہ دیا۔آخر کار وہ ابن قمیّہ کا نیزہ لگنے سے شہید ہوگئے تو ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر علم تھام لیا۔
(شمع رسالت کے تیس پروانے"......طالب ہاشمی)

ہجرت نبوی

قریش معاملے کی نزاکت سمجھ چکے تھے کہ اب مہار ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو باہر سے ساتھی اور مددگار میسر آ چکے ہیں اور ایک دوسرا شہر یثرب (مدینہ منورہ) ان کا مرکز بن چکا ہے۔ وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمان دھیرے دھیرے ہجرت کر کے مدینے جا رہے ہیں اور انصار ان کو پناہ مہیا کر رہے ہیں۔ وہ جان چکے تھے کہ مسلمان ان کی مخالف قوت کے طور پر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں سردارانِ قریش نے دارالندوہ میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایذا رسانی کی بجائے آپ ﷺ کو سرے سے ختم ہی کر دیا جائے اور طریقہ یہ تجویز کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے تمام قبائل سے نوجوان اکٹھے کیے جائیں تاکہ آپ کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے اور قصاص نہ لیا جا سکے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سارا منصوبہ بتلانے اور ہجرت کی اجازت دینے کے لیے نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝٣٠﴾

''جب وہ آپ کے بارے میں تجاویز پیش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا نکال دیا جائے۔ وہ اپنی طرف سے تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر بہتر ہوتی ہے۔'' (الأنفال: 8/30)

تین دن غار ثور میں ٹھہرنے کے بعد نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کا نام لے کر مدینہ منورہ کو چل پڑے۔ یہ ربیع الاوّل کے آغاز کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی طرف الوداعی نظر ڈالی اور گرم آنسوؤں کے ساتھ فرمایا:

''اے میرے شہر مکہ! مجھے تجھ سے نکالا جا رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تو اللہ کو روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا مرتبہ بھی سب شہروں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تیرے باسی مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیتے تو میں کبھی تجھ سے نہ نکلتا۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ انہوں نے مجھے اس محبوب ترین شہر سے نکال دیا ہے۔ اب مجھے رہائش کے لیے ایسا شہر عطا فرما جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔''

12 ربیع الاوّل کو یہ مبارک قافلہ قباء پہنچ گیا اور وہاں چار دن پیر، منگل، بدھ اور جمعرات ٹھہرا۔ اس دوران میں آپ نے یہاں پہلی اسلامی مسجد کی بنیاد رکھی۔[1] پھر آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید خزرجی) رضی اللہ عنہ کے گھر مہمان بنے۔ مسجد نبوی اور حجروں کی تعمیر مکمل ہونے تک آپ نے اسی گھر میں قیام کیا، پھر حجروں میں

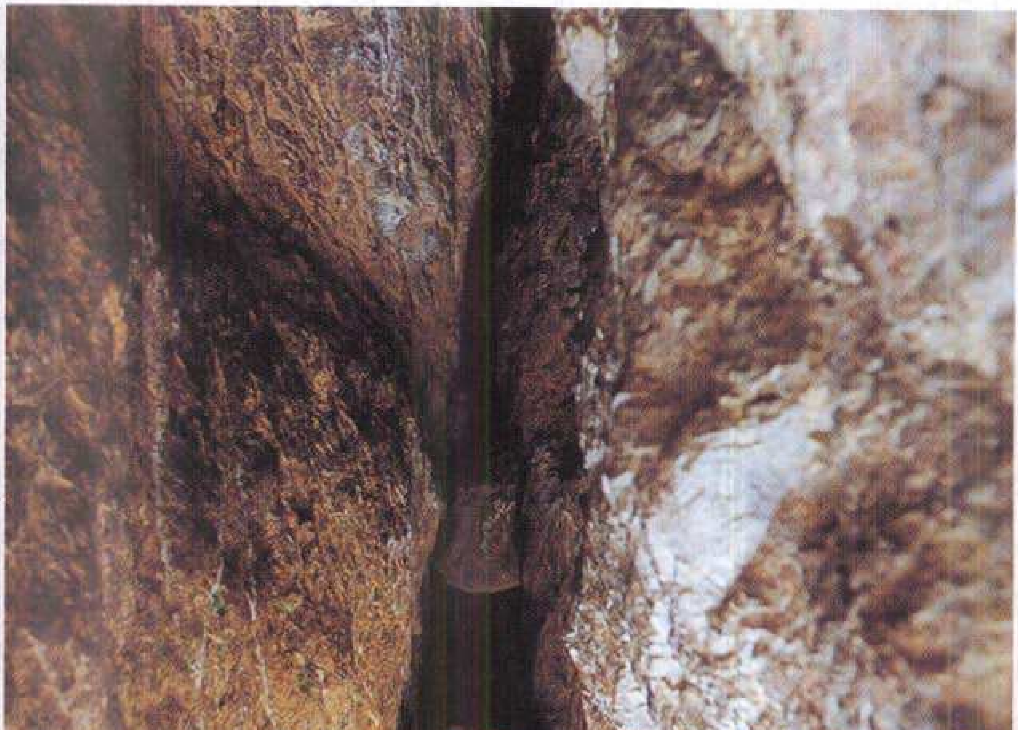
---

① ابن هشام: 2/89 والطبري: 2/100-106 والبداية والنهاية: 175-194 والطبقات الكبرى: 1/227-238

منتقل ہو گئے۔ ①

ہجرت سے چند اہم نتائج بر آمد ہوئے: مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہوئے جس سے ان کے لیے اپنا دفاع ممکن ہو گیا۔ دین کی علانیہ دعوت کا موقع میسر آ گیا۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ شام کو آنے جانے والے قریش کے تجارتی قافلے مسلمانوں کی زد میں آ گئے اور انکی تجارت غیر محفوظ ہو گئی۔

ثور پہاڑ اور غار ثور



② اسد الغابة: 121/2

اضافی توضیحات و تشریحات

ہجرت نبوی

جب کفار مکہ نے دارالندوہ کے اجلاس میں نبی کریم ﷺ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر تاکید کی کہ "میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب چلے آنا۔" پھر اسی رات آپ ﷺ دروازے پر کفار کے مقرر کردہ قاتلوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور انہیں ساتھ لے کر شہر سے جنوب کو ہو لیے۔

مکہ مکرمہ سے روانگی: رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک عبداللہ بن اُریقط سے کچھ رقم پر طے کرلیا تھا کہ وہ ان کو خفیہ راستوں سے مدینہ لے جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں اونٹنیاں اسکے سپرد کردی تھیں کہ وقت مقررہ تک وہ ان کو چراتا رہے اور سنبھال کر رکھے۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے نکلے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کے سوا کسی کو آپ کے نکلنے کا علم نہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں آپ ﷺ غار ثور پہنچے اور اس میں داخل ہوگئے۔ ادھر عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے والد کی ہدایت کے مطابق دن بھر قریش میں رہتے' ان کی باتیں سنتے' پھر شام کے بعد غار ثور میں آکر بتاتے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ مکہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے اور شام کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں ان کے پاس لے آتے۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان بکریوں کا دودھ پیتے اور ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کر کے گوشت بھی کھاتے۔ یوں جمعے' ہفتے اور اتوار کی تین راتیں گزر گئیں اور کفار مکہ تھک ہار کر بیٹھ گئے تو عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر آگئے اور پھر پیر 4 ربیع الاول کی شب تینوں نے یثرب کی راہ لی۔ ایک اونٹنی پر نبی کریم ﷺ سوار تھے اور دوسری پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آگے آگے عبداللہ بن اریقط راستہ بتاتا جارہا تھا۔

جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکل جانے کا پتہ چلا تھا تو ابوجہل نے ان کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کردیا تھا۔ قریش تلاش کرتے ہوئے اس پہاڑ پر بھی آچڑھے تھے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے بلکہ وہ غار کے منہ کے پاس بھی پھرتے رہے لیکن وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔

سفر یثرب کے دوران میں آپ ﷺ کا کھوج لگانے والوں میں سراقہ بن مالک بن جعشم بھی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر اور نبی ﷺ سے امان پاکر سراقہ لوٹ گئے۔

یثرب میں نبی اکرم ﷺ کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ شہر کے نزدیک پہنچے تو مسلمانوں نے مسلح ہو کر حرہ (ایک پتھریلے میدان) میں آپ کا باضابطہ استقبال کیا اور پھر اسلحہ کی چھاؤں میں آپ کو لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں آپ دائیں طرف کو مڑے اور بستی قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ایک صاحب کلثوم بن ہدم کے ہاں اترے۔ یہ پیر کا دن تھا' تاریخ 8 ربیع الاول تھی اور آپ کی بعثت کا تیرہواں سال تھا۔ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے مطابق اس روز عیسوی تاریخ 23 ستمبر 622ء تھی۔ آپ قباء میں چودہ دن ٹھہرے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قباء سے روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر نماز جمعہ کا وقت ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے بنو سالم بن عوف کے علاقے میں ''وادیٔ رَانُونَاء'' کے مقام پر دوسرے حاضرین سمیت جمعہ ادا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس مقام پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے بعد میں ''مسجد جمعہ'' کہا جانے لگا۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری: رسول اللہ ﷺ نے جب قباء سے مدینہ تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ننھیال ''بنو نجار'' کو پیغام بھیجا۔ وہ ہتھیار سجا کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر ان کے جلو میں چلے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنو نجار اور مسلمانوں کا ایک ہجوم' آپ ﷺ کے اردگرد تھا۔ کسی گھر کے پاس سے گزرتے تو اس گھر والے آپ سے اترنے کی درخواست کرتے مگر آپ ﷺ فرماتے: ''میری اونٹنی کو چلنے دو' یہ اللہ کے حکم سے رکے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''قصواء'' چلتی رہی حتیٰ کہ جب وہ بنو مالک بن نجار کے محلّہ میں پہنچی تو وہاں رکی جہاں بعد میں آپ ﷺ کی مسجد کا دروازہ بنا۔ اور وہ جگہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تھی۔ یوں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف ملا۔

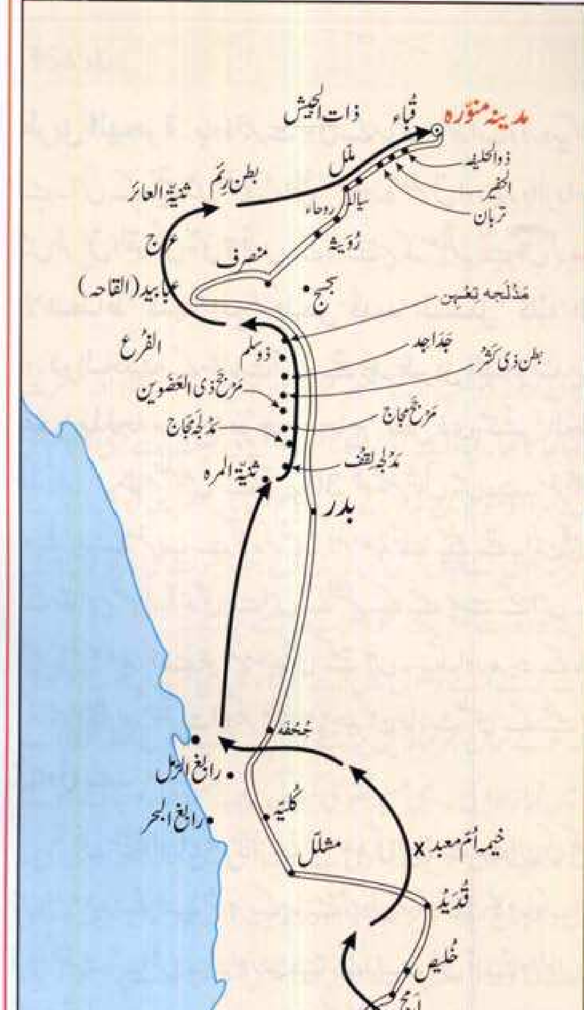
نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں حبشی لوگوں نے نیزوں اور خنجروں سے کھیل دکھایا۔ پردہ نشین عورتیں بھی چھتوں پر چڑھ کر دیکھ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں خوشی سے نعرے لگا رہے تھے:

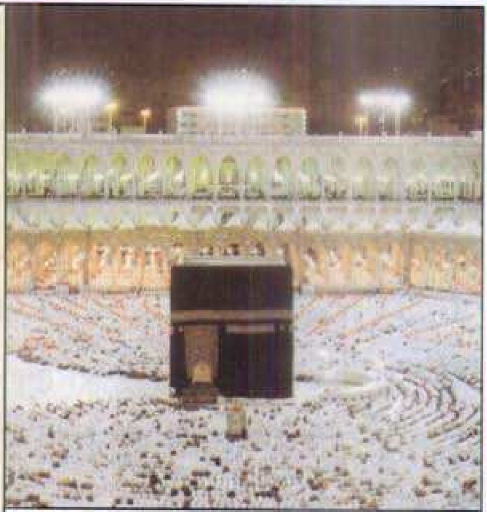
''اللہ کے رسول آ گئے' اللہ کے رسول آ گئے...... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.''

مقاماتِ ہجرت نبوی

جبل ثور: یہ پہاڑ مکہ سے تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر جنوب میں ہے۔ اس پہاڑ کے اوپر واقع ایک غار میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے دوران میں تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ غار کا بڑا دہانہ تقریباً ایک میٹر چوڑا ہے اور چھوٹا دہانہ تقریباً' نصف میٹر کھلا ہے۔ اس کا طول اٹھارہ بالشت اور عرض گیارہ بالشت ہے۔

جبل ثور کی بلندی 759 میٹر ہے یعنی یہ پہاڑ جبل نور سے 120 میٹر زیادہ اونچا ہے۔ ثور پہاڑ کی چوٹی کا رقبہ تقریباً 30 مربع میٹر ہے۔ غار ثور میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔ اس غار میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (4) پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)





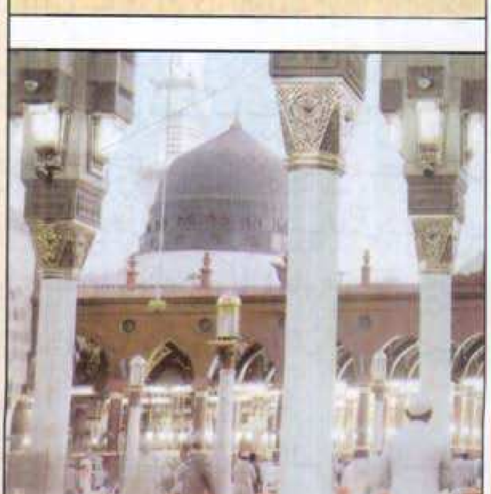
ہجرت نبوی

* نبی ﷺ 12 ربیع الاوّل مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر قبا پہنچے۔

* یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تقویم کی ابتداء ہے۔

ہجرت کا راستہ

قافلوں کا راستہ



طریق الھجرۃ : جادۂ ہجرت نبوی کے ساتھ ساتھ اب دورویہ کشادہ سڑک تعمیر کی جا چکی ہے جس کو طریق السریع کہا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں قُضیمہ' رابغ' مستورہ' مفرق اور بدر والا راستہ متروک ہوگیا ہے جو طریق سلطانی کہلاتا تھا۔ عہد نبوی میں طریق القوافل یعنی قافلوں کے راستے پر مکہ معظمہ سے چل کر سرف' بطن مر' عُسفان' ثنیة الغزال' غدیر الاشطاط' کَدید' اَمج' خُلیص' قُدید' المشلّل' کُلیَّہ' الجُحفه' بدر' المنصرف' الرویثه' الروحاء' ملَل اور ذوالحلیفه کے مقامات آتے تھے جبکہ طریق الھجرت پر امج' خیمہ ام معبد' خرّار' ثنیّة المَرَہ' مَدلجه لِقف' مَدلجه مجاج' مَرجح مجاج' بطن ذی کَشُر' الجَداجد' ذوسلم' بطن رِئم' اور قُباء آتے ہیں۔

قُدَیْد : یہ مقام خُلیص سے تقریباً 30 کلومیٹر شمال میں ہے۔ سفر ہجرت کے دوران میں نبی کریم ﷺ امج کے جنوب مغرب اور قدید کے مغرب سے گزر کر خیمۂ ام معبد تک پہنچے تھے۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ جب تبّع یمن یثرب کی مہم سے لوٹا تو قدید کے مقام پر ٹھہرا۔ آندھی سے اس کے لشکر کے خیمے پھٹ گئے اس لیے اس جگہ کا نام قدید پڑ گیا۔ (معجم البلدان)

خیمہ امّ معبد: اسے بئر ام معبد بھی کہتے ہیں۔ یہ مکہ اور مدینہ کے مابین قدید کے شمال میں واقع ہے۔ ہجرت کے سفر میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ام معبد بن حارث عنسی کے خیمے پر پہنچے تھے اور یہاں دوپہر کو قیام کیا تھا۔ اس مقام پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ (معجم البلدان)

نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ام معبد کی اجازت سے ان کی بکری کا دودھ دوہ کر پیا تھا اور پھر یثرب کی راہ لی تھی۔ بعد میں ام معبد نے اپنے شوہر کے سامنے رسول کریم ﷺ کا مبارک حلیہ جس خوبی اور لطافت سے بیان کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

ذوالحُلیفہ : یہ اہل مدینہ اور مدینے کے راستے میں آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ سے تقریباً 450 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور مدینہ سے 8 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے یہیں احرام باندھا تھا۔

جُحفه: نبی کریم ﷺ دوران ہجرت جُحفه کے جنوب سے گزر کر ثنیّة المَرَہ کی طرف گئے تھے۔ جُحفه' مصر' شام' اردن' فلسطین' لبنان اور ترکی' شمالی افریقہ' یورپ' امریکہ وغیرہ والوں کے لیے میقات ہے اگر وہ مدینہ منورہ سے نہ گزریں اور اگر مدینے سے گزریں تو ان کا میقات بھی ذوالحلیفہ ہے۔ معجم البلدان جلد ثانی میں لکھا ہے: ''جب عمالیق نے عاد بن ربّ کے بھائی بندوں بنوعقیل کو کھدیڑا تو وہ جُحفہ میں آن آباد ہوئے جو اس وقت مہیعہ کہلاتا تھا۔ جب یہاں سیلاب نے تباہی مچائی تو اسے جُحفه کہا جانے لگا'' (جحاف کے معنی ہیں تباہ کن سیلاب) اب یہ بستی موجود نہیں' اس لیے قریب ہی رابغ نامی جگہ سے لوگ احرام باندھتے ہیں جو مکہ مکرمہ کے شمال میں 187 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

ثنیّة المَرَہ: نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ امج اور خرّار سے ہوکر ثنیۃ المرہ پہنچے تھے جو دراصل ثنیۃ المراۃ کی تخفیف ہے۔ اس گھاٹی کے نیچے ایک کنواں تھا۔ (معجم البلدان)

قُباء اور مسجد قُباء

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے 8 ربیع الاول 13 نبوی بروز دوشنبہ/ 23 ستمبر 622ء کو نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یثرب کی بیرونی بستی قباء پہنچے تھے جسے عالیہ بھی کہا جاتا تھا۔ قباء ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قباء مشہور ہوگیا۔ نبی ﷺ نے قباء میں قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن اساف کو شرف میزبانی بخشا۔ رات کو سعد بن خیثمہ اوسی کے ہاں مجلس لگتی۔ تین دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہیں آپ سے آملے۔ قباء میں آپ کا قیام 14 دن رہا۔ قباء مدینہ منورہ سے تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

مسجد قُباء: احمد بن یحییٰ بن جابر کہتے ہیں: پہلے پہل ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو قباء میں قیام پذیر ہوئے انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سال بھر نمازیں پڑھتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ نے قباء میں قیام فرمایا اور قباء کی مسجد میں نماز ادا کی۔ یہی مسجد تقویٰ کہلاتی ہے۔ مسجد قباء کو جاتے ہوئے سڑک کے بائیں جانب مسجد جمعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینے میں تشریف آوری سے پہلے اسی میں نمازِ جمعہ ادا کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد قباء کی تجدید و توسیع ہوئی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (گورنر مدینہ) اور پھر عثمانی خلیفہ سلطان محمود خان نے 1831ء میں اس کی تعمیر نو کی۔ فیصل شہید نے 1970ء میں اسے ازسرِ نو 6 میٹر بلند چبوترے پر استوار کیا۔ اس وقت اس کا ایک سادہ مینار، وسط میں گنبد اور رقبہ 40 میٹر مربع تھا۔ 1988ء کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہوگیا ہے اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کے لیے گنجائش ہے۔ اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پرشکوہ مینار ہیں۔ ساری مسجد مرکزی طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہے۔

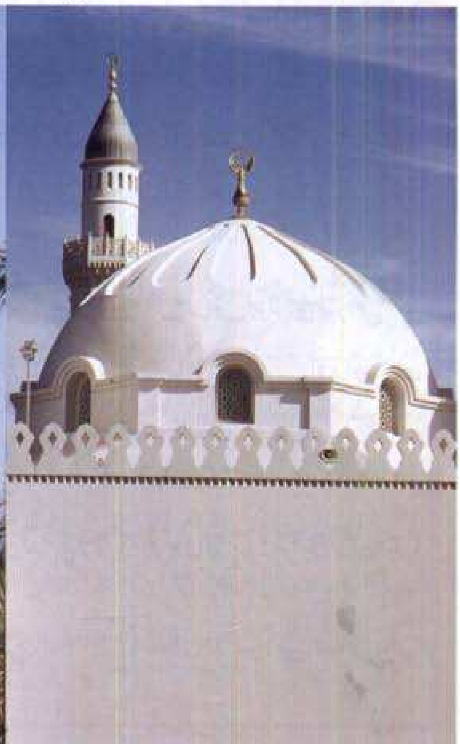
مسجد قباء کے اندر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک مرقوم ہے کہ ''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر 2 رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہوگا۔'' مسجد کے قبة الثنايا کی محراب کے اوپر اور آیت تاسیس مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس میں ''امام المسلمین شاہ جہان سلطان محمود خان'' کے عجز اور گناہ گاری کا اظہار کر کے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔

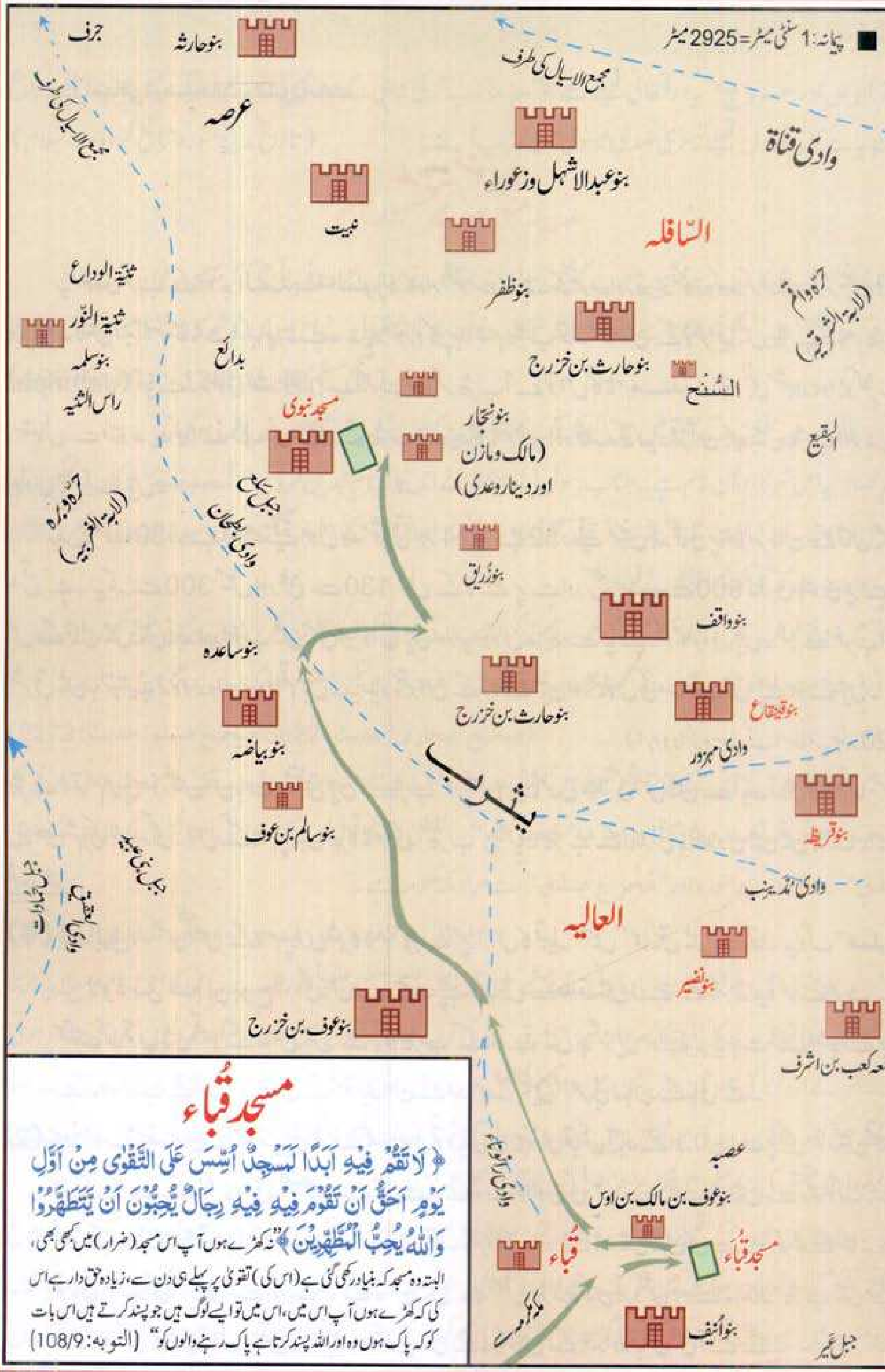
(آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (1) حرم نبوی از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)



↓ مسجد قُباء کے چند خوبصورت مناظر ↑







مسجد قُباء

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ "نہ کھڑے ہوں آپ اس مسجد (ضرار) میں کبھی بھی، البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے (اس کی) تقوٰی پر پہلے ہی دن سے، زیادہ حق دار ہے اس کی کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں تو ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ پاک ہوں وہ اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو" (التوبہ: 108/9)

اضافی توضیحات وتشریحات

مدینہ منورہ

یہ سعودی عرب کے صوبہ المدینۃ المنورۃ کا دارالحکومت ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ملا کر حرمین الشریفین (دو بلند مرتبہ قابل احترام مقامات) کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ بطلیموس کے جغرافیہ میں یثرب کا نام یثربہ (Jathripa) آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر یثرب آئے تو اس کا نام مدینۃ النبی مشہور ہوا جو کثرت استعمال سے فقط مدینہ کہلانے لگا۔ نبی ﷺ نے یثرب یا مدینہ کا نام طیبہ اور طابہ رکھ دیا۔ قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ دونوں نام آئے ہیں۔

مدینہ منورہ 39 درجے 50 دقیقے طول بلد مشرقی اور 24 درجے 32 دقیقے عرض بلد شمالی پر خط سرطان کے شمال میں واقع ہے۔ یہ مکہ سے 300 میل اور ینبع سے 130 میل کے فاصلے پر ہے اور سطح سمندر سے 600 میٹر کی بلندی پر ہے۔ اس کے شمال میں جبل اُحد اور جنوب میں جبل عیر واقع ہیں اور یہ دونوں مدینہ سے چار چار کلو میٹر دور ہیں۔ شہر کے مغرب اور مشرق میں بالترتیب حرہ وبرہ اور حرہ واقم ہیں۔ یہ سیاہ پتھروں کے علاقے ہیں اور میلوں کی مسافت میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 20)

یثرب: تمام عربی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ "یثرب" دراصل سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی "یثرب" پڑ گیا۔ یثرب کے ابتدائی باشندوں میں تین بڑے بڑے قبیلے تھے:

(1) عمالیق: جس شخص کے نام پر اس شہر کا نام "یثرب" پڑا اس کا قبیلہ "عُبَیل" عمالیق میں سے تھا۔ یہ لوگ "عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح" کی نسل سے تھے۔ پہلے وہ بابل کے علاقہ میں رہتے تھے، پھر جزیرۂ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ ان میں سے کچھ یثرب کے علاقے میں جاگزیں ہوئے۔ یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ وہ عرب تھے اور علامہ طبری کے نزدیک ان کے جدِ امجد "عملیق" عربی زبان کے بانی تھے۔

(2) یہود: جب مسلمانوں نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں کئی یہودی قبائل آباد تھے اور اس بات پر بھی مؤرخین متفق ہیں کہ یثرب کے اکثر یہودی، فلسطین سے ہجرت کر کے آنے والوں کی نسل سے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ بخت نصر کے حملہ (586 ق م) کے بعد بھاگ کر آئے تھے۔ پھر 70ء اور 135ء میں رومیوں نے یہود کو تشدد کا نشانہ بنایا تو باقی لوگ بھی فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ ان میں سے بعض یثرب میں فروکش ہوئے۔ علاقۂ یثرب میں پہنچنے والے اوّلین یہودی قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو بہدل تھے۔ پھر ان کے بعد اور قبائل بھی آتے گئے۔

(3) اَوس اور خَـزرَج: یہ دو قحطانی قبیلے تھے جو "سدِّ مأرب" کی تباہی کے بعد یمن سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے۔ راجح بات یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلے تیسری صدی عیسوی میں یثرب آئے۔ (تاریخ مدینہ منورہ شائع کردہ دارالسلام)

مدینہ منورہ کے مشہور نام

اَلْمَدِیْنَة: یہ اس شہر کا سب سے مشہور نام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں ہجرت فرمائی حتیٰ کہ یہیں مدفون ہوئے۔

طَابَہ: مدینہ کو "طابہ" بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس پیارے شہر کا نام "طابہ" رکھا ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث: 1385، مسند احمد: 5/106)

طابہ اور طیبہ "طَیِّبٌ" کے معنی میں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی برکت سے یہ شہر شرک سے پاک ہو گیا۔

یَثْرِب: یہ اس شہر کا اولین نام ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر "اَلْـمَـدِیْـنَـة" رکھ دیا۔ ممکن ہے تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں "یثرب" کے معنی، ملامت، فساد اور خرابی کے ہیں۔ صحیحین میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقے کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ "یمامہ" یا "ھجر" ہو لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے۔"

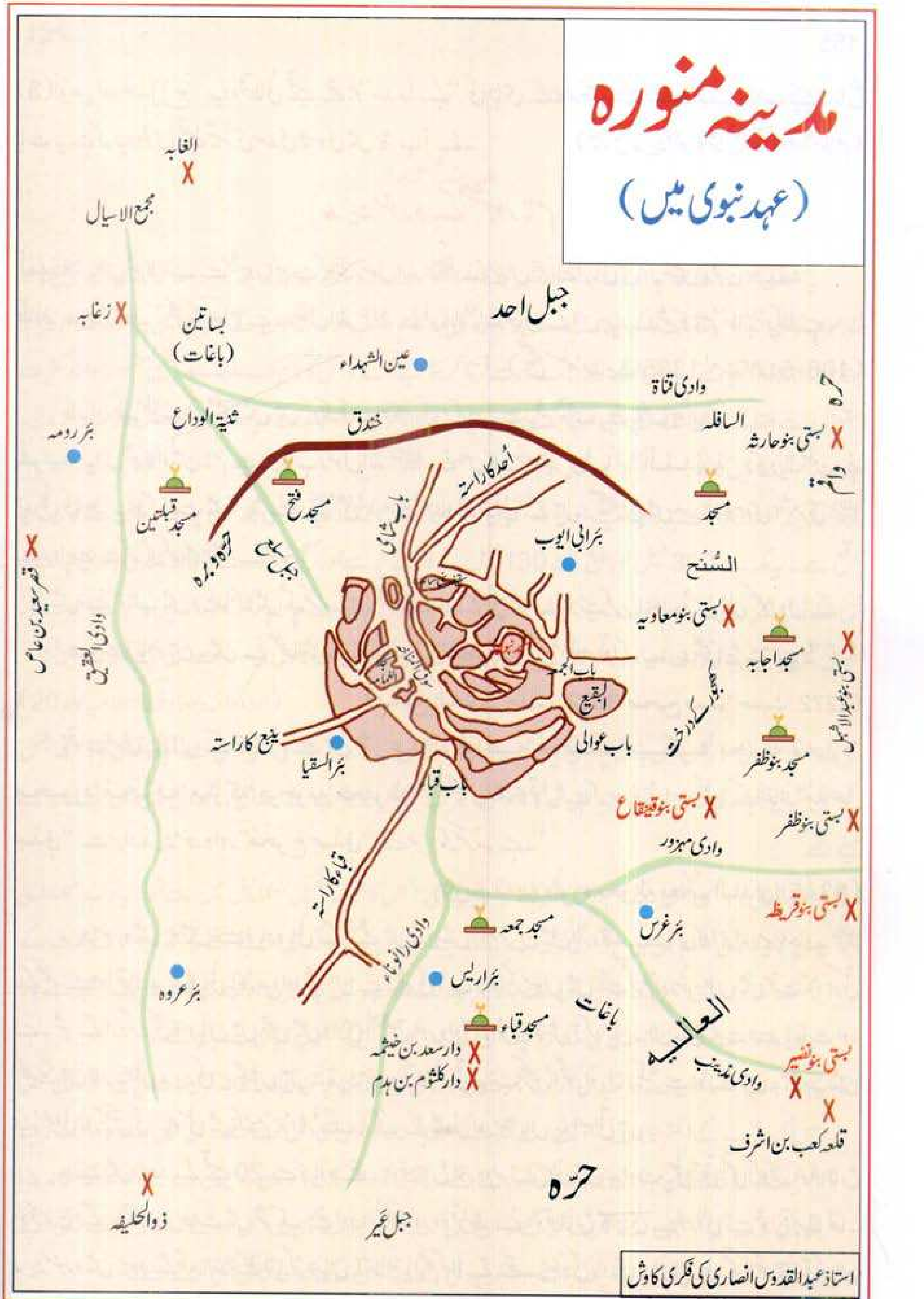
(صحیح البخاری، حدیث: 3622، صحیح مسلم، حدیث: 2272)

یاقوت حموی نے اس کے 29 نام لکھے ہیں، مثلاً: عذراء، قُدسیہ، عاصمہ، مسکینہ، محبوبہ، مختارہ، مجبورہ، مُحرَّمہ، مبارکہ، مرحومہ، محفوظہ ...... بعض ائمہ کا قول ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کے الفاظ "مُدْخَلَ صِدْقٍ" سے مراد مدینہ منورہ اور "مُخْرَجَ صِدْقٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔"

(تاریخ مدینہ منورہ بحوالہ معجم البلدان: 5/83)

مدینہ منورہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ اس کا اجراء امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا تھا۔ مدینہ کا پانی ہلکا، سرد اور شیریں ہے۔ شہر کی آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہوتی ہے۔ شہر کے اردگرد کئی وادیاں ہیں جن میں وادی العقیق اور وادی رانوناء قابل ذکر ہیں۔ ان میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں اور یہ اہل مدینہ کی سیرگاہیں ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب کھجور، انگور اور انار بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب میں قباء، عوالی اور عقیق کی سیاہ مٹی میں گندم، جو، انار، رنگ برنگ کے پھول اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

مدینے میں یہود کے قبیلے 20 سے زیادہ تھے۔ بنوقینقاع اور دوسرے یہود میں عداوت چلی آتی تھی کیونکہ بنوقینقاع بنوخزرج کے ساتھ یوم بعاث میں شریک تھے اور بنونضیر اور بنوقریظہ نے بنوقینقاع کا بڑی بے دردی سے خون بہایا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہود کے قلعہ بند محلے (یا گڑھیاں) آطام یا اطم کہلاتے تھے۔ یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر حجاز آ کر ان



مدینہ منورہ
(عہد نبوی میں)
الغابہ
مجمع الاسیال
زغابہ
بساتین (باغات)
جبل احد
عین الشہداء
وادی قناۃ
ثنیۃ الوداع
خندق
بئر رومہ
السافلہ
بستی بنوحارثہ
مسجد قبلتین
مسجد فتح
اُحد کاراستہ
مسجد
بئر ابی ایوب
السُنح
بستی بنومعاویہ
مسجد اجابہ
وادی العقیق
باب الجمعہ
البقیع
ینبع کاراستہ
بئر السقیا
باب عوالی
باب قبا
مسجد بنوظفر
بستی بنوقینقاع
بستی بنوظفر
وادی مہزور
بستی بنوقریظہ
مسجد جمعہ
بئر غرس
بئر عروہ
بئر اریس
باغات
العالیہ
مسجد قباء
دار سعد بن خیثمہ
دار کلثوم بن ہدم
وادی مذینب
بستی بنونضیر
قلعہ کعب بن اشرف
حرہ
ذوالحلیفہ
جبل عیر
استاذ عبدالقدوس انصاری کی فکری کاوش

کی زبان رفتہ رفتہ عربی ہوگئی تھی اور وہ اسی زبان میں روزمرہ کا کام کرتے تھے۔ عبرانی ان کی مذہبی اور تعلیمی زبان تھی۔
یہود کے علاوہ مدینہ میں عیسائی بھی موجود تھے۔ قبائل اوس مدینہ منورہ کے جنوب و مشرق میں اور خزرج وسطی اور شمالی علاقے میں آباد تھے۔ یہود ان دونوں قبیلوں کو لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ ان کا استحصال کرتے رہیں۔ اوس وخزرج کے درمیان آخری لڑائی جنگ بعاث تھی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مدینہ میں کئی بازار تھے، جن میں سب سے اہم سوق بنی قینقاع تھا جو سونے اور چاندی کے زیورات و مصنوعات اور کپڑے والوں کا خاص بازار تھا۔ مدینے کے بعض گھروں کے ساتھ باغ بھی تھے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی بھی استعمال ہوتی تھی۔ عورتوں میں کپڑا بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 20)
مکہ مکرمہ کے غریب الوطن مہاجر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں آئے تھے، لٰہذا نبی کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار میں باہمی ہمدردی اور امداد واعانت کے لیے بھائی چارے کا ایک معاہدہ کرا دیا۔ اسی زمانے میں آپ ﷺ نے یہود اور دیگر اقوام مدینہ منورہ سے امن وامان کا معاہدہ کیا، جو میثاق مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ آنے پر نماز باجماعت کا اہتمام اور اذان کا حکم ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے جو مسجد تعمیر کی وہ مسجد نبوی کہلاتی ہے۔
مدینہ منورہ میں اسلام کو شان و شوکت نصیب ہوئی۔ جہاد کا حکم ملا۔ روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح وطلاق، غلاموں، اسیروں، دشمنانِ دین اور حدود و تعزیرات کے متعلق احکام نازل ہوئے اور دین اسلام نقطۂ عروج کو پہنچ گیا۔ یہیں غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوہ خندق لڑے گئے۔ یہیں سے نبی کریم ﷺ نے شاہانِ وقت کو دعوتی خطوط لکھے۔ مدینہ منورہ ہی سے مسلمان ذوق جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر دنیا کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے۔
مدینہ بطور دار الخلافہ: رحلت نبوی کے بعد خلافت اسلامیہ کا پہلا دار الحکومت 11ھ تا 36ھ مدینہ منورہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہاں مرکزی بیت المال قائم کیا۔ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کرائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اہم کارنامہ بھی مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع ہے۔ انہوں نے ساری عمارت میں منقش پتھر لگوائے اور ستونوں کو سیسے سے مضبوط کیا اور عہد صدیقی کے قرآن مجید کے مدون نسخے کی نقلیں کرا کر مدینہ منورہ سے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ واپس آ کر مدینے کے بجائے اس کو مرکز خلافت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی اور مرکز خلافت دمشق منتقل ہو گیا۔ اب مدینہ منورہ کی حیثیت ایک صوبائی شہر کی رہ گئی، اگرچہ اس کی علمی اور دینی مرکزیت اب بھی باقی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دستبرداری کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا مرقد مبارک ہے اور پہلے تین خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تابعین اور تبع تابعین یہاں دفن ہیں۔
مدینہ منورہ مختلف ادوار میں اموی، عباسی، عبیدی، زنگی، ایوبی، مملوک اور عثمانی سلطنتوں میں شامل رہا۔ عثمانی ترکوں نے

1908ء میں دمشق سے مدینہ تک ریلوے لائن بچھائی جسے پہلی جنگ عظیم کے دوران میں انگریزوں کے ایجنٹ شریف مکہ الحسین کے بدو فوجیوں نے تباہ کر دیا۔ جنگ کے بعد شریف الحسین نے حجاز میں اپنی بادشاہت قائم کر لی۔ والیٔ نجد سلطان عبدالعزیز بن سعود نے 1924ء میں حجاز پر قبضہ کرنے کے بعد ملک النجد والحجاز کا لقب اختیار کر کے ملک میں امن وامان قائم کیا اور 1930ء کی دہائی میں تیل کی دریافت اور برآمد سے ملک کی خوشحالی اور اقتصادی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ مدینہ منورہ کی موجودہ ترقی وخوشحالی شاہ فیصل بن عبدالعزیز اور ان کے جانشینوں شاہ خالد مرحوم اور شاہ فہد کی مرہون منت ہے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع وتزئین پر کروڑوں پونڈ صرف کیے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع وتکمیل کی۔ مدینہ منورہ کی آبادی 3 لاکھ نفوس سے زائد ہے۔ ان میں ہندی (پاک وہند کے)، بخاری (ترکستانی) اور شامی مہاجرین کی بھی خاصی تعداد ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 20)

مسجد نبوی

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے تو آپ نے مدینہ منورہ میں ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے ایک احاطہ منتخب کیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس احاطے میں کھجور کے درخت، مشرکین کی کچھ قبریں اور کھنڈر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے درخت کاٹ دیے گئے اور مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں اور کھنڈر ہموار کر دیے گئے۔ قبلہ کی دیوار میں کھجور کے درختوں کی قطار لگا دی گئی اور دائیں بائیں پتھروں کی دیواریں بنا دی گئیں۔ اس دوران میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر یہ شعر پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الاَجْرَ اَجْرُ الاٰخِرَہ فَاغْفِرِ الاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

''اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی اہم نہیں، انصار ومہاجرین کو معاف فرما۔''

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مسجد کی قبلہ والی دیوار منبر کے اس قدر قریب تھی کہ بکری بھی وہاں سے بمشکل گزر سکتی تھی۔''

مسجد والی جگہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی جو سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے۔ وہ جگہ کھلیان کا کام دے رہی تھی۔ نبی ﷺ نے ان بچوں کو بلایا اور ان سے کھلیان کا سودا کیا تاکہ وہاں مسجد بن سکے۔ وہ دونوں کہنے لگے: ''نہیں، ہم یہ جگہ بطور عطیہ دیتے ہیں۔''

حضرت نافع فرماتے ہیں: مجھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ''رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے۔''
(صحیح البخاری، حدیث: 3906)

مسجد نبوی کی پہلی توسیع: جب نبی کریم ﷺ خیبر سے واپس تشریف لائے تو مسجد نبوی میں پہلی دفعہ توسیع کی گئی، کیونکہ


غروب آفتاب کے وقت مسجد نبوی کا خوبصورت فضائی منظر

مسلمانوں کی تعداد بڑھ چکی تھی۔ آپ نے چوڑائی میں چالیس ہاتھ اور لمبائی میں تیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔ اس طرح مسجد مربع کی صورت اختیار کرگئی۔ اس کا مکمل رقبہ 2500 مربع میٹر ہوگیا' البتہ قبلہ کی طرف کی دیوار پہلی حد تک ہی رہی۔ کھجور کے تنوں سے بنائے ہوئے دور نبوی کے ستون کھوکھلے ہوگئے تو خلیفۂ اوّل ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بدل دیا۔

خلافت راشدہ کی توسیع: خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 17ھ میں مسجد نبوی کی انسانی قد تک بنیادیں پتھر سے بنائیں اور ستون لکڑی کے بنادیے۔ مسجد سے باہر ایک چبوترہ سا بنادیا۔ اسے ''بُطیحاء'' کہا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شور وغل کیے بغیر نہ رہ سکے یا اونچی آواز سے بات کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے وہ مسجد سے نکل کر یہاں آبیٹھے۔'' بعد کی کسی توسیع میں بطیحاء کو مسجد کے اندر شامل کرلیا گیا۔

خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے 29ھ میں مسجد نبوی میں قبلہ اور شمال اور مغرب کی جہات میں اضافہ فرمایا۔ قبلے کی طرف ایک برآمدے کا اضافہ کیا اور قبلے کی دیوار اس جگہ بنائی جہاں وہ آج ہے۔ مغرب کی طرف برآمدے کے علاوہ شمال کی طرف دس ہاتھ اضافہ فرمایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ تعمیر منقوش پتھروں سے تھی اور چھت ساگوان کی خوشبودار لکڑی سے ڈالی گئی' البتہ مقصورہ کچی اینٹوں ہی سے بنایا گیا۔

اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 88ھ میں مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور 91ھ میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ مغرب کی طرف بیس ہاتھ اور مشرق کی جانب تقریباً تیس ہاتھ کا اضافہ کیا گیا۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مسجد میں شامل کردیے گئے۔ شمالی جانب بھی اضافہ کیا گیا۔ تعمیر جدید' منقوش پتھر سے کی گئی۔ ستون کھوکھلے پتھر سے بنائے گئے اور درمیان میں لوہا اور سیسہ ڈالا گیا۔ دو چھتیں ڈالی گئیں' نچلی چھت ساگوان کی لکڑی سے تیار کی گئی۔ مسجد نبوی میں مینار سب سے پہلی مرتبہ ولید کی اس توسیع ہی میں بنائے گئے۔ ابن زبالہ وغیرہ کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کی تو چار مینار بھی بنائے۔ (وفاء الوفاء: 2/502'513'526)

محراب بھی اسی توسیع میں بنائی گئی۔ مسجد کی دیواروں پر اندرونی جانب سنگ مرمر' سونا اور رنگدار اینٹیں لگائی گئیں۔ اسی طرح ستونوں کے بالائی حصوں اور دروازوں کی چوکھٹوں اور چھت پر سونے سے ملمع کاری کی گئی۔ نیز مسجد کے بیس دروازے بنائے گئے۔

مہدی عباسی کا دور: 161ھ میں جب خلیفہ مہدی حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ گیا تو جعفر بن سلیمان کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا اور اسے مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا۔ اس کام میں اس کے ساتھ عبداللہ بن عاصم بن عمر بن عبدالعزیز اور عبدالملک بن شبیب غسانی کو بھی مقرر کیا۔ اس دفعہ شمالی جانب اضافہ کیا گیا۔ مہدی نے مسجد نبوی کے اردگرد کچھ گھر خرید لیے۔ ان میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا گھر' جسے دار ملیکہ کہا جاتا تھا' شرحبیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ کا گھر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر جسے دار القراء کہا جاتا تھا' مسجد کے احاطے میں شامل کردیے گئے۔

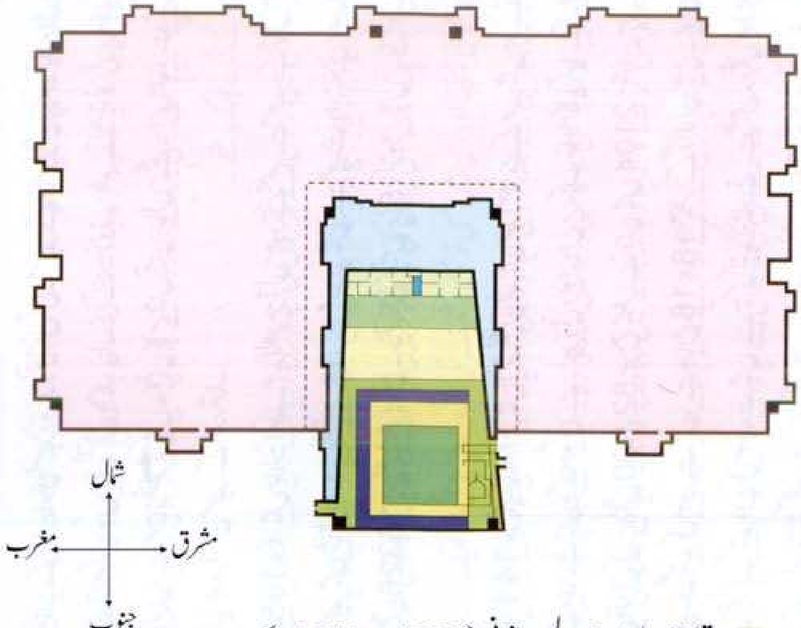
عثمانی توسیع: خلیفہ عبدالمجید عثمانی کے عہد (1265ھ تا 1277ھ) میں مقصورہ' منبر شریف' مغربی دیوار' محراب نبوی'

مسجد نبوی کی مرحلہ وار توسیع (تاریخ اور رنگوں کے آئینے میں)

- نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں مسجد نبوی کی بنیاد (سن 1ھ)
- نبی ﷺ نے توسیع فرمائی (7ھ/628ء میں فتح خیبر کے بعد)
- توسیع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (17ھ/638ء)
- توسیع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (29ھ/649ء)
- توسیع ولید بن عبدالملک اُموی (88ھ/707ء)

عہد ولید بن عبدالملک (86ھ تا 96ھ/705ء تا 715ء) میں گورنر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نگرانی میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے دوران پہلی مرتبہ چاروں کونوں پر چار مینار تعمیر کیے گئے' پہلی بار مسجد کی محراب بنی' نیز امہات المومنین کے حجرے مسجد کی توسیع میں شامل کر لیے گئے۔

- توسیع مہدی بن منصور عباسی (161ھ/777ء)
- توسیع سلطان اشرف قایتبائی (888ھ/1483ء)



- توسیع سلطان عبدالمجید عثمانی (1265ھ/1848ء)
- توسیع شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود (1372ھ/1952ء)
- توسیع خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز (1406-16ھ/1985-95ء)

شاہ فہد کی توسیع سے دور نبوت کا سارا مدینہ مسجد نبوی میں شامل ہو گیا ہے۔

محراب سلیمانی، محراب عثمانی اور بڑے مینار کے سوا ساری مسجد دوبارہ تعمیر کی گئی۔ مسجد کے تمام فرش پر اور قبلہ والی دیوار کے نصف تک سنگ مرمر لگایا گیا۔ چھت کے تمام گنبدوں میں نقش ونگار بنائے گئے۔ روضہ اطہر کے ستونوں پر سفید اور سرخ سنگ مرمر لگایا گیا تاکہ وہ دوسرے ستونوں سے ممتاز نظر آئیں۔ اس کام میں تین سال لگے۔ اس عمارت میں ایک نیا دروازہ ''باب مجیدی'' کے نام سے بنایا گیا جو دراصل مسجد کے اندر تھا۔

پہلی سعودی توسیع وتعمیر 1368ھ (1951ء): میں جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب میں اردگرد کے علاقے خرید کر مسجد میں شامل کردیے گئے۔ عمارت مجیدیہ میں سے چھت دار جنوبی حصہ اسی طرح رہنے دیا گیا۔ اس طرح مسجد کی کل پیمائش 16326 مربع میٹر ہوگئی۔ یہ توسیع، جس پر 5 کروڑ ریال خرچ ہوئے، اکتوبر 1955ء میں مکمل ہوئی۔

دوسری سعودی توسیع (1405ھ تا 1414ھ): خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبدالعزیز کے عہد میں ہونے والی اس توسیع کے بعد نمازیوں کی گنجائش پہلے کے مقابلے میں نوگنا ہوگئی ہے۔ بیرونی دیواروں پر سنگ خارا لگایا گیا ہے۔ اس توسیع میں چھ نئے مینار بنائے گئے ہیں۔ زمینی منزل کی پیمائش 82,000 مربع میٹر ہے، اس میں 2104 ستون ہیں جو 6×6 میٹر کے دالان بناتے ہیں اور جس جگہ چھت گنبد کی صورت میں ہے وہاں 18×18 میٹر کے دالان ہیں۔ یوں نئی توسیع میں ستائیس دالان ہیں اور ان کی چھت متحرک گنبدوں کی صورت میں ہے تاکہ گنبد ہٹانے سے طبعی روشنی اور ہوا حاصل ہوسکے۔ چھت کے اوپر نماز کی ادائیگی کے لیے وسیع صحن بنائے گئے ہیں جن کی پیمائش 58,250 مربع میٹر ہے۔ مکمل چھت کی پیمائش 67,000 مربع میٹر ہے۔ چھت پر تقریباً 90,000 افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ چھت کے اوپر 1000 مربع میٹر جگہ پر برآمدے بنائے گئے ہیں جن کی بلندی 5 میٹر ہے۔

(تاریخ مدینہ منورہ مطبوعہ دارالسلام ص 70 تا 77)

عثمانی ترکوں نے تیرھویں صدی ہجری میں مسجد نبوی میں جو توسیع کروائی اس کی تفصیل حد درجہ ایمان افروز ہے۔ ترکوں نے جب اس کام کا ارادہ کرلیا تو انہوں نے اپنی وسیع وعریض سلطنت میں اعلان عام کیا کہ انہیں عمارت سازی سے متعلق مختلف علوم وفنون کے ماہرین درکار ہیں۔ اعلان کرنے کی دیر تھی کہ سنگ تراش، معمار، نقشہ نویس، خطاط، رنگ ساز، شیشہ گر، پچی کاری کے ماہر، غرض کہ ہر علم اور ہر ہنر کے مانے ہوئے لوگوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ترک حکومت نے اپنے تمام اہلکاروں اور سفیروں کو ہدایت کی کہ ان تمام ماہرین اور ان کے خاندانوں کو سفر کی ہر سہولت بہم پہنچائی جائے، پھر قسطنطنیہ کے باہر ایک شہر بسایا گیا جس میں اطراف عالم سے آنے والے ان قافلوں کو اتار کر ہر شعبے کے ماہرین کو الگ الگ محلوں میں بسایا گیا۔ اس سارے عمل میں کئی سال لگ گئے۔

اس کے بعد عقیدت اور حیرت کا نیا باب شروع ہوا۔ خلیفۂ وقت جو اس وقت کی معلوم دنیا کا سب سے بڑا فرمانروا تھا، خود نئے بسائے گئے شہر میں آیا اور ہر شعبے کے ماہر کو تاکید کی کہ اپنے ذہین ترین بچے کو اپنا فن سکھائے اور اس طرح سکھائے

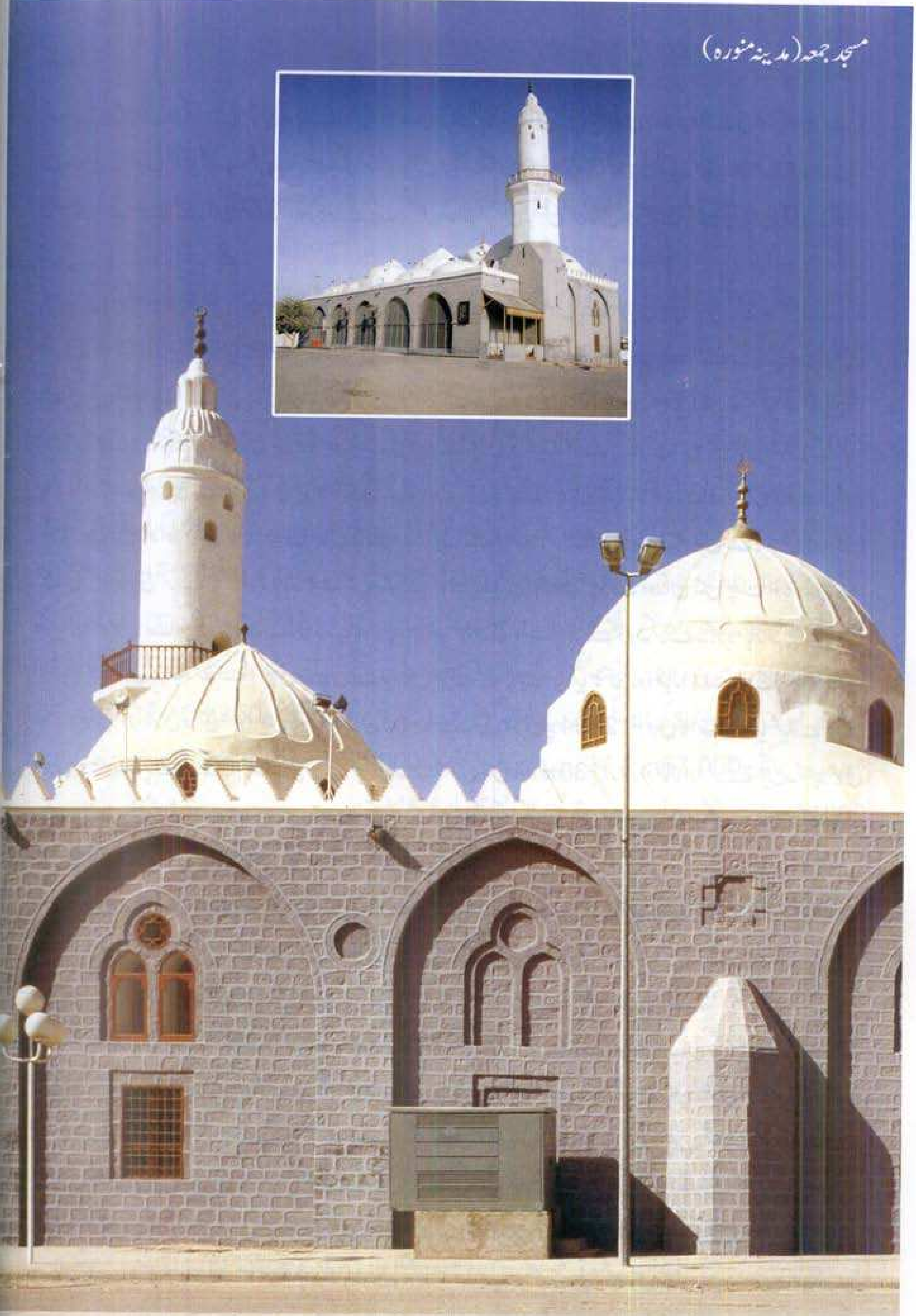
کہ اس فن میں اسے یکتا و بے مثال کر دے۔ اس اثناء میں ترک حکومت اس بچے کو قرآن حفظ کروائے گی اور شہسوار بنائے گی۔ دنیا کی تاریخ کا یہ عجیب و غریب منصوبہ کئی سال جاری رہا۔ پچیس برس بعد نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جو نہ صرف اپنے اپنے شعبے میں یکتائے روزگار تھے بلکہ ہر شخص حافظِ قرآن، باعمل مسلمان اور صحت و تندرستی کا پیکر تھا۔ یہ تعداد میں پانچ سو کے لگ بھگ تھے۔

اس دوران میں ترکوں نے پتھروں کی نئی کانیں دریافت کیں، نئے جنگلوں سے لکڑیاں کاٹی گئیں، تختے حاصل کیے گئے اور شیشے کا سامان بہم پہنچایا گیا۔ یہ سارا سامان نبی ﷺ کے شہر پہنچا تو ادب کا یہ عالم تھا کہ اسے رکھنے کے لیے مدینۃ النبی سے کئی میل دور ایک الگ بستی بسائی گئی تاکہ پتھر کٹیں تو شور سے مدینہ کا ماحول متاثر نہ ہو۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کٹا یا ترشا ہوا پتھر مسجد نبوی پہنچتا اور اس میں کسی ترمیم و تخفیف کی ضرورت پڑتی تو ٹھیک کرنے کے لیے اس بستی میں واپس لے جایا جاتا۔ اور جب ماہرین نے کام شروع کیا تو انہیں حکم یہ تھا کہ ہر شخص کام کے دوران میں باوضو رہے اور مسلسل تلاوتِ قرآن کرتا رہے۔ تعمیر نو اور توسیع کا کام پندرہ سال جاری رہا۔ ایک حصے کو منہدم کر کے اسے بنا لیتے تو اس کے بعد ہی دوسرے حصے کی تعمیر شروع کرتے تاکہ نماز باجماعت میں رکاوٹ نہ ہو۔ ریاض الجنۃ کی تعمیر کے دوران میں چھت اور زمین کے درمیان ستونوں کے اوپر لکڑی کے تختے لگا دیے تاکہ چھت منہدم ہوتے وقت اوپر سے مٹی نہ گرے۔ حجرہ مبارکہ جہاں امام الانبیاء ﷺ کی قبر مبارک ہے، اس کی جالیوں کے چاروں طرف کپڑا لپیٹ دیا گیا تاکہ گرد و غبار اندر نہ جائے۔

نویں اور آخری توسیع سعودیوں کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ نچلی منزل پر 2104 ستونوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نچلی منزل اور چھت پر 2 لاکھ 68 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ صحنوں میں 4 لاکھ 30 ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد نبوی کے دروازوں کی مجموعی تعداد پچاسی ہے۔ چھت کے بڑے بڑے متحرک گنبدوں کی سجاوٹ پر 68 کلوگرام سونا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ گنبد مرکزی کمپیوٹر نظام کے تحت ایک منٹ میں کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ صحن میں روشنی کے لیے 151 فانوس نصب کیے گئے ہیں۔ زیر زمین کار پارکنگ میں 4500 گاڑیاں کھڑی کی جا سکتی ہیں۔ مسجد کے ائیر کنڈیشننگ کے نظام کو دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کا پلانٹ مسجد سے سات میل دور ہے تاکہ شور مسجد سے دور رہے۔ ٹھنڈا پانی اور ہوا ایک سرنگ کے ذریعے مسجد میں پہنچتے ہیں۔

مسجد نبوی کی ایک خصوصی شان یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات اس کا حصہ بن گئے ہیں۔ حجرہ مبارکہ کے قریب مسجد کے جنوب مشرقی کونے پر باہر صحن میں کھڑے ہوں تو یہ وہ جگہ ہے جہاں میزبان رسول ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ مسجد کے جنوبی حصے میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور عمِ رسول عباس رضی اللہ عنہ کے مکان شامل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ ایک مسافر خانہ تھا جو سعودی حکومت کی پہلی توسیع تک باقی تھا۔ آج یہ مشرقی صحن کا حصہ ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکانات بھی مشرقی حصے میں شامل ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکان بھی مسافر خانے کے طور پر ماضی قریب تک موجود تھا اور ''رباط خالد'' کہلاتا تھا، اب وہ بھی مشرقی حصے میں شامل ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن

مسجد جمعہ (مدینہ منورہ)



بن عوف رضی اللہ عنہ کا مکان اتنا بڑا تھا کہ اس کا نام ہی ''دارِ کبریٰ'' یعنی بڑا گھر تھا۔ وہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو ٹھہرایا کرتے تھے۔ اب وہ مسجد کے شمالی حصے میں شامل ہے۔ مسجد کے مغربی حصے میں حضرت عمرؓ حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت حسان بن ثابتؓ سیدہ سکینہ بنت حسینؓ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور کئی دوسرے جلیل القدر صحابہ کے مکانات شامل ہیں۔
(''مسجد نبوی کی بہار'' محمد اظہار الحق - اردو ڈائجسٹ' نومبر 2003ء)

مسجد جمعہ: اسے ''مسجد جمعہ'' یا ''مسجد صلاۃ الجمعۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قباء بستی میں چند دن ٹھہر کر مدینہ منورہ کی طرف چلے تو وادئ رانوناء میں بنو سالم بن عوف کے محلے میں اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا جمعہ پڑھایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ مسجد بنا دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور گورنری میں اسے دوبارہ تعمیر فرمایا۔ اس مسجد کے اور بھی کئی نام ہیں: مسجد بنی سالم' مسجد وادی' مسجد غُبَیب اور مسجد عاتکہ۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں اس مسجد کی توسیع اور نئی تعمیر 1412ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ اس کا کل رقبہ 1630 مربع میٹر ہے اور اس میں 650 نمازی سما سکتے ہیں۔ اس مسجد میں ایک گنبد ہے جس کا قطر 12 میٹر ہے۔ اس کے علاوہ چار چھوٹے قبے بھی ہیں۔ اس کے مینار کی بلندی 25 میٹر ہے۔ مسجد جمعہ' قباء سے 500 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔
(''تاریخ مدینہ منورہ'' (دارالسلام) 104,105)

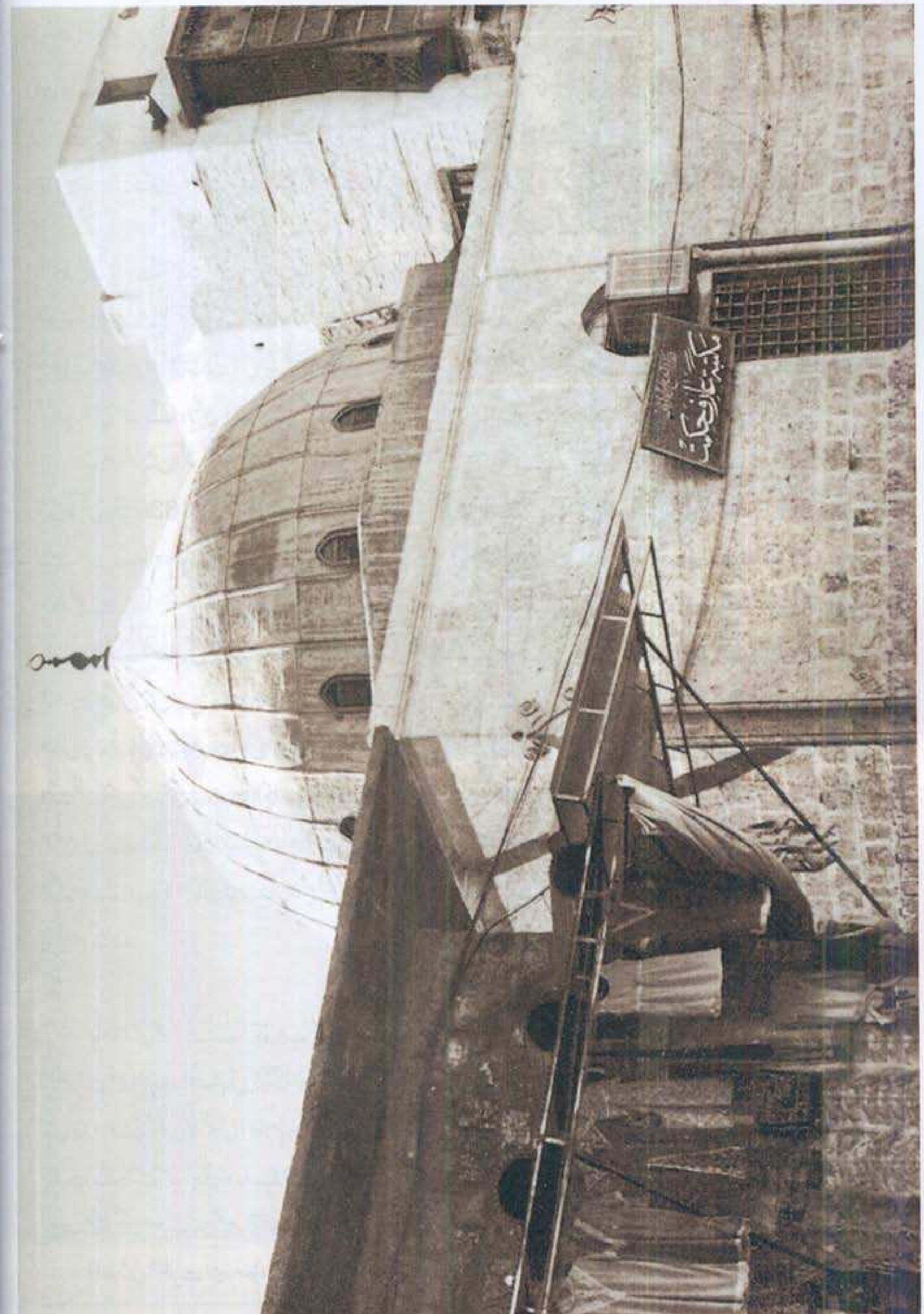
دار ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ: سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے زیر تصرف دو منزلہ مکان تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے مکان کا بالائی حصہ پیش کرنا چاہا مگر آپ نے زائرین کی سہولت اور راحت رسانی کی خاطر زیریں منزل پسند فرمائی۔ کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا۔ مگر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا دل ادب و احترام اور محبت سے لبریز تھا۔ ان کو ہر وقت فکر دامن گیر رہتی کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نیچے قیام پذیر ہیں اور ہم اوپر رہتے ہیں' لہٰذا انہوں نے عاجزی وانکساری سے عرض کی کہ ہمارے ایمانی جذبات اور آپ کے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ آپ بالائی منزل پر اقامت گزین ہو جائیں تاکہ سوئے ادب کا احتمال نہ رہے' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا اور بالائی منزل میں قیام پذیر ہو گئے۔
(البدایہ والنہایہ: 3/199)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تہذیب'' میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ابی ایوب میں ایک ماہ قیام کیا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ: ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب نجاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہجرت سے 31 سال پہلے یثرب میں پیدا ہوئے۔ ان کا قبول اسلام بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیانی وقفے کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ہجرت کے وقت مسجد نبوی اور اپنے مکان کی تعمیر سے پہلے انہی کے مکان پر قیام فرمایا تھا۔ مواخات میں آپ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات اور بڑی جنگوں میں حصہ لیا۔

9ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملے کی غرض سے ایک بیڑا تیار کیا تھا۔ یزید بن معاویہ اس کا سپہ

مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر







استنبول (ترکی) میں حضرت
ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر
کے مختلف مناظر





سالار تھا۔ ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کے علاوہ ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔

چار سال تک آپ قسطنطنیہ پر حملوں میں شریک رہے، پھر آپ بیمار ہو گئے۔ یزید عیادت کے لئے آیا اور پوچھا: ''آپ کو کچھ کہنا ہے۔'' فرمایا: ''ہاں یہ کہنا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ اٹھا کر دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جا سکو لے جاؤ اور جب آگے بڑھنے کا امکان نہ رہے تو اسی جگہ مجھے دفن کر دو۔'' چنانچہ 52ھ کی ایک رات ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ غالباً اسہال کی بیماری سے فوت ہو گئے۔ نماز جنازہ یزید نے پڑھائی اور قسطنطنیہ کی فصیل کے سامنے انہیں دفن کر دیا گیا۔

(ملخص از طبری، طبقات ابن سعد، الاستیعاب، اُسد الغابہ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان سے ڈیڑھ سو احادیث منسوب ہیں جن میں سے پانچ متفق علیہ ہیں۔ استنبول (قسطنطنیہ) میں ان کی قبر ہے اور ان کے نام سے منسوب مسجد ''جامع ایوب'' کہلاتی ہے۔ ساتھ ہی قبرستان ایوب بھی ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 1)

مدینہ منورہ کے برساتی نالے (وادیاں) اور کنویں

وادیٔ رانوناء: یہ وادی (برساتی نالہ) مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ حرہ وبرہ کے مشرق میں جبل عیر سے شروع ہو کر مسجد جمعہ کے قریب وادی مہزور اور وادی مذینب میں جا ملتی ہے۔ آج کل اسے ''سیل سیدنا حمزہ'' کہا جاتا ہے۔ وادیٔ رانوناء پر عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان نے بند باندھا تھا جس کی تجدید عثمانی خلیفہ عبدالعزیز خان کے عہد 1289ھ/1872ء میں کی گئی جیسا کہ بند کی بڑی چٹان پر کندہ عبارت سے واضح ہے۔

وادیٔ بُطحان: قدیم مورخین نے اس کا نام جفاف بیان کیا ہے جبکہ موجودہ دور میں اسے ''قربان'' کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد قباء سے مشرقی جانب عوالی (العالیہ) کے علاقے سے شروع ہو کر مسجد فتح کے مغرب میں وادی رانوناء سے جا ملتی ہے اور پھر زغابہ کو چلی جاتی ہے۔ بنونضیر نے یثرب آ کر بطحان کے کنارے مقیم ہو کر کھیتی باڑی شروع کی تھی۔

وادیٔ عقیق: یہ وادی شہر کے جنوب مغرب سے شروع ہو کر شمال مغرب تک پھیلی ہوئی ہے اور مدینے کی وادیوں کے سنگم مجمع الاسیال نزد زغابہ سے جا ملتی ہے۔ اس کا طول 150 کلومیٹر ہے۔ بخاری شریف (جلد اول: 207,314) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک رات جبکہ میں وادیٔ عقیق میں مقیم تھا تو ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے آیا اور کہا آپ اس مبارک وادی میں نماز پڑھ لیں۔'' وادیٔ عقیق کا زیریں حصہ ذوالحلیفہ میں واقع ہے۔ حرہ وبرہ سے ذوالحلیفہ کے راستے میں ٹیلوں کا ایک سلسلہ ہے جو قدیم زمانہ کے عالیشان محلات کے کھنڈر ہیں مثلاً: قصر عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، قصر سکینہ بنت حسینؓ، قصر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، قصر عاصم بن عمرو بن عثمان بن عفان۔ اس وادی میں واقع بعض کنویں مثلاً: بئر رومہ اور بئر عروہ تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ وادی کھجوروں اور باغات کا علاقہ تھی۔

وادیٔ مُذَیْنِبْ: یہ یہودی قبیلہ بنونضیر کی قیام گاہ تھی۔

وادیٔ مھزور: یہاں یہود بنی قریظہ آباد تھے۔

وادیٔ قناۃ: مدینے کے شمال مشرق میں واقع اس وادی کے جنوب میں بنوحارثہ، بنوعبدالاشہل اور بنوزعوراء رہتے تھے۔

بئر رومہ: یہ مسجد قبلتین کے شمال مغرب میں وادی عقیق میں ہے۔ جب تبع یمن یثرب آیا تھا تو اس نے وادیٔ عقیق میں قیام کے دوران میں یہ کنواں بنوایا تھا۔ اسلام سے پہلے اسے بئر الملک کہا جاتا تھا' بعدازاں بئر رومہ کے نام سے شہرت حاصل کی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے یہودی مالک سے 35 ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تو یہ بئر عثمان کہلانے لگا۔ ان دنوں یہ خشک ہے' البتہ اس کے بالکل قریب ایک نیا کنواں ہے جس میں ٹیوب ویل لگا ہوا ہے۔

بئر اریس: اریس نامی یہودی کا یہ کنواں مسجد قباء کے شمال مغرب میں باغ کی چاردیواری کے اندر واقع تھا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بخاری میں ایک طویل روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی منڈیر پر پاؤں مبارک اندر لٹکا کر بیٹھ گئے اور آپ کے پاس باری باری حضرت ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم آئے تو آپ نے ہر بار انہیں جنت کی بشارت دی۔ بخاری کی ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اطہر میں چاندی کی ایک انگوٹھی تھی جو آپ کے بعد باری باری ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کی زینت بنی۔ آخرکار عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وہ بئر اریس میں گر گئی۔ (بخاری جلد 2:873) اس کے بعد ان کے خلاف فتنوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ (وفاء الوفاء جلد 2) 1968ء میں یہ کنواں سڑک کی توسیع کی زد میں آگیا اور یوں اس کا نشان تک معدوم ہوگیا۔ (معین الحجاج:488)

بئر غَرْس: یہ مسجد قباء سے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر شمال مشرقی جانب ''قربان'' کے مقام پر واقع تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کا پانی نوش فرمایا' اس سے وضو کیا اور آپ کو آخری غسل بھی اس کے پانی سے دیا گیا۔ یہ کنواں حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا۔ اسے بئر غُرس بھی کہتے ہیں۔ ایک مسجد اور باغ بھی الغُرس کے نام سے 1392ھ/1972ء تک موجود تھا۔ (تاریخ المدینة المنورہ)

مدینہ منورہ کی بعض مشہور مساجد

علامہ زین الدین المراغی متوفی 816ھ/1413ء نے مدینہ منورہ کی مساجد کی تعداد 29 بتائی ہے جبکہ محمد صالح البلیہشی 1401ھ/1981ء میں مساجد مدینہ کی تعداد 124 بیان کرتے ہیں۔ مسجد نبوی، مسجد قباء، مسجد جمعہ اور مسجد قبلتین کے علاوہ مدینہ کی مشہور مسجدیں درج ذیل ہیں:

مسجد غمامہ یا مصلّی العید: نبی ﷺ اپنی حیات طیبہ کے آخری برسوں میں عیدین کی نماز یہیں ادا فرماتے تھے۔ آپ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی اس جگہ پڑھائی۔ یہ مسجد نبوی کے باب السلام سے تقریباً 1500 فٹ کے فاصلے پر ہے۔ نویں صدی ہجری تک اسی مسجد میں عیدین کی نماز ادا کی جاتی رہی، پھر غالباً مسجد نبوی کے کشادہ ہونے کے باعث وہاں نمازِ عیدین کا اہتمام کیا جانے لگا۔ اس ننھی سی مسجد کے آٹھ چھوٹے گنبد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں نماز استسقاء کے دوران میں ایک بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیے رکھا تھا لہٰذا اسے آج کل مسجد غمامہ کہا جاتا ہے۔

مسجدِ اجابہ: یہ مسجد قبیلہ اوس کے بنومعاویہ بن مالک بن عوف کی بستی میں واقع تھی، لہٰذا اسے مسجد بنی معاویہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عامر بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عوالی کی طرف تشریف لے گئے اور بنومعاویہ کی مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی دو نفل جماعت کے ساتھ ادا کیے، پھر آپ ﷺ دیر تک دعا مانگتے رہے اور ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کی تھیں جن میں سے دو کے متعلق دعا قبول ہوئی اور تیسری کے حق میں قبول نہ ہوئی۔ میں نے دعا کی: ''پروردگار! میری امت کو قحط کے عذاب سے ہلاک نہ کرنا' دوسری التجا یہ تھی کہ میری ساری امت کو غرقابی سے بچانا اور تیسری (جو قبول نہ ہوئی وہ) تھی کہ مسلمان باہم لڑائی نہ کریں۔'' (مسلم کتاب الفتن) اس وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد اجابہ (قبولیت کی مسجد) مشہور ہوا۔ اب یہ مسجد بقیع کے شمال میں شارع فیصل (شارع ستین) پر واقع ہے اور مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ 580 میٹر ہے۔ 1418ھ/1997ء کی توسیع کے بعد مسجد کی عمارت کا رقبہ 1000 ہزار مربع میٹر ہے۔ ایک گنبد اور 33.75 میٹر بلند مینار بھی ہے۔

مسجد بنی ظفر: یہ مسجد جنت البقیع کے مشرق میں بستی بنوظفر میں واقع تھی۔ ایک مرتبہ سیّد کونین ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد بنی ظفر میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک چٹان پر بیٹھ گئے، پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تلاوت کی فرمائش کی۔ انہوں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن سناؤں جبکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میری خواہش ہے دوسروں سے قرآن سنوں۔ تعمیل ارشاد میں جب انہوں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی اور اس آیت پر پہنچے ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ

شَهِيْدًا﴾ تو دیکھا کہ نبی ﷺ کے آنسو جاری تھے اور آپ نے فرمایا: ''بس بس۔'' (بخاری' حدیث:4582)

مسجد فتح: یہ مسجد سلع پہاڑ پر مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ہے۔ اسے مسجد اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ 5ھ میں جب کفار قبائلِ عرب (احزاب) نے مدینے پر حملہ کر دیا تھا اور مسلمانوں نے بچاؤ کے لیے خندق کھود لی تھی تو نبی ﷺ متواتر تین دن اس جگہ مسلمانوں کی فتح و نصرت کی دعا فرماتے رہے۔ تیسرے دن کفار کی سخت تیر اندازی کے باعث نبی ﷺ اور صحابہ اس طرح مصروف جہاد رہے کہ ان کی چار نمازیں قضا ہو گئیں جو عشاء کے وقت ادا کی گئیں۔ (بخاری جلد 1) یہیں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر نصرت و فتح کی وحی اتاری اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: (اَبْشِرُوْا بِفَتْحِ اللّٰہِ) ''اللہ کی طرف سے نصرت و فتح کی وحی پر خوش ہو جاؤ۔'' اس مسجد کو مسجد احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کفار کے لشکروں (احزاب) کے خلاف بددعا فرمائی تھی: (اَللّٰھُمَّ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ) ''اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دے۔''

(تاریخ مدینہ منورہ (دارالسلام) اور تاریخ المدینہ المنورہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا سفر
(از اصفہان تا مدینہ منورہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں علاقہ اصفہان کی ایک بستی ''جیّ'' کا رہنے والا فارسی شخص تھا۔ میرے والد محترم کسان تھے۔ انہیں مجھ سے بہت زیادہ پیار تھا حتیٰ کہ وہ ہر وقت مجھے گھر ہی میں رکھتے تھے جس طرح لڑکیوں کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیا جاتا۔ میں نے مجوسی دین کی خوب خدمت کی حتیٰ کہ میں ''آگ'' کا ناظم بن گیا جو ہر وقت آگ جلائے رکھتا ہے، کبھی اس کو بجھنے نہیں دیتا۔ میرے باپ کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ ایک دن وہ کسی عمارت کی تعمیر میں مصروف تھے' لہٰذا مجھ سے کہنے لگے: ''بیٹا! میں آج ادھر مصروف ہوں' جاگیر پر نہیں جا سکتا۔ تم جاؤ اور اس کی دیکھ بھال کرو۔'' انہوں نے مجھے چند کام بتائے' پھر مجھ سے کہا: ''بیٹا! زیادہ دیر نہ لگانا' کیونکہ میرے نزدیک جاگیر سے زیادہ تم اہم ہو۔ اگر تمہیں تاخیر ہو گئی تو میرے لیے ہر چیز بے فائدہ ہے۔'' میں جاگیر کی طرف چلا۔ راستے میں عیسائیوں کا ایک گرجا پڑتا تھا۔ میں پاس سے گزرا تو مجھے نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ مجھے ارد گرد کی دنیا کا کوئی پتہ نہ تھا کیونکہ والد صاحب نے مجھے گھر ہی میں رکھا تھا۔ جب میں نے ان کی آوازیں سنیں تو میں گرجے میں داخل ہو گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں؟ جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے ان کی نماز بہت اچھی لگی۔ مجھے ان کے معاملے میں رغبت پیدا ہوئی اور میں نے دل میں کہا: ''یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔''



اصفہان میں شاہ عباس صفوی کے دور کی مسجد الامام اور اس کے سامنے خوبصورت میدان

میں انہی میں بیٹھا رہا حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔ جاگیر پر تو میں جا ہی نہ سکا۔ میں نے گرجے والوں سے پوچھا: ''اس دین کا مرکز کہاں ہے؟'' انہوں نے کہا: ''شام میں۔'' میں واپس والد محترم کے پاس پہنچا تو وہ بہت پریشان تھے۔ وہ میری تلاش میں ادھر ادھر آدمی بھیج چکے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے: ''بیٹا! تو کہاں رہا؟ میں نے تجھے تاکید نہیں کی تھی کہ جلدی آنا؟'' میں نے کہا: ''ابا جان! میں جا رہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگ گرجے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے ان کی عبادت بہت اچھی لگی۔ میں سورج ڈوبنے تک انہیں کے پاس بیٹھا رہا۔'' وہ بولے: ''بیٹا! اس دین میں کوئی خوبی نہیں۔ تیرے آباء واجداد کا دین اس سے بہت اچھا ہے۔'' میں نے کہا: ''نہیں' ابا جان! اللہ کی قسم! وہ ہمارے دین سے اچھا ہے۔'' انہوں نے میری اس بات سے خطرہ محسوس کیا' اس لیے انہوں نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور گھر میں بند کر دیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھاگ کر شام چلے جاتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ جب عیسائی تاجروں کا قافلہ شام سے آیا تو انہوں نے مجھے اطلاع کر دی۔ میں نے کہا جب وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر واپس شام جانے لگیں تو مجھے بتانا۔ جب قافلہ واپس جانے لگا تو انہوں نے مجھے پیغام بھیج دیا۔ میں نے بیڑی پھینک دی اور ان کے ساتھ چل پڑا حتی کہ شام پہنچ گیا۔ وہاں میں نے پوچھا یہاں عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے کہا ''گرجے کا لاٹ پادری۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس لاٹ پادری کے ساتھ رہے مگر وہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ اس کی موت کے بعد وہ ایک دوسرے لاٹ پادری کے پاس رہے جو اچھا آدمی تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جناب' آپ جانتے ہیں کہ آپ فوت ہو رہے ہیں۔ مجھے کس کے سپرد کریں گے؟ نیز میرے لیے کیا حکم ہے؟'' پادری نے کہا: ''بیٹا! اللہ کی قسم! میں کسی کو اس صحیح دین پر نہیں دیکھ رہا جس پر میں کاربند رہا۔ صحیح لوگ تو اللہ کے پاس چلے گئے۔ باقی لوگ دین بدل چکے ہیں اور دین کی اکثر باتیں چھوڑ چکے ہیں' البتہ موصل میں ایک آدمی میری طرح صحیح دین پر قائم ہے۔ تم اس کے پاس چلے جانا۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ موصل کے لاٹ پادری کے پاس چلے جاتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب یہ لاٹ پادری فوت ہو گئے اور انہیں دفن کر دیا گیا تو میں موصل کے لاٹ پادری کے پاس چلا گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ فلاں پادری صاحب نے اپنی وفات کے وقت مجھے آپ کے پاس آنے کی نصیحت کی تھی اور مجھے بتایا تھا کہ آپ بھی انہی کے دین پر ہیں۔ انہوں نے کہا: ''میرے پاس ٹھہرو۔'' چنانچہ میں ان کے پاس رہا۔ میں نے انہیں ان کے ساتھی کے دین پر بہترین آدمی پایا لیکن تھوڑی مدت بعد ان کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے ان سے گزارش کی ''جناب! پہلے پادری صاحب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اب آپ بھی اللہ کے حکم سے دنیا چھوڑ رہے ہیں۔ مجھے بتائیے کس کے پاس جاؤں؟ نیز میرے لیے کیا حکم ہے؟'' وہ بولے: ''بیٹا! اللہ کی قسم میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہماری طرح صحیح دین پر ہو' البتہ


حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سفر
اصفہان
شام
موصل
نَصیبین
عموریہ
وادی القریٰ
مدینہ منورہ (یثرب)
1000 800 600 400 200 200
کلومیٹر
یونان
بحیرۂ ایجین
انقرہ
عموریہ
قیصری
ترکی
قونیہ
روڈس
کریٹ
قبرص
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
دمشق
شام
غزہ
اسکندریہ
لیبیا
مصر
براعظم افریقہ
سیناء
دریائے نیل
جھیل وان
نصیبین
الجزیرہ
موصل
عراق
مدائن (طیسفون)
دریائے دجلہ
دریائے فرات
تبریز
جھیل اورمیہ
رشت
رے
ہمدان
بحیرۂ کیسپین
دریائے اترک
طوس
خراسان
ہرات
دشت کویر
اصفہان
ایران (فارس)
کرمان
شیراز
زاہدان
دومۃ الجندل
صحرائے نفود کبریٰ
وادی القریٰ
مدینہ منورہ (یثرب)
نجد
دارین
دلمون (بحرین)
خلیج فارس
دبا
صحار
خلیج عمان
مسقط
حجر
یمامہ
عمان
مکہ مکرمہ
جدہ
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
حضرموت
بحیرۂ عرب
بحیرۂ قلزم (احمر)
سوڈان
صنعاء
یمن
عدن
خلیج عدن
سقوطرہ
حبشہ

نصیبین میں ایک آدمی ایسا ہے اس کے پاس چلے جانا۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نصیبین کے لاٹ پادری کے پاس حاضر ہوتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب وہ فوت ہو گئے اور دفن کر دیے گیے تو میں نصیبین کے لاٹ پادری صاحب کے پاس چلا گیا۔ میں نے انہیں اپنی پوری روداد سنائی اور پہلے پادری صاحب کی وصیت بھی بتائی۔ وہ بولے: ''ٹھیک ہے میرے پاس ٹھہرو۔'' میں ان کے پاس رہنے لگا اور واقعتاً میں نے انہیں پہلے پادریوں کے دین پر پایا' نیز وہ بہترین آدمی ثابت ہوئے' لیکن کچھ عرصہ بعد انہیں بھی موت نے آ لیا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے گزارش کی کہ آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں اور کیا حکم دیتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''بیٹا! اللہ کی قسم! صحیح دین پر قائم رہنے والا کوئی پادری باقی نہیں رہا' البتہ روم میں عموریہ شہر کے اندر ایک شخص رہتا ہے وہ ہمارے دین پر ہے۔ چاہو تو اس کے پاس چلے جاؤ۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ عمّوریہ کے لاٹ پادری کے پاس جاتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب وہ فوت ہو گئے اور دفن کر دیے گیے تو میں عموریہ کے پادری کے پاس چلا گیا اور انہیں پوری تفصیل بتائی۔ وہ بولے: ''ٹھیک ہے ہمارے پاس رہو۔'' جب ان کی وفات کا وقت آ گیا تو میں نے گزارش کی: ''جناب! آپ مجھے کس کے پاس جانے کی نصیحت فرماتے ہیں؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟'' وہ فرمانے لگے: ''بیٹا! اللہ کی قسم! مجھے کسی ایسے شخص کا علم نہیں جو صحیح دین عیسائیت پر ہو کہ میں تجھے اس کے پاس جانے کا کہوں' البتہ ایک بات ہے کہ نبی آخر الزمان کا دور آنے والا ہے۔ وہ نبی ابراہیمی دین کے ساتھ مبعوث ہو گا۔ وہ عرب کی سرزمین میں ہو گا اور وہ ہجرت کر کے ایسے شہر میں آباد ہو گا جس کے دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں' ان کے درمیان وسیع نخلستان ہیں۔ اس کی مخصوص علامات ہوں گی جو مخفی نہ رہ سکیں گی' مثلاً وہ تحفہ لے گا' صدقہ نہیں کھائے گا اور اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اگر تو اس علاقے میں جا سکتا ہے تو پہنچ جا۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وادی القریٰ جاتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر وہ فوت ہو گئے اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ میں کافی عرصہ عموریہ ہی میں رہا۔ اتفاقاً بنو کلب کا ایک تجارتی قافلہ وہاں سے گزرا۔ میں نے ان سے کہا: ''مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو۔ میں تمہیں اپنی گائیں اور بکریاں دے دیتا ہوں۔'' وہ بولے: ''ٹھیک ہے۔'' میں نے وہ سب ان کو دے دیں اور وہ مجھے ساتھ لے کر چل دیے لیکن جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو ان کی نیت بگڑ گئی۔ انہوں نے مجھے غلام ظاہر کر کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ میں اس یہودی کے پاس رہنے لگا۔ وہاں میں نے نخلستان دیکھے تو سمجھا کہ شاید یہی وہ شہر ہو جس کا تذکرہ پادری صاحب نے کیا تھا' لیکن یہ بات میرے دل میں جاگزیں نہ ہوئی۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچ جاتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اس یہودی کے پاس رہتا تھا کہ اتفاقاً اس کا ایک چچازاد بھائی مدینہ منورہ سے آیا۔ اس کا تعلق بنو قریظہ سے تھا۔ اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ منورہ لے آیا۔ اللہ کی قسم! جونہی میں نے یہ شہر دیکھا تو فوراً پہچان گیا کہ پادری صاحب نے اسی شہر کا ذکر کیا تھا۔ میں خوشی خوشی وہاں رہنے لگا۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہو گیا۔ آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ مجھے آپ کی کسی بات کا پتہ

نہیں چلتا تھا' کیونکہ میں اپنی غلامی کی مصروفیات میں بندھا تھا حتی کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خوش خبری سنتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! میں اپنے مالک کی زمین میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھا کام کر رہا تھا۔ میرا مالک نیچے بیٹھا تھا۔ اچانک اس کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا: ''بھائی! اللہ تعالیٰ ان بنو قیلہ (اوس اور خزرج) کو ہلاک کرے۔ اللہ کی قسم! وہ سب قباء میں ایک آدمی کے پاس اکٹھے ہو رہے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور وہ اسے نبی کہتے ہیں۔'' جونہی میں نے یہ بات سنی' مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی حتی کہ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ میں اپنے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں فوراً درخت سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اپنے مالک کے چچا زاد بھائی سے پوچھا: ''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' میرے مالک کو بہت غصہ آیا۔ اس نے مجھے زبردست تھپڑ رسید کیا اور کہنے لگا: ''تیرا اس بات سے کیا تعلق؟ چل اپنا کام کر۔'' میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں' میں نے تو اس سے تفصیل پوچھی تھی۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تحقیق و تصدیق کرتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے کچھ مال جمع کر رکھا تھا۔ شام ہوئی تو میں نے وہ مال اکٹھا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ ابھی قباء ہی میں تھے۔ میں نے گزارش کی: ''جناب! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کر کے آنے والے ضرورت مند لوگ ہیں۔ میرے پاس صدقے کا کچھ مال ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ لوگ زیادہ حق دار ہیں' لہٰذا استعمال فرمائیں۔'' میں نے یہ کہتے ہوئے وہ مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''کھاؤ'' لیکن آپ نے خود نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا: ''ایک نشانی تو پوری ہوئی۔'' پھر میں اٹھ آیا۔ میں نے کچھ اور مال جمع کیا اور اتنے میں آپ مدینہ منورہ منتقل ہو چکے تھے۔ میں وہ مال لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا اور گزارش کی: ''حضرت! میں نے اس دن دیکھا تھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ اب میں یہ تحفہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ قبول فرمائیے۔'' آپ نے خود بھی کھایا اور اپنے ساتھیوں سے بھی فرمایا کھاؤ تو سب نے مل کر کھایا۔ میں نے دل میں کہا۔ دوسری شرط بھی پوری ہوئی۔

پھر میں تیسری دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ اپنے کسی ساتھی کے جنازے کے سلسلے میں بقیع الغرقد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دو چادریں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور آپ کی پشت مبارک دیکھنے کے لیے آپ کی پچھلی طرف چلا تا کہ میں نبوت کی مہر دیکھ سکوں۔ جب آپ نے مجھے اپنے پیچھے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ کوئی نشانی دیکھنا چاہتا ہے تو آپ نے اپنی پشت سے کپڑا ہٹا دیا۔ میں نے مہر نبوت دیکھ لی اور میں نے آپ کو مکمل طور پر پہچان لیا۔ میں جھک کر مہر نبوت کو بوسے دینے اور رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ادھر آجاؤ۔'' میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے آپ کو اپنی پوری آپ بیتی سنائی۔

غلامی کی وجہ سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے۔ پھر آپ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنی آزادی کا معاہدہ کرو' ہم تمہاری مدد کریں گے۔ انہوں نے اپنے مالک سے آزادی کا معاہدہ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو۔'' صحابہ نے بھرپور مدد کی' نتیجتاً وہ آزاد ہو گئے اور جنگ خندق میں آزاد مسلمان کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ پھر کسی جنگ سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ ①

یہ تھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ''ابوعبداللہ'' تھی اور ''یہ سلمان الخیر'' کے لقب سے مشہور تھے۔ عابد و زاہد' علماء اور افضل صحابہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان سے ان کا نسب پوچھا جاتا تو فرماتے: ''میں سلمان بن اسلام ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ مہاجرین کہتے تھے: ''سلمان ہم میں سے ہیں۔'' انصار کہتے تھے ''سلمان ہم میں سے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو طویل عمر عطا کی۔ وہ 35 ہجری میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

***

① اسد الغابة: 2/512، 513 وابن هشام: 1/257

اضافی توضیحات وتشریحات

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے مقامات

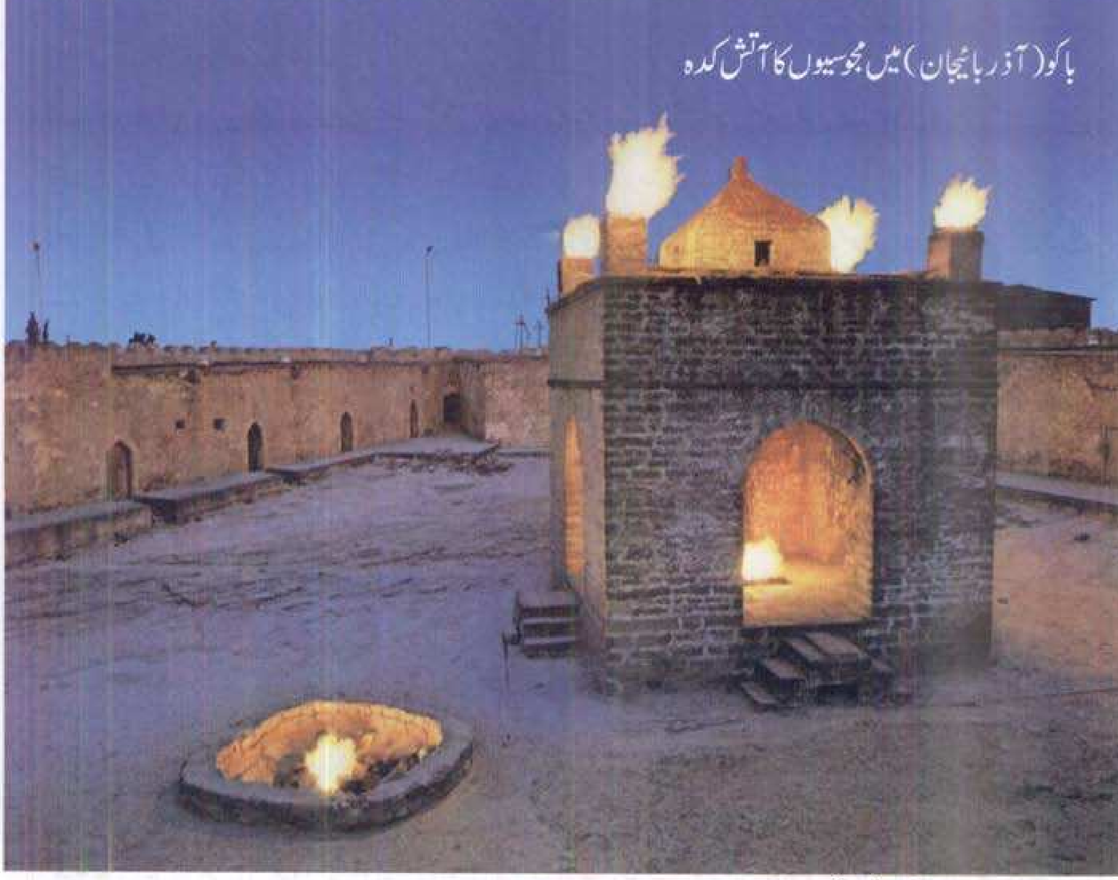
اصفہان: یہ عہد سلاجقہ (1037ء-1157ء) اور صفوی دور (1501ء- 1736ء) میں ملک فارس (موجودہ ایران) کا دارالحکومت رہا۔ یہ وسطی ایران میں تہران اور شیراز کے درمیان زندہ رود نامی دریا کے کنارے واقع ہے۔ اسے تاریخ میں ''اصفہان نصف جہان'' کی شہرت حاصل رہی۔ اموی اور عباسی خلافت میں یہ صوبائی صدر مقام تھا۔ اس کا اصل نام اسپہان تھا جو عربی میں اِصْبَہان اور اَصْفَہان کہلایا اور آخر کار دنیا بھر میں اصفہان کے نام سے مشہور ہوا۔ اصفہان کی آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں شاہ عباس اعظم صفوی (1587ء تا 1629ء) کی تعمیر کردہ مسجد فن تعمیر کا نہایت خوبصورت نمونہ ہے۔ عباس اعظم ہی نے 1593ء میں قزوین کے بجائے اصفہان کو دارالحکومت بنایا تھا۔

فارس: ملک ایران قبل از اسلام صدیوں سے پارس کہلاتا تھا جسے عرب ''فارس'' اور اہل یورپ Persia کہتے تھے۔ آج بھی پارسی آتش پرست ''پارس'' سے نسبت رکھتے ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد ''پارس'' کو ''فارس'' کہا جانے لگا حتی کہ شاہ محمد رضا خاں پہلوی (41-1926ء) نے اسے آریوں کی نسبت سے ایران کا نام دے دیا۔ آج کل فارس' ایران کے جنوب مغربی صوبے کا نام ہے۔ اموی اور عباسی دور میں بھی فارس صوبے کا نام تھا۔ صوبہ فارس خلیج فارس (الخلیج العربی) سے متصل ہے اور اس میں اصفہان اور شیراز کے تاریخی شہر واقع ہیں۔ اس کی سرحدیں مختلف زمانوں میں بدلتی رہیں۔ عباسیوں کے بعد خودمختار فارس کبھی تو موجودہ صوبہ فارس پر مشتمل ہوتا تھا اور کبھی اس کی سرحدیں خراسان' سیستان' بلوچستان' قندھار اور شمال میں آذربائیجان اور جارجیا تک وسیع ہو جاتی تھیں' جیسے نادر شاہ افشار کے دور (47-1736ء) میں۔ ورودِ اسلام کے وقت سلطنت فارس کا دارالحکومت مدائن یا قطسیفون (Ctesiphon) (یونانی میں طیسفون) تھا' اس کے نزدیک عہد فاروقی میں فیصلہ کن جنگ مدائن لڑی گئی۔ مدائن کے کھنڈر موجود شہر سلمان پاک کے نزدیک دجلہ کے کنارے ملتے ہیں۔

دمشق: السوریہ (شام) کا دارالحکومت دنیا کا قدیم ترین آباد دارالحکومت ہے۔ یہ اموی خلافت (41ھ تا 132ھ مطابق 661ء تا 749ء) کا دارالخلافہ رہا۔ بعد میں زنگی اور ایوبی سلاطین نے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ دمشق کو سکندر اعظم' ہلاکو خاں اور امیر تیمور جیسے فاتحین نے فتح کیا۔

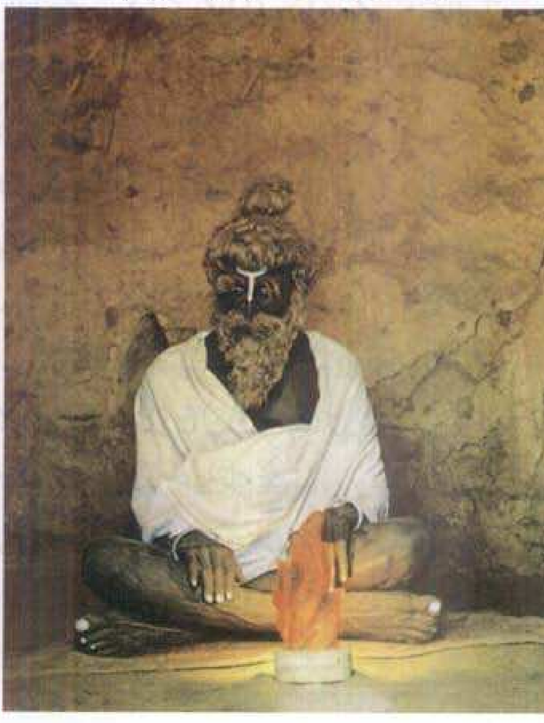
موصِل: شمالی عراق میں دریائے دجلہ پر واقع یہ تاریخی شہر اموی اور عباسی خلافتوں میں صوبہ الجزیرہ کا دارالحکومت رہا۔ موصل کی آبادی چھ سات لاکھ ہے۔ اس کے قریب وادی دجلہ وفرات (میسوپوٹیمیا) کے قدیم شہر نینویٰ کے کھنڈر ملتے ہیں۔

نَصِیبِین: دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ الجزیرہ کا یہ شہر ان دنوں ترکی میں سرحد شام کے پاس واقع ہے۔ سلمان

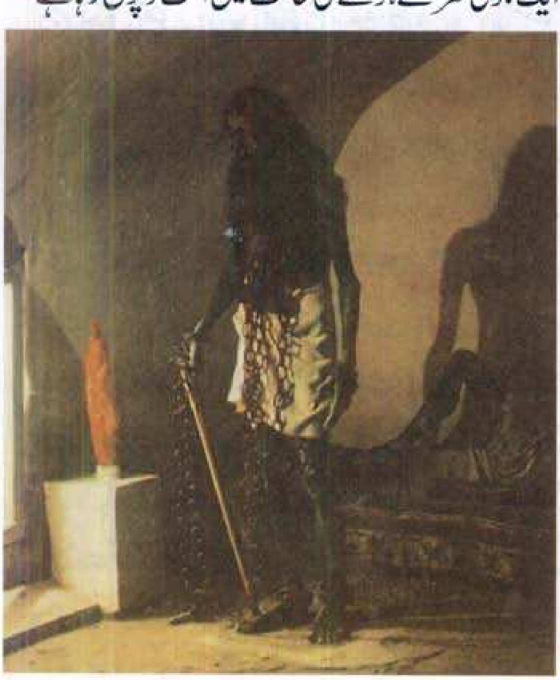


باکو (آذربائیجان) میں مجوسیوں کا آتش کدہ

ایک مجوسی بیٹھ کر آگ کی پوجا کر رہا ہے



ایک مجوسی کھڑے ہونے کی حالت میں آگ کو پوج رہا ہے



فارسی رضی اللہ عنہ اصفہان سے ہجرت کر کے پہلے دمشق، وہاں سے موصل اور پھر نصیبین پہنچے تھے۔ سن 10 نبوی میں نصیبین سے جنوں کا ایک گروہ بھی مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا۔

وادی القریٰ: کھجوروں کے باغات پر مشتمل یہ وادی مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ہے۔ عموریہ سے آنے والے قافلے نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہاں لا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ قصبہ وادی القریٰ کو ان دنوں العلا کہتے ہیں۔

عموریہ: اس تاریخی شہر کے کھنڈر انقرہ کے جنوب مغرب میں اور بالائی سقاریہ کے جنوب میں ملتے ہیں۔ نصیبین سے آکر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ عموریہ کے اسقف کے پاس مقیم رہے۔ پھر ایک تجارتی قافلے کے ساتھ حلب اور دمشق ہوتے ہوئے وادی القریٰ پہنچے تھے۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے 666ء میں عموریہ کو اطاعت پر مجبور کیا مگر پھر عیسائیوں نے چھین لیا۔ آخر کار عموریہ کو عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے سپہ سالار افشین نے 838ء میں فتح کیا۔ 931ء میں امیر طرسوس ثمل نے اسے نذر آتش کر دیا۔ اس کے کھنڈر مقامی آبادی میں "اسر" یا "اسر قلعہ" کے نام سے مشہور ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 14/2)

باکو: یہ جمہوریہ آذربائیجان کا دارالحکومت ہے جو بحیرۂ قزوین (کیسپین) کے ساحل پر جزیرہ نما آبشاران پر واقع ہے۔ اس کی آبادی اٹھارہ لاکھ سے زائد ہے۔ یہ معدنی تیل کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ اس کا نام فارسی لفظ بادکوبہ (ہواؤں کا مارا ہوا) سے مشتق ہے اور اس کے محل وقوع کے لحاظ سے بہت موزوں ہے۔ قرون وسطیٰ کے مؤرخین اسے باکویہ، بلاکوہ اور باکہ بھی لکھتے ہیں۔ تاریخ میں اس کا ذکر تیسری صدی ہجری کے بعد برابر آتا ہے، چنانچہ ابو دلف اپنے الرسالۃ الثانیہ میں لکھتا ہے: "میں جنوب کی سمت سے باکویہ پہنچا اور وہاں نفت (پٹرولیم) کا ایک چشمہ دیکھا جس کا پٹہ ایک ہزار درہم روزانہ تھا اور اس کے بالکل متصل سفید پٹرولیم کا ایک چشمہ تھا جو دن رات مسلسل جاری رہتا۔" مسعودی کے علاوہ اصطخری "باکوہ" کا ذکر کرتا ہے۔ عبدالرشید صالح باکوی نے اپنے شہر کے بارے میں دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں۔ باکو عرصے تک شاہان شیروان کے ماتحت رہا۔ 957ھ/1550ء میں شاہ طہماسپ صفوی کا اس پر قبضہ ہوا۔ 1583ء تا 1606ء باکو عثمانی ترکوں کے ماتحت رہا۔ 1806ء میں روسیوں نے ایرانیوں سے چھین لیا۔ جزیرہ نمائے آبشاران سے پہلی مرتبہ مشینوں کے ذریعے 1842ء میں تیل نکالا گیا۔ 78-1877ء میں یہاں ریلوے لائن بچھائی گئی۔ 1907ء میں باکو سے باطوم (بحیرۂ اسود) تک تیل کی پائپ لائن مکمل ہوگئی اور معدنی تیل برآمد ہونے لگا۔ روسی انقلاب کے بعد 31 جولائی 1918ء سے 28 اپریل 1920ء تک باکو آزاد مملکت آذربائیجان کا دارالحکومت رہا، پھر سرخ فوج (روسی) نے اس پر قبضہ کر لیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 3) دسمبر 1991ء سے باکو آزاد جمہوریہ آذربائیجان کا صدر مقام ہے۔

باکو کے قریب پارسیوں (مجوسیوں) کا آتشکدہ آج بھی قائم ہے۔ مجوسی مذہب کے بانی زرتشت کا تعلق آذربائیجان ہی سے تھا۔

(اطلس القرآن اردو ص: 251)


مسجد قبلتین کا ایک خوبصورت منظر

بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تبدیلی قبلہ

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ مدینہ منورہ میں اس طرح ممکن نہ تھا' لہٰذا آپ بیت المقدس کی طرف سولہ ماہ تک نماز پڑھتے رہے' لیکن آپ کی دلی خواہش تھی کہ قبلہ تبدیل ہو کر بیت اللہ بن جائے۔ پھر ایک دن وحی نازل ہوئی:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ﴾

''ہم عرصے سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہے' اس لیے ہم آپ کا رخ اس قبلہ کی طرف کیے دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں' لہٰذا اپنا چہرہ مسجد حرام (بیت اللہ) کی طرف کر لیجیے اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے اس کی طرف کر لو۔'' (البقرہ: 2/144)

ظہر کی نماز میں...... بعض کے نزدیک عصر کی نماز میں...... آپ ﷺ اپنے صحابہ کو دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ کعبہ کی طرف رخ موڑنے کا حکم ہو گیا۔ آپ نماز ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ جس مسجد میں آپ نماز پڑھا رہے تھے اسے مسجد قبلتین کہا جانے لگا۔ یہ جنگ بدر سے دو ماہ پہلے 15 رجب 2 ہجری سوموار کے دن کی بات ہے۔ (طبقات ابن سعد: 1/242)

اضافی توضیحات و تشریحات

جب کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا

قبلے کی تبدیلی: تحویل قبلہ کا حکم رجب یا شعبان 2ھ میں نازل ہوا۔ نبی ﷺ بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر کا وقت ہوگیا اور لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکایک وحی کے ذریعے سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اسی وقت آپ اور آپ کی اقتدا میں تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کی عام منادی کی گئی۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے۔ حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنوسلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز پڑی: ”خبر دار رہو، قبلہ بدل کر کعبے کی طرف کر دیا گیا ہے۔“ یہ سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رخ بدل لیا۔ خیال رہے کہ بیت المقدس مدینے کے شمال میں ہے جبکہ کعبہ جنوب میں ہے۔ لہٰذا قبلہ تبدیل کرنے میں رسول کریم ﷺ کو چل کر مقتدیوں کے پیچھے آنا پڑا ہوگا اور مقتدیوں کو صرف رُخ ہی نہ بدلنا پڑا ہوگا بلکہ کچھ نہ کچھ انہیں بھی چل کر اپنی صفیں درست کرنا پڑی ہوں گی، چنانچہ بعض روایات میں یہ تفصیل مذکور بھی ہے۔

اور سورۃ بقرہ میں یہ جو فرمایا کہ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ ”ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں“ اور یہ کہ ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ ”ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو“ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی ﷺ اس کے منتظر تھے۔ آپ خود یہ محسوس فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت بھی ختم ہوئی، لہٰذا اب اصل مرکز ابراہیمی کی طرف رُخ کرنے کا وقت آگیا ہے۔

مسجد حرام: مسجد حرام کے معنی ہیں حرمت اور عزت والی مسجد۔ اس سے مراد وہ عبادت گاہ ہے جس کے وسط میں خانہ کعبہ واقع ہے۔ (تفہیم القرآن، جلد اوّل۔ ص 122,121)

مسجد قبلتین: اسے ”مسجد بنی سلمہ“ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بنوسلمہ کے محلے میں واقع ہے۔ اس مسجد کو ”مسجد قبلتین“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف (منہ کر کے) پڑھی گئی تھی۔ کچھ نماز بیت المقدس کی طرف اور کچھ بیت اللہ کی طرف۔ مسجد قبلتین بئر رومہ کے قریب ہے۔ 893ھ میں الشجاعی شاہین الجمالی نے اس کی تجدید کرائی۔ مسجد کا داخلی حصہ قبہ دار ہے جبکہ خارجی حصے کی محراب شمال کی طرف ہے۔ پھر عثمانی سلطان سلیمان عالیشان نے 950ھ / 1543ء میں اس کی تعمیر نو کی۔ (تاریخ المدینة المنورہ)

اس کی موجودہ تعمیر و توسیع خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے دور میں مکمل ہوئی ہے۔ اس نئی عمارت کی دو منزلیں ہیں، مینار بھی دو ہیں اور گنبد بھی دو۔ مسجد کا مجموعی رقبہ 3920 مربع میٹر ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پر 39,700,000 ریال خرچ ہوئے۔ (تاریخ مدینہ منورہ، دارالسلام، ص:106 تا 108)

❋ ❋ ❋

اضافی توضیحات وتشریحات

مسجد جُواثَی

مسجد نبوی کے بعد پہلی مسجد جہاں نماز جمعہ قائم ہوئی: جُواثی ' بحرین (الاحساء' سعودی عرب) میں ایک شہر ہے۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داود کی روایت میں ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی ایک بستی جُواثی کی مسجد عبدالقیس میں ادا کیا گیا۔ (معجم ما استعجم:2/402,401)

سعودی عرب کے مشرقی صوبہ الاحساء میں جواثی کے کھنڈر پائے جاتے ہیں جہاں مسجد کے آثار بھی ہیں۔

دَارِین: یہ قدیم بحرین (سعودی عرب کا موجودہ صوبہ الاحساء) کی بندرگاہ تھی۔ یاقوت حموی لکھتا ہے: ''ہندوستان سے یہاں کستوری (مشک نافہ) پہنچتی ہے۔ مسلمانوں نے اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد (12ھ) میں علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح کیا تھا۔ (معجم البلدان جلد 2 بعنوان ''دارین'') ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''بحرین عراق کے تحت ہے اور اس کی حد عُمان میں جُرّ فار کے نواح تک ہے۔'' اور یمامہ اس کے پہاڑوں پر ہے۔......بنوعباس نے عُمان' بحرین اور یمامہ کو ایک ہی عملداری میں اکٹھا کر دیا۔ بحرین خط' قطیف' آرہ' ھَجَر' بینونہ' زارہ' جواثا' سابور' دارین اور غابہ پر مشتمل ہے۔ ہجر الصفا اور مشقّر بھی اس میں شامل ہیں۔

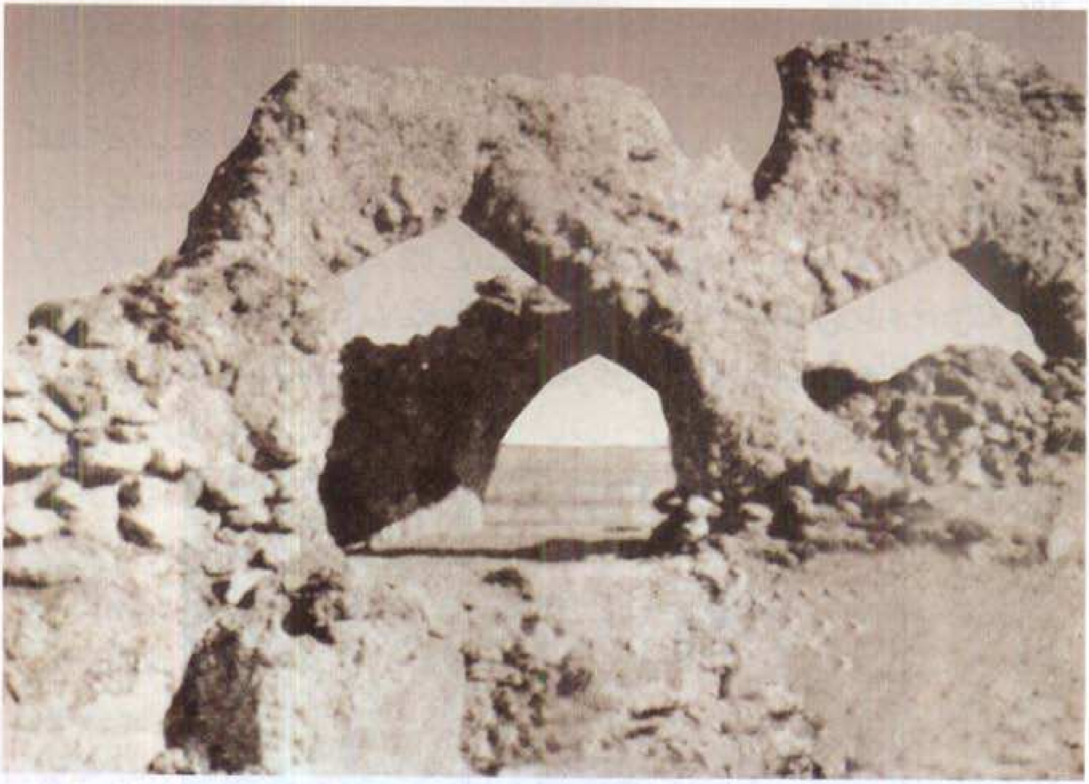
شہر دَارِین کو ان دنوں ''تاروت'' کہا جاتا ہے جو ظہران سے بقیق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ بحرین (الاحساء) میں جُواثی یا جواثا کے کھنڈر پائے جاتے ہیں اور ظہران کے شمال میں الاحساء کے ساحل پر قطیف واقع ہے جہاں معدنی تیل کے کنویں ہیں۔

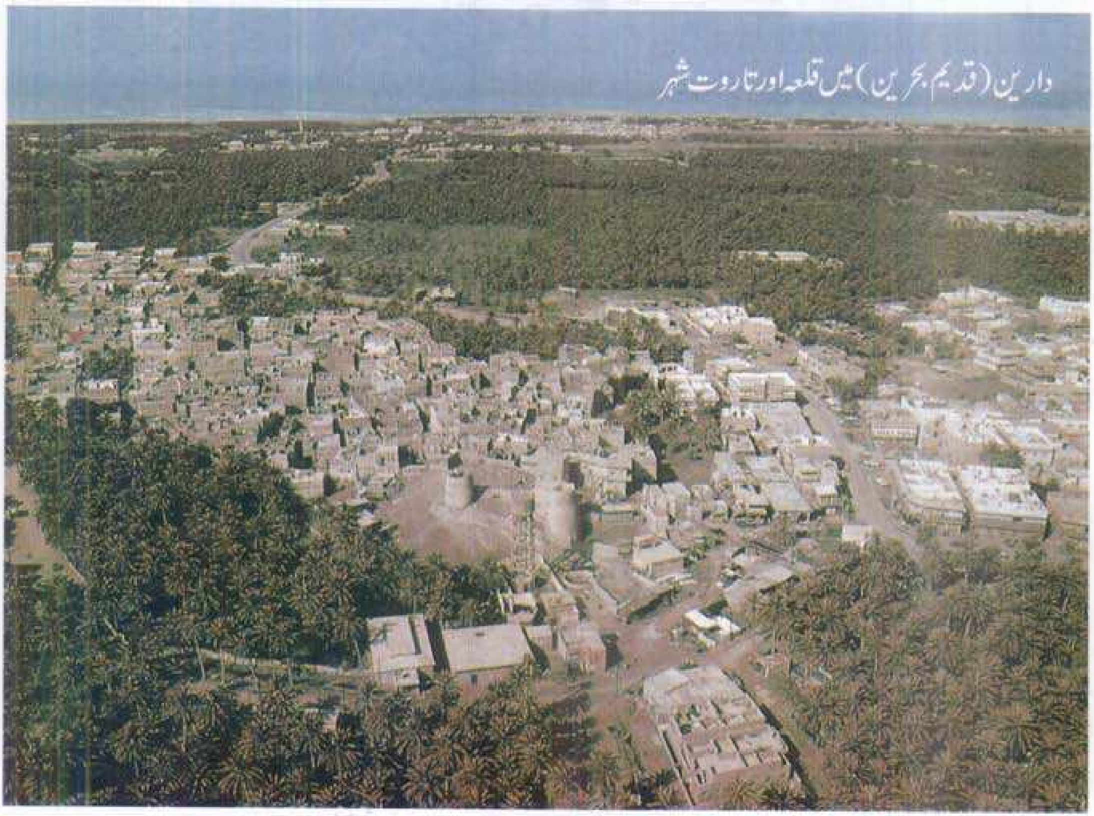
بحرین اور البحرین: زمانہ قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں البحرین نام کا اطلاق مشرقی عرب پر ہوتا تھا جس میں القطیف اور الہجر کے نخلستان شامل ہیں۔ آگے چل کر یہ نام محض اس مجمع الجزائر کے لیے مخصوص ہو گیا جو ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4 ص 86)

موجودہ مملکت بحرین' کا سب سے بڑا جزیرہ بحرین' دارین سے کم وبیش 60 کلومیٹر مشرق میں خلیج فارس کے اندر واقع ہے۔ عہد ماضی میں جزیرہ بحرین' دلمن یا دلمون کہلاتا تھا اور تیسری ہزاری ق م میں سمیری دور میں اس نے شہرت حاصل کی تھی۔ (المنجد فی الاعلام)

8ھ میں رسول اللہ ﷺ نے علاء بن عبداللہ بن عماد الحضرمی رضی اللہ عنہ کو جو بنی عبدشمس کے حلیف تھے' بحرین کی طرف بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں یا ان سے جزیہ لیں اور ان کے ہاتھ منذر بن ساوی (والئ بحرین) اور سیبخت مرزبان ہجر کے نام خطوط بھیجے کہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں۔ وہ دونوں اسلام لے آئے اور ان کے ساتھ ہی تمام عربی

قدیم بحرین (سعودی عرب) میں مسجد جُواثی کے آثار (جس میں مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے جمعہ ادا کیا گیا)





دارین (قدیم بحرین) میں قلعہ اور تاروت شہر

اور بعض عجمی (فارسی) باشندوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ مقامی باشندوں' مجوسیوں (پارسیوں) اور یہود و نصاریٰ سب نے صلحنامہ تسلیم کرلیا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے بحرین سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو مال بھیجا اس کی مالیت 80 ہزار تھی' اتنا مال نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی عامل نے بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں علاء رضی اللہ عنہ کے بجائے ابان بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اہل بحرین کی درخواست پر علاء رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بحرین کا حاکم بنادیا اور وہ 20ھ میں اپنی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔" (معجم البلدان۔ جلد 1 بعنوان "بحرین")

نوٹ: بحرین (الاحساء) کے شہر کا نام ھَجَر ہے، اَلحَجُر یا حَجُر نہیں۔ حَجُر تو یمامہ میں واقع تھا۔



نجران میں عیسائیت اور وفد نجران

نجران میں عیسائیت: سید ابوالاعلیٰ مودودی اصحاب الاخدود (سورۃ البروج) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یمن پر سب سے پہلے عیسائی حبشیوں کا قبضہ 340ء میں ہوا تھا اور 378ء تک جاری رہا تھا۔ اس زمانے میں عیسائی مشنری یمن میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ ایک زاہد ومجاہد عیسائی سیاح فیمیون نامی نجران پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو بت پرستی کی برائی سمجھائی اور اس کی تبلیغ سے اہل نجران عیسائی ہو گئے۔ ان دنوں جنوبی عرب میں نجران ایک بڑا تجارتی وصنعتی مرکز تھا۔ مشہور حلّہ یمانی یہیں تیار ہوتا تھا۔

چھٹی صدی عیسوی کے اوائل میں حمیر (یمن) کا بادشاہ تبان اسعد ابوکرب ایک مرتبہ یثرب گیا جہاں یہودیوں سے متاثر ہو کر اس نے دین یہود قبول کر لیا اور بنو قریظہ کے دو یہودی عالم اپنے ساتھ یمن لے گیا۔ وہاں اس نے بڑے پیمانے پر یہودیت کی اشاعت کی۔ اس کا بیٹا ذونواس جانشین ہوا تو اس نے نجران پر حملہ کر دیا تاکہ وہاں سے عیسائیت کا خاتمہ کر دے۔ (ابن ہشام کے بقول یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل دین پر قائم تھے) جب اہل نجران نے دینِ یہود قبول کرنے سے انکار کیا تو ذونواس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے گڑھوں میں پھنکوا کر جلوا دیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا' یہاں تک کہ 20 تا 40 ہزار آدمی مارے گئے۔ یہ واقعہ اکتوبر 523ء میں پیش آیا۔ قیصر روم کو خبر ہوئی تو اس کی ہدایت پر 525ء میں حبش کی 70 ہزار فوج یمن پر حملہ آور ہوئی' ذونواس مارا گیا' یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور یمن پھر حبش کی عیسائی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ فلبی (انگریز سیاح) نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ نجران کے لوگوں میں اب تک وہ جگہ معروف ہے جہاں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا تھا۔ امّ خرق کے پاس ایک جگہ چٹانوں میں کھدی ہوئی کچھ تصویریں بھی ملی ہیں۔

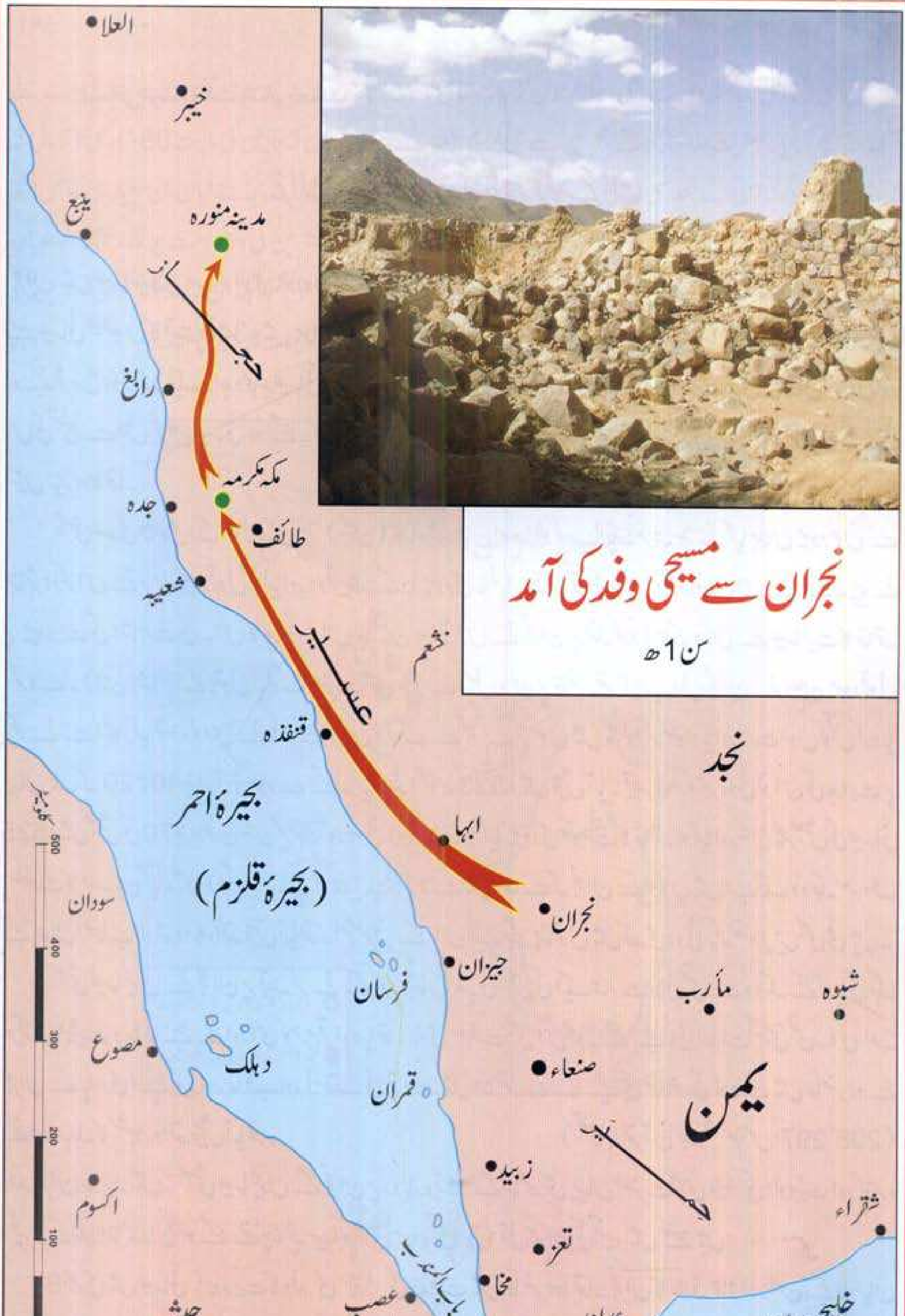
حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بنائی تھی جسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے اور اسی کو حرم قرار دیا تھا۔ رومی سلطنت بھی اس کعبہ کے لیے مالی اعانت بھیجتی تھی۔ اسی کعبۂ نجران کے پادری اپنے سید اور عاقب اور اُسقف کی قیادت میں مناظرے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور مباہلہ کا مشہور واقعہ پیش آیا تھا۔ (تفہیم القرآن' جلد ششم' ص: 297' 298)

وفد نجران مدینہ میں: حبشی عیسائیوں کے نجران پر دوبارہ تسلط کے ساتھ ہی یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیّت اور کفارہ وغیرہ کے غلط عقائد رائج ہو گئے تھے' چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ آل عمران کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

9 ہجری میں عیسائی جمہوریت کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کے درمیان ہے اس وقت اس علاقے میں 73 بستیاں شامل تھیں اور کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ 20 ہزار قابلِ جنگ مرد اس میں سے نکل

نجران سے مسیحی وفد کی آمد

سن 1ھ



سکتے تھے۔ آبادی تمام تر عیسائی تھی اور تین سرداروں کے زیرِ حکم تھی۔ ایک عاقب کہلاتا تھا' جس کی حیثیت امیرِ قوم کی تھی۔ دوسرا سید کہلاتا تھا' جو ان کے تمدنی و سیاسی امور کی نگرانی کرتا تھا اور تیسرا اُسقف (بشپ) تھا جس سے مذہبی پیشوائی متعلق تھی۔ جب نبی ﷺ نے مکہ فتح کیا اور تمام اہل عرب کو یقین ہو گیا کہ ملک کا مستقبل اب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے' تو عرب کے مختلف گوشوں سے آپ کے پاس وفد آنے شروع ہو گئے۔ اسی سلسلے میں نجران کے تینوں سردار بھی 20 آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینے پہنچے۔ جنگ کے لیے بہرحال وہ تیار نہ تھے۔ اب سوال صرف یہ تھا کہ وہ اسلام قبول کرتے ہیں یا ذمّی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر سورۂ آل عمران کی آیات 33 تا 63 پر مشتمل خطبہ نازل کیا تاکہ اس کے ذریعے سے وفدِ نجران کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔

اس خطبے میں پہلا امر جو اُن کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی یہ ہے کہ مسیح کی الوہیت کا اعتقاد تمہارے اندر جن وجوہ سے پیدا ہوا ہے' ان میں سے کوئی وجہ بھی ایسے اعتقاد کے لیے صحیح نہیں ہے۔ وہ ایک انسان تھا جس کو اللہ نے اپنی مصلحتوں کے تحت مناسب سمجھا کہ غیر معمولی صورت سے پیدا کرے اور اسے ایسے معجزے عطا کرے جو نبوت کی صریح علامت ہوں' اور منکرینِ حق کو اسے صلیب پر نہ چڑھانے دے بلکہ اس کو اپنے پاس اٹھا لے۔ مالک کو اختیار ہے' اپنے جس بندے کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ محض اس غیر معمولی برتاؤ کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ خود مالک تھا' یا مالک کا بیٹا تھا' یا ملکیت میں اس کا شریک تھا۔

دوسری اہم بات جو ان کو سمجھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح جس چیز کی طرف دعوت دینے آئے تھے وہ وہی چیز ہے جس کی طرف محمد ﷺ دعوت دے رہے ہیں۔ دونوں کے مشن میں یک سرِ مو فرق نہیں ہے۔

تیسرا بنیادی نکتہ اس تقریر کا یہ ہے کہ مسیح کے بعد ان کے حواریوں کا مذہب بھی یہی اسلام تھا جو قرآن پیش کر رہا ہے۔ بعد کی عیسائیت نہ اس تعلیم پر قائم رہی جو مسیح علیہ السلام نے دی تھی اور نہ اس مذہب کی پیرو رہی جس کا اتباع مسیح کے حواری کرتے تھے۔

ان میں سے کسی بات کا جواب بھی ان لوگوں کے پاس نہ تھا۔ مسیحیت کے مختلف عقائد میں سے کسی کے حق میں بھی وہ خود اپنی کتب مقدسہ کی ایسی سند نہ پاتے تھے جس کی بنا پر کامل یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتے کہ ان کا عقیدہ امرِ واقعہ کے عین مطابق ہے اور حقیقت اس کے خلاف ہرگز نہیں۔ پھر نبی ﷺ کی سیرت' آپ کی تعلیم اور آپ کے کارناموں کو دیکھ کر اکثر اہلِ وفد اپنے دلوں میں آپ کی نبوت کے قائل بھی ہو گئے تھے یا کم از کم اپنے انکار میں متزلزل ہو چکے تھے' اس لیے جب ان سے کہا گیا کہ اچھا اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے تو آؤ ہمارے مقابلہ میں دعا کرو کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو' تو ان میں سے کوئی اس مقابلہ کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس طرح یہ بات تمام عرب کے سامنے کھل گئی کہ نجرانی مسیحیت کے پیشوا اور پادری جن کے تقدس کا سکہ دور دور تک رواں ہے' دراصل ایسے عقائد کا اتباع کر رہے ہیں جن کی صداقت پر خود انہیں کامل اعتماد نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن' جلد اول' ص:261,260,246)

نجران: یہ سعودی عرب کے جنوب مغرب میں ایک وادی کا نام ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 22 کے مطابق یورپی

سیاح جوزف ہالیوی موسم بہار 1870ء میں وہاں گیا تھا' وہ لکھتا ہے کہ ''یہ وادی جو تقریباً دو میل وسیع ہے' بے حد زرخیز ہے۔'' بطلیموس نجران کو ایک بڑا شہر لکھتا ہے۔ ایلئس گیلس رومی نے اس پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا تھا۔

نوٹ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد 22 ص 135) میں نجران کے بارے میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس نام کا کوئی شہر موجود نہیں' یہ بات درست نہیں۔

المنجد فی الاعلام کے مطابق ''نجران سعودی شہر ہے جو وادئ نجران میں واقع ہے۔ اس کی آبادی 65 ہزار سے زائد ہے۔ یہ ایک زرعی منڈی ہے۔ یہاں قدیم آبادی کے کھنڈر ہیں جہاں سبائی اور معینی ادوار کے معابد' دیواریں' نقوش اور کتبے ملے ہیں۔'' ان دنوں نجران سعودی عرب کے صوبہ نجران کا دارالحکومت ہے جس کی حدیں صوبہ الریاض' صوبہ عسیر' منطقہ الشرقیہ اور یمن سے ملتی ہیں۔

غزوات وسرایا

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صُفہ کا معاینہ کیا تو دیکھا کہ وہ فقیر اور تنگ دست لوگ تھے' چنانچہ آپ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہی لوگوں سے سرایا کا آغاز ہوا۔ یہ اصحاب صفہ وہ لوگ تھے جن کے گھربار اور مال ومتاع قریش نے مکہ میں ضبط کر لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے خلاف اقتصادی جنگ شروع کر دی۔ درحقیقت یہ جنگ قریش نے شروع کی تھی کہ بنو ہاشم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا تھا' نیز مہاجرین کی جائیدادیں بھی قریش نے غصب کر رکھی تھیں' لہٰذا قریش اور مسلمانوں کے درمیان یہ جنگ علانیہ تھی۔ قریش بھی اس حقیقت سے خوب واقف تھے۔

ایک دفعہ ابوجہل نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں طواف کرتے دیکھا تو کہنے لگا: ''تعجب کی بات ہے میں تجھے مکہ مکرمہ میں امن واطمینان کے ساتھ طواف کرتے دیکھ رہا ہوں جبکہ تم نے ہمارے بھگوڑوں کو پناہ دی ہے اور تم علانیہ ان کی مدد کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر تو اس وقت ابوصفوان (امیہ بن خلف قرشی) کے ساتھ نہ ہوتا تو صحیح سلامت واپس نہ جاتا۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ خوب کڑک کر کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا تجارتی راستہ روک دوں گا جو مدینہ سے ہو کر گزرتا ہے' پھر تجھے پتہ چلے گا۔''

مسلمانوں اور مشرکین قریش کے درمیان مسلح جھڑپیں طبعی چیز تھی کیونکہ دونوں معاشرے بالکل مختلف اور متضاد تھے۔ جب یہ جھڑپیں شروع ہوئیں تو قریش کو اس پر کوئی تعجب یا انکار نہ ہوا کیونکہ یہ ایک طبعی اور منطقی چیز تھی۔ باقی قبائل نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ کیا ظلم ہوتا رہا اور انہیں کس عذاب کی چکی میں پیسا جاتا رہا ہے اور کس طرح ان کے مال و جائیداد ضبط کر کے ان کو بے یار و مددگار مکہ مکرمہ سے بھگایا گیا ہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

غزوہ: جس جنگ یا جنگی مہم میں نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی اسے اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔

فتح مکہ سمیت غزوات کی کل تعداد 28 بنتی ہے۔ ان میں پہلا غزوہ ودان (الابواء) صفر 2ھ میں پیش آیا جبکہ آخری غزوہ تبوک (رجب 9ھ) تھا۔ جنگ مؤتہ (7ھ) کو بھی غزوہ کہا جاتا ہے کیونکہ میدان جنگ میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق زید بن حارثہ' جعفر طیار' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی لشکر کی قیادت کی تھی۔

سریّہ: وہ جنگی مہم جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت نہ کی اور وہ کسی صحابی کی قیادت میں سر ہوئی' اسے سریہ کہا جاتا ہے۔ سریّہ کی جمع ''سرایا'' ہے۔

سرایا کی کل تعداد کعب بن اشرف اور سلام بن ابی حُقَیق کے قتل سمیت 55 ہے۔ ان میں سے پہلا سریۂ حمزہ (سیف البحر) تھا جو رمضان 1ھ میں پیش آیا جبکہ آخری سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن) تھا جو رمضان 10ھ میں سر ہوا۔

❋ ❋ ❋

سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ (سیف البحر)

عیص کی جانب سے ساحل سمندر کی طرف (رمضان 1ھ)

ان کے ساتھ تیس مہاجر سوار تھے۔ ادھر سے ابوجہل تین سو مشرکین کے ساتھ مقابلہ میں آیا لیکن مجدی بن عمرو جہنی ان کے درمیان رکاوٹ بن گیا' لہٰذا لڑائی نہ ہو سکی اور فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سب سے پہلا جھنڈا جو آپ نے کسی مسلمان کمانڈر کو دیا وہ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے حضرت حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہما کو بیک وقت بھیجا تھا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

سریہ حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ): یہ پہلا سریہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اسے ''سریہ سیف البحر'' کہتے ہیں اس کا جھنڈا سفید تھا اور اس کے علمبردار ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ تھے۔ اسے آپ نے رمضان سن 1 ہجری میں بھیجا اور اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ یہ لوگ عیص کے اطراف میں بحیرۂ احمر کے ساحل تک گئے اور قریش کا ایک قافلہ جو ابوجہل کی سرکردگی میں شام سے آ رہا تھا' اس سے سامنا ہوا۔ دونوں فریق صف آرا ہو گئے اور قریب تھا کہ جنگ ہو جاتی' لیکن مجدی بن عمرو جُہنی نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور دونوں فریق واپس چلے گئے۔ (تجلیات نبوت)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ابولہب کی لونڈی ثُوَیبَہ نے دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ آپ ''سید الشہداء'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا آپ کی سگی بہن تھیں۔

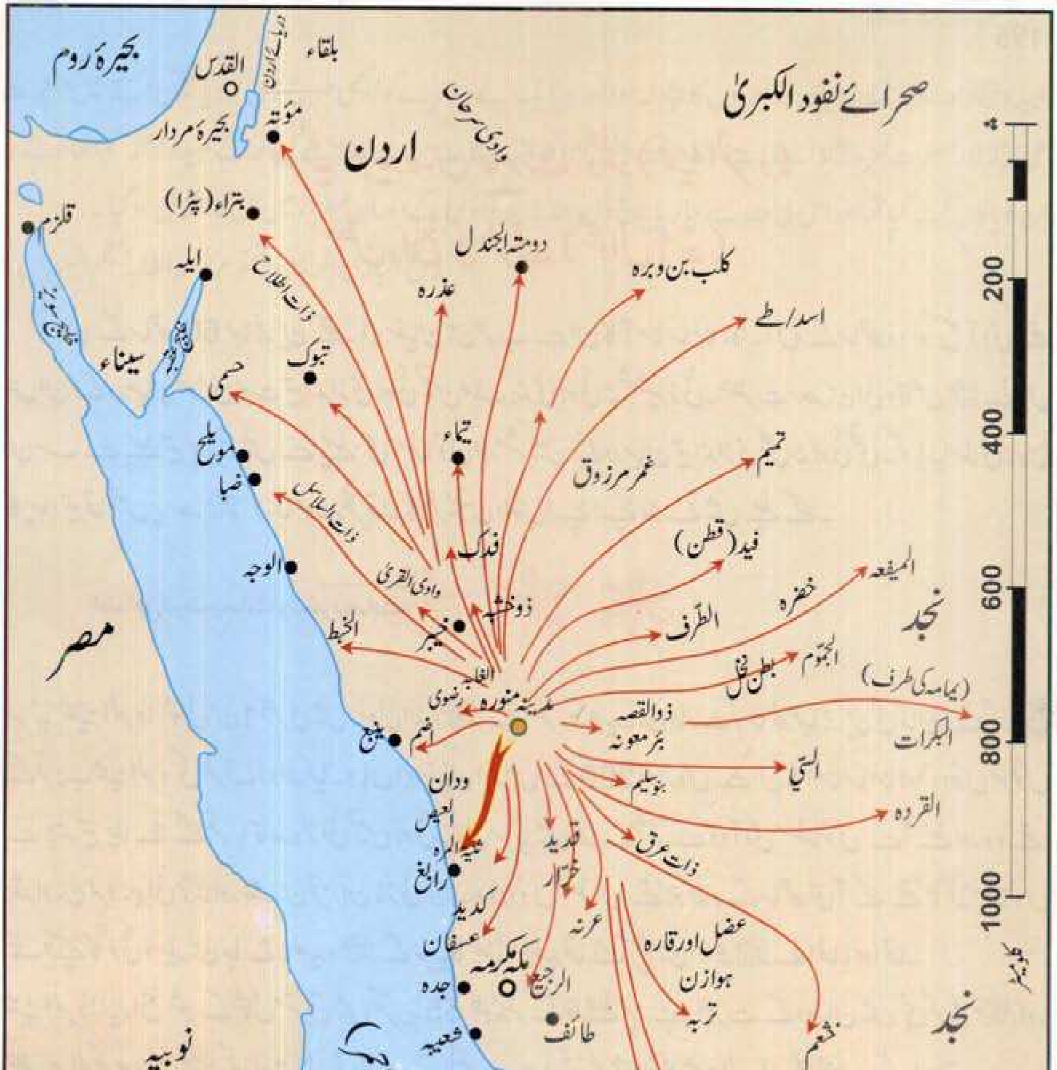
بعثت نبوی کے دوسرے سال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا' ان کے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ کو ایذا پہنچائی اور آپ کے سر پر ایک پتھر بھی دے مارا جس سے خون بہہ نکلا' پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی ایک مجلس میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے اس کی اطلاع حمزہ رضی اللہ عنہ کو دی جو کمان لٹکائے شکار سے واپس آ رہے تھے۔ جب یہ سنا تو دوڑتے ہوئے ابوجہل کے سر پر جا سوار ہوئے' برا بھلا کہا اور کہنے لگے: تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے' حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔'' اس کے بعد زور سے اس کے سر پر کمان ماری اور اس کا سر زخمی کر دیا...... ظاہر ہے کہ ابتداءً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام محض حمیت کے طور پر تھا۔ گویا کسی قصد و ارادہ کے بغیر زبان سبقت کر گئی تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔ (سیرت ابن ہشام)

جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بہت بہادری دکھائی' شیبہ بن ربیعہ کو مبارزت میں قتل کیا۔ اسی طرح طعیمہ بن عدی آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اگلے سال جنگ احد کے موقع پر جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کا انتقام لینے کے لیے اپنے غلام وحشی سے کہا: ''اگر میرے چچا کے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کو قتل کرے تو تُو آزاد ہے۔'' وحشی حبشہ کا رہنے والا تھا اور ماہر نیزہ باز تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپ کے ہاتھوں 31 کفار جہنم رسید ہوئے۔ اسی دوران میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں سباع بن عبدالعزیٰ آیا' جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ''او ختنے کرنے والی کے بیٹے!'' کہہ کر پکارا۔ اس کی ماں عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی۔ وحشی کہتا ہے یہی میرے لیے موقع تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سباع پر وار کیا اور اسے جہنم رسید کر دیا' میں نے جلدی سے برچھے کا وار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں کیا جہاں سے ان کی زرہ ہٹی ہوئی تھی' یہی وار کارگر ثابت ہوا اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد حبشی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور جنگ یمامہ میں انہوں نے مُسیلمہ کذّاب کے قتل کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

العیص: یہ رابغ کے شمال میں تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام ہے جو ثنیۃ المرہ کے نواح میں ہے۔ یہاں ذنابۃ العیص نامی ایک چشمہ تھا جس کے اردگرد کیکر وغیرہ کے درختوں کی کثرت تھی' اس وجہ سے اسے عیص کہا جاتا ہے۔ یہاں بنوسلیم آباد تھے۔ شام جانے والے قریش کے تجارتی قافلے ادھر سے گزرتے تھے۔

رابغ: یہ بحیرۂ قلزم کے ساحل پر جدہ اور ینبع کے تقریباً وسط میں ہے۔ مدینہ منورہ سے رابغ کا فاصلہ تقریباً 240 کلومیٹر ہے۔ مصروشام کی طرف سے آنے والے حاجی یہیں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔ اسے رابغ الرمل بھی کہتے ہیں۔ اس کے چند کلومیٹر مغرب میں رابغ البحر نامی بندرگاہ ہے۔ یاقوت حموی کہتے ہیں: ''رابغ جُحفہ اور ودّان کے درمیان ہے۔'' یہ جحفہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔



سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ

(عیص کے نواح میں سیف البحر کی طرف)

یکم رمضان بعد ہجرت نبوی (1ھ)

سریۂ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ (ثنیۃ المرہ)
بطن رابغ کی طرف (شوال 1ھ)

ان کے ساتھ 60 مہاجرین تھے۔ ابوسفیان بن حرب سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔ اس کے ساتھ دوسو مسلح آدمی تھے پس ان کے درمیان تھوڑی بہت تیراندازی ہوئی لیکن صف بندی ہوئی نہ شمشیر زنی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس دن سب سے پہلے تیر چلایا۔ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان تیراندازی بھی نہ ہوئی تھی۔ گویا یہ اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا جس پر سعد رضی اللہ عنہ کو بجا طور پر فخر تھا۔ پھر فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

سریۂ ثنیۃ المرہ: شوال سن 1 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث کو ساٹھ مہاجرین کی کمان دے کر رابغ کے قریب ثنیۃ المرہ کی طرف روانہ کیا۔ وہاں ابوسفیان اور اس کے 200 سواروں سے ان کا آمنا سامنا ہوا' دونوں طرفوں سے چند تیر چلائے گئے مگر باقاعدہ لڑائی نہیں ہوئی۔ اس سریہ میں مکہ کے لشکر سے دو آدمی مسلمانوں سے آملے اور وہ تھے: مقداد بن عمرو بہرانی رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان مازنی رضی اللہ عنہ۔ وہ دونوں مسلمان تھے' جو کفار کے ساتھ ہی آگئے تھے' تاکہ مسلمانوں تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ بن جائے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سریہ کا جھنڈا سفید تھا جسے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔

ثنیۃ المرہ: یہ رابغ شہر کے شمال مشرق میں تقریباً 55 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہجرت کے دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راستہ بتانے والا ابدرقہ مکہ مکرمہ سے اَمَج' پھر خرار' پھر ثنیۃ المرہ اور پھر لقف کے راستے سے مدینہ منورہ لے کر آیا۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 200 کلومیٹر ہے۔

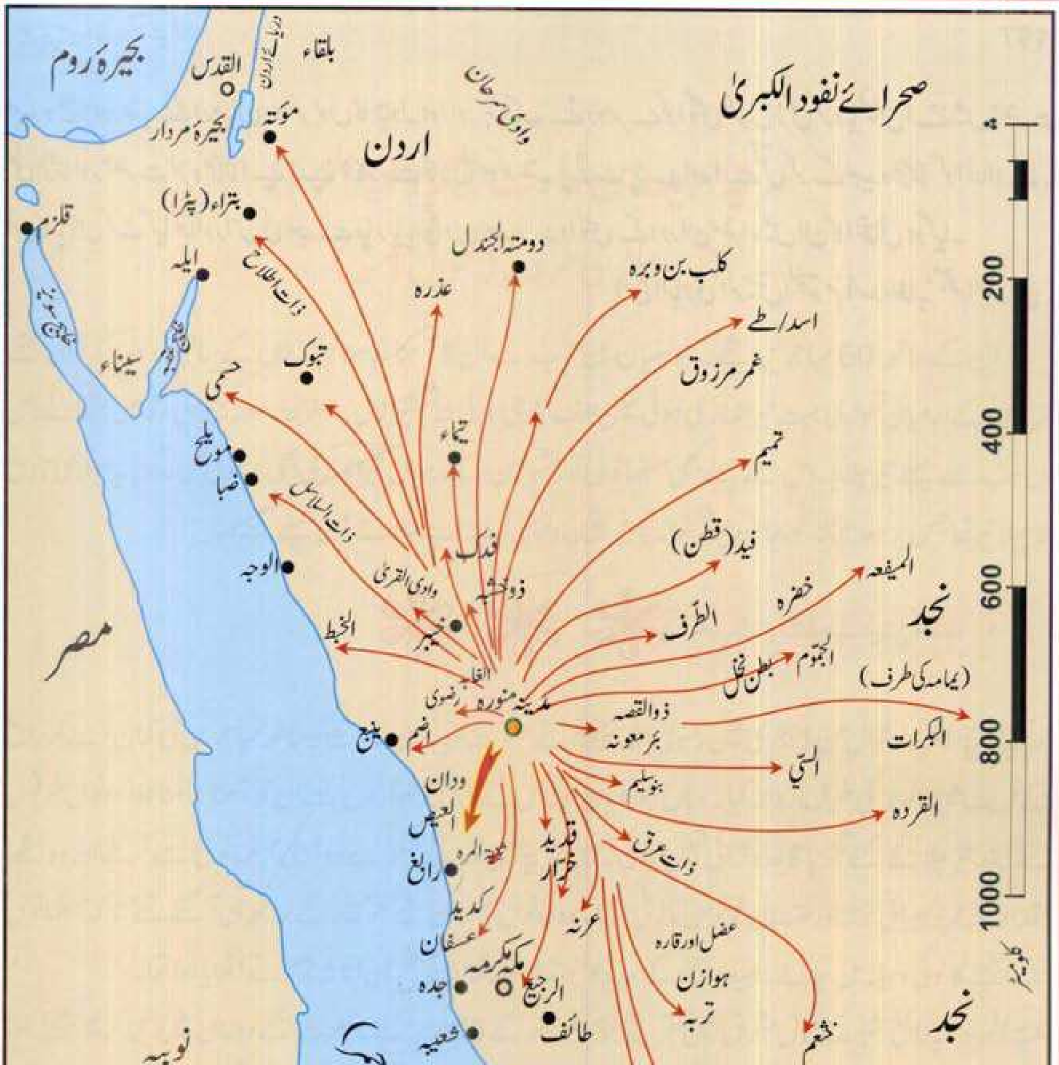
عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب قرشی رضی اللہ عنہ: حضرت عبیدہ بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور عمر میں دس سال بڑے تھے۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم بن ابی ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت عبیدہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد' عبداللہ بن الارقم اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم اکٹھے ایک ہی وقت میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بھائیوں طفیل اور حصین اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہجرت کی اور مدینہ میں حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں شہادت پائی۔ جنگ مبارزت میں قریش کے تین بہترین سردار عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ اور ولید بن عتبہ آگے بڑھے۔ ادھر سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو قتل کردیا البتہ

عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان دو ضربوں کا تبادلہ ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کو اچھی طرح زخمی کر دیا لیکن اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر کے عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا لائے۔

ان کا پاؤں کٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے چار یا پانچ دن بعد مدینہ واپسی کے دوران صفراء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(فتح الباری، الرحیق المختوم، أسد الغابہ، معجم البلدان)



سریۂ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

ثنیۃ المرہ (بطن رابغ)

شوال 1ھ (ہجرت کے آٹھ ماہ بعد)

سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
خرار کی طرف (ذوالقعدہ 1ھ)

ان کے ساتھ 20 مہاجر تھے۔ مقصد قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا لیکن جب یہ دستہ خرار پہنچا تو انہیں پتہ چلا کہ قافلہ کل یہاں سے گزر گیا ہے' لہٰذا وہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں: سن 1 ہجری (بعض کے بقول سن 2 ہجری) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کا امیر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ خرار وادی سے آگے نہ جائیں۔ وہ پیدل چلتے گئے۔ دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے' یہاں تک کہ وہ خرار تک پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ قریش کا قافلہ گزر چکا تھا' لہٰذا وہ بغیر کسی تصادم کے واپس آ گئے۔ پھر بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسلامی جوش وحمیّت کے تحت کفار کی طرف ایک تیر چلا ہی دیا۔

الخرّار: خرار کے معنی ہیں آواز کے ساتھ بہنے والا پانی۔ خرار حجاز کے علاقے میں جُحفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: اسلام کے اس پہلے تیر انداز کا نام سعد بن مالک بن وُہیب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ ہے۔ باپ کی کنیت ابو وقاص تھی' لہٰذا وہ سعد بن ابی وقاص کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا تعلق قریش کے قبیلے بنو زہرہ سے تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ بھی اسی قبیلے سے تھیں اور حضرت سعد کے والد کی چچا زاد بہن تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں کِلاب بن مُرّہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

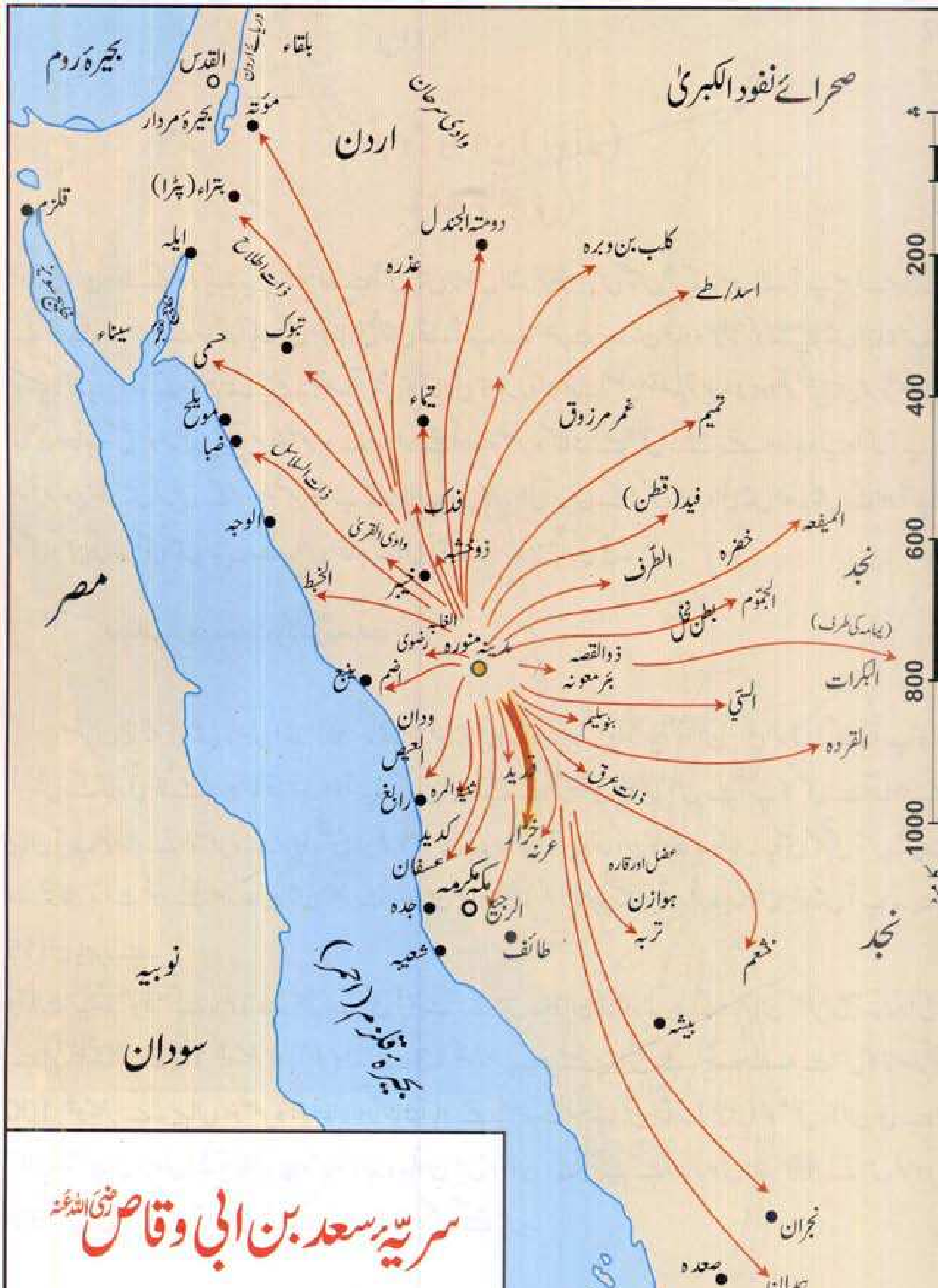
قبولِ اسلام: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تقریباً سترہ سال کی عمر میں پہلی وحی کے نزول کے ساتویں دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اسلام قبول کیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق وہ اپنے آپ کو ''ثُلُثُ الاسلام'' یعنی اسلام کا تیسرا مسلمان کہا کرتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بدر واحد سے لے کر خندق' خیبر' فتح مکہ' حنین وطائف وغیرہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے تین جھنڈوں میں سے ایک سعد رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ بیعت رِضوان اور سفر تبوک میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ انہیں پیار اور شفقت سے ماموں کہتے۔ خلافت راشدہ کے دوران میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں قبیلہ ہوازن پر عامل مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل فارس کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی قیادت سونپی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرق النساء کی تکلیف کے باعث جنگ قادسیہ میں ایک چھوٹے سے قدیم محل کی

بالائی منزل پر بیٹھ کر مسلمانوں کی قیادت کی اور وہیں سے اپنے نائب خالد بن عرفطہ کو ہدایات لکھ کر پھینکتے تھے۔ تین دن اور ایک رات کی جنگ میں مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس کے بعد عراق کا قدیم دارالحکومت بابل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کوثی بھی فتح ہو گئے۔

کوثی سے آگے بہرہ شیر (مغربی مدائن) کے قلعے کی جنگ میں ایرانیوں نے ایک مہیب پالتو شیر مسلمانوں پر چھوڑ دیا تو اسے سعد رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر مدائن اور جلولا کے معرکے سر ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مناذرہ کے دارالحکومت حیرہ سے چند میل جنوب میں کوفہ کا شہر آباد کیا۔

بعض شورہ پشتوں کی شکایت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا' تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ اس منصب پر فائز کیا اور وہ تین سال گورنر کوفہ رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشاجرات صحابہ سے الگ تھلگ رہے۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ انہوں نے 55ھ میں وفات پائی۔ (''عشرہ مبشرہ''......بشیر ساجد)



سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ذی قعدہ 1ھ (ہجرت کے 9 ماہ بعد)

غزوہ ودّان (ابواء)
(صفر 2 ہجری)

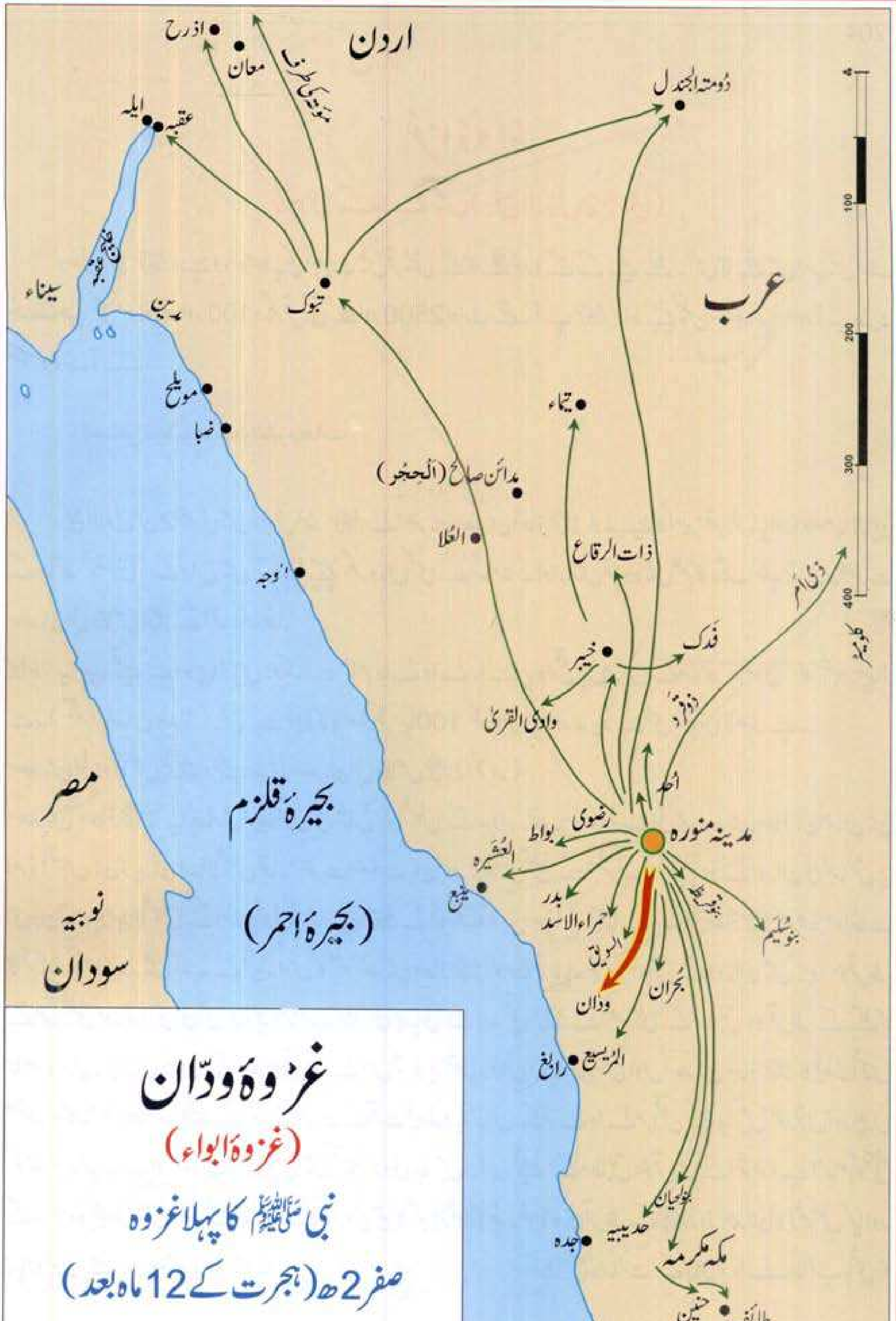
مؤرخ ابن سعد کے نزدیک یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ آپ صرف مہاجرین کو لے کر نکلے اور ان کے ساتھ ایک بھی انصاری نہیں تھا۔ آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ ابواء کے مقام تک پہنچے۔ مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔ اصل مقصد تو پورا نہ ہوا مگر مَخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ صلح ہوا۔ یہ اپنی قوم بنوضمرہ کے سردار تھے اور بنوضمرہ کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ معاہدہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ بنوضمرہ پر حملہ نہیں کریں گے اور بنوضمرہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے نہ کسی کارروائی میں حصہ لیں گے اور آپ کے کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے۔ اس معاہدے کی باقاعدہ دستاویز تیار کی گئی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

صفر سن 2 ہجری میں رسول اللہ ﷺ ساٹھ ستر مہاجرین کے ساتھ ''ابواء'' یا ''ودّان'' کی طرف گئے۔ آپ کا ارادہ قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا جبکہ وہ آپ کے یہاں پہنچنے سے قبل نکل چکا تھا' اس لیے آپ کا کسی سے تصادم نہ ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے بنوضمرہ کے سردار مَخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ امان وتعاون کا معاہدہ کیا۔ یہ پہلی مہم تھی جس میں رسول اللہ ﷺ بذات خود نکلے اور مدینہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس سفر میں آپ مدینہ سے 15 دن باہر رہے۔

ودّان: یہ لفظ ''وَدّ'' سے ماخوذ ہے' جس کے معنی ''محبت'' کے ہیں۔ ودّان مکہ اور مدینہ کے درمیان ''الفرع'' کے نواح میں ہے جو ''ہرشیٰ'' سے 10 کلومیٹر اور ''الابواء'' سے 13 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جُحفہ سے اس کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر ہے۔ یہاں بنوضَمرہ' بنوغفار اور کنانہ آباد تھے۔ حضرت صَعب بن جَثّامہ (رضی اللہ عنہ) کا تعلق ودّان ہی سے تھا۔

''الابواء'' جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدۂ ماجدہ مدفون ہیں' ودّان کے قریب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس غزوہ میں الابواء ہی میں پڑاؤ ڈالا تھا' اس لیے اسے غزوہ الابواء بھی کہتے ہیں۔



غزوۂ ودّان

(غزوۂ ابواء)

نبی ﷺ کا پہلا غزوہ

صفر 2ھ (ہجرت کے 12 ماہ بعد)

غزوۂ بُواط

رَضوىٰ کے علاقے میں (ربیع الاوّل 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ اپنے دوسو صحابہ کی معیت میں قریش کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلے۔ اس قافلے میں امیہ بن خلف جُمَحِی بھی موجود تھا اور 100 دیگر قریشی تھے اور 2500 اونٹ تھے۔ آپ ﷺ بواط پہنچے لیکن مقابلہ نہ ہوا اور آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

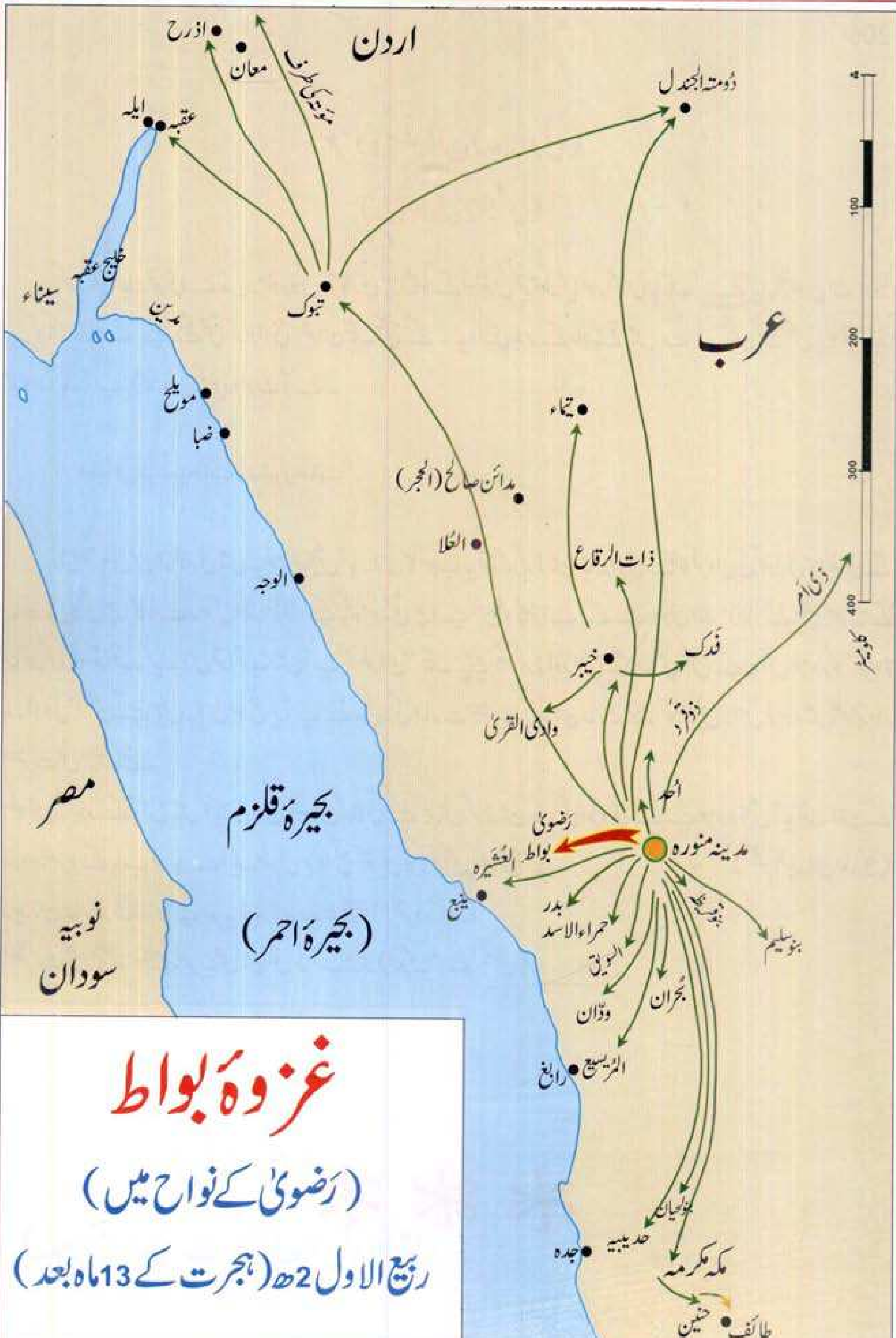
اضافی توضیحات و تشریحات

ربیع الاول سن 2 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا امیر مقرر فرمایا اور دوسو مہاجرین کے ساتھ "رَضویٰ" کے نواح میں "بُواط" پہنچے مگر وہاں کسی سے سامنا نہ ہوا۔ اس غزوہ میں علم کا رنگ سفید تھا جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔

بواط: یہ جُہینہ قبیلے کے دو پہاڑ ہیں جو مکہ سے شام جانے والے راستے پر واقع ہیں۔ ان کے ساتھ "رَضویٰ" کا مشہور پہاڑ ہے۔ (معجم البلدان جلد 1) ینبع سے بواط کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر ہے اور مدینہ سے بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (الخَرّار)

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ: یہ انصاری قبیلہ اوس کی شاخ بنو اشہل کے سردار تھے۔ سلسلۂ نسب ابی عمر سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبد الاشہل تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئے اور ان کی فہمائش پر اسی دن تمام بنو عبد الاشہل نے اسلام قبول کرلیا۔ نبی ﷺ نے ابُو عُبَیدۃ بن جرّاح رضی اللہ عنہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا رشتۂ مواخات قائم کیا۔ غزوۂ بدر میں آپ نے قبیلہ اوس کا علم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ غزوۂ خندق کے دوران میں یہود بنو قریظہ نے عہد شکنی اور غداری کی تھی، چنانچہ احزابِ کفار کی پسپائی کے بعد نبی ﷺ نے حکم الٰہی کے مطابق بنو قریظہ کے محلے کا محاصرہ کرلیا۔ چند ہی دنوں کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ رئیس اوس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ انہیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسلامی حمیت کے تحت فیصلہ دیا کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کیے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور املاک مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں۔ اس فیصلے کے مطابق بنو قریظہ کے اشرار اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو پر تیر کا گہرا زخم لگا تھا۔ غزوۂ بنی قریظہ کے چند روز بعد ان کا زخم کھل گیا اور زیادہ خون بہنے سے وہ شہید ہوگئے۔ (شمع رسالت کے 30 پروانے۔ طالب ہاشمی)



غزوۂ بواط

(رضویٰ کے نواح میں)

ربیع الاول 2ھ (ہجرت کے 13ماہ بعد)

غزوۂ سَفوان (بدر اُولیٰ)

(ربیع الاول 2 ہجری)

کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی سرکاری چراگاہ کے اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو پکڑنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ وادئ سفوان تک پہنچ گئے۔ یہ وادی بدر کے علاقے میں ہے۔..... لیکن کرز نکل چکا تھا' لٰہذا قابو نہ آیا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

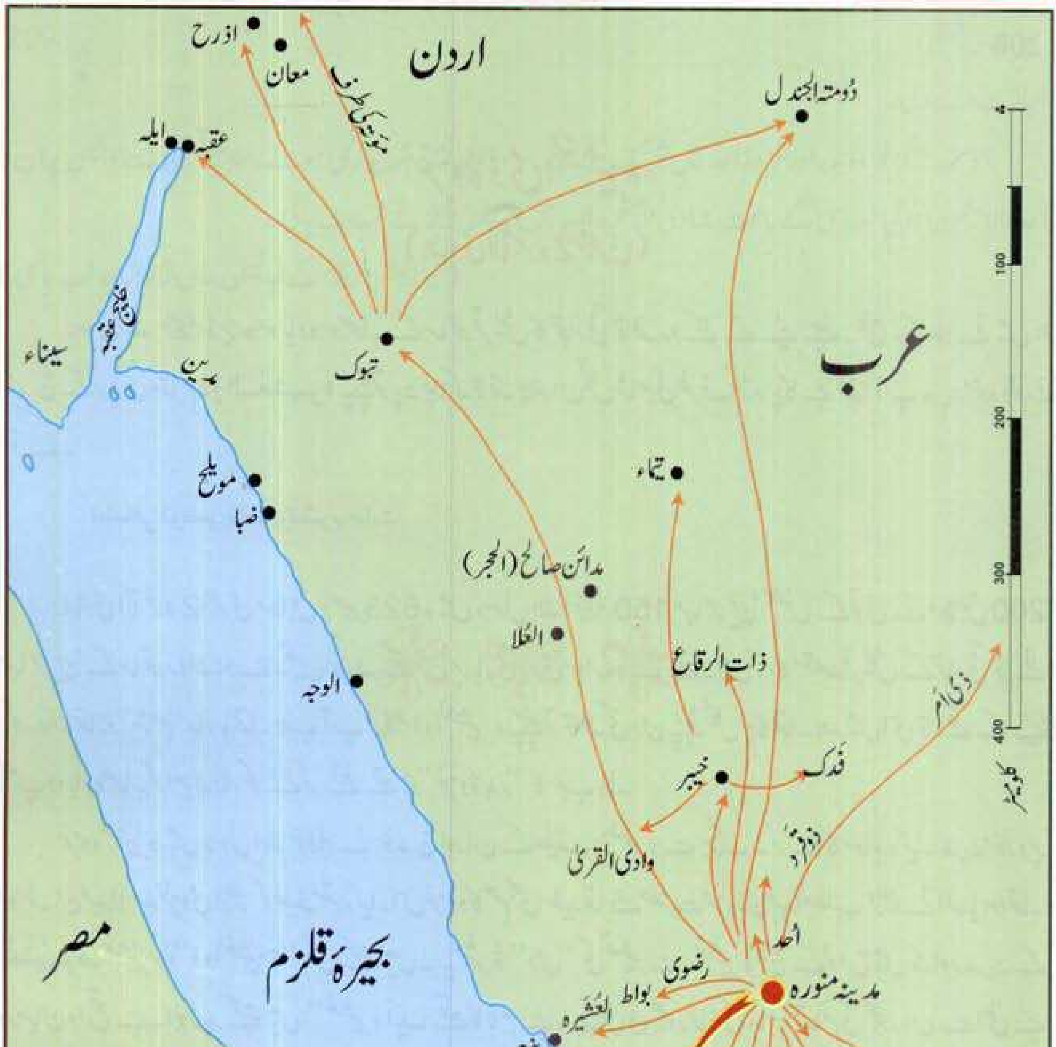
اضافی توضیحات وتشریحات

ربیع الاُول سن 2 ہجری میں یہ غزوہ پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ کُرز بن جابر فہری نے کافروں کی تھوڑی سی نفری کے ساتھ مدینہ کی چراگاہ سے رسول اللہ ﷺ کے کچھ مویشی چرا لیے جن کو چھڑانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ کے ساتھ کرز کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب میں آپ ''سَفوان'' تک پہنچے' مگر کرز اور اس کے ساتھی نکل گئے۔ اس غزوہ کو ''غزوۃ بدر الاُولیٰ'' بھی کہتے ہیں۔ اس موقع پر آپ نے مدینہ کی امارت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ اس غزوہ میں علم بردار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

سَفوان: بدر کے نواح میں ایک وادی سَفوان کہلاتی ہے جہاں کُرز بن جابر کی سرکوبی کے لیے غزوہ پیش آیا تھا۔ اس کے علاوہ بصرہ کے بابِ مربد سے ایک منزل پر واقع کنویں کا نام بھی سَفوان ہے۔ (معجم البلدان جلد 3)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (القردہ' نجد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (فدک' طے' یمن)



غزوۂ سَفَوان

(بدر اُولیٰ)

ربیع الاول 2ھ (ہجرت کے 13 ماہ بعد)

غزوہ ذی العُشَیرہ

(جمادی الآخرہ 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ ڈیڑھ سو یا دو سو صحابہ کے ساتھ قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے چلے۔ ینبع کے علاقے میں بنو مُدلج کے رہائشی مقام ذوالعُشَیرہ پہنچے تو پتہ چلا کہ قافلہ چند دن قبل شام کی طرف گزر چکا ہے' لہٰذا آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

اضافی توضیحات و تشریحات

جمادی الآخرہ 2 ہجری مطابق دسمبر 623ء میں رسول اللہ ﷺ 150 مہاجرین' بعض کے قول کے مطابق 200 مہاجرین' کے ساتھ روانہ ہوئے۔ تیس اونٹ تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس مہم کا مقصد قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا جو ''شام'' جا رہا تھا۔ جب آپ ﷺ ذوالعشیرہ پہنچے تو قافلہ کئی دن پہلے نکل چکا تھا۔ بعد میں اسی قافلے کے لیے آپ دوبارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر نکلے تھے' جو ''غزوہ بدر'' کا سبب بنا۔

غزوہ عُشَیرہ میں رسول اللہ ﷺ نے بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو ضمرہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔ مدینہ منورہ پر ابوسلمہ بن عبدالأسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس غزوہ کا علم بھی سفید تھا جسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔

عُشَیرہ: عُشَیرہ کو ''ذوالعُشَیرۃ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ عَشَرۃ ''دس'' کی تصغیر ہے۔ عُشیرہ ینبع کے نواح میں مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ ابوزید کہتے ہیں: ''عُشیرہ ایک قلعے کا نام ہے۔ یہاں کی کھجور حجاز کی تمام اقسام کی کھجوروں سے اعلیٰ ہے سوائے خیبر کی صیحانی اور مدینے کی برنی اور عجوۃ کے۔'' ذوالعشیرۃ مدینے سے تقریباً 130 کلومیٹر اور رابغ سے تقریباً 175 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

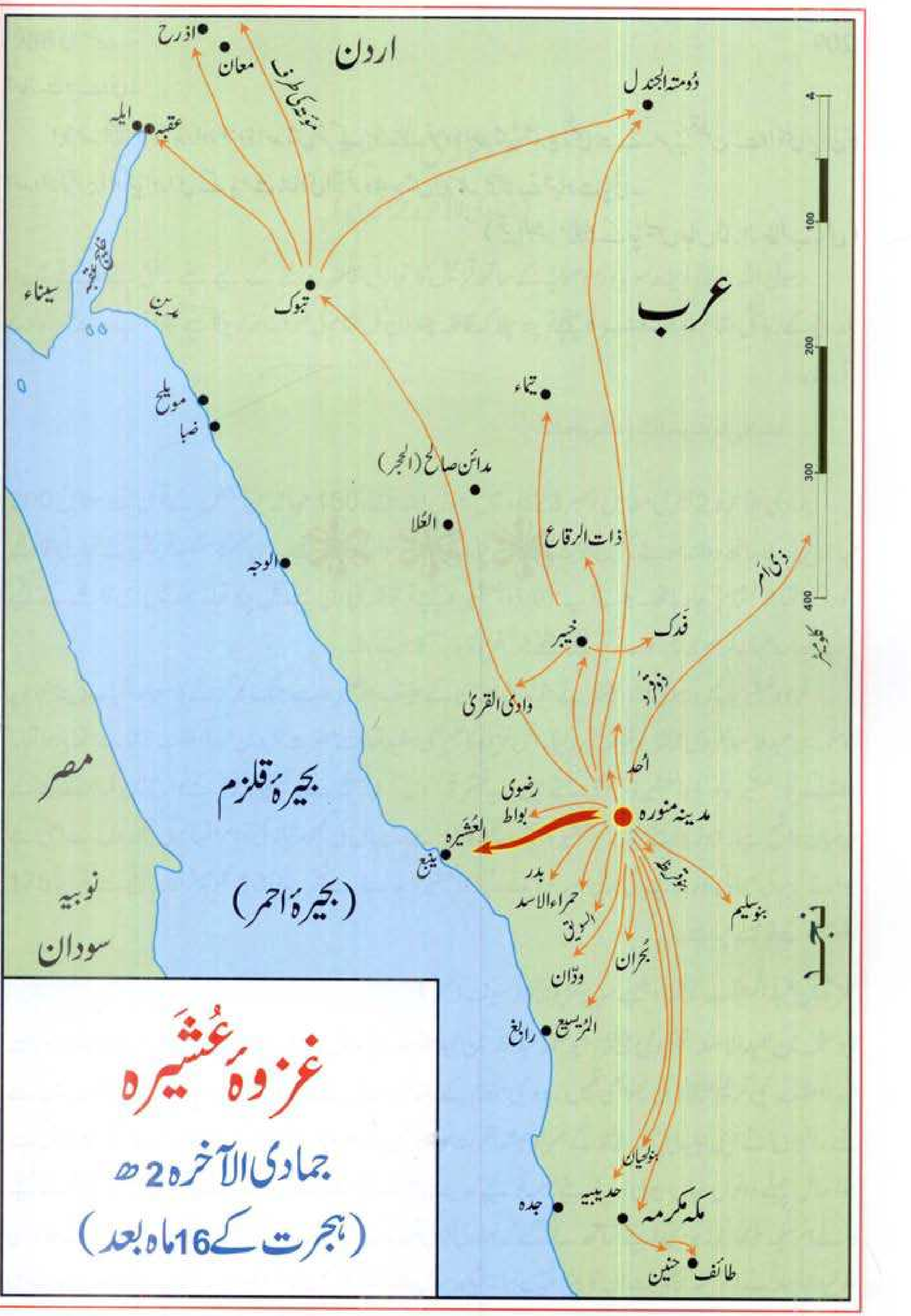
حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ (سیف البحر)

ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ: ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالأسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی والدہ برّہ بنت عبدالمطلب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ وہ نبی ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ ابوسلمہ عبداللہ رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی مگر تین ماہ بعد ایک افواہ سن کر مکہ لوٹ آئے۔ ہجرت نبوی سے سوا سال پہلے دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے سلمہ کو لیے مدینہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے والے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئے کہ ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ دیکھ کر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان بنو عبدالأسد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا بیٹا چھین لیا۔ ایک سال بعد کفار کو ترس آیا تو انہوں نے ماں بیٹے کو مدینہ جانے کی

اجازت دے دی۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں شدید زخمی ہوئے۔ سریہ قطن سے واپسی پر ان کا احد والا زخم ہرا ہو گیا اور اسی کے باعث جمادی الآخرہ 4ھ میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس جاں نثار از طالب ہاشمی)



غزوۂ عُشَیرہ

جمادی الآخرہ 2ھ

(ہجرت کے 16 ماہ بعد)

سریّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

مکہ کے قریب وادیٔ نخلہ میں (رجب 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو بارہ مہاجرین دے کر قریش کے تجارتی قافلے پر نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا۔ ان کی قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوگئی۔ یہ قافلہ طائف سے واپس آ رہا تھا۔ یہ رجب کے آخری دن کی بات ہے۔ مہاجرین نے قافلہ لوٹ لیا' عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور دو آدمی قید کر لیے۔ اس لشکر کشی میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا گیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

سرية بطن نخلة : رجب 2 ہجری موافق جنوری 624ء میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو بارہ مہاجرین کے ہمراہ مکہ اور طائف کے درمیان مقام ''نخلہ'' کی طرف روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک خط دیا اور فرمایا کہ وہ اسے دو دن کے سفر کے بعد کھولے' چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دو دن سفر کرتے رہے۔ دوسرے دن کے بعد جب خط کھولا تو اس میں درج تھا: ''جب تو میرا یہ خط پڑھے تو سفر جاری رکھنا یہاں تک کہ وادی نخلہ پہنچ جائے جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے' وہاں قریش کے قافلے کی نگرانی کرنا اور ان کی خبریں ہمیں پہنچانا۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا۔ جب بطن نخلہ پہنچے تو قریش کا قافلہ گزرا' جس کے پاس زبیب (خشک میوہ)' چمڑا اور تجارت کا دیگر سامان تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن الحضرمی' عثمان اور نوفل (یہ دونوں عبداللہ بن مغیرہ کے بیٹے تھے) اور حکم بن کیسان مولیٰ مغیرہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ آج رجب کی آخری تاریخ ہے' جو حرمت والا مہینہ ہے۔ اگر ہم ان سے لڑائی کریں تو بیشک حرمت کی پامالی کا ڈر ہے۔ اگر ان کو آج رات چھوڑ دیتے ہیں تو وہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے' لہٰذا انہوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان اور حکم کو قیدی بنا کر ساتھ لیا اور قافلے کو ہانک کر مدینہ لے آئے جبکہ نوفل مکہ بھاگ گیا۔ اس فعل پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے' چنانچہ قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اور مقتول کا خون بہا (دیت) ادا کر دیا۔ (الرحیق المختوم: 180' 181)

اس دوران میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے نبی ﷺ سے حلفاً کہا تھا کہ ہم سے جو کچھ ہوا' غلط فہمی کی بنا پر ہوا اور کچھ روز بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کے لیے یہ آیت نازل کی:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾

''لوگ پوچھتے ہیں ماہِ حرم میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو: اس میں لڑنا بہت بُرا ہے' مگر اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجدِ حرام کا راستہ لوگوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔'' (بقرہ:217)

اس آیت کے نزول نے مسلمانوں کو خوش کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مالِ غنیمت کا خمس قبول فرمایا۔

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس جاں نثار طالب ہاشمی)

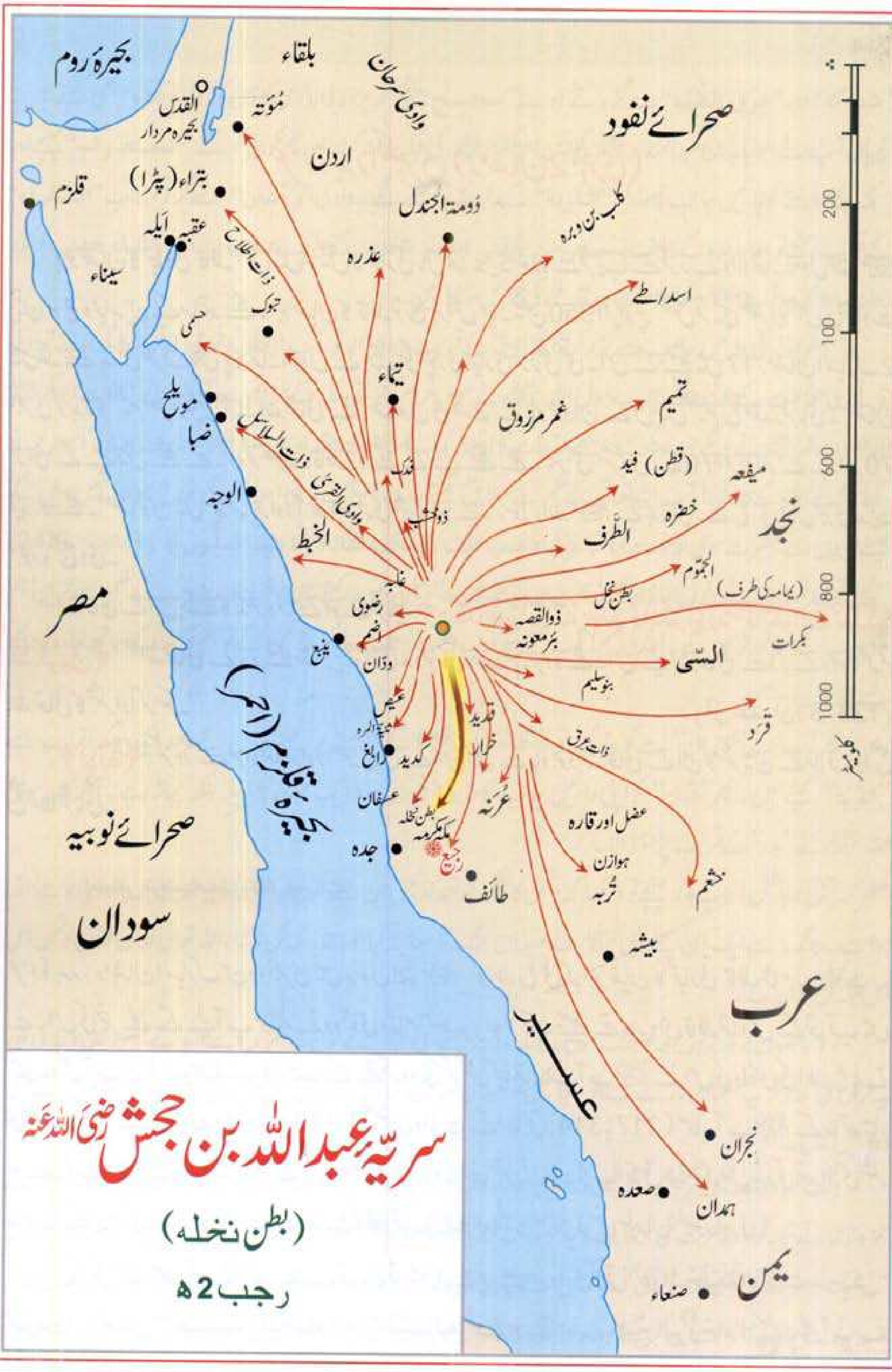
عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن جحش بن ریاب ابو محمد الاسدی رضی اللہ عنہ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمیمہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل آپ نے اسلام قبول کیا' ہجرت کی اور عاصم بن ثابت بن افلح رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ان کا ایمان افروز واقع یوں ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: احد کے دن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: ''آؤ دعا نہ کریں؟'' چنانچہ دونوں ایک طرف ہوئے' پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اے اللہ! کل جب میری ملاقات کسی دشمن سے ہو' تو وہ بہادر اور سخت غصے والا ہو' میں اسے تیری خاطر قتل کر کے اس کا سامان لے لوں۔'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ پھر حضرت عبداللہ نے دعا کی: ''اے اللہ! کل میری ملاقات بہادر اور سخت غصے والے جوان سے ہو۔ تیری خاطر میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے قتل کر کے میری ناک اور کان کاٹ دے۔ میں جب تیرے حضور پیش ہوں تو تو مجھ سے پوچھے: اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ میں کہوں: اے اللہ! تیری اور تیرے رسول کی خاطر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔ دونوں کی دعائیں پوری ہوئیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو قتل کیا اور عبداللہ نے ابن اخنس ثقفی کے ہاتھوں جام شہادت پیا اور ان کا مثلہ کیا گیا۔

غزوہ احد کے شہداء کی جب تدفین ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفنایا گیا۔ (خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس جاں نثار از' طالب ہاشمی)

بطنِ نخلہ: مکہ سے طائف کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ''لیلۃ الجن'' والا واقعہ بھی اسی کے بارے میں ہے۔ ابن ولاّد کہتے ہیں: یہ دو وادیاں ہیں: (1) نخلہ شامیہ (2) نخلہ یمامہ بطن مرّ کے پاس یہ دونوں وادیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

(معجم ما استعجم 1304/4)



سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

(بطن نخلہ)

رجب 2ھ

غزوۂ بدرالکبریٰ (رمضان 2 ہجری)

ابوسفیان کا تجارتی قافلہ، جس میں قریش کا تجارتی مال تھا، مدینہ منورہ کے قریب سے گزرنے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ نکلے۔ ابوسفیان کا قافلہ تو بچ کر نکل گیا۔ لیکن 950 افراد پر مشتمل قریشی لشکر ابوجہل کی قیادت میں مکہ سے بدر کی طرف چل چکا تھا۔ انہوں نے جنگ کی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ اس کے نتیجے میں 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قلت کے باوجود ان کے حق میں عظیم فتح مقدر فرمائی۔ مسلمان لڑائی کے لیے نہیں نکلے تھے۔ وہ تو صرف قافلہ روکنے کے لیے نکلے تھے۔ پھر بھی مشرکوں کے 70 افراد مارے گئے اور 70 قید ہو گئے۔ مسلمانوں میں چھ مہاجر اور آٹھ انصاری شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر ہی سے فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ بھیج دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد فرمائی جب تم کمزور تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکو۔'' (آل عمران: 3/123)

﴿ اَذِلَّةٌ ﴾ ''کمزور'' سے مراد تعداد اور اسلحہ کی کمی ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرکین کے خلاف واضح فتح عطا فرمائی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

غزوۂ بدر: رمضان المبارک سن دو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے لوٹ رہا ہے۔ اس کی خبر لینے کے لیے آپ ﷺ نے دو آدمی مقام ''حَوْراء'' تک بھیجے تھے۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے تعاقب میں تین ماہ قبل آپ ﷺ ''ذو العُشَیرۃ'' تک گئے تھے مگر وہ بچ کر نکل گیا تھا۔ اب آپ ﷺ نے اس کی واپسی کی اطلاع پاتے ہی صحابہ کرام کو نکلنے کی دعوت دی، چنانچہ 313 (بعض روایات کے مطابق 314 یا 317) صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ تیار ہوئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جب وہ جالوت کے مقابلے کو نکلا تھا۔ (رحمۃ للعالمین ﷺ قاضی سلیمان منصور پوری)

نبی کریم ﷺ صحابہ کو لے کر مدینے سے مکہ کے قدیم راستے پر چلے اور وادی عقیق، ''ذو الحُلَیفَة'' ''ذات الجیش'' ''تُربان'' ''ملل'' ''غمیسُ الحمام'' اور ''السَّیالہ'' سے ہوتے ہوئے فَجُّ الرَّوحاء پہنچے۔ پھر آپ نے

"شنوکہ" اور "عِرق الظَّبیہ" سے گزرتے ہوئے "سجسج" پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اس گاؤں کو "الروحاء" بھی کہتے ہیں۔ یہاں آپ نے ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی جگہ روانہ کیا۔ اور پھر کوچ کر کے "المنصرف" پہنچے اور مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ کر "النّازیۃ" کے راستے پر چلنے لگے۔ وادی "رُحقان" سے گزر کر جب "الصَّفراء" کے قریب پہنچے تو بنوساعدہ کے حلیف بَسْبَس بن جُهَنی اور بنو نجّار کے حلیف عدی بن ابی زغباء جھنی کو بدر روانہ کیا تا کہ وہ آپ ﷺ کو ابوسفیان اور قافلے کی خبریں پہنچائیں۔

"صفراء" کی دائیں جانب سے گزر کر "ذفران" کے قریب پڑاؤ ڈالا تو آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قریش مکہ اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو قریش مکہ کے عزائم سے آگاہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے اچھے جذبات کا اظہار کیا۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیے' ہم آپ کو بنی اسرائیل کی طرح جواب نہیں دیں گے جیسے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (المائدۃ: 5/24) "پس تم اور تمہارا رب' دونوں جاؤ اور لڑو' ہم یہاں بیٹھے ہیں۔" لیکن ہم یہ کہتے ہیں: آپ اپنے رب کے حکم سے لڑیں' ہم بھی آپ کے ساتھ لڑیں گے۔ اللہ کی قسم! آپ ہمیں "برک الغماد" تک لے کر جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں......"

پھر آپ نے "ذفران" سے کوچ کیا تو "ثنایا" (اصافر) کے راستے پر چلے۔ اس کے بعد ایک جگہ اترے جسے "الدَّبۃ" کہتے ہیں۔ پھر "حَنّان" کو اپنی دائیں جانب چھوڑ دیا' جو ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلہ بلکہ پہاڑ ہے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ نے "بدر" کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

معرکۂ حق و باطل: جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے' اترا ہوا ہے۔ جنگ سے ایک دن پہلے نبی ﷺ نے میدان جنگ کا معاینہ کیا اور بتایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں فلاں دشمن اس اس جگہ قتل ہوں گے۔

17 رمضان 2 ھ بروز جمعہ کو جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی ﷺ نے نہایت تضرع سے اللہ کے حضور میں دعا کی اور یہ عرض کی کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا میں توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

جنگ مبارزت میں قریش کے تین بہترین سردار عتبہ اور شیبہ فرزندان ربیعہ اور ولید بن عتبہ آگے بڑھے۔ ادھر سے حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو ہلاک کر دیا' البتہ عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کے درمیان دو ضربوں کا تبادلہ ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اچھی طرح زخمی کر دیا لیکن اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے شکار سے فارغ ہو کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر کے عبیدہ کو اٹھا لائے۔ ان کا پاؤں کٹ گیا تھا اور اس کی وجہ سے چار یا پانچ دن بعد مدینہ

واپسی کے دوران صفراء میں ان کا انتقال ہو گیا۔

عام رن پڑا تو دو انصاری نوجوانوں معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کو تاک لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی نشاندہی پر دونوں اس پر جھپٹ پڑے اور اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ بعد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ معوذ رضی اللہ عنہ تو اسی معرکے میں شہید ہو گئے' البتہ معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت تک باقی رہے۔

کفر و ایمان کے اس معرکے میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ مشرکین کے 70 آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ ان میں سر برآوردہ چوبیس سرداروں کے لاشے کھینچ کر بدر کے ایک گندے کنویں میں پھینک دیے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاوان لے کر قریش کے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اسیروں کا تاوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ ("رحمۃ للعالمین" قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے قرآن مجید کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ "رومی جو مغلوب ہو گئے نزدیک کی زمین میں' اور وہ مغلوب ہونے کے بعد چند سال کے اندر غالب آئیں گے" اور "اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے شادمان ہوں گے۔" (سورۃ روم آیات: 2 تا 4)

بدر: یہ مدینہ کے جنوب مغرب میں 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے ہر طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس میں کئی کنویں اور باغات تھے جہاں قافلے عموماً پڑاؤ ڈالتے تھے۔

یاقوت حموی لکھتے ہیں: "بدر وادیِ یلیل میں واقع ہے۔ اس کے دونوں سروں (شمال مغرب اور جنوب مشرق) پر ریت اڑ اڑ کر جمع ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ خاصے بلند ٹیکرے بن گئے ہیں۔ سورۃ انفال میں مذکور یہی ﴿الْعُدْوَةُ الدُّنيا﴾ "قریبی ٹیلہ" اور ﴿الْعُدْوَةُ الْقُصْوىٰ﴾ "بعید ٹیلہ" ہیں جو اب تک برقرار ہیں' ان دونوں کے درمیان جنوب مغرب میں ایک خاصا بلند پہاڑ ہے جو جبل اسفل کہلاتا ہے جس کی چوٹی سے سمندر (دس میل پر بحیرۂ قلزم) صاف نظر آتا ہے۔"

بدرؔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادی الصفراء اور الجار کے مابین واقع ہے اور الجار ساحل بحر پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ سے منسوب ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ بدر بن یخلد قبیلہ بنی ضمرہ کا ایک شخص تھا۔ (معجم البلدان جلد 1)

بدر بیضوی شکل کا ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا وسیع ریگستانی میدان ہے جس کے اردگرد اونچے پہاڑ ہیں۔ مکہ شام اور مدینہ جانے کے راستے جنوب' شمال اور مشرق کی وادیوں سے آ کر بدر پر ملتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بدر میں ہر سال یکم ذی قعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ یہاں بنوضمرہ آباد تھے جن کی ایک شاخ بنوغفار کی اصلاح و تبلیغ کے لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مامور کیے گئے' اسی لیے وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے۔"

(آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر (2) پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)

حسن الدین خاموش لکھتے ہیں: ''بدر کو مقامی لوگ ''بدرُو'' بولتے ہیں۔ اس نام کا ایک گاؤں پہاڑی پر آباد ہے جہاں ایک بڑی مسجد بھی ہے۔ نیچے ایک نہر بہتی ہے۔ نہر کے کنارے ہرے بھرے نخلستان ہیں۔ کہتے ہیں یہ نہر وہیں سے نکلی ہے جہاں نبی ﷺ نے برساتی پانی کا ایک حوض مجاہدین کے لیے بھر لیا تھا اور جب دشمنانِ اسلام پانی کے بغیر پریشان ہوئے تھے تو نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ پانی دشمن پر بھی بند نہ کیا جائے۔ (مرقع حجاز)

مسجد العریش: پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں: ''ہم شمال کی جانب چلتے ہوئے آبادی سے باہر پہنچے تو بائیں جانب ایک قلعے کے کھنڈر نظر آئے جو ترکی دور میں حجاز کے گورنر شریف عبدالمطلب نے بنوایا تھا۔ تھوڑی دور آگے ایک ٹیلے پر ایک جامع مسجد ہے جس میں جمعے کی نماز ہوتی ہے' اسے مسجد غمامہ کہتے ہیں لیکن اس کا اصل نام مسجد عریش ہے۔ عربی میں عریش سائبان کو کہتے ہیں...... 17 رمضان کو عین اس جگہ کھجور کی شاخوں کا ایک سائبان تان کر نبی ﷺ کے لیے ایک جھونپڑی سی بنادی گئی تھی۔ چند تیز رفتار سانڈنیاں بھی رکھی گئی تھیں تاکہ فوج کو ہدایات بھیجی جاسکیں اور حفاظت کے لیے ایک محافظ دستہ بھی مقرر کیا گیا تھا۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر (2) حرم مدینہ)

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی روداد سفر میں لکھا ہے: ''مفرق سے ایک سڑک مدینہ کو جاتی ہے اور دوسری ینبع کو جو بحیرۂ قلزم پر ایک بندرگاہ ہے۔ مفرق کا فاصلہ مدینہ سے 155 کلومیٹر اور جدہ سے 269 کلومیٹر ہے۔ 7 کلومیٹر اور چلنے کے بعد ہم بدر پہنچ گئے...... جہاں معرکہ بدر پیش آیا تھا' وہ مقام بدر کی بستی سے دو کلومیٹر مغرب کی طرف ہے۔ وہاں ایک چھوٹے سے احاطے میں 13 شہدائے بدر مدفون ہیں اور قریب ہی اہل بدر کا موجودہ قبرستان بھی ہے۔ اس جگہ پہنچنے کے لیے مدینہ سے آنے والے کو دائیں جانب اور جدہ سے آنے والے کو بائیں طرف مڑنا ہوتا ہے۔''

(سفرنامہ ارض القرآن' ص: 165,166)

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ: ان کے باپ قیس بن زائدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی ماموں تھے۔ ان کی والدہ ام مکتوم عاتکہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا اور سابقون اوّلون میں سے تھے۔ انہوں نے رؤسائے قریش کی موجودگی میں نبی ﷺ سے کچھ پوچھا تو آپ نے ناگواری ظاہر کی جس پر سورۂ عبس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝۱ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝۲ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰٓی ۝۳ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝۶ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۝۸ وَهُوَ یَخْشٰی ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝۱۰ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲﴾

''ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ نابینا اس کے پاس آ گیا۔ تمہیں کیا خبر' شاید وہ سُدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو' حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو خود تمہارے پاس دوڑ کر آتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے'

اس سے تم بے رخی برتتے ہو۔ ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔" (عبس: 80/1-12)

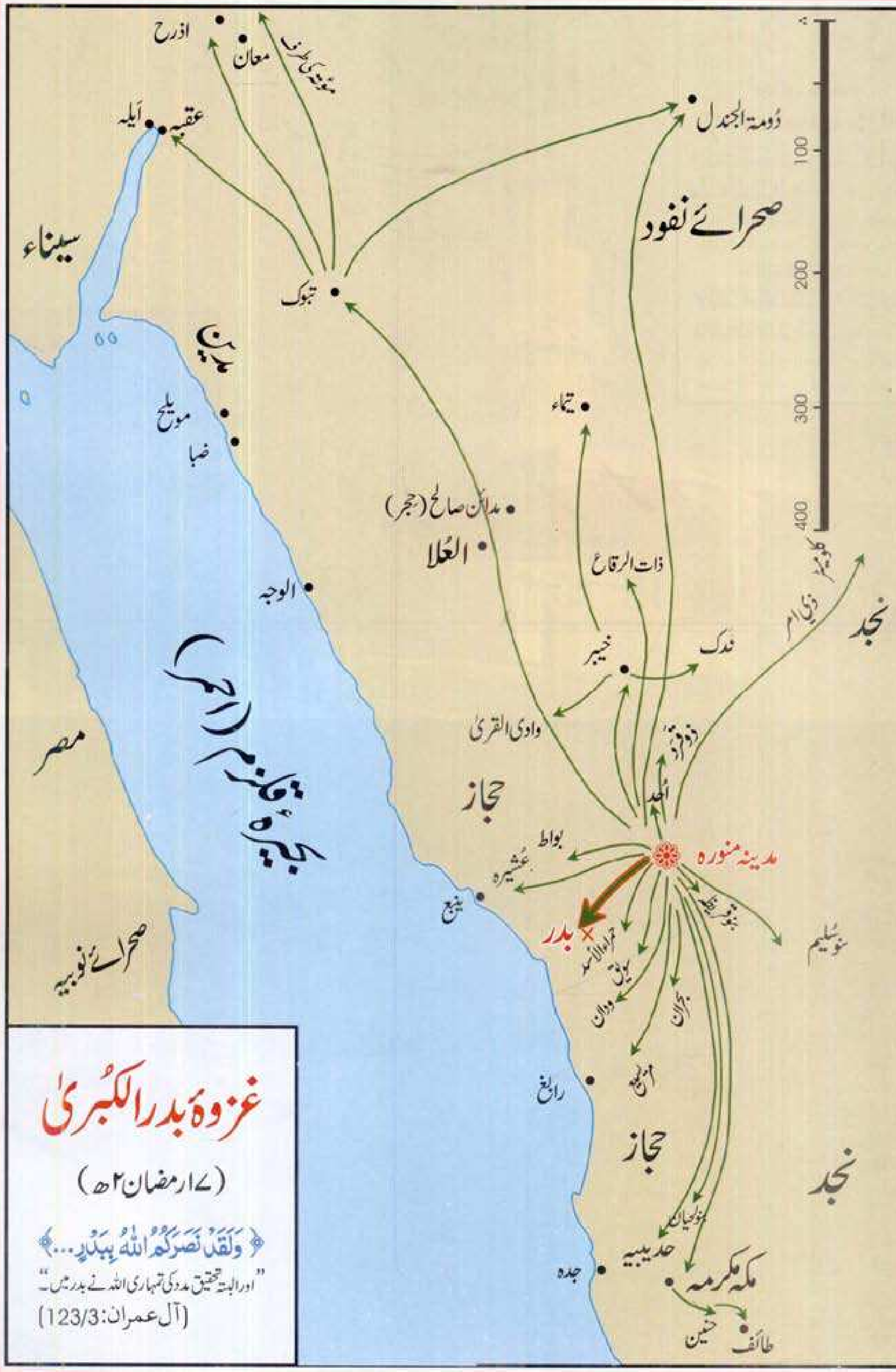
چنانچہ نبی ﷺ ابن ام مکتوم کے گھر پہنچے اور انہیں اپنی مجلس میں واپس لاکر ان کا اکرام کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اذان دینے کا فرض تفویض کیا۔ رسول کریم ﷺ نے کئی مواقع پر مدینہ سے باہر جاتے ہوئے انہیں شہر میں اپنا جانشین اور امام مقرر فرمایا۔ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں شہادت پائی۔

(خیر البشر ﷺ کے چالیس جاں نثار از طالب ہاشمی)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے "آل عبد مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ: دیکھیے "آل عبد مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز۔"

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریہ عبیدہ بن حارث (بطن رابغ)



غزوہ بدر الکبریٰ

(۱۷ رمضان ۲ھ)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ...﴾

"اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں۔"

(آل عمران: 123/3)

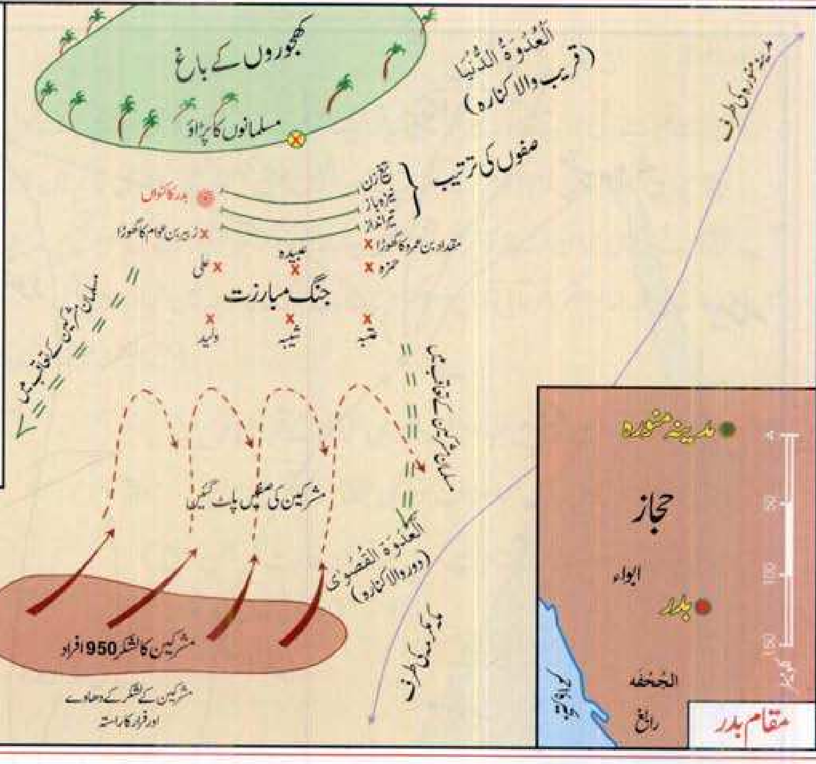
غزوۂ بدرالکبریٰ

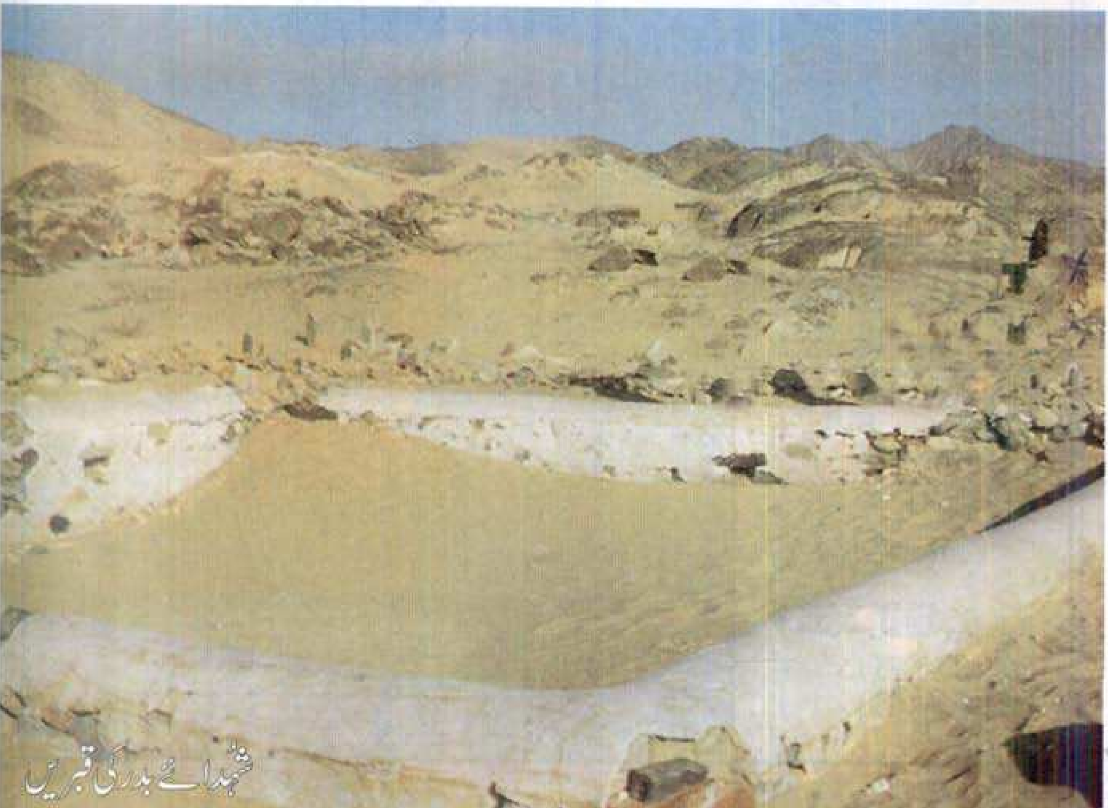
(میدان جنگ)

17 رمضان 2ھ، 13 مارچ 624ء

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾ "بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔" [الصف: 4/61]

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ "اور البتہ تحقیق اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے پس ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم شکر کرو۔" [آل عمران: 123/3]





شہدائے بدر کی قبریں



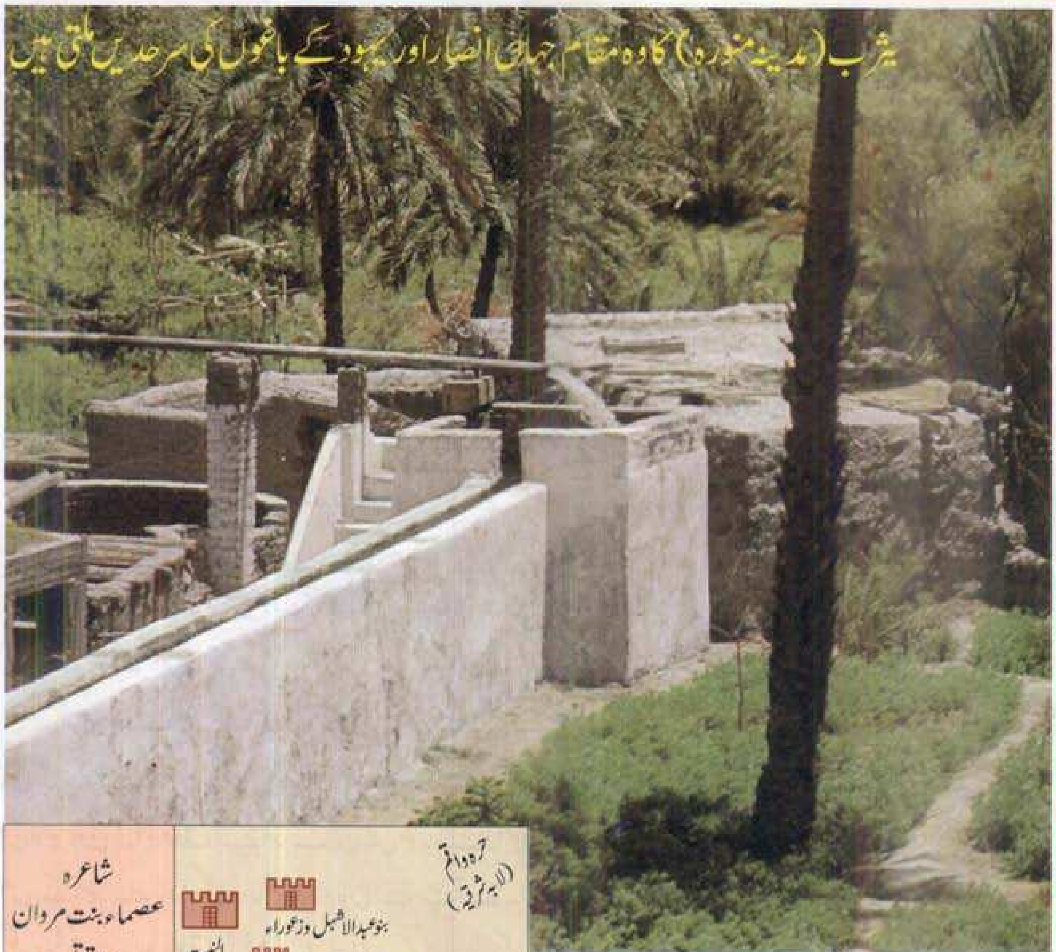
سریۂ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ
(رمضان 2 ہجری)

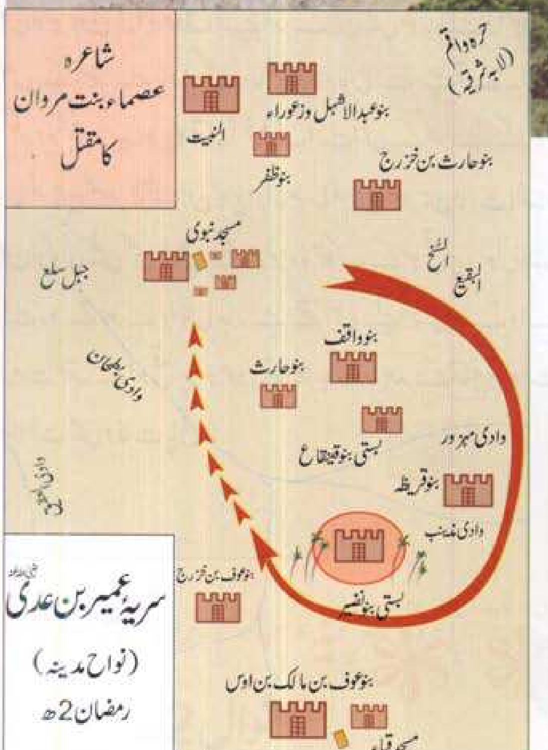
حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کا عصماء بنت مروان کو قتل کرنا' یہ عورت اپنے شعروں کے ذریعے سے کفار کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتی تھی' اس لیے انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

عصماء بنت مروان ایک شاعرہ تھی جو بنوامیہ بن زید خاندان سے تھی۔ اس کا نکاح یزید بن زید بن حصن خطمی سے ہوا تھا۔ وہ اپنے کلام سے اسلام میں عیب لگاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی تھی۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی اجازت دے رکھی تھی۔

عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار تھے۔ انہوں نے دریدہ دہن عصماء کو ٹھکانے لگانے کی ٹھانی۔ رمضان سن 2 ہجری میں حضرت عمیر رضی اللہ عنہ عصماء بنت مروان کے پاس رات کے وقت آئے' جبکہ اس کے بچے بھی اس کے گرد سو رہے تھے اور وہ ایک بچے کو لیٹے ہوئے دودھ پلا رہی تھی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس کے سینے سے ہٹایا اور تلوار اس کے سینے میں گھونپ کر کمر سے نکال دی' پھر انہوں نے مدینہ پہنچ کر صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا مروان کی بیٹی کو قتل کر آئے ہو؟'' حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''ہاں۔'' پھر پوچھا: ''کیا اس بارے میں مجھ پر کوئی (عتاب وغیرہ) ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَا يَنْتَطِحُ فِيهَا عَنْزَان** یعنی تم جو کام کر آئے ہو' اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (طبقات ابن سعد)





سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ

(نواح مدینہ)

رمضان 2ھ

بنونضیر کے باغات ↓



سریّۂ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ

(شوال 2 ہجری)

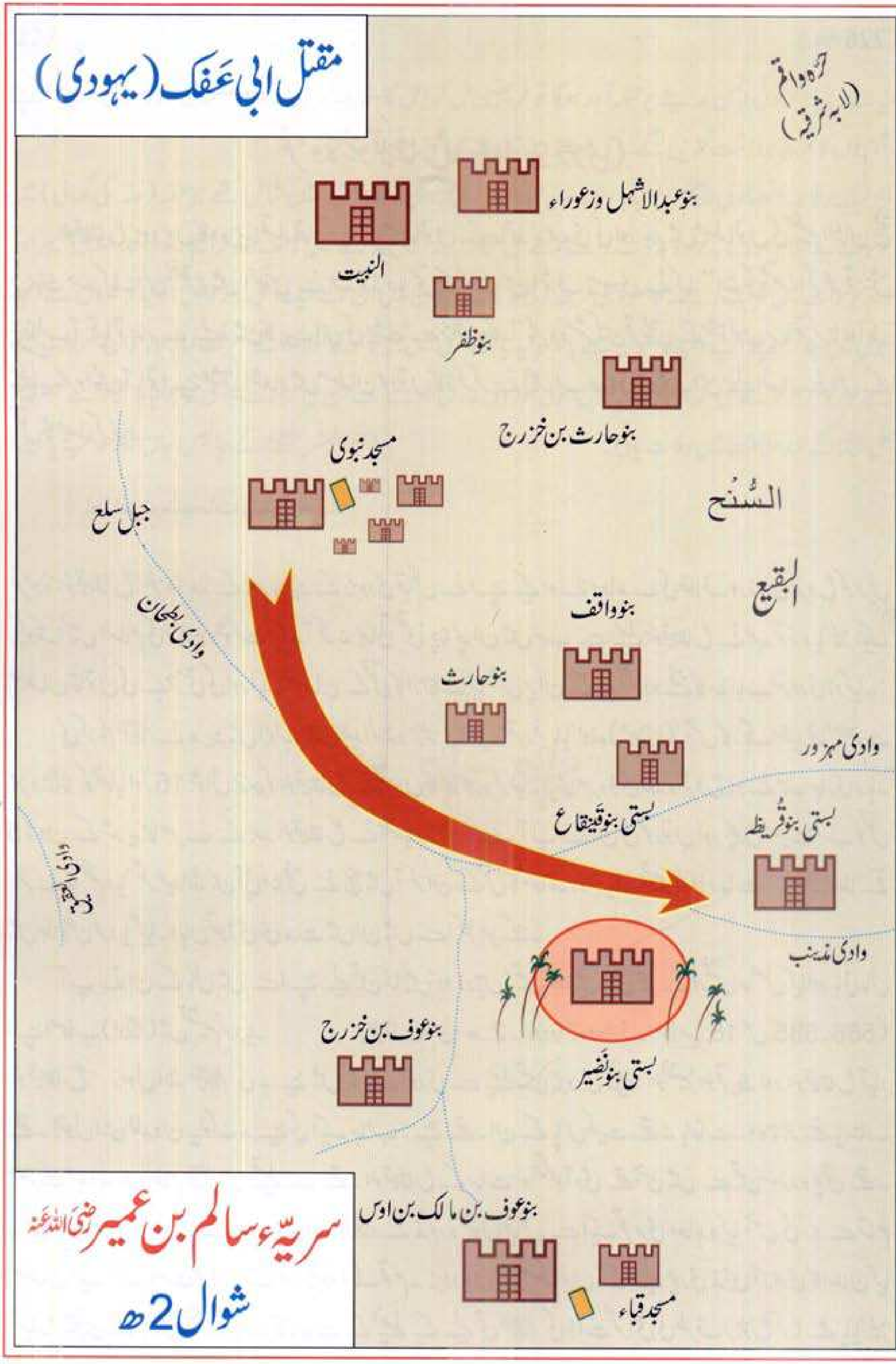
سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ابو عفک یہودی کو قتل کرنا، یہ یہودی بھی اپنے شعروں کے ذریعے سے کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ اسے قتل کر کے رہوں گا اور آخر اسے قتل کر دیا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

بنو قریضہ میں بنو عمر بن عوف کا 120 سالہ بدطینت یہودی ابو عَفَک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو ابھارتا اور آپ کے خلاف شعر کہتا تھا۔

غزوۂ بدر کے بعد ایک بدری صحابی سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جو بکثرت روتے تھے' ابو عفک یہودی کو ختم کرنے کی نذر مانی کہ یا تو اسے جہنم رسید کروں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس کی تاک میں رہے۔ گرمیوں کی ایک رات کو ان کو خبر ہوئی کہ ابو عَفَک اپنے گھر کے صحن میں سو رہا ہے تو انہوں نے تلوار لی اور اس کے سینے پر رکھ کر دباؤ ڈالا جس سے وہ اس کے بستر سے پار ہو گئی۔ سالم رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے۔ اللہ کے دشمن نے چیخ پکار کی اور اس کے حمایتی بھی اٹھ کر آئے مگر وہ جہنم رسید ہو چکا تھا۔ آخر لوگ اسے اس کے گھر لے گئے اور قبر میں دفنا دیا۔

سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ: ان کا پورا نام سالم بن عمیر بن ثابت انصاری اوسی رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں بھی شامل تھے جو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کرتے تھے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے روتے ہوئے واپس جا رہے تھے' اس لیے انہیں رونے والے (بکّائین) کہا جاتا ہے۔ سالمؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت عقبہ کے موقع پر موجود تھے' نیز بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شامل رہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔


مقتل ابی عفک (یہودی)
حرہ واقم (لابہ شرقیہ)
بنوعبدالاشہل وزعوراء
النبیت
بنوظفر
بنوحارث بن خزرج
مسجد نبوی
جبل سلع
السُنح
البقیع
وادی بطحان
بنوواقف
بنوحارث
وادی مہزور
بستی بنوقینقاع
بستی بنوقُریظہ
وادی مذینب
بستی بنونَضیر
بنوعوف بن خزرج
بنوعوف بن مالک بن اوس
مسجد قباء
سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
شوال 2ھ

غزوۂ بنوقینقاع (شوال 2 ہجری)

بنوقینقاع یہودیوں کا وہ پہلا قبیلہ تھا جس نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح پر بہت حسد کیا۔ اس بغض میں انہوں نے عہد توڑ دیا حتیٰ کہ کعب بن اشرف یہودی نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر محمد قریش پر غالب آ گیا تو ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہوگا۔'' پھر وہ مشرکین قریش کے مقتولوں پر ماتم کرتا ہوا مکہ پہنچا۔ پھر واپس آیا تو اپنے عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنے لگا۔ اب حد ہو چکی تھی۔ اس لیے انصار نے اس کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

غزوۂ بنوقینقاع: غزوۂ بدر کے بعد مدینہ کے یہودی قبائل نے اپنے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں کیونکہ انہیں اسلام کی شان و شوکت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی' چنانچہ ان میں سب سے پہلے بنوقینقاع نے عہد توڑ دیا' نیز ایک مسلمان خاتون کی بے حرمتی کی اور ایک مسلمان کے قتل کا ارتکاب کیا جس پر ان کے پیدا کردہ فتنے کا سدِّ باب ضروری ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ابولبابہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا' لواء (جھنڈا)' جس کا رنگ سفید تھا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تھمایا اور 15 شوال 2ھ کو بنوقینقاع کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ ذی قعدہ شروع ہونے تک جاری رہا۔ 15 دن کے شدید محاصرے کے بعد بنوقینقاع نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے ان کی عورتوں اور بچوں سمیت سب کو قتل کرنے کا حکم دیا' مگر عبداللہ بن اُبی منافق نے بیچ میں آ کر ان کے قتل کا معاملہ رکوا دیا اور انہیں ''اذرعات'' شام کے علاقے میں جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں تھوڑی ہی مدت میں ان میں سے اکثر مر گئے۔

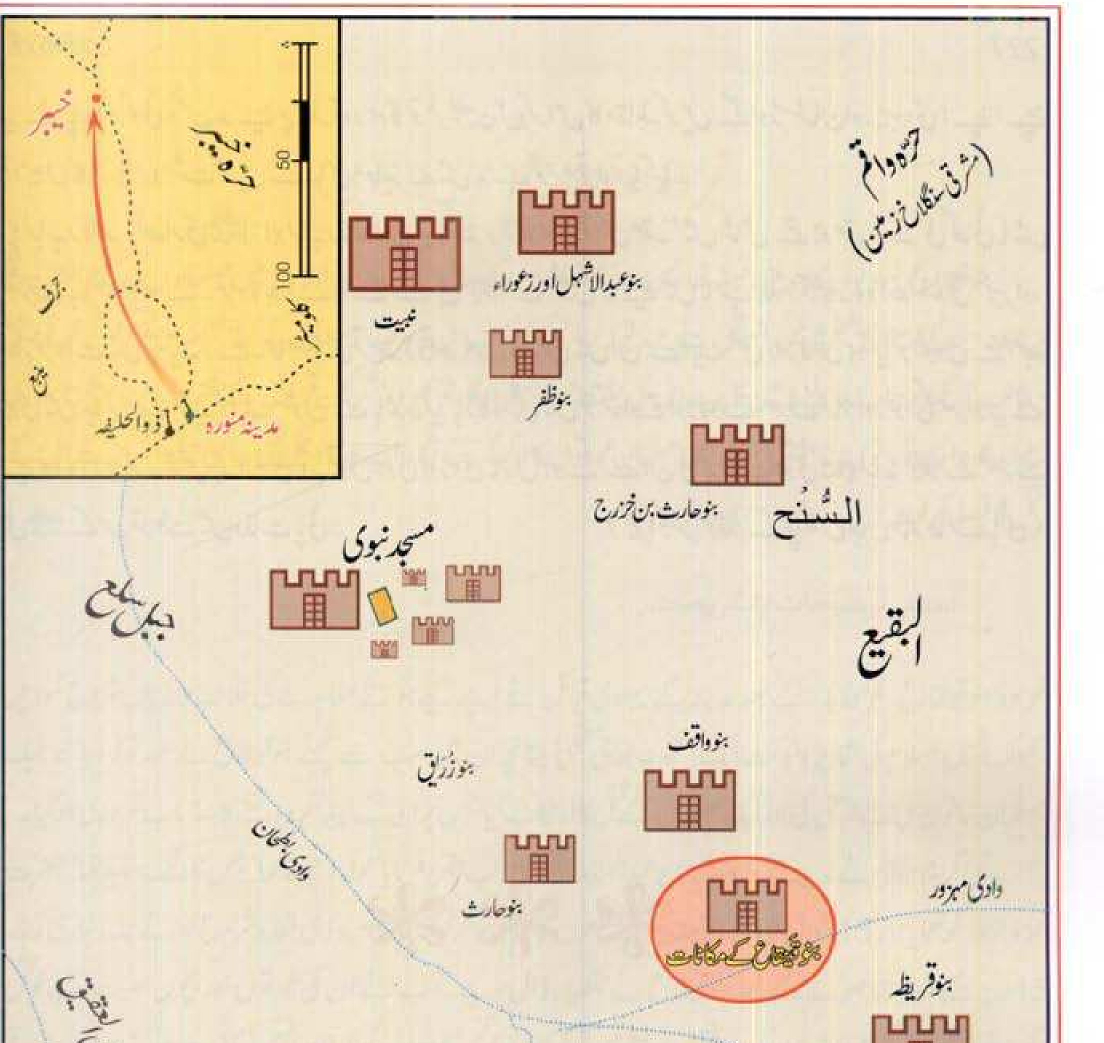
آپ نے ان کے مال میں سے اپنے لیے تین کمانیں' دو زرہیں' تین تلواریں' تین نیزے اور خُمس حاصل کیا اور باقی مال اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) میں تقسیم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد: 2۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16 ص 585-586)

بنوقینقاع: رسول اللہ ﷺ کی مدینے میں تشریف آوری سے پہلے تین یہودی قبیلے: بنونضیر' بنوقریظہ اور بنوقینقاع آباد تھے۔ بقول ابن خلدون یہ لوگ مدینے کی ایک جانب رہتے تھے۔ ان کے پاس کھیت تھے نہ باغات۔ وہ تاجر تھے یا سنار۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسی قبیلے سے تھے۔ بنوقینقاع کے سات سو جنگجو آدمی تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔ مدینے میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تینوں قبائل سے ایک تحریری معاہدہ کیا جس کی رو سے تمام مسلمان ایک الگ امت قرار پائے اور یہود الگ قوم۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے لیے پوری مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ فریقین کے باہمی جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلے کے لیے نبی ﷺ کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرنا طے پایا' نیز

یہ طے پایا اگر کوئی دشمن مدینے پر حملہ آور ہوگا تو فریقین مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور مسلمان اور یہودی اپنے اپنے آدمیوں کا خرچ برداشت کریں گے۔ اسی معاہدے میں مدینے کو حرم قرار دیا گیا۔

ابولبابہ رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ: ابولبابہ رفاعہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اوسی ''اہل عقبہ'' میں شامل تھے جو عقبہ (مکّہ کی گھاٹی) میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر کے راستے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینے میں نائب بنا کر بھیجا۔ وہ احد، خندق، خیبر اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔ محاصرۂ بنی قریظہ (5ھ) کے دوران میں ان سے ایک جنگی راز فاش ہوگیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا، بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے اور روتے، صرف نماز اور حوائج ضروریہ کے لیے خود کو آزاد کرتے حتیٰ کہ ان کی توبہ قبول ہوئی اور وحی نازل ہونے سے ان کی براءت ہوگئی۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ (خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس جاں نثار، طالب ہاشمی)

❋ ❋ ❋



بنوقینقاع کا مدینہ سے اخراج

(2ھ)

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ "کہہ دیجئے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا' عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے تم اور اکٹھے کئے جاؤ گے جہنم کی طرف' اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔" (آل عمران: 12/3)

غزوۂ سویق (ستوؤں والی جنگ)

(ذوالحجہ 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ کو بدر میں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تو ابوسفیان نے قسم اٹھائی کہ جب تک میں بدلہ نہیں لیتا اس وقت تک اپنے سر کو تیل لگاؤں گا نہ گھی کھاؤں گا۔ یہ قسم پوری کرنے کے لیے ابوسفیان مدینہ منورہ کے قریب پہنچا اور وہاں ایک انصاری اور اس کے غلام کو قتل کیا' ایک گھر جلا دیا اور یہ فرض کر کے کہ میں نے اپنی قسم پوری کر دی ہے وہیں سے بھاگ گیا۔ جاتے ہوئے ابوسفیان اور اس کے ساتھی جلدی میں بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ اتنی تیزی سے بھاگے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگ پایا' البتہ مسلمانوں نے ستوؤں کے تھیلے اٹھا لیے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ سویق کہا گیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

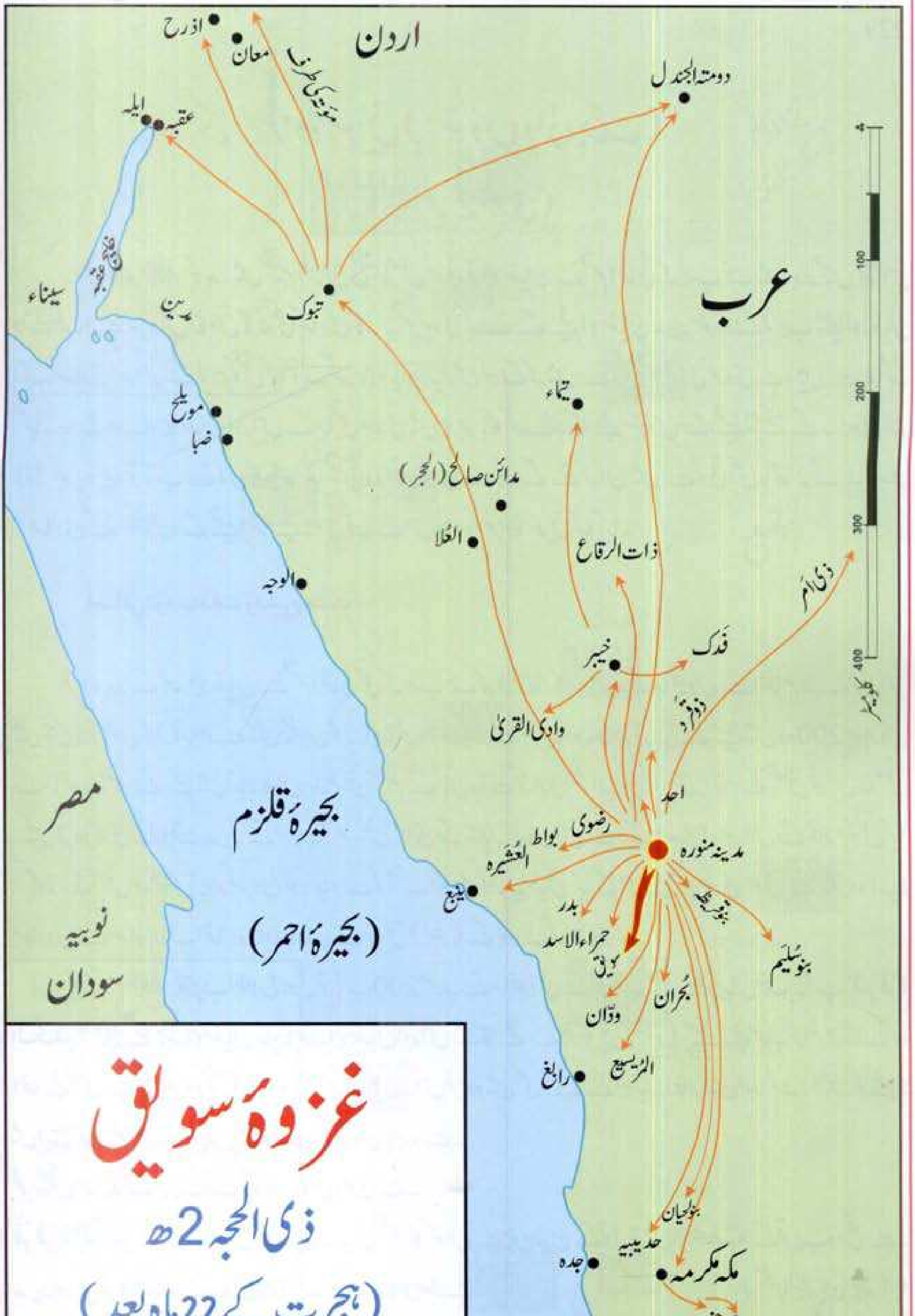
غزوۂ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم اٹھائی تھی کہ جب تک محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں سے انتقام نہ لے لوں' سر میں تیل نہ ڈالوں گا (آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔) چنانچہ واقعۂ بدر سے تقریباً دو ماہ بعد ذوالحج کے مہینے میں وہ 200 سواروں کے ساتھ بنونضیر کے محلے میں آیا۔ وہاں سلام بن مشکم کے ہاں رات گزاری' شراب پی اور نبی ﷺ کے متعلق خبریں حاصل کیں۔ وہ سحری کے وقت مدینہ کے قریب ''عریض'' نامی جگہ پہنچا۔ یہاں اس نے ایک انصاری اور اس کے ملازم کو قتل کیا' کھجور کے بعض درختوں' چند گھروں اور چارے کو آگ لگا دی اور یہ خیال کیا کہ اس کی قسم پوری ہو گئی ہے' پھر وہ اپنے سواروں کے ہمراہ بھاگ اٹھا اور زادِ راہ میں سے سَوِیق (ستو) کے بورے گراتا چلا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ 200 صحابہ کے ساتھ اس کے تعاقب میں نکلے' یہاں تک کہ آپ ''قَرقَرۃ الکُدر'' پہنچ گئے' جبکہ ابوسفیان جا چکا تھا۔ ابوسفیان اور اس کے قافلے نے جو سَویق (ستو) پھینکے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ اٹھا لیے' اسی لیے اس غزوہ کو ''غزوۂ سویق'' کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں بھی آپ نے ابولبابہ رفاعہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور مدینہ منورہ سے پانچ دن باہر رہے۔

عُریض: مدینہ کے قریب ایک کھجوروں والی وادی ہے۔

قَرقَرۃ الکُدر: اسے کُدر بھی کہتے ہیں۔ یہ بنی سُلیم کا کنواں ہے جو معدن کے نواح میں ارخصیّہ کے قریب واقع ہے۔ مدینہ اور قَرقَرۃ الکُدر کے مابین 8 ڈاک چوکیوں کا فاصلہ ہے۔ (معجم البلدان' جلد 4)

ابولبابہ رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ: دیکھیے غزوۂ بنوقینقاع۔



غزوۂ سویق

ذی الحجہ 2ھ

(ہجرت کے 22 ماہ بعد)

غزوۂ بنو سلیم (محرم 3 ہجری)

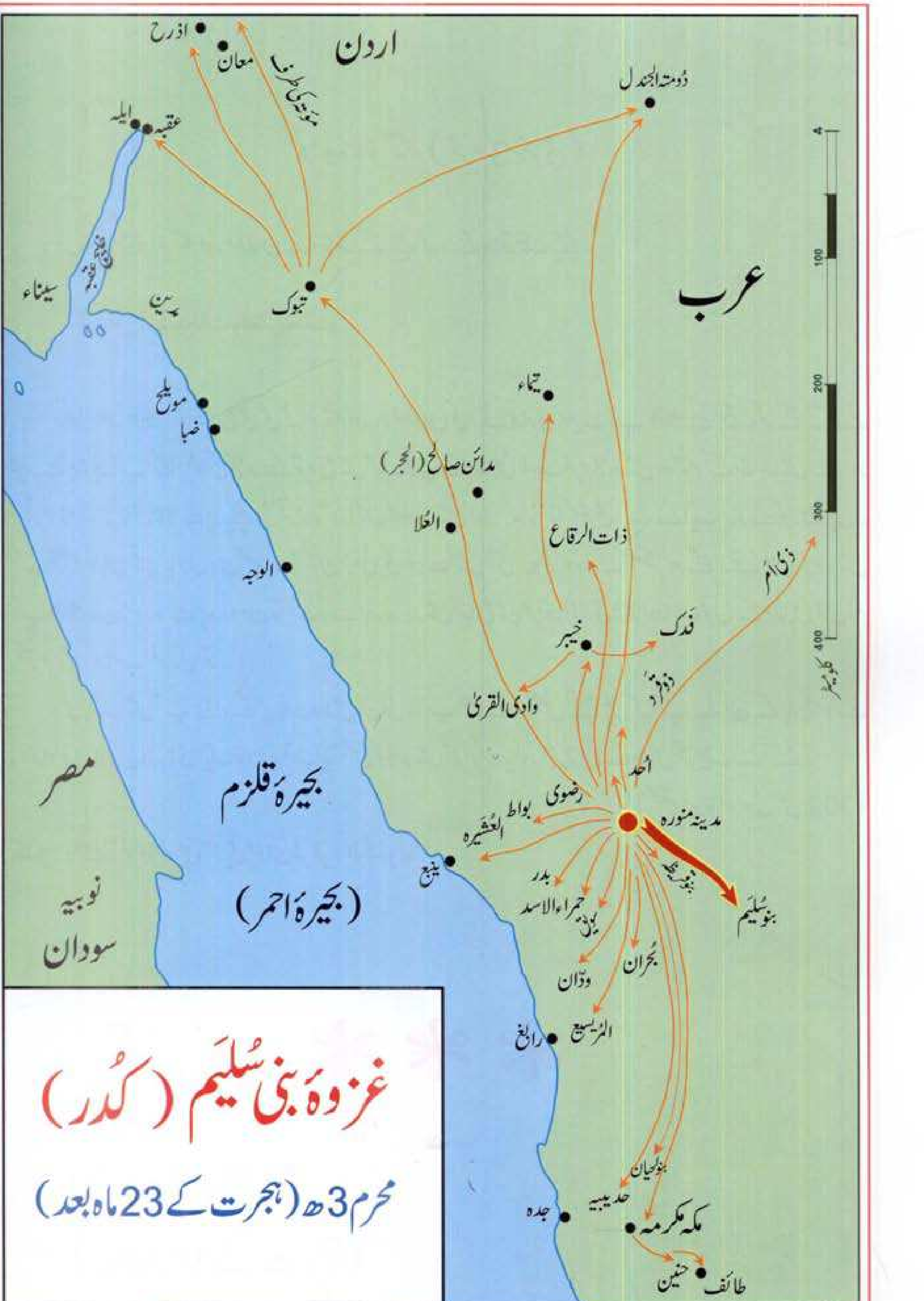
رسول اللہ ﷺ بنو سُلیم اور غطفان کے مقابلہ کے لیے کدر کے علاقہ تک پہنچے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ بنو سلیم اور بنو غطفان کی ایک بھاری جمعیت آپ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہے، چنانچہ آپ ﷺ شوال 2 ھ کے شروع میں، ایک قول کے مطابق نصف محرم 3 ھ میں بنو سلیم کے مقابلہ میں نکلے اور ''قرقرۃ الکدر'' نامی تالاب پر پہنچے۔ ''قرقرہ'' دراصل ہموار زمین، اور ''کدر'' خاکستری رنگ کے ایک پرندے کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ وہاں تین یا دس دن ٹھہرے، لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی کیونکہ وہ لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ مدینہ منورہ سے پندرہ دن غائب رہے اور مدینہ میں سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا تھا۔

اس جنگ میں آپ ﷺ کے پرچم بردار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ان کے پانچ سو سے زائد اونٹوں اور ''یسار'' نامی ایک غلام پر قبضہ کیا، جس کو بعد میں آزاد کر دیا اور بغیر لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔
(مختصر سیرۃ الرسول، ص:309)

کُدر: دیکھیے ''غزوہ سویق'' ذیلی عنوان قَرقرۃ الکُدر۔



غزوۂ بنی سُلیَم (کُدر)
محرم 3ھ (ہجرت کے 23 ماہ بعد)
اردن
عرب
مصر
نوبیہ
سوڈان
سینناء
مدین
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
اذرح
معان
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
تبوک
تیماء
مدائن صالح (الحجر)
العلا
الوجہ
موبلیح
ضبا
ذات الرقاع
ذی اَمر
خیبر
فدک
وادی القریٰ
اُحد
رضوی
بواط
العُشیرہ
مدینہ منورہ
ینبع
بدر
بنو سُلیَم
حمراء الاسد
بُحران
ودّان
الرجیع
رابغ
بنولحیان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
100
200
300
400
کلومیٹر

سریّہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

کعب بن اشرف کا قتل: ربیع الاوّل 3 ہجری میں حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں سمیت کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے گئے جو مدینہ منورہ سے باہر اپنے قلعے میں رہتا تھا اور اسے قتل کر دیا۔

کعب بن اشرف کے قتل کی تفصیل: جب بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں سے خوش خبری دے کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی نشیبی بستیوں کی طرف اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی بلند بستیوں کی طرف بھیجا۔ یہ خبر کعب بن اشرف تک پہنچی تو وہ کہنے لگا:

''یہ سچ ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان بڑے بڑے لوگوں کو قتل کر دیا ہو گا جن کا یہ دو شخص زید اور عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہما) نام لیتے ہیں؟ وہ تو تمام عربوں کے سردار اور بادشاہ لوگ ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے۔''

جب اسے اس خبر کا یقین ہو گیا تو وہ مکہ مکرمہ پہنچا اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا، مرثیے کہے اور بدر کے مشرک مقتولوں پر خوب رویا دھویا۔ یہ دراصل اس معاہدہ کی خلاف ورزی تھی جو یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان منعقد ہوا تھا۔

پھر وہ مدینہ واپس آیا تو اپنے بغض کا اظہار اس طرح کیا کہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے اپنے عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنے لگا۔ جب حد ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کعب بن اشرف کو کون جہنم رسید کرے گا؟'' بنو عبدالاشہل قبیلے کے ایک شخص محمد بن مَسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! یہ میرے ذمے رہا۔'' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ابو نائلہ سلکان بن سلامہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو بھی لے گئے۔ بقیع غرقد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ گئے، پھر انہیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ سیدھے اس کے قلعہ میں گئے۔ ابو نائلہ نے اسے آواز دے کے بلایا۔ وہ نیچے آیا تو انہوں نے حیلے سے اس کا کام تمام کر دیا اور حرہ عریض سے ہوتے ہوئے بنو قریظہ کے راستے سے لوٹ آئے جبکہ حارث بن اوس سر میں یا ٹانگ میں زخم لگنے کی بنا پر پیچھے رہ گئے تھے۔ جب وہ اپنے مددگار کے ساتھ ان کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے مدینے کا راستہ اختیار کیا۔ اس وقت رات ختم ہو رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش خبری سنا کر اپنے گھر چلے گئے۔ اس قتل کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی ڈر گئے اور اپنی خباثتوں سے باز آ گئے اور وقتی طور پر ان کی بدعہدی، قریش سے تعاون اور مسلمان عورتوں کی توہین کا خطرہ ٹل گیا۔ ①

اضافی توضیحات و تشریحات

کعب بن اشرف کا قتل: کعب بن اشرف یہودی کا تعلق بنو نضیر سے تھا، وہ بڑا مالدار اور شاعر تھا۔ اسے مسلمانوں سے سخت

① ابن هشام: 57/3



کعب بن اشرف (یہودی) کے قلعے کی شمالی دیوار ↑

کعب بن شرف (یہودی) کے قلعے کا اندرونی منظر ↓



عداوت تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب کے قتل کا اذن پا کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھی کعب کے پاس آئے اور از روئے مصلحت کہا: ''اس شخص نے (اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے۔'' یہ سن کر کعب کی باچھیں کھل گئیں' بولا ''واللہ! ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔'' پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بطور قرض گیہوں یا کھجور مانگی اور طے کیا کہ رہن میں ہتھیار دیں گے۔

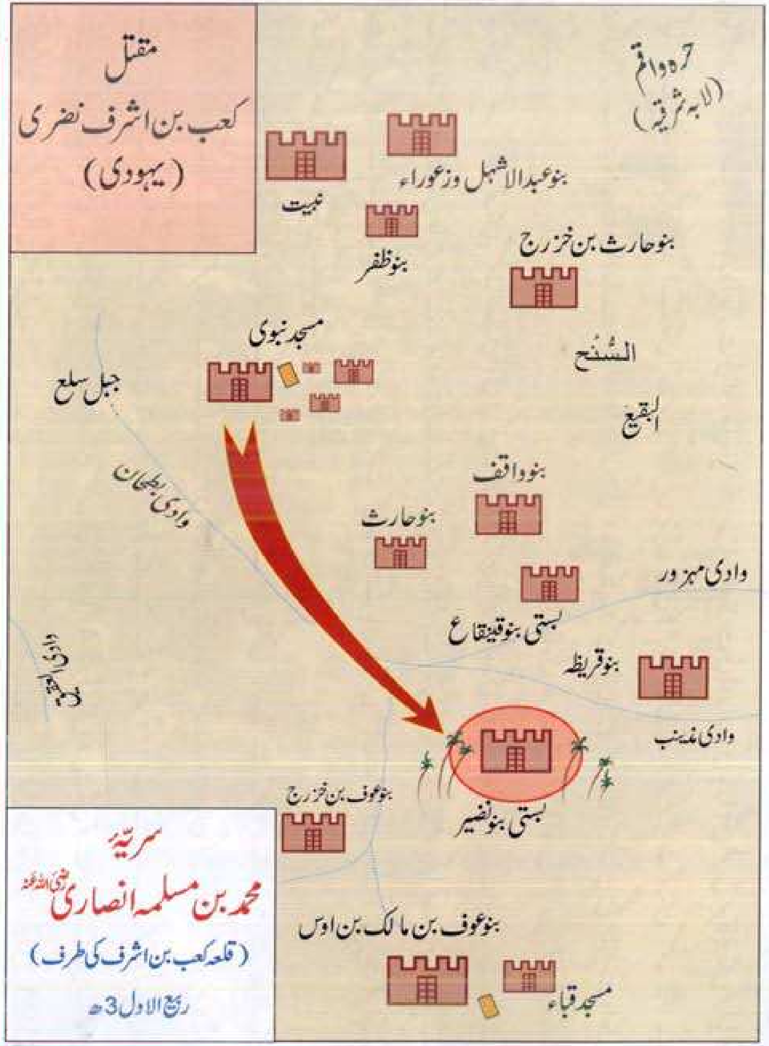
اس کے بعد ابو نائلہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے بھی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے ملتی جلتی بات کی اور یہ بھی کہا کہ میرے کچھ رفقاء ہیں جن کے خیالات بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ میں انہیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔ کعب نے ان کی یہ بات منظور کر لی۔

اس کے بعد 14 ربیع الاول 3 ہجری کی چاندنی رات میں یہ لوگ ہتھیار لے کر کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اسے پکارا کہ نیچے اترے' کیونکہ وہ قلعے کے اندر تھا اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا: ''اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔'' لیکن اس نے اس کی پروا نہ کی اور نیچے اتر کر ہتھیار دیکھے تو بھی نہیں چونکا' کیونکہ ان لوگوں سے پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی تھی۔

اس کے بعد یہ لوگ ٹہلنے کے لیے چل پڑے۔ راستے میں ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے عطر کی تعریف کی اور اس کا سر سونگھنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کبر و نخوت کے ساتھ اجازت دی۔ ابو نائلہ نے خود سونگھا اور سر کے اندر ہاتھ ڈال کر ساتھیوں کو بھی سنگھایا' پھر دوبارہ اجازت لی اور یہی کیا' پھر سہ بارہ اجازت لی اور اب کی بار اچھی طرح سر قابو میں کر لیا تو کہا: ''لے لو اللہ کے دشمن کو۔'' اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں' لیکن کام نہ کر سکیں۔ یہ دیکھ کر جھٹ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے برچھی اس کے زیر ناف لگائی اور اسے دبایا تو وہ آر پار ہو گئی اور اللہ کا یہ دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا اور مسلمان صحیح سلامت واپس آ گئے۔ (بخاری حدیث نمبر 4037 فتح الباری: 7/424)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: محمد بن مسلمہ انصاری اوسی کی کنیت ابو عبد الرحمٰن یا ابو عبد اللہ تھی۔ وہ بنو عبد الاشہل کے حلیف تھے۔ تبوک کے سوا تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جُہینہ کے صدقات کی وصولی پر مامور کیا۔ جب کسی عامل کے بارے میں شکایت موصول ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہی کو تحقیق کے لیے بھیجا کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ ہر قسم کے فتنے اور باہمی تنازع سے علیحدہ رہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انہیں کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم ربذہ میں گئے تو وہاں ایک الگ تھلگ خیمے میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ہم نے پوچھا تو وہ کہنے لگے جب تک فتنہ و فساد کی یہ کیفیت ختم نہیں ہو جاتی' میں یہیں مقیم رہونگا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 46 یا 47 ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ پس ماندگان میں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں چھوڑیں۔ (اسد الغابہ: 5/107، 108)





یہود بنو قریظہ کے قلعوں کی باقیات ↑

↓ مرحب یہودی کا قلعہ



غزوہ ذی اَمَر (غزوہ غطفان)
نُخَیل کے علاقے میں (ربیع الاوّل 3 ہجری)

نجد کے علاقہ میں بنومحارب کے ایک سردار دعثور بن حارث نے ذی امر مقام پر بنوثعلبہ اور محارب کی کافی جمعیت اکٹھی کر لی۔ ان کا مقصد مدینہ منورہ کے اردگرد لوٹ مار کرنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ 450 ساتھیوں کے ہمراہ نکلے لیکن دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور مقابلہ نہ ہوا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

یہ غزوہ نجد کی جانب ہجرت کے 25 ماہ بعد ربیع الاوّل کی 12 تاریخ کو پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ اور بنومحارب کی ملی جلی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ رکھتی ہے اور اس کو دعثور بن حارث محاربی نے جمع کیا ہے۔ اس کا نام خطیب نے غورث اور دوسروں نے عورک لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ چارسو پچاس سوار لے کر ان کے تعاقب میں نکلے اور مدینہ منورہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ دشمن کو جب آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ ان کا ایک آدمی آیا جس کا نام جبار تھا۔ یہ قبیلہ بنوثعلبہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لے آیا اور آپ نے اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول، ص 310)

نجد: بالعموم نجد سے مراد عرب کا وہ علاقہ ہے جو حدود یمامہ سے لے کر مدینہ منورہ تک اور پھر صحرا کے پرے بصرہ سے لے کر بحرین (خلیج فارس) تک پھیلا ہوا ہے اگرچہ اصمعی نجد برق (یمامہ)، نجد عفر، نجد کُبکُب (عرفات کے قریب)، نجد مریع (یمن) اور نجد الیمن کا بھی ذکر کرتا ہے۔ پانچویں صدی کے آخر میں الحارث نے کندہ کی سلطنت قائم کی جو زیادہ دن برقرار نہ رہ سکی لیکن اس کے حدود شام کے پہاڑی علاقے (مشارف) اور مدینہ سے لے کر یمامہ تک یا طخیۂ کی چوٹی (وادی الرمۃ) سے لے کر ذات عرق تک پھیلے ہوئے تھے۔ بعد کے زمانے میں پورا نجد ہی یمامہ کی انتظامی ''قسمت'' کا جزو بن گیا تھا۔

یمامہ کے ایک سردار ہوذہ بن علی کو کسرائے فارس نے ایک جڑاؤ ٹوپی دی تھی جس کے باعث وہ ذوالتاج کہلاتا تھا۔ ہجرت سے پہلے نبی ﷺ نے ایک حج کے موقع پر کوئی پندرہ قبائل کے لوگوں سے یکے بعد دیگرے خواہش ظاہر کی کہ آپ کو اپنے ہاں لے چلیں تو نجد کے بنوحنیفہ ہی سب سے زیادہ درشت اور بداخلاق ثابت ہوئے تھے۔ ان میں ثمامہ بن اُثال بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔ صفر 3ھ میں بئر معونہ کا دلگداز واقعہ بھی نجد ہی میں پیش آیا۔ نجد ہی میں مسیلمہ کذاب کی

جھوٹی نبوت نے جنم لیا۔ آخر کار عہد صدیقی میں فتنۂ ارتداد کے استیصال کے بعد اسلام یہاں راسخ ہوگیا۔

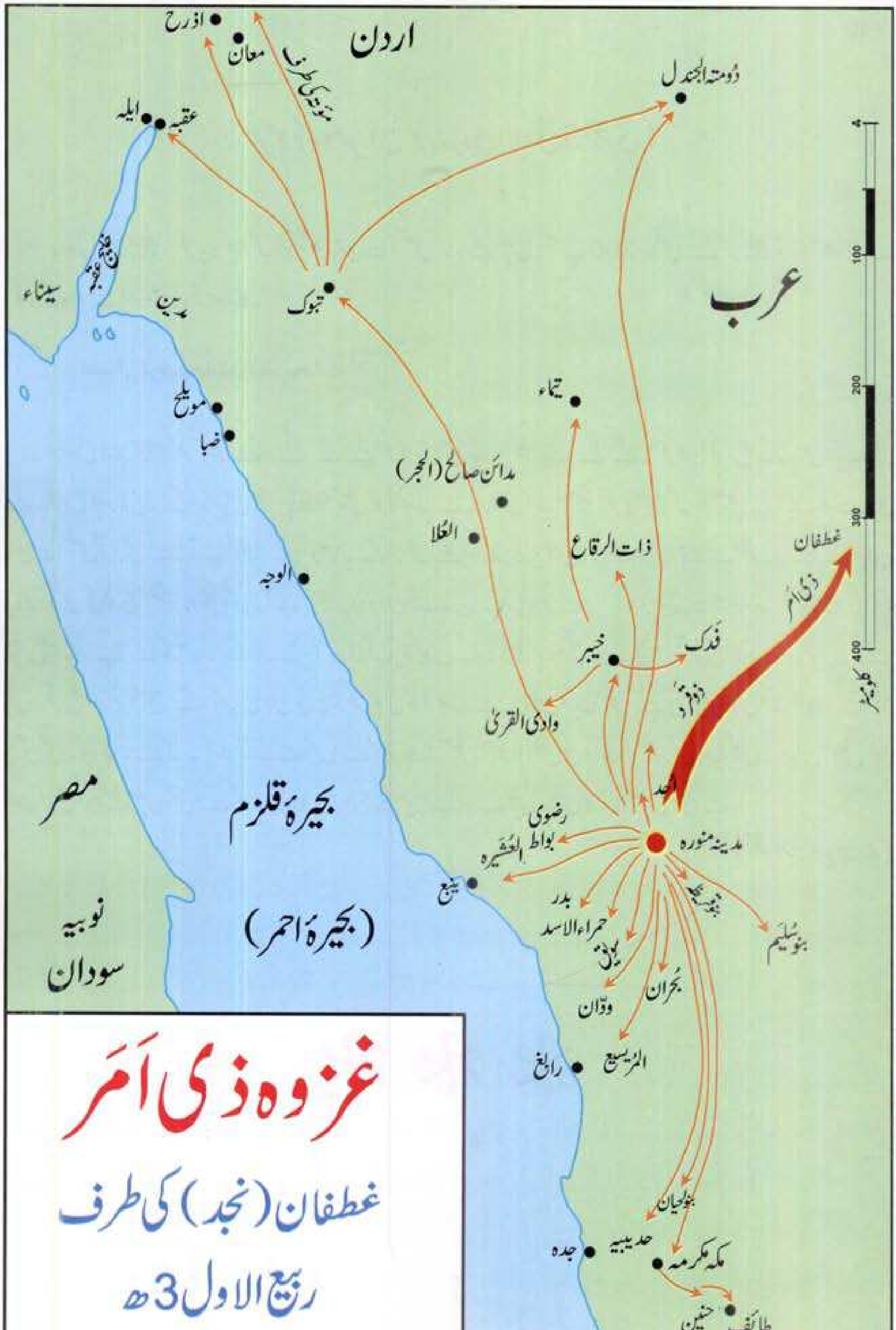
پندرھویں صدی میں نجد کے مشہور جہاز ران اسد البحر شہاب الدین احمد بن ماجد نے جہاز رانی میں شہرت حاصل کی۔ (ابن ماجد ہی کی رہنمائی میں پرتگالی جہاز ران واسکوڈے گاما 1498ء میں موزمبیق سے ہندوستان کی مغربی بندرگاہ کالی کٹ پہنچا تھا۔) اٹھارہویں صدی میں محمد بن عبدالوہاب نے نجد میں اصلاح دین کا بے مثال کام کیا جس کے مثبت اثرات آج بھی عرب معاشرے پر غالب ہیں۔ 1903ء میں امیر نجد عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے ریاض فتح کیا اور 1921ء میں وہ سلطان نجد منتخب ہوئے۔ (حجاز پر قبضے کے بعد 1926ء میں موجودہ سعودی مملکت وجود میں آئی) نجد میں دو ندیاں اہم ہیں۔ وادی الرّمہ جو تقریباً 650 میل لمبی ہے، اس کا منبع حرہ خیبر میں ہے اور یہ شمالی عرب کی سطح مرتفع کو عرضاً قطع کرتی ہوئی بصرہ کے قریب فرات کے میدان میں غائب ہوجاتی ہے۔ دوسری ندی وادی الدواسر ہے۔ یہ دونوں ندیاں (وادیاں) وسطی عرب میں آمدورفت کی دو بڑی شاہراہیں رہی ہیں۔ (اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد 22)

ان دنوں نجد کا علاقہ حائل، القصیم اور الریاض کے مناطق اداریہ (صوبوں) میں بٹا ہوا ہے جن کے دارالحکومت علی الترتیب حائل، بریدہ اور الریاض ہیں۔ نجد کے کچھ علاقے منطقہ شرقیہ، المدینۃ المنورہ اور مکۃ المکرّمہ میں شامل ہیں۔

(اطلس المملكة العربيه السعوديه والعالم)

غطفان: یہ دو عرب قبیلوں کا نام ہے۔ پہلا غطفان بن سعد بن مالک بن حرام بن جُذام، جنوبی عرب کا ایک قبیلہ ہے اور دوسرا غطفان بن سعد بن قیس عیلان ہے۔ ان دونوں میں صرف مؤخر الذکر ہی اہم ہے۔ قیسی غطفان قبیلے کی چراگاہیں خیبر اور حجاز کی سرحدوں سے لے کر بنو طے کے پہاڑوں اَجا اور سلمیٰ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ قبیلہ غطفان کی دو بڑی شاخیں تھیں: اَشجع جو یثرب کے قرب وجوار میں آباد تھی اور بغیض جو عبس اور ذبیان میں منقسم ہوگئی تھی اور جس کا علاقہ شرَبہ اور ربذہ کے گردونواح میں تھا۔ ان کے پڑوس میں خصافہ بن قیس عیلان کے قبائل آباد تھے جن میں سے ممتاز ترین بنوسُلیم ان کی جنوبی سرحد پر تھے اور انہی کا ہم نسب قبیلہ ہوازن اور بھی آگے جنوب میں آباد تھا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 13/2 ص 539)



غزوہ ذی اَمَر

غطفان (نجد) کی طرف

ربیع الاول 3ھ

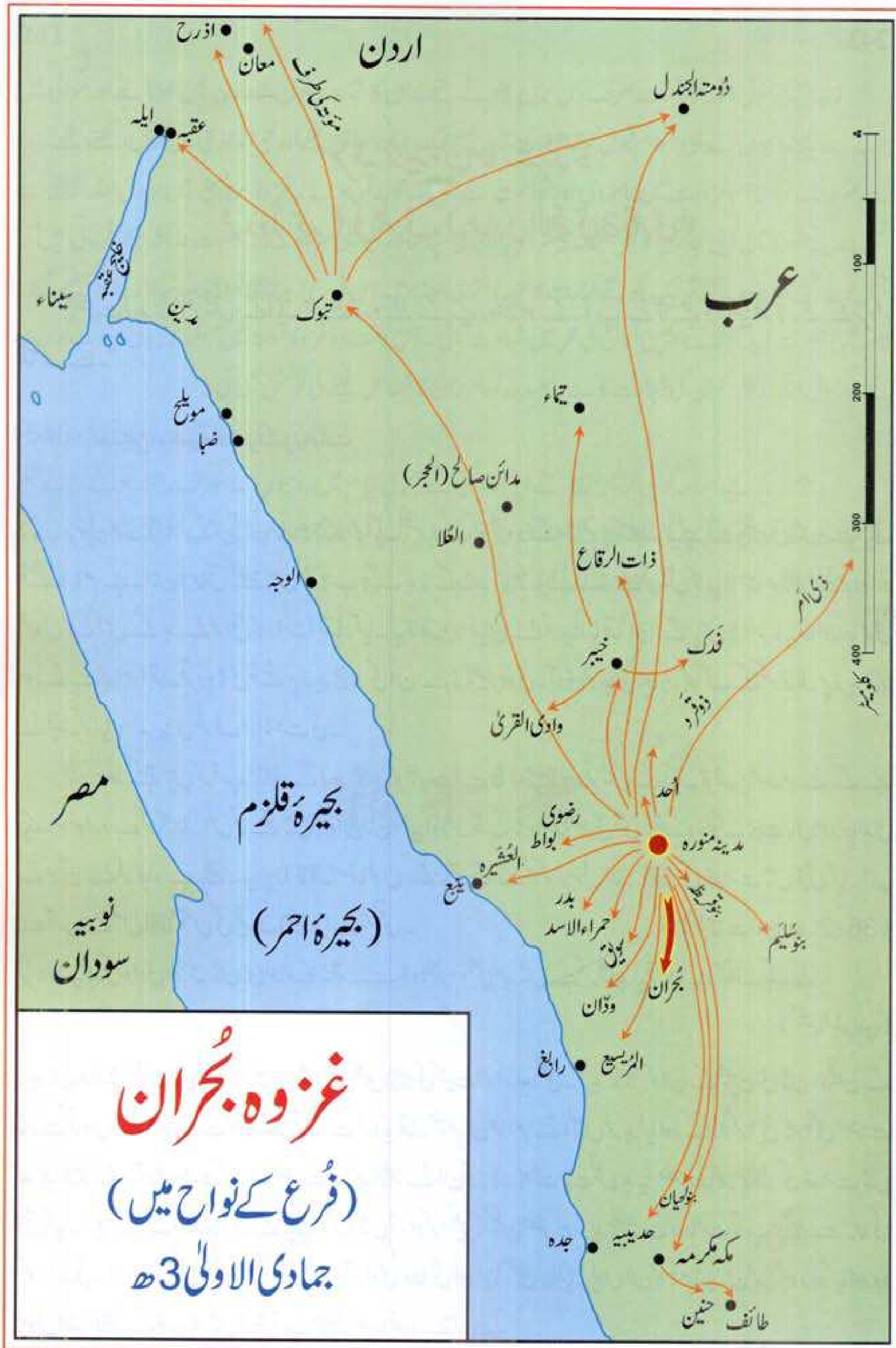
غزوہ بُحران (جمادی الاولیٰ 3ہجری)

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ بنو سُلیم جمعیت اکٹھی کر رہے ہیں۔ آپ 300 ساتھی لے کر نکلے تو بنو سلیم بھاگ کھڑے ہوئے اور مقابلہ نہ ہو سکا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ بنو سُلیم سے لڑنے کے لیے بُحران نامی جگہ پر تشریف لے گئے۔ بُحران، فُرع کے پاس ایک جگہ ہے۔ فُرع اور مدینہ کے درمیان تقریباً 96 میل کا فاصلہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا کہ بنو سلیم نے ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھی کر رکھی ہے۔ آپ ﷺ تین سو صحابہ کے ساتھ نکلے اور مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔ جب بُحران پہنچے تو دشمن کی فوج منتشر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ چودہ دن تک مدینہ سے باہر رہے۔ (طبقات ابن سعد: 36,35/2)

فُرع: یہ مدینے سے مکہ مکرمہ کے راستے پر آٹھ ڈاک چوکیوں کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں قریش الانصار اور مُزینہ رہتے ہیں۔ فرع اور مُریسیع کے درمیان دن کی چند گھڑیوں کا فاصلہ ہے۔ یہاں ایک مسجد ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا قصبہ ہے جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو کھجوریں مہیا کیں۔ یہاں رَبض اور نَجَف نامی دو چشمے ہیں جن سے کھجور کے دو ہزار درخت سیراب ہوتے ہیں۔ اس کا تلفظ فُرع بھی ہے۔
(معجم البلدان جلد 4)



غزوہ بُحران

(فُرع کے نواح میں)

جمادی الاولیٰ 3ھ

سریّہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
قَرَدہ (نجد) کی طرف (جمادی الاخریٰ 3 ہجری)

حضرت زید رضی اللہ عنہ قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے قافلے کو جالیا مگر قافلے کے سردار بھاگ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر قَرَدہ کے مقام پر بھیجا۔ یہ نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے کا نام ہے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں: ''جب جنگ بدر کے بعد شام جانے کے لیے قریش کو یہ راستہ پر خطر معلوم ہوا تو انہوں نے اس کے بدلے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ یہ قافلہ ابوسفیان لے کر جارہا تھا' ان کے پاس بڑا سرمایہ تھا اور چاندی سونے سے لدا ہوا تھا۔ قردہ نامی چشمے پر زید رضی اللہ عنہ کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ آدمی تو جان بچا کر بھاگ گئے مگر قافلہ پر زید رضی اللہ عنہ نے قبضہ کرلیا اور مدینہ کی طرف مراجعت کی۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو ہجرت سے 18 مہینے بعد قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک سو سوار دے کر بھیجا۔ اس قافلے میں صفوان بن اُمیہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ بھی تھے۔ وہ لوگ بہت مال اور چاندی کے برتن لے کر جارہے تھے۔ یہ پورا قافلہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا جسے لاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سے آپ نے خمس نکالا' جس کی قیمت 20 ہزار درہم تھی۔ (طبقات ابن سعد: 2/36)

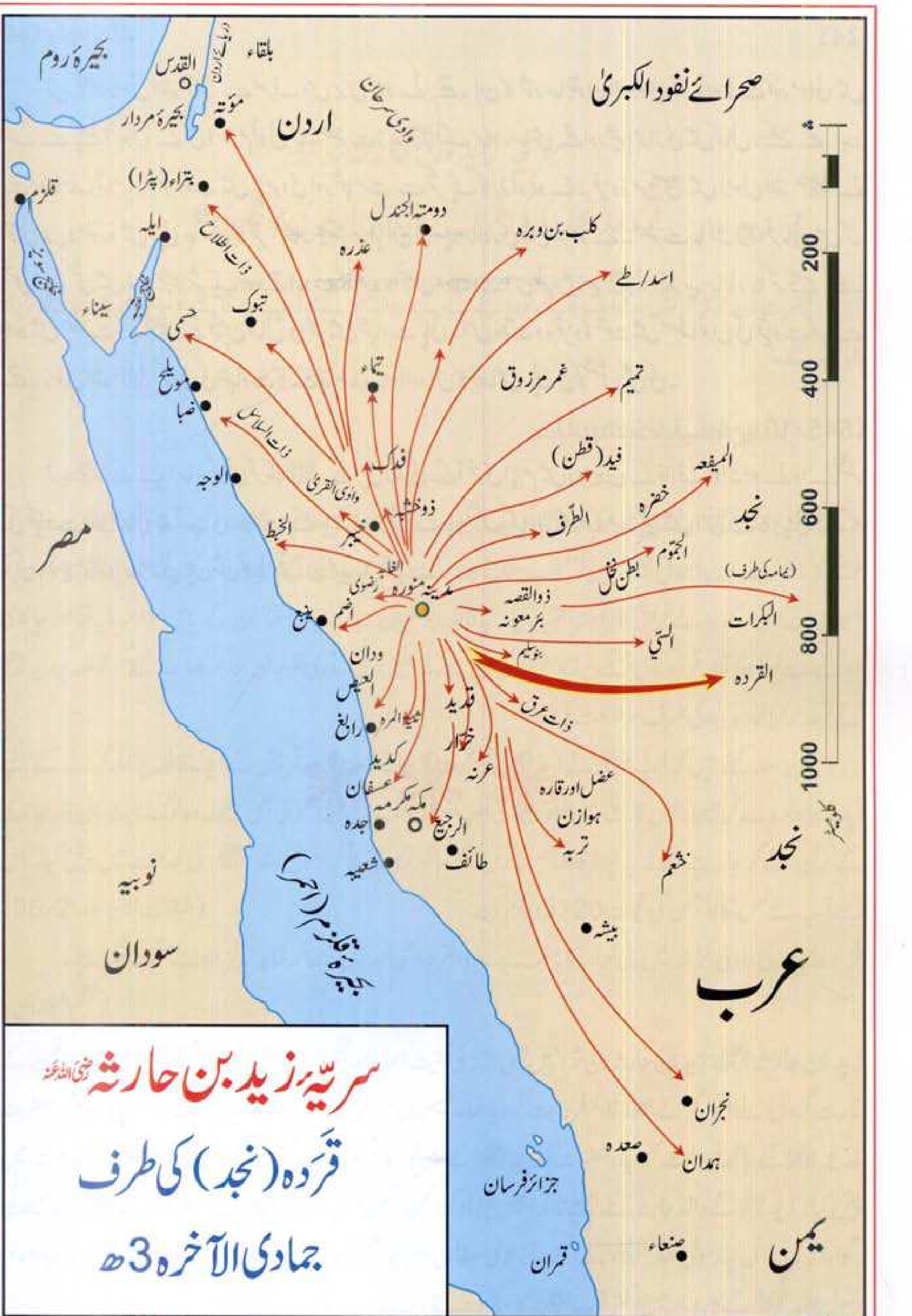
قَرَدہ: یہ نجد کی وادی الرُمّہ میں بنی نعامہ کا چشمہ ہے۔ ذوالقردہ بھی نجد میں ہے مگر شاید یہ قَرَدہ سے مختلف جگہ ہے۔ (معجم البلدان)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو اسامہ تھی۔ زید رضی اللہ عنہ کو ان کے بچپن ہی میں بنوقین کے غارت گروں نے اغوا کر کے بطور غلام فروخت کردیا تھا۔ حکیم بن حزام نے انہیں خرید لیا اور مکے لا کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ فروخت کردیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو زمانہ بعثت سے قبل ہدیۃً حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ مکے پہنچے تاکہ انہیں آزاد کرائیں' لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزادی عطا کی اور اپنا متبنیٰ بنالیا۔ یوں ان کا نام زید بن محمد مشہور ہوگیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کاروبار میں اکثر آپ ﷺ کا ساتھ دیتے رہے۔

زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے صرف دس برس چھوٹے تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے اور موالی میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک بہادر سپاہی تھے اور تیراندازی میں کمال رکھتے تھے۔ بدر سے مؤتہ تک تمام اہم غزوات میں پامردی اور شجاعت سے شریک کارزار ہوئے۔ غزوۂ مریسیع میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں اپنی جانشینی کا فخر بخشا۔ بیشتر سرایا ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں زید رضی اللہ عنہ شریک ہوتے امارت کا عہدہ انہیں عطا ہوتا۔ اس طرح زید رضی اللہ عنہ نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ 8ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پچپن سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اس وقت وہ غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کی قیادت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کا بے حد صدمہ ہوا اور ان کا قصاص لینے کی کوشش بھی کی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 545/10)

زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں رومیوں کے خلاف روانہ ہونے والے لشکر کی قیادت عطا فرمائی جو آپ کی علالت کے باعث مدینہ کے باہر رک گیا اور پھر عہد صدیقی میں اس نے کامیابی سے مہم سر کی۔ زید رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔



سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

قَرَدہ (نجد) کی طرف

جمادی الآخرہ 3ھ

غزوۂ احد (شوال 3 ہجری)

قریش، اردگرد کے قبائل بنی کنانہ کے اطاعت گزار اور تہامہ کے رہنے والے لوگ سب مل ملا کر ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ منورہ کی طرف چلے اور مدینہ منورہ کے شمال میں احد پہاڑ کے قریب فروکش ہوئے۔ ان کا مقصد بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقابلے کے لیے صف بندی کی۔ قریش کے سوار دستے کو روکنے کے لیے آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر انداز مقرر کر دیے۔ جب مسلمانوں کی فتح ونصرت متحقق ہوگئی تو تیر انداز غنیمت لوٹنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے آ گئے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ نتائج کچھ بھی ہوں تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالد بن ولید نے، جو اس وقت کفار کے سوار دستے کے امیر تھے، اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اس خالی جگہ سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمان بڑی مشکل میں پھنس گئے۔ صورت حال الٹ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سمیت 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ البتہ میدان جنگ میں فوجی فتح حاصل کرنے کے باوجود قریش مسلمانوں کا قلع قمع کر سکے نہ شام کی طرف اپنا تجارتی راستہ محفوظ بنا سکے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

جبل اُحد: یہ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ایک پہاڑ ہے جو مسجد نبوی سے ساڑھے پانچ کلومیٹر دور ہے۔ آج کل مدینہ منورہ کی آبادی اس پہاڑ تک پہنچ چکی ہے بلکہ اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے۔ احد پہاڑ حرم میں داخل ہے کیونکہ حرم کی حد اس کے شمال میں "ثور پہاڑ" تک ہے۔ احد پہاڑ کی لمبائی مشرق سے مغرب کی جانب تقریباً 6 کلومیٹر ہے اور اس کا رنگ سرخی مائل ہے۔

کوہ احد کی جنوبی جانب غزوۂ احد کے شہداء کی قبریں ہیں اور صحیح قول کے مطابق شہدائے احد کی تعداد 70 ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "احد! پرسکون ہو جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

(صحیح بخاری، حدیث: 3675۔ تاریخ مدینہ منورہ، دارالسلام)

غزوۂ احد: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو اطلاع بھیجی کہ مشرکین مکہ بڑے جوش وخروش سے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے 5 شوال 3ھ کو دو خبر رساں جن کے نام مونس اور انس تھے، خبر لانے کے لیے بھیجے۔ انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ (عریض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعے میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن اُبَی ابن سلول نے بھی یہی رائے دی۔ لیکن ان نوخیز صحابہ نے جنہیں جنگ بدر میں شریک مشورہ نہیں کیا گیا تھا اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان کی رائے پر شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ اُحد کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے۔ منافق عبداللہ بن اُبی تین سو کی جمعیت کو یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ ''محمد (ﷺ) نے میری رائے نہیں مانی۔'' نبی کریم ﷺ کے ساتھ اب صرف سات سو صحابہ رہ گئے۔ ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے۔

نبی کریم ﷺ نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو علم عنایت کیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حصہ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے حملہ کر سکتا ہے لہٰذا وہاں ایک درے میں 50 تیر انداز تعینات کیے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں تاکید کی کہ خواہ لڑائی میں فتح ہو جائے پھر بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔

مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی اور کفار میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ مجاہدین مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے انہوں نے عقب خالی دیکھ کر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور 70 افراد شہید ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ بھی زخمی ہوئے۔

(تلخیص از الکامل: 2/44 تا 52۔ البدایۃ والنہایۃ 4/10 تا 49۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی: 1/217۔ تاریخ طبری: 3/61 تا 75)

جنگ احد میں ابودجانہ، طلحہ بن عبداللہ، حضرت حمزہ، علی بن ابی طالب، نضر بن انس، سعد بن ابی وقاص اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم نے بڑی بہادری دکھائی۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور نضر بن انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سباع بن عرفطہ نامی مشرک کا سر قلم کر رہے تھے کہ جبیر بن مطعم کے حبشی غلام (ایک روایت کے مطابق ہند زوجہ ابوسفیان کے غلام) وحشی نے نیزہ مار کر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس جنگ میں قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ مارا گیا۔ مشرکین کے مقتولین کی کل تعداد 22 اور ایک قول کے مطابق 37 تھی۔ مشرک سردار ابی بن خلف نے نبی کریم ﷺ کی طرف بدنیتی سے پیش قدمی کی تو آپ ﷺ نے اسے ایک چھوٹے نیزے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ بیل کی طرح ڈکراتا ہوا پلٹا اور پھر مکہ کے راستے میں سرف کے مقام پر مر گیا۔

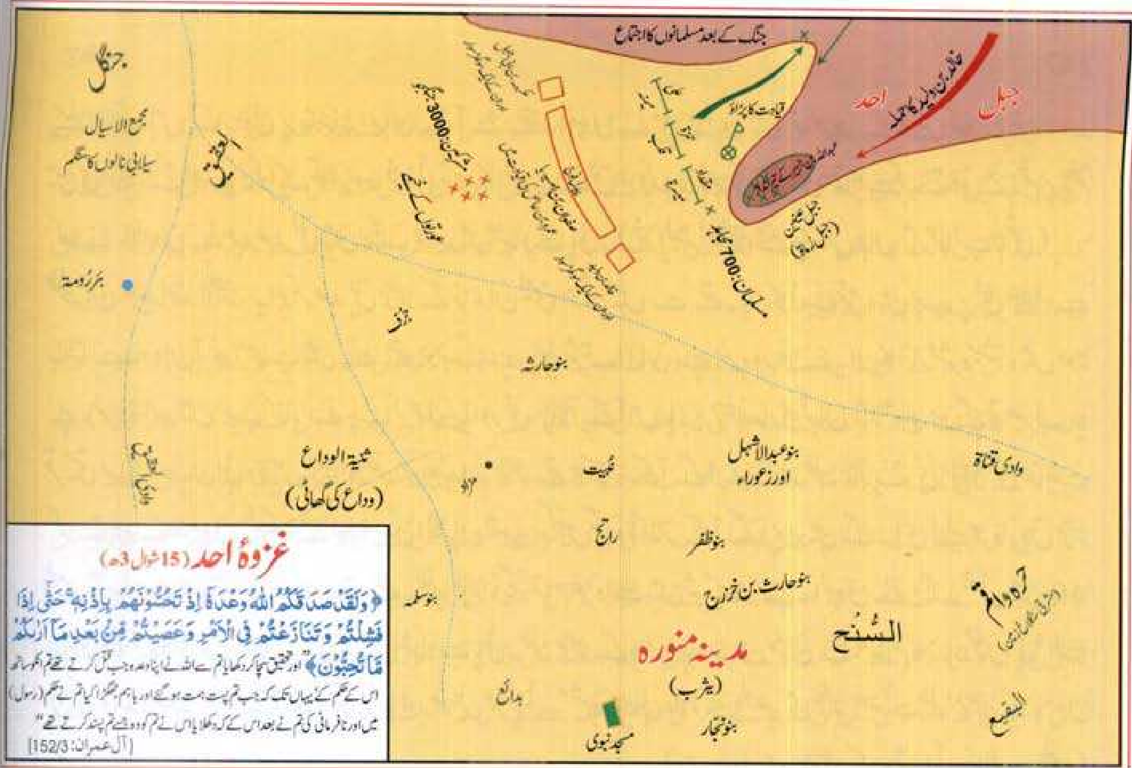
ابودجانہ رضی اللہ عنہ: ان کا نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ تھا اور یہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ابن عم تھے۔ وہ ہجرت نبوی سے

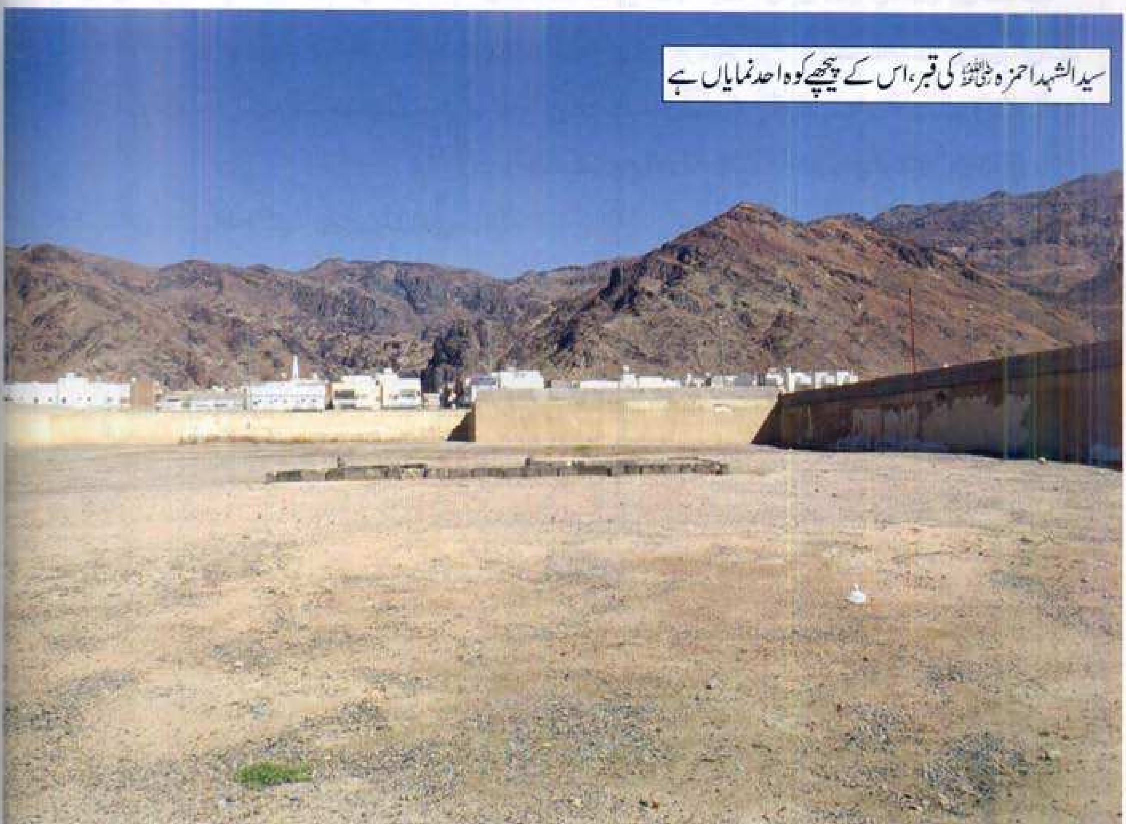
پہلے اللہ اور اس کے رسول پر غائبانہ ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے معرکۂ بدر میں شجاعت کے جوہر دکھائے غزوۂ احد میں نبی ﷺ نے ابو دجانہ کو ایک تلوار عطا فرمائی جس کا انہوں نے حق ادا کر دیا' پھر نبی ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے زخم پر زخم کھائے۔ انہوں نے عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ (خیر البشر' ﷺ کے چالیس جاں نثار' طالب ہاشمی)

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ: یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان یعنی بنو تیم میں سے تھے۔ ان کا نسب مُرّہ بن کعب پر نبی ﷺ سے جاملتا ہے۔ وہ ان آٹھ اصحاب میں سے تھے جو سب سے پہلے شرف ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ غزوۂ احد میں جب کفار نے پلٹ کر حملہ کیا اور نبی ﷺ کے آس پاس 7 انصاری جاں نثار شہید ہو گئے تو صرف دو قریشی مہاجر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے جو کفار کے آگے ڈٹ گئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے بیسیوں زخم کھائے اور ان کی انگلیاں شہید ہو گئیں مگر وہ کفار کے آگے دیوار بن گئے۔ اسی لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں "صاحب احد" کہہ کر پکارتے تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ انہوں نے جنگ جمل میں 10 جمادی الآخرہ 36ھ کو 64 برس کی عمر میں شہادت پائی۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کے والد عبید اللہ بن عثمان نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا' البتہ ان کی والدہ صعبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور طویل عمر پائی۔ مشہور صحابی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ (رحمت دارین ﷺ کے سو شیدائی۔ طالب ہاشمی)

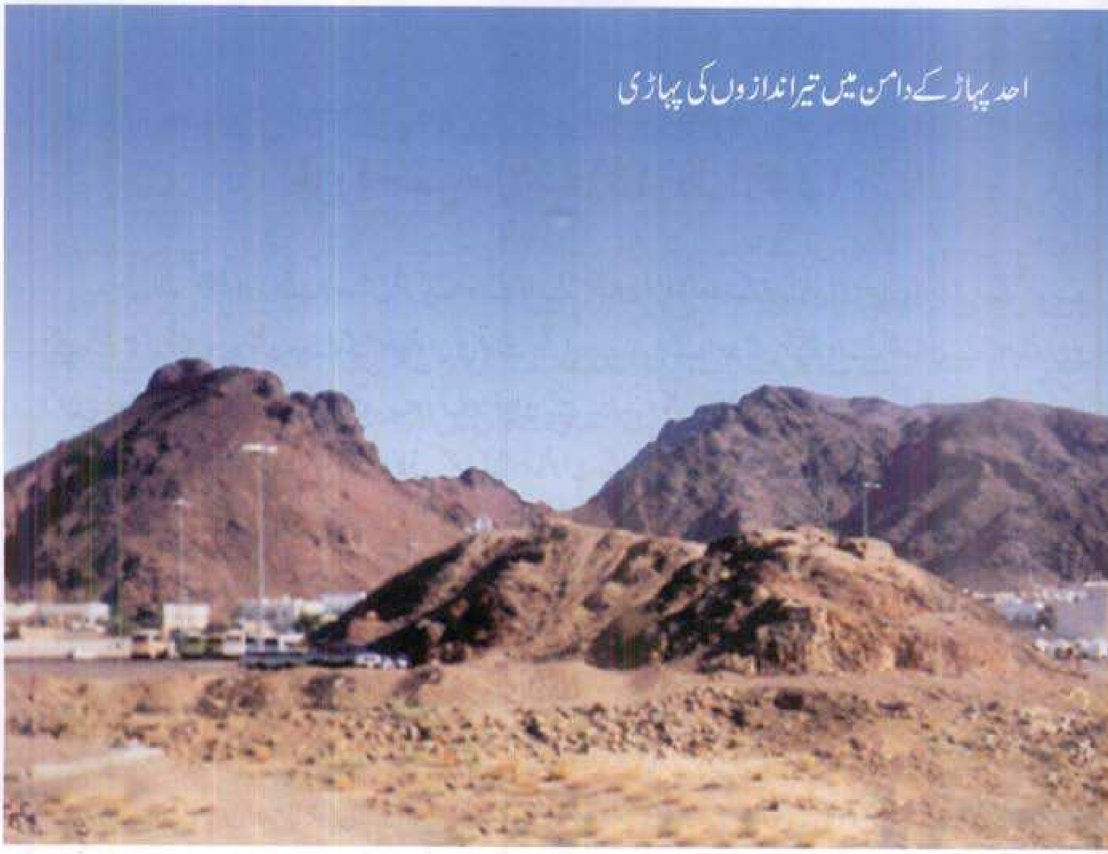
انس بن نضر رضی اللہ عنہ: یہ بنو نجار کے رئیس اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ رشتے میں نبی ﷺ کی دادی سلمٰی کے بھتیجے تھے۔ غزوۂ احد میں انہوں نے نبی ﷺ کی شہادت کی افواہ سنی تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ شمشیر بدست کفار کے مجمع میں گھس گئے اور زخم پر زخم کھاتے آخری وقت تک لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر تیر' نیزے اور تلوار کے اسی زخم تھے۔ ("شمع رسالت کے تیس پروانے" حاشیہ "مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ" از طالب ہاشمی)

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ: دیکھیے "بیعت عقبۂ اولیٰ وثانیہ"

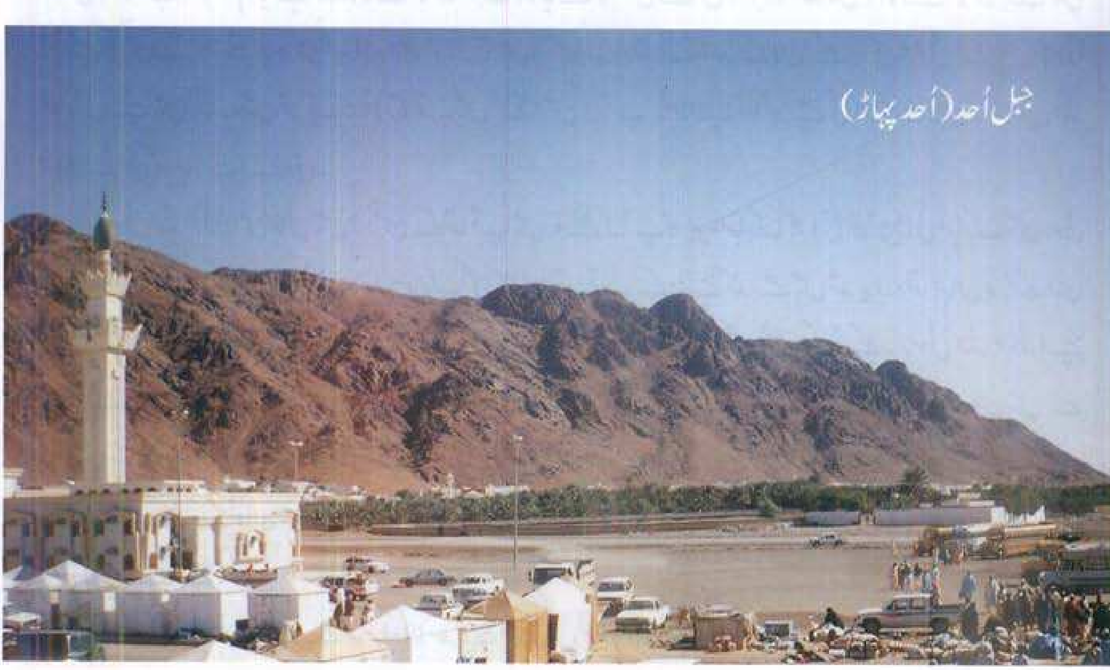




سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر، اس کے پیچھے کوہ احد نمایاں ہے



احد پہاڑ کے دامن میں تیراندازوں کی پہاڑی



جبل اُحد (اُحد پہاڑ)

غزوۂ حَمْرَاء الاَسَد (16 شوال 3 ہجری)

رسول اللہ ﷺ اور جنگ احد میں شریک ہونے والے مسلمان غزوۂ احد کے فوراً بعد ابو سفیان اور اس کے لشکر کے پیچھے نکلے تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کی قوت برقرار ہے اور جنگ احد میں پہنچنے والے نقصان نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں کمزور نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو سفیان چپکے سے مکہ کو چل پڑا اور اسے مدینہ منورہ کی طرف منہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اتنی کامیابی ہی کو کافی سمجھا کہ مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں' حالانکہ اس میں ابو سفیان کی تجربہ کاری اور مہارت کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ تو نتیجہ تھا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا جو تیر اندازوں سے انجانے میں سرزد ہو گئی تھی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

18 شوال سن 3 ہجری کو مجاہدین احد سے لوٹے تو ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات انصار کے سرداروں نے آپ ﷺ کے دروازے کے پاس اور مہاجرین نے اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہوئے گزاری۔ صبح اتوار کو جب رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ''لوگوں میں اعلان کر دو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں دشمن (قریش مکہ) کی تلاش (تعاقب) کا حکم دیا ہے اور ہمارے ساتھ صرف وہ جائے گا جس نے کل (غزوۂ احد میں) ہمارے ساتھ جنگ میں شرکت کی تھی۔'' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میرے والد نے احد کے دن مجھے میری بہنوں کے پاس چھوڑا تھا' اس لیے میں جنگ میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ میں نے عرض کی آپ مجھے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

رسول اللہ ﷺ اس حال میں (دشمن کے تعاقب میں) نکلے کہ آپ کا چہرہ مبارک مجروح تھا' پیشانی مبارک پھٹی ہوئی تھی' دندان مبارک زخمی تھے اور نچلا ہونٹ مبارک بھی کٹا ہوا تھا۔ آپ کے داہنے کندھے میں شدید درد تھا جہاں بد بخت ابن قمیہ نے تلوار کا وار کیا تھا۔ آپ ﷺ کے گھٹنوں پر بھی خراشیں تھیں۔ اہل عوالی بھی جمع ہو کر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چلے۔ آپ نے اسلم قبیلے کے تین آدمی آگے روانہ کیے۔ ان میں سے دو آدمی مقام حمراء الاسد پر کفار تک پہنچ گئے۔ کفار کے تیر انداز مشورے دے رہے تھے کہ واپس جا کر مسلمانوں پر ایک بار پھر حملہ کیا جائے' جبکہ صفوان بن اُمیہ روک رہا تھا۔ اسی اثناء میں انہوں نے دو آدمی دیکھے تو وہ ان پر پل پڑے اور انہیں شہید کر ڈالا اور چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کو لے کر حمراء الاسد پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ دونوں شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفنایا۔ یہاں

مسلمان رات کے وقت پانچ سو چولھوں میں آگ جلاتے تھے تاکہ دور سے نظر آجائے۔ مسلمانوں کے پڑاؤ اور ان کی آگ کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دل میں رعب ڈال دیا اور اس نے پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ اللہ کے رسول ﷺ واپس آگئے اور مدینہ میں جمعہ کے روز داخل ہوئے۔ اس مہم میں پانچ دن آپ مدینہ سے باہر رہے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو شہر میں امیر مقرر کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد: 2/48، 49)

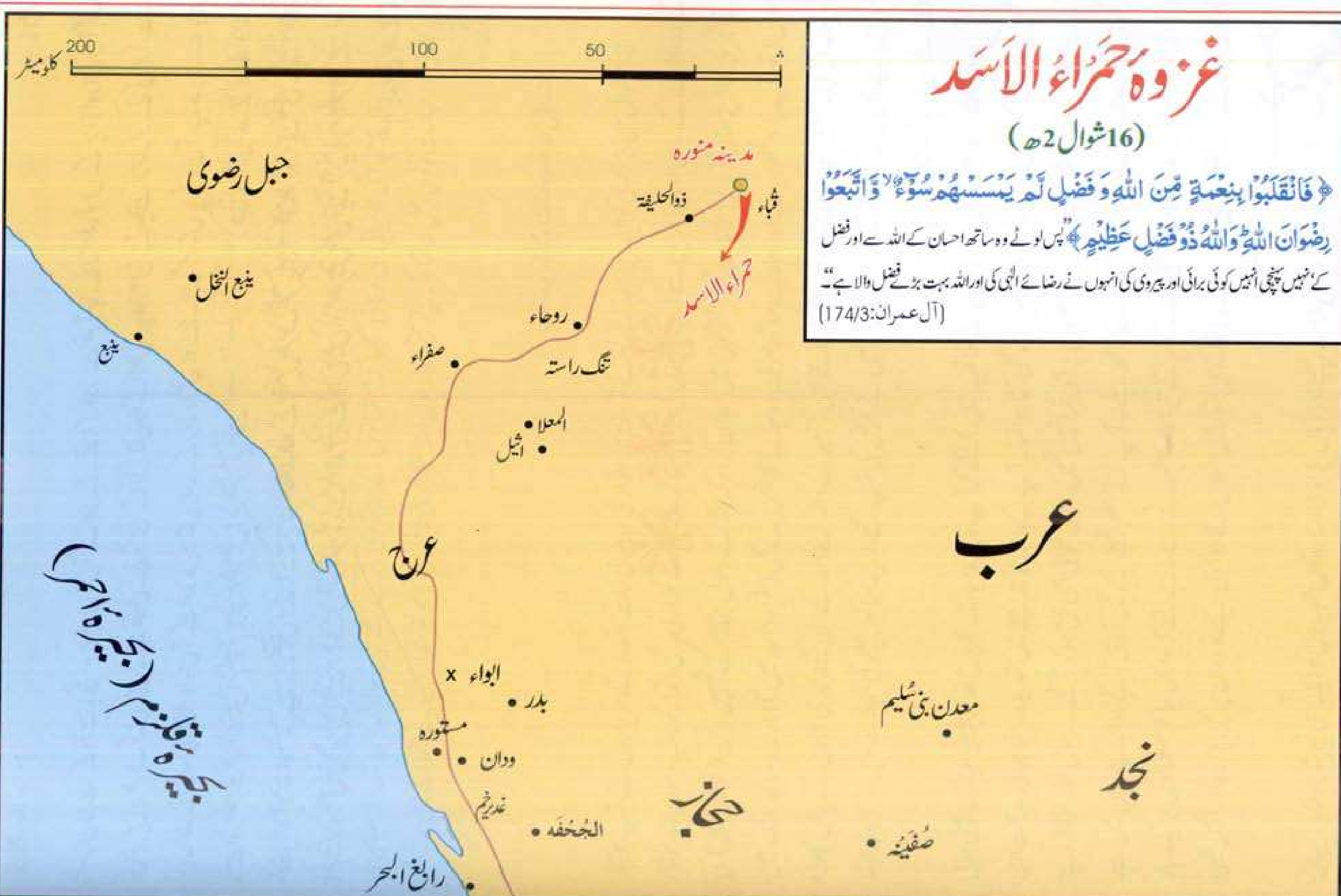
حَمْرَاء الاسد: مدینے سے عقیق کے راستے پر ذُو الحُلَیْفہ کے بائیں طرف تقریباً 13 کلومیٹر دور ایک بستی ہے۔ الحمراء نام کے اور بھی کئی شہر ہیں، جیسے غرناطہ میں قصر الحمراء، بیت المقدس کے نواح میں اور مصر میں بھی ایک قریہ کا نام الحمراء ہے۔
(معجم البلدان جلد 2)

❋ ❋ ❋

غزوہ حمراء الاسد

(16 شوال 2ھ)

﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ "پس لوٹے وہ ساتھ احسان کے اللہ سے اور فضل کے، نہیں پہنچی انہیں کوئی برائی اور پیروی کی انہوں نے رضائے الٰہی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔"
(آل عمران:174/3)



سریۂ ابی سلمہ بن عبدالأسد مخزومی رضی اللہ عنہ
قَطَن کی طرف (محرم 4ہجری)

یہ لشکر کشی فید کے علاقے میں ہوئی جہاں بنو اسد بن خزیمہ کا کنواں تھا۔ خویلد کے بیٹوں طلیحہ اور سلمہ نے وہاں لشکر جمع کیا تھا۔ 150 مسلمان ان کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

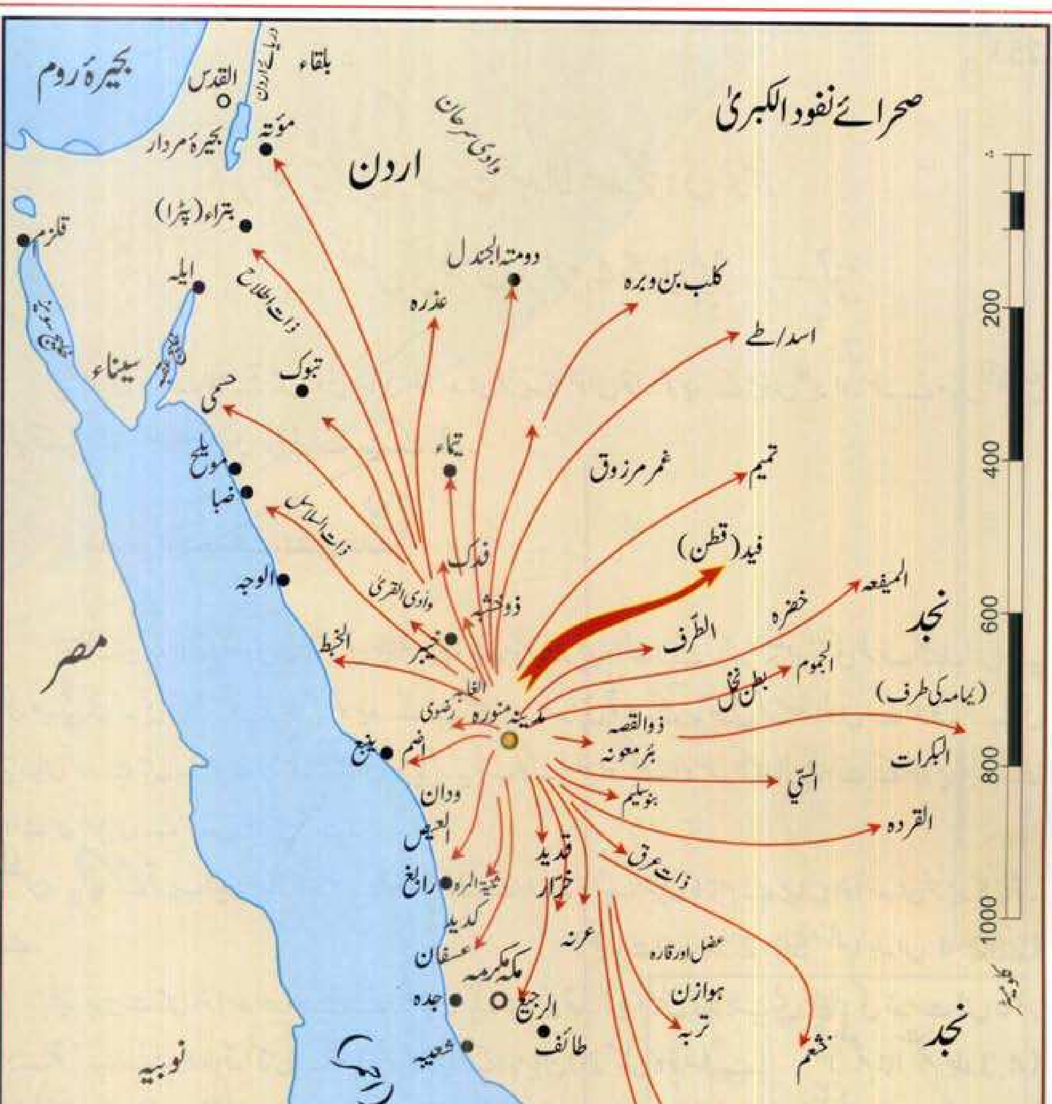
ابوسلمہ بن عبدالأسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیڑھ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ ''قطن'' کی طرف بھیجا۔ اس سریہ کی وجہ یہ بنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ خُویلد کے بیٹے طُلَیحہ اور سلمہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی خبر پا کر یہ سب لوگ فرار ہوگئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے طور پر بہت سے اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آگئے۔

قَطَن: یہ فَید کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اور فید' کوفہ کے راستے پر ایک منزل کا نام ہے جہاں بنو اسد بن خزیمہ کا چشمہ ہے۔ (طبقات ابن سعد: 2/50' معجم البلدان: 4/282)

فَید جاہلیت میں بنو اسد اور بنو طے کے درمیان ایک بیابان تھا۔ زید الخیل رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فید کا علاقہ انہیں دے دیا۔ غمر اور فید کے درمیان 20 میل کا فاصلہ ہے۔ (معجم ما استعجم جلد 4,3)

ابوسلمہ بن عبدالأسد رضی اللہ عنہ: ابوسلمہ بن عبدالأسد مخزومی قُرشی رضی اللہ عنہ ان کا نام عبداللہ ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی ہیں۔ یہ سابق الاسلام ہیں۔ پہلے انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی' وہاں سے مدینہ پہنچ گئے۔ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے۔ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے۔ پہلے زخم مندمل ہوگئے لیکن پھر کھل گئے۔ جمادی الآخرہ 3ھ میں فوت ہوگئے۔

(اسد الغابہ: 2/148)



سریّہ
ابی سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ
(قطن) محرم 4ھ

سریّۂ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ
عُرَنہ کی طرف (محرم 4ہجری)

اس لشکر کشی کا مقصد اس لشکر کو تتر بتر کرنا تھا جو سفیان بن خالد ہُذلی نے جمع کیا تھا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا کہ سفیان بن خالد ھُذَلی عُرَنہ نامی جگہ پر مسلمانوں کے خلاف فوج اکٹھی کر رہا ہے۔ آپ نے عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ سفیان کو قتل کر دے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! آپ اس کا تعارف کروا دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اسے دیکھو گے تو مرعوب ہو جاؤ گے اور تمہیں شیطان یاد آ جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: ''میں مردوں سے نہیں ڈرتا۔'' پھر میں نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ اسے دھوکا دینے کے لیے کوئی خلاف واقعہ بات کہہ دوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت ہے۔'' جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اسے دیکھا اور نبی ﷺ کے بتائے ہوئے تعارف سے اسے پہچان لیا اور واقعی اس سے مرعوب ہو گیا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا: ''کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میں خزاعہ کا ایک فرد ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم محمد ﷺ کے خلاف لڑنے کے لیے فوج جمع کر رہے ہو۔ میں بھی اسی مقصد کے لیے آیا ہوں۔'' میں اس کے ساتھ چلتا رہا اور اس سے باتیں کرتا رہا۔ اسے میری باتیں اچھی لگ رہی تھیں حتی کہ ہم اس کے خیمے میں پہنچ گئے۔ اس کے ساتھی چلے گئے۔ جب لوگ اطمینان سے سو رہے تھے' میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر اپنے ساتھ لے آیا۔ میں ایک غار میں داخل ہوا تو مکڑی نے اس کے باہر جالا بُن دیا۔ وہ میری تلاش میں نکلے لیکن ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ میں نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپ نے مجھے ایک لاٹھی عطا کی اور فرمایا: ''تم جنت میں اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ گے۔''

جب عبداللہ بن اُنیس قریب المرگ تھے تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ لاٹھی ان کے ساتھ ہی دفن کی جائے۔

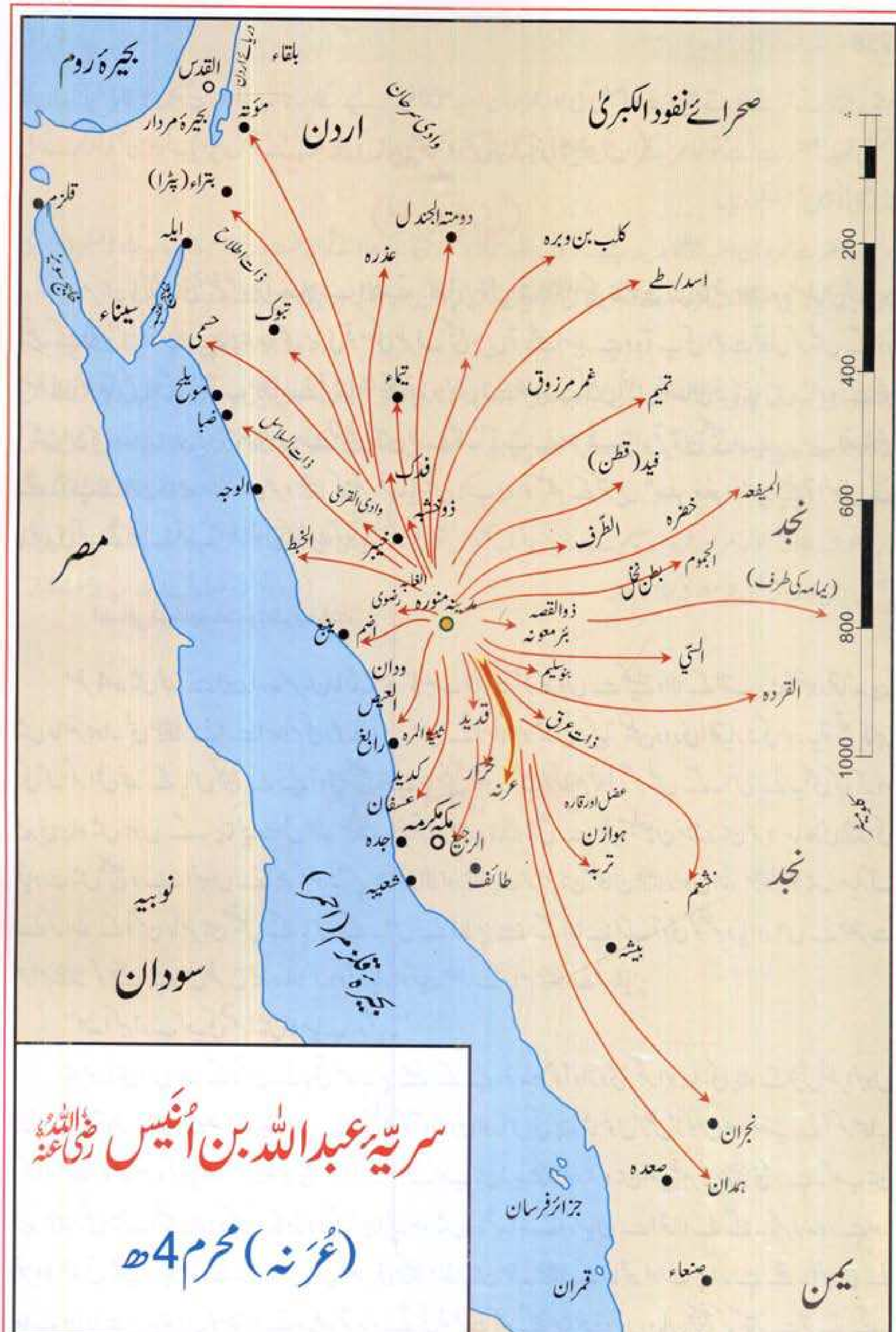
(طبقات ابن سعد: 51,50/2)

عُـرَنَة: یہ عرفات کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ کسی اور نے کہا ہے کہ بطن عُرَنہ میں مسجد عرفہ اور برساتی نالہ دونوں واقع ہیں۔ (معجم البلدان جلد 4) پروفیسر عبدالرحمٰن عبد لکھتے ہیں: ''عرفات سے قبل ایک خاصے چوڑے برساتی نالے کی گزرگاہ ہے جس کا نام وادیٔ عرنہ ہے۔ اس کے اوپر قریباً ایک کلومیٹر کے اندر چودہ کشادہ پل بنے ہوئے ہیں۔ مسجد نمرہ کے قریب اس برساتی نالے میں ہلکا سا خم ہے۔ اس نالے سے پانی گزرنے کی نوبت برسوں بعد ہی آتی ہوگی۔ اس وقت یہ محض ریت

کا دریا تھا جس کی سطح پر گویا لہریں بنی ہوئی تھیں۔ اس روز مغرب کے بعد یہیں بیٹھ کر ہم نے رات کا کھانا کھایا...... وادئ عُرنہ کو پار کر کے 19 سڑکیں تیر کی طرح سیدھی اور متوازی آگے بڑھتی ہیں جنہیں دائیں بائیں سات سڑکیں زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہیں۔ سڑکوں کے ان متوازی خطوط کے جال میں ایک دائرہ بھی ہے۔ اس دائروی سڑک نے جبل رحمت کو اپنے محیط میں لے رکھا ہے۔" (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر (4) عرفات ص 115,114)

عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ: یہ انصاری اور بنو سلمہ کے حلیف تھے۔ یہ بیعت عقبہ اور بدر، احد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ یہ ان افراد میں شامل تھے جنہوں نے بنو سلمہ کا بت توڑا۔ 74ھ میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابہ: 3/178، 179)

❋ ❋ ❋



سریہ عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ

(عُرَنہ) محرم 4ھ

سریۂ مُنذر بن عَمر و رضی اللہ عنہ (بئر معونہ)
(صفر 4 ہجری)

عامر بن مالک بن جعفر، ابو براء ملاعب الاَسِنّہ کلابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا مگر کہنے لگا: ''اگر آپ اپنے چند ساتھی میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے امید ہے وہ آپ کی دعوت قبول کرلیں گے اور مسلمان ہو جائیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے نجد والوں سے خطرہ ہے کہیں انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔'' وہ کہنے لگا: ''میں ان کا ذمہ دار ہوں کوئی مسلمانوں سے تعرض نہیں کرے گا۔'' آپ نے ستر قُـرّاء قرآن بھیج دیے۔ یہ سب انصاری تھے۔ آپ نے ان کا امیر منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا لیکن جب وہ بنو سُلیم کے کنویں ''بئر مَعُونہ'' پر پہنچے تو انہوں نے بدعہدی کرتے ہوئے سب مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

صفر 4ھ میں نجد سے ابو براء عامر بن مالک، جو ''ملاعِب الأسِنّۃ'' (نیزوں سے کھیلنے والا کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام تو قبول نہ کیا، لیکن دوری اختیار نہ کی اور یہ توقع ظاہر کی کہ اگر اہل نجد کے پاس تبلیغ کے لیے آدمی بھیج دیے جائیں تو وہ لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ میری پناہ میں ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر مبلغین منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیج دیے۔ انہوں نے ''بئر معونہ'' پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ اس نے خط پڑھنے کے بجائے ایک آدمی کو حکم دیا اور اس نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے اس طرح نیزہ مارا کہ وہ آر پار ہوگیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔''

پھر فوراً ہی اس اللہ کے دشمن نے باقی صحابہ پر حملے کے لیے بنو عامر کو آواز دی، مگر ابو براء کی پناہ کے پیش نظر انہوں نے اس کی آواز پر کان نہ دھرے، لہٰذا اس نے بنو سُلیم کو آواز دی اور اس کی چند شاخوں، رِعل، ذکوان اور عُصَیّہ نے آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کرلیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ صرف کعب بن زید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچ رہے۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا، چنانچہ بعد میں وہ شہداء کے درمیان سے اٹھا لائے گئے۔ پھر زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ منذر بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو حادثے کی نوعیت سمجھ گئے، چنانچہ دونوں وہاں پہنچ کر کفار سے لڑنے لگے۔

منذر رضی اللہ عنہ نے لڑتے لڑتے شہادت حاصل کی اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ قید کر لیے گئے۔ جب عامر بن طفیل کو بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلۂ مضر سے ہے، تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے، جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی، انہیں آزاد کر دیا۔

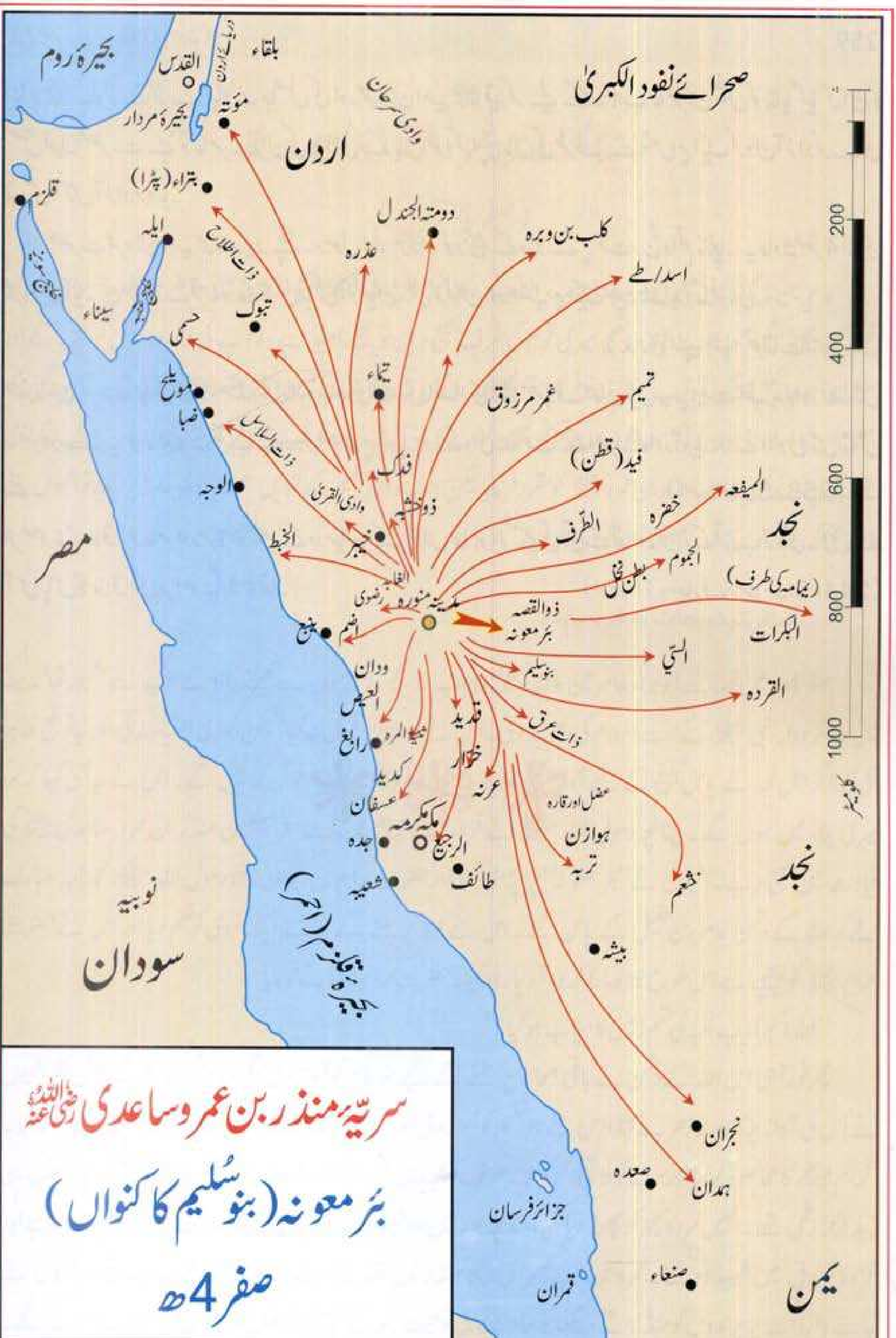
حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پلٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجیع کے حادثے پر سخت رنج والم پہنچا۔ یہ حادثہ صفر 4 ہجری میں پیش آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرّاء کے قاتل قبائل بنولحیان، رعل، ذکوان اور عصیّہ پر ایک مہینہ تک بددعا فرمائی۔

(بخاری، ابن ہشام، طبقات ابن سعد)

منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ: منذر بن عمرو ساعدی خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ یہ بیعت عقبہ، بدر اور اُحد میں حاضر ہوئے۔ یہ بنوساعدہ کے نقیب تھے۔ بئرِ معونہ پر شہید ہونے والی جماعت کے امیر تھے اور شہید ہونے والوں میں شامل تھے۔ (اسد الغابہ: 5/258)

بئرِ معونہ: علاقہ بنو عامر اور حرۃ بنو سلیم کے درمیان ایک کنواں تھا جو بنو سُلیم کی ملکیت تھا اور ان کے قریب تر بھی۔ اس کے آس پاس کا علاقہ بھی بئرِ معونہ کہلاتا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 5/244)

❋ ❋ ❋



سریہ منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ
بئر معونہ (بنو سُلیم کا کنواں)
صفر 4ھ

سریۂ مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ

(صفر 4 ہجری)

اسے سریۂ رجیع بھی کہا جاتا ہے۔ بات یوں ہوئی کہ عضل اور قارہ قبائل کے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے چند معلم طلب کیے تاکہ وہ ان قبائل میں تبلیغ اسلام کریں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چھ مسلمان ان کے ساتھ بھیج دیے۔ جب یہ لوگ بنو ہذیل کے کنویں ''رجیع'' پر پہنچے تو انہوں نے بدعہدی کرتے ہوئے کچھ کو شہید کر دیا اور کچھ کو قید کر لیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

سریۂ رجیع: غزوہ احد کے بعد وسط ماہ صفر 4ھ میں قبائل عضل اور قارہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے قبیلے کے لوگ اسلام سے بڑی رغبت رکھتے ہیں' اگر آپ اپنے صحابہ میں سے چند مبلغ ہمارے ساتھ کر دیں تو ہمارا قبیلہ ان سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو جائے گا' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سات (بعض روایات میں 6 اور بعض میں 10) صحابہ پر مشتمل تبلیغی وفد ان کے ہمراہ کر دیا۔ وفد کی قیادت حضرت مرثد رضی اللہ عنہ اور بعض روایات کے مطابق عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

یہ عضل اور قارہ کی ایک چال تھی۔ جب یہ صحابہ کرام الرجیع نامی نخلستان کے قریب پہنچے تو انہوں نے بنو ھذیل کے لوگوں کو ان پر حملہ کے لیے پکارا۔ اس پر سو آدمیوں نے تلواروں سے مسلح ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ سات مسلمان لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جبکہ کفار نے جھوٹی امان دے کر حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ' زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لیا۔ (معجم البلدان' طبری' ابن ہشام' ابن کثیر)

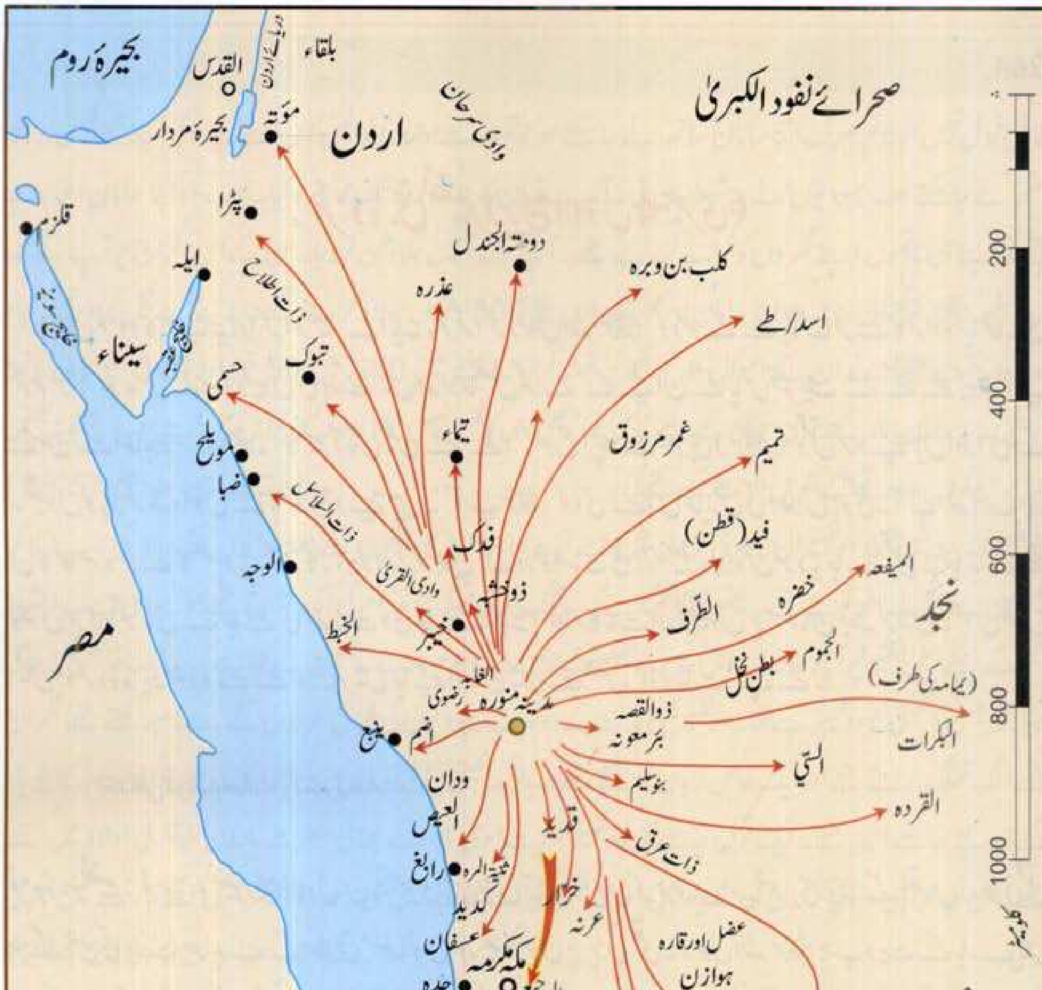
عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ تو وہیں شہید کر دیے گئے جبکہ ان ظالموں نے خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے جا کر بیچ دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا جسے خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔ انہوں نے خبیب کو تنعیم لے جا کر قتل کر دیا۔ زید بن دثنہ نے غزوہ بدر میں امیہ بن محرث کو قتل کیا تھا' لہٰذا انہیں اس کے بیٹے صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل کر ڈالا۔ (''تجلیات نبوت''...... صفی الرحمٰن مبارکپوری)

الرجیع: جزیرہ نمائے عرب میں اس نام کے دو مقام ہیں' ایک خیبر کے قرب وجوار میں ہے جہاں غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا۔ اسی نام کا دوسرا مقام مکہ اور طائف کے درمیان ''الھَدْأۃ'' کے قریب ہے۔ اسی مقام پر بنو

ھُذیل کا ایک کنواں تھا جسے بئر معاویہ کہتے تھے۔

[الرجیع' عسفان سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ (ابن کثیر)] یہ بطن غُران میں واقع ہے جو اَمج اور عُسفان کے درمیان ایک وادی ہے۔ اس مضمون میں الرجیع سے مراد بھی مؤخر الذکر مقام ہے جہاں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سریۂ رجیع پیش آیا۔

مَرثد بن ابی مَرثد رضی اللہ عنہ: مرثد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اوران کے باپ ابو مرثد جن کا نام کناز رضی اللہ عنہ ہے وہ بھی صحابی ہیں۔ دونوں باپ بیٹا جنگ بدر میں شریک تھے۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ مکہ میں قید مسلمانوں کو چھڑا کر لایا کرتے تھے اور ان سے کئی احادیث بھی مروی ہیں۔ یہ سریۂ رجیع میں شہید ہوئے۔ (الإصابہ:6/56)



سریّہ رجیع
(سریّہ مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ)
قبائل عضل وقارہ کی غدّاری
صفر 4ھ

غزوۂ بنی نضیر (ربیع الاوّل 4 ہجری)

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ بنو نضیر نے ایک پتھر گرا کر رسول اللہ ﷺ کو دھوکے سے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ بنو عامر کے دو آدمیوں کی دِیَت میں امداد حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے کیونکہ آپ نے ان سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ بنو نضیر آپس میں کہنے لگے: ''موقع اچھا ہے ہم نبی (ﷺ) کو قتل کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر مکہ والوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔'' آپ ﷺ کو وحی سے اس سازش کی اطلاع ہوگئی۔ آپ اٹھ آئے اور ان کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے درخواست کی: ''ہمیں جلاوطن کر دیا جائے، قتل نہ کیا جائے نیز اونٹوں پر لاد کر مال لے جانے کی اجازت دی جائے۔ البتہ اسلحہ، مکانات اور زمینوں پر مسلمان قبضہ کر لیں۔'' اس طرح ذلیل ہو کر وہ مدینہ منورہ سے نکلے اور خیبر میں جا بسے اور ان میں سے بعض ''اذرعات'' چلے گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

غزوۂ بنو نضیر: غزوۂ بنو نضیر ربیع الاول سن 4 ہجری میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں دو کلابی قتل ہو گئے جن کی دِیَت معاہدے کے مطابق مسلمانوں اور یہودیوں پر پڑتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب دیت کے بارے میں بات کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: ''ابو القاسم! آپ یہاں بیٹھیں۔ ہم آپ کا کام کرتے ہیں۔'' اس دوران میں انہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دے دی اور آپ ﷺ چپکے سے اٹھ کر آ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے آ گئے۔ انہوں نے دریافت کیا: ''اللہ کے رسول! آپ اٹھ کر آ گئے اور ہمیں خبر نہ کی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہود نے دھوکہ دینے کی کوشش کی اور اللہ نے مجھے بتا دیا۔'' آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا کہ وطن سے نکل جاؤ، یہاں رہنے کی اجازت نہیں اور اس کے لیے دس دن کی مہلت ہے۔ مگر وہ نہ گئے، مدینے ہی میں رکے رہے۔ عبداللہ بن ابی نے انہیں تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے حلیف بنو غطفان بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہود نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے، آپ جو کرنا چاہتے ہیں کر لیں، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو تیار کیا اور عصر کی نماز بنو نضیر کی آبادی میں جا کر ادا کی۔ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور مدینہ میں نبی ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ آیا۔ محاصرے کے دوران میں آپ ﷺ نے ان کی کھجوریں کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم یہاں سے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب تمہاری بات

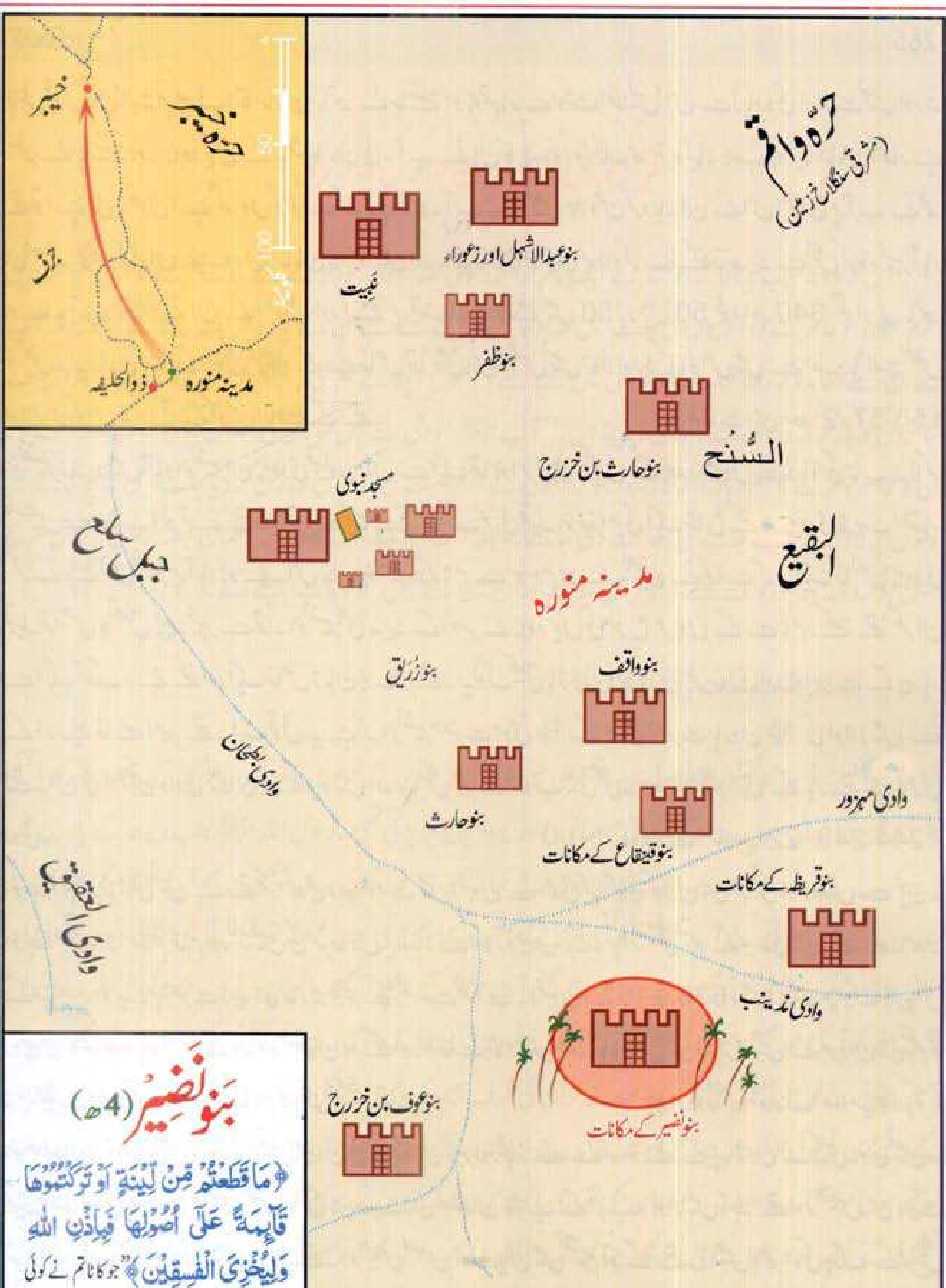
قابل قبول نہیں' البتہ تم صرف اتنا سامان ساتھ لے جاسکتے ہو جو تمہارے اونٹ اٹھالیں' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں اور نہ اسلحہ لے جاسکتے ہو۔ یہودیوں نے یہ شرط مان لی۔ آپ نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ کیا۔ جب وہ اپنا سامان اٹھارہے تھے تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے گھروں کو خراب کررہے تھے۔ آپ نے انہیں جلاوطن کردیا۔ ان کے اس اخراج پر آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو نگران بنایا۔ وہ اپنا سامان اور عورتیں اور بچے 600 اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ مدینہ سے نکل کر وہ خیبر آباد ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اموال اور اسلحے پر قبضہ کرلیا۔ اسلحے میں 50 زرہیں' 50 خود اور 340 تلواریں ہاتھ آئیں۔ یہ سامان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا' یعنی اس کا خمس نہیں نکالا اور نہ کسی کو اس میں سے حصہ دیا' البتہ بعض مہاجرین کو اس علاقے کے کنویں الاٹ کیے تھے۔ (طبقات ابن سعد: 2/ 57' 58)

بنو نضیر: مدینہ میں آباد بنو نضیر ان یہودی قبیلوں میں سے ایک تھا جو اسرائیلی جنگوں کے بعد رومیوں کے دباؤ کی تاب نہ لاکر فلسطین سے یثرب اٹھ آئے تھے۔ یعقوبی کا کہنا ہے کہ یہ لوگ عربی قبیلہ بنو جذام کی ایک شاخ تھے جو یہودی مذہب اختیار کرکے پہلے جبل نضیر پر آباد ہوئے۔ اس بنا پر بنو نضیر کے نام سے موسوم ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خالص یہودی قبیلہ تھا جس کا تعلق یہود خیبر سے تھا۔ بنو نضیر بھی مدینہ کے دوسرے یہودیوں کی طرح عربوں کے سے نام رکھتے تھے' مگر ان سے الگ تھلگ رہتے تھے اور ایک خاص زبان بولتے تھے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی' ساہوکارہ' اسلحہ سازی اور جواہرات کے بیوپار کے ذریعے خاصے امیر تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنو نضیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی اراضی وادی بُطحان اور بُویرہ میں اور رہائش شہر کے جنوب میں تھی۔ سورۃ الحشر انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 22/ 243' 244)

بنو جذام: یہ نزار کی نسل سے تھے مگر اموی دور حکومت میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ کہلان بن سبا کی اولاد میں سے ہیں۔ بنو جذام قبل از اسلام شام اور فلسطین کی سرحدوں پر آباد تھے اور رومیوں کے زیر اثر سطحی قسم کے عیسائی بن گئے تھے۔ موتہ کے مقام پر بنو جذام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ٹکرائے۔ انہوں نے 15ھ/ 636ء میں جنگ یرموک میں بھی رومیوں کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگئے اور فتوحات شام میں حصہ لیا۔ روح بن زنباع جس نے مروان بن حکم کا نام بحیثیت خلیفہ تجویز کیا وہ بنو جذام کا رئیس اعظم تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 7)

بنو غطفان: غطفان بن سعد بن قیس عیلان کی چراگاہیں خیبر اور حجاز سے لے کر بنو طے کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ قبیلہ غطفان کی دو بڑی شاخیں تھیں: اشجع بن ریث بن غطفان یثرب کے قرب وجوار میں آباد تھے اور بغیض بن ریث شربہ اور ربذہ کے گردونواح میں رہتے تھے۔ بنو بغیض' عبس اور ذبیان میں تقسیم ہوگئے تھے۔ داحس وغبراء کی جنگ کے فریق یہی عبس اور ذبیان تھے۔ (داحس گھوڑا تھا اور غبراء گھوڑی' ان پر جھگڑا ہوا جس نے جنگ کی شکل اختیار کرلی) بنو غطفان غزوۂ خندق میں کفار مکہ کے ساتھ شریک رہے۔ انہوں نے 8ھ میں فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام قبول کرلیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 14/ 2)



بنو نَضِیر (4ھ)

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ”جو کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا تم نے اسے قائم اس کی جڑوں پر، تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو۔“ [الحشر: 5/59]

غزوۂ بدر الآخرہ (ذوالقعدہ 4 ہجری)

اس غزوہ کو "بدر الموعد" اور "بدر ثالثہ" بھی کہتے ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر نے مدینہ منورہ پر ایک اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ غزوۂ احد میں ابوسفیان خود آئندہ سال بدر میں لڑائی کا چیلنج دے گیا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ آٹھ دن ٹھہرے رہے۔ ابوسفیان ہمت نہ کر سکا' پھر آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ صفوان بن امیہ' ابوسفیان سے کہنے لگا: "اللہ کی قسم! میں نے احد کے دن بھی روکا تھا کہ مسلمانوں کو آئندہ سال جنگ کا چیلنج نہ دو۔ اب وہ تو جرأت کر کے میدان میں آ گئے ہیں مگر ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کمزور ہیں اور مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔"

اضافی توضیحات وتشریحات

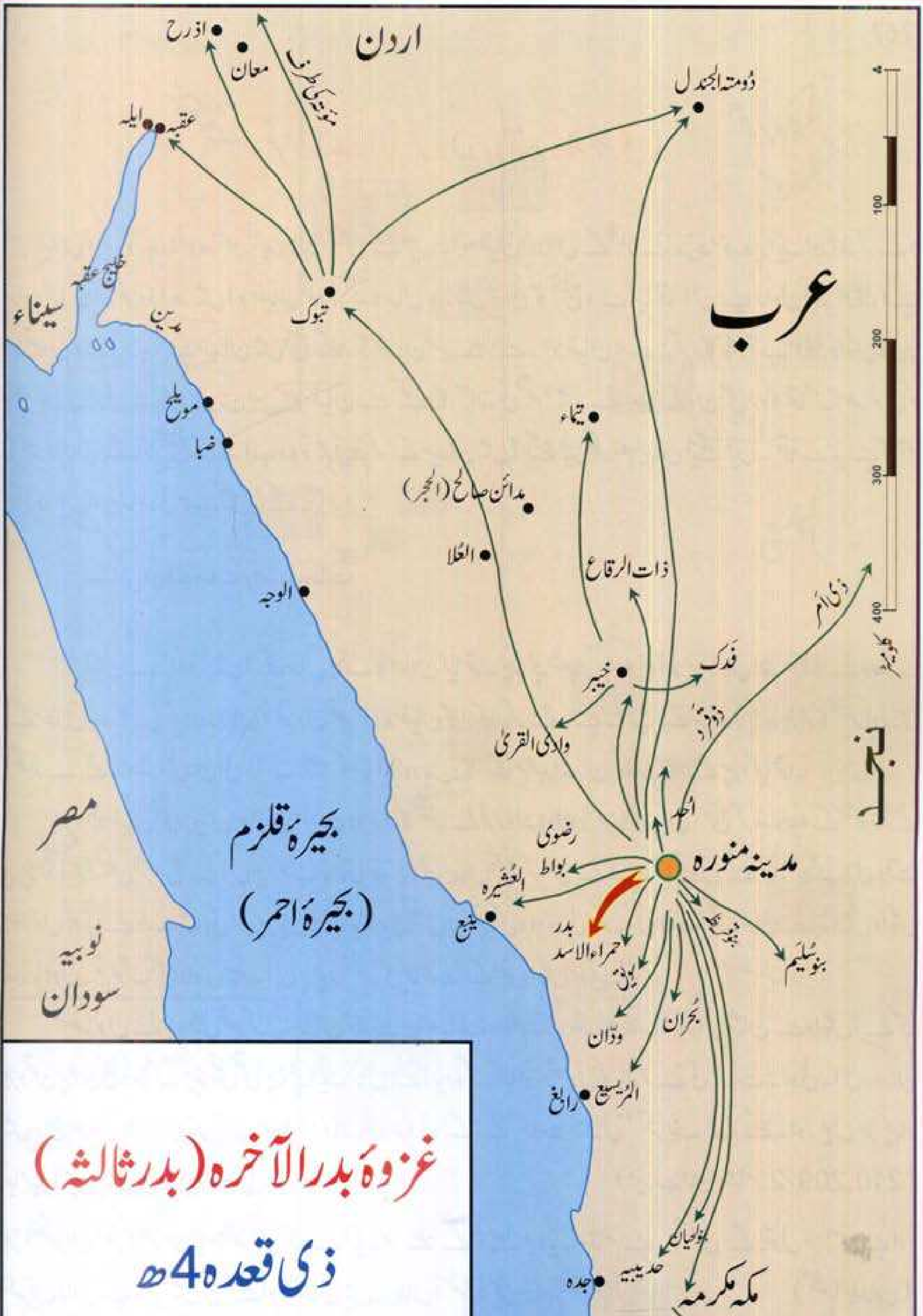
ابوسفیان نے "احد" میں اگلے سال جنگ کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ شعبان 4ھ کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے وعدے کے مطابق بدر کا رخ کیا اور وہاں آٹھ دن ٹھہر کر ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اور دس گھوڑے تھے۔ جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور مدینہ کا انتظام عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا۔

ادھر ابوسفیان بھی پچاس سواروں سمیت دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور "مرّ الظہران" پہنچ کر مَجنّہ کے مشہور چشمے پر پڑاؤ ڈالا' لیکن شروع سے اس پر رعب طاری تھا' چنانچہ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "جنگ اسی وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ جانور چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے لہٰذا میں واپس جا رہا ہوں۔ تم لوگ بھی واپس چلو۔ اس پر پورا لشکر کسی مخالفت کے بغیر واپس ہو گیا۔"

مسلمانوں نے بدر میں ٹھہر کر اپنا سامان تجارت بیچا اور ایک درہم کے دو درہم بنائے' پھر اس شان سے واپس آئے کہ ہر دشمن پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی' چنانچہ ایک سال سے زیادہ گزر گیا اور دشمنوں کو کچھ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی دوران میں ربیع الاول 5 ہجری میں آپ ﷺ ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لیے "دومۃ الجندل" تشریف لے گئے۔ اور یوں ہر چہار جانب امن وامان کا دور دورہ ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام: 2/209,210)

مرّ الظہران: مرّ الظہران یا مرّ ظہران مکہ سے ایک مرحلے کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ اصمعی کے بقول مرّ بستی ہے اور ظہران وادی ہے۔ مرّ میں کئی چشمے اور نخلستان ہیں۔ یہاں اسلم' ہذیل اور غاضرہ قبائل آباد ہیں۔ (معجم البلدان)

❋ ❋ ❋



غزوۂ بدر الآخرہ (بدر ثالثہ)

ذی قعدہ 4ھ

غزوہ ذات الرقاع (محرم 5 ہجری)

غطفان کے قبائل بنومحارب اور بنوثعلبہ نے نجد کے علاقے میں آپ ﷺ سے لڑائی لڑنے کے لیے لشکر اکٹھا کیا۔ رسول اکرم ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے چار سو صحابہ لے کر چلے۔ اس غزوہ کو ''ذات الرقاع'' کہنے کی وجہ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ہم ایک جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ شدت کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹ پر چھ چھ آدمی باری باری سفر کرتے تھے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے قدم زخمی ہو گئے۔ میرے قدم اس قدر زخمی ہو گئے تھے کہ میری انگلیوں کے ناخن بھی جھڑ گئے اور ہم اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھ کر گزارا کرتے تھے' اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا۔''[1] (رِقاع کے معنی کپڑے کی پٹیاں ہیں۔) اس سفر میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

خیبر سے مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو چکے تو سنا کہ بنوانمار' ثعلبہ اور محارب کے بدو اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آپ نے مدینے کا انتظام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپا اور سات سو صحابہ کی معیت میں مدینہ سے دو دن کے فاصلے پر واقع مقام ''نخل'' کا رخ کیا۔ وہاں بنوغطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آئے اور بعض نے بعض کو خوف زدہ کیا' لیکن جنگ نہیں ہوئی۔ نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پھر اللہ نے دشمن کے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس کی جمعیت پراگندہ ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔

اس غزوے کا نام اس لیے ''ذات الرّقاع'' پڑ گیا کہ مسلمانوں کے قدم پیدل چلنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے اور انہوں نے ان پر چیتھڑے لپیٹ لیے تھے۔ چیتھڑوں کو عربی میں ''رقاع'' کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس کی زمین اور پہاڑ مختلف رنگ کے تھے' گویا وہ ''رقاع'' یعنی پیوند تھے۔ (فتح الباری: 7/520 تا 523)

نخل: یہ مدینہ سے دو مرحلوں کے فاصلے پر بنوثعلبہ کی بستی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نجد میں ارض غطفان کا علاقہ ہے' جس کا ذکر غزوہ ذات الرقاع کے سلسلے میں آتا ہے۔ اس نام کا ایک قصبہ مصر کے نواح میں شام کے راستے پر بھی موجود ہے اور بنومُرّہ بن عوف کی بستی کا نام بھی نخل ہے جو مدینہ سے دو راتوں کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان جلد 5)

بنوانمار: یہ عدنانی قبیلہ ہے جو بنولکیز بن افصیٰ بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار کی شاخ ہے۔
(معجم قبائل العرب جلد 1)

---

[1] صحیح البخاری' المغازی' باب غزوة ذات الرقاع' حدیث: 4128

غزوۂ دومۃ الجندل (ربیع الاوّل 5 ہجری)

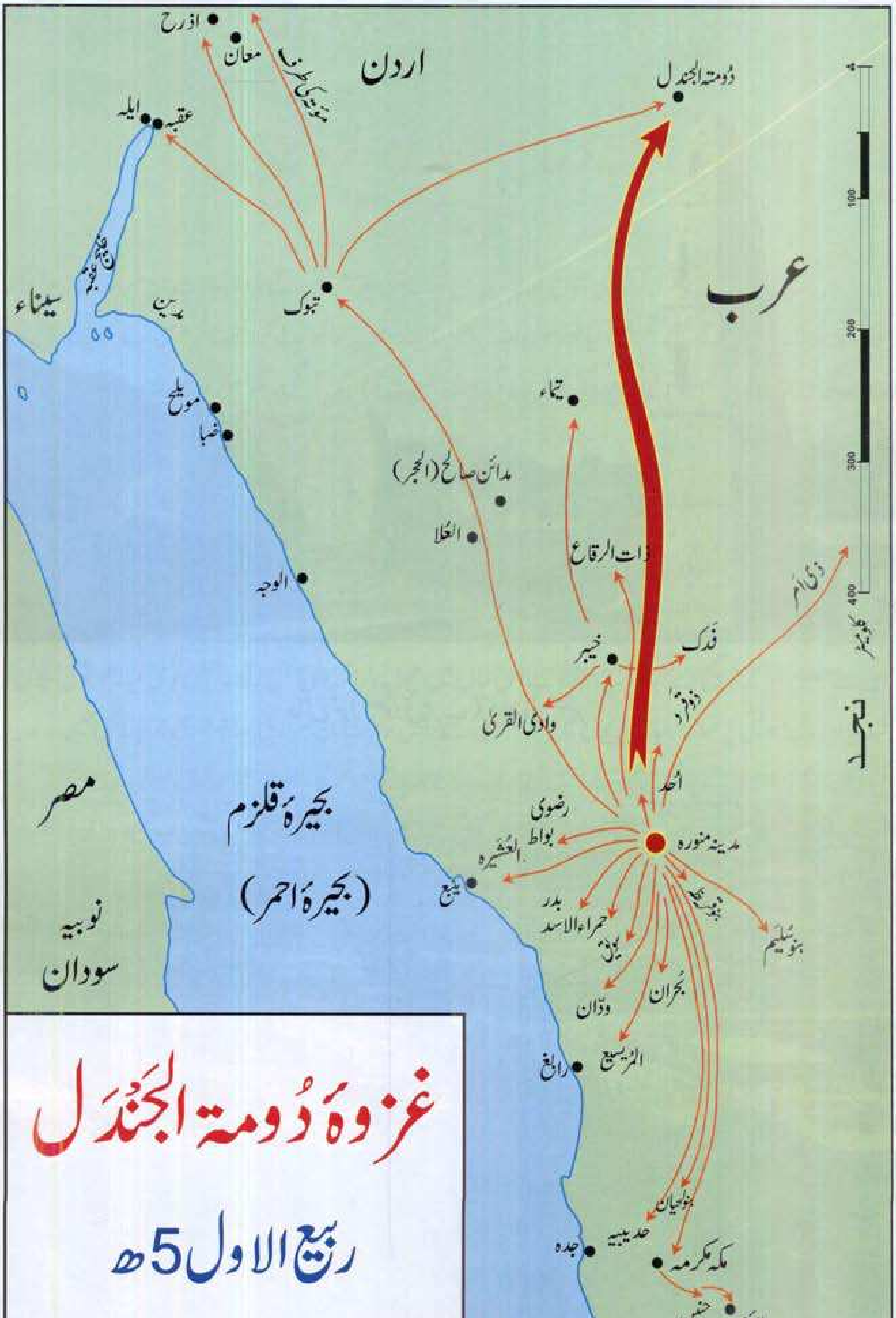
رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ ایک ہزار مسلمان لے کر نکلے۔ جب دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو کفار کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ آپ نے کئی اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے لیکن کہیں مقابلہ نہ ہوا اور سب لشکر واپس آ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ دومۃ الجندل کی طرف ایک ظالم جماعت ہے جس کا کام راہ گیروں کو ستانا اور ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنانا ہے۔ آپ ان کی سرکوبی کے لیے ربیع الاول کی 25 تاریخ کو ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر نکلے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے۔ اس سفر میں آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ جب آپ شر پسندوں کے ٹھکانے پر پہنچے' تو وہاں سوائے بھیڑ بکریوں کے کچھ نہ پایا۔ آپ نے ان کے جانوروں اور چرواہوں پر حملہ کر دیا۔ جو پکڑے گئے' وہ پکڑے گئے۔ باقی جدھر منہ آیا' بھاگ گئے۔ جب اہل دومہ کو اس کی خبر ہوئی' تو وہ بھی منتشر ہو گئے۔ نبی ﷺ نے شہر کے باہر میدان میں ڈیرہ ڈال دیا اور چند دن وہاں قیام کیا۔ آپ نے اطراف وجوانب میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے جو صحیح سلامت واپس آ گئے اور ان میں سے کسی آدمی کا نقصان نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد بخیر وعافیت واپس مدینہ منورہ تشرف لے آئے۔ (مختصر سیرۃ الرسول ص:343)

دومۃ الجندل: یہ سعودی عرب کے صحرائے نفود کبریٰ کے شمال میں واقع ایک تاریخی شہر ہے۔ دومۃ الجندل بذریعہ سڑک تبوک سے ملا ہوا ہے اور تبوک سے تقریباً 400 کلومیٹر دور شمال مشرق میں واقع ہے۔ دومۃ الجندل سے ایک طرف عراقی سرحد پر جدیدہ عرعر تک سڑک جاتی ہے جو وادئ عرصہ سے گزرتی ہے اور دوسری طرف ایک سڑک شمال مغرب میں وادی سرحان سے ہوتی ہوئی اردن کے دارالحکومت عمان تک جاتی ہے۔ (اطلس المملکة العربية السعوديه والعالم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ صِفّین کے بعد دو حَکَم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہیں تحکیم کے لیے جمع ہوئے تھے۔ (المنجد فی الاعلام)



غزوۂ دُومۃ الجَندَل

ربیع الاول 5ھ

دومۃ الجندل (سعودی عرب) میں مسجد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا منارہ



حائل شہر (سعودی عرب) کا فضائی منظر



غزوۂ بنی مُصطلَق (غزوہ مُریسیع)

(شعبان 5ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ خُزاعہ کی شاخ بنوجَذِیمہ بن کعب یعنی بنومصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا تو رسول اللہ ﷺ سات سوصحابہ ساتھ لے کر نکلے۔ مُریسیع کے کنویں پر کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی اور فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ کافروں کی پوری جمیعت قابو میں آ گئی۔ کیا مرد کیا عورت! اونٹ بکریاں مال غنیمت بن گئیں۔

اضافی توضیحات وتشریحات

قبیلہ خزاعہ کے لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے' مگر بنومصطلق' قریش کے طرفدار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جنگ کی تیاری کررہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس خبر کی تحقیق کے لیے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان سے معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے' لہٰذا آپ ﷺ نے اس حال میں چھاپہ مارا کہ وہ غافل تھے۔ بعض کو قتل کیا۔ عورتوں' بچوں کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کرلیا۔ قیدیوں میں بنومصطلق کے رئیس حارث بن ضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں۔ مدینہ آ کر ان کے اسلام لانے پر نبی ﷺ نے انہیں آزاد کرکے ان سے شادی کرلی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنومصطلق کے ایک سوگھرانے جو مسلمان ہو چکے تھے' آزاد کردیے اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال کے لوگ ہیں۔ اس جنگ کے دوران میں دو حادثے پیش آئے۔

عبداللہ بن ابی کی فتنہ پردازی: ایک مہاجر اور ایک انصاری میں ''مُریسیع'' کے چشمہ پر پانی کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے آواز لگائی: ''اے انصار کے لوگو!'' اس پر مہاجر نے آواز لگائی: اے مہاجرو!'' یہ سن کر طرفین کے لوگ جمع ہو گئے' لیکن رسول اللہ ﷺ نے سبقت کی اور فرمایا: ''میں تمہارے اندر ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جارہی ہے! اسے چھوڑ دو' یہ بدبودار ہے۔'' چنانچہ لوگ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔

منافق عبداللہ بن اُبی کو جب خبر ہوئی تو اس نے نبی ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں ہرزہ سرائی کی اور کہا: ''عزت والا' ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔'' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی ﷺ تک پہنچادی۔ عبداللہ بن ابی سے پوچھا گیا تو اس نے قسم اٹھا کر انکار کردیا۔ عبداللہ بن ابی کے ہم نام بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جب تک نبی ﷺ اجازت نہیں دیں گے' میرا باپ مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نبی ﷺ نے کہلوا بھیجا کہ اجازت دے دو۔ (صحیح بخاری' حدیث: 3518)

واقعہ ٔ افک: غزوہ بنو مصطلق سے واپسی کے دوران میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے باہر گئیں تو ان کا ہار گم ہوگیا۔ اسے تلاش کرتے ہوئے انہیں تاخیر ہوگئی اور قافلہ بے خبری میں انہیں پیچھے چھوڑ گیا۔ ایک صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے تاکہ اہل لشکر کی گری ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھالیں' انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لشکر سے پیچھے رہ گئی ہیں تو انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھا کر سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے۔

منافقین کو موقع مل گیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بہتان طرازیاں شروع کردیں۔ منافقین کا پروپیگنڈہ اتنا زوردار تھا کہ کئی مخلص مسلمان بھی اس کی زد میں آگئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کرکے انہیں سرخرو اور منافقین کو روسیاہ کردیا۔ سورۃ النور کی آیات 11 تا 26 اِفک (بہتان طرازی) کے اسی واقعے سے متعلق ہیں۔ (تلخیص حدیث صحیح بخاری: 2661)

مُریسیع: ''قدید'' کے اطراف میں ساحل کے قریب ''مریسیع'' نامی ایک چشمہ ہے۔

''قُدَید'': مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن الکلبی کہتے ہیں جب تبع یمن لڑائی کے بعد مدینہ سے لوٹا تو قدید میں ٹھہرا۔ اس وقت بڑی تیز ہوا چلی جس نے اس کے ساتھیوں کے خیمے پھاڑ دیے۔ اس وجہ سے اس جگہ کا نام قُدَید پڑ گیا۔ (معجم البلدان: 4/313)

بنو مصطلق: مصطلق' جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ کا لقب ہے۔ اس کی اولاد کو بنو مصطلق کہتے ہیں اور یہ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ (فتح الباری: 7/536)

❋ ❋ ❋

غزوۂ بنو مُصطَلق (خزاعہ کی شاخ)

غزوۂ مُریسیع (شعبان 5ھ)

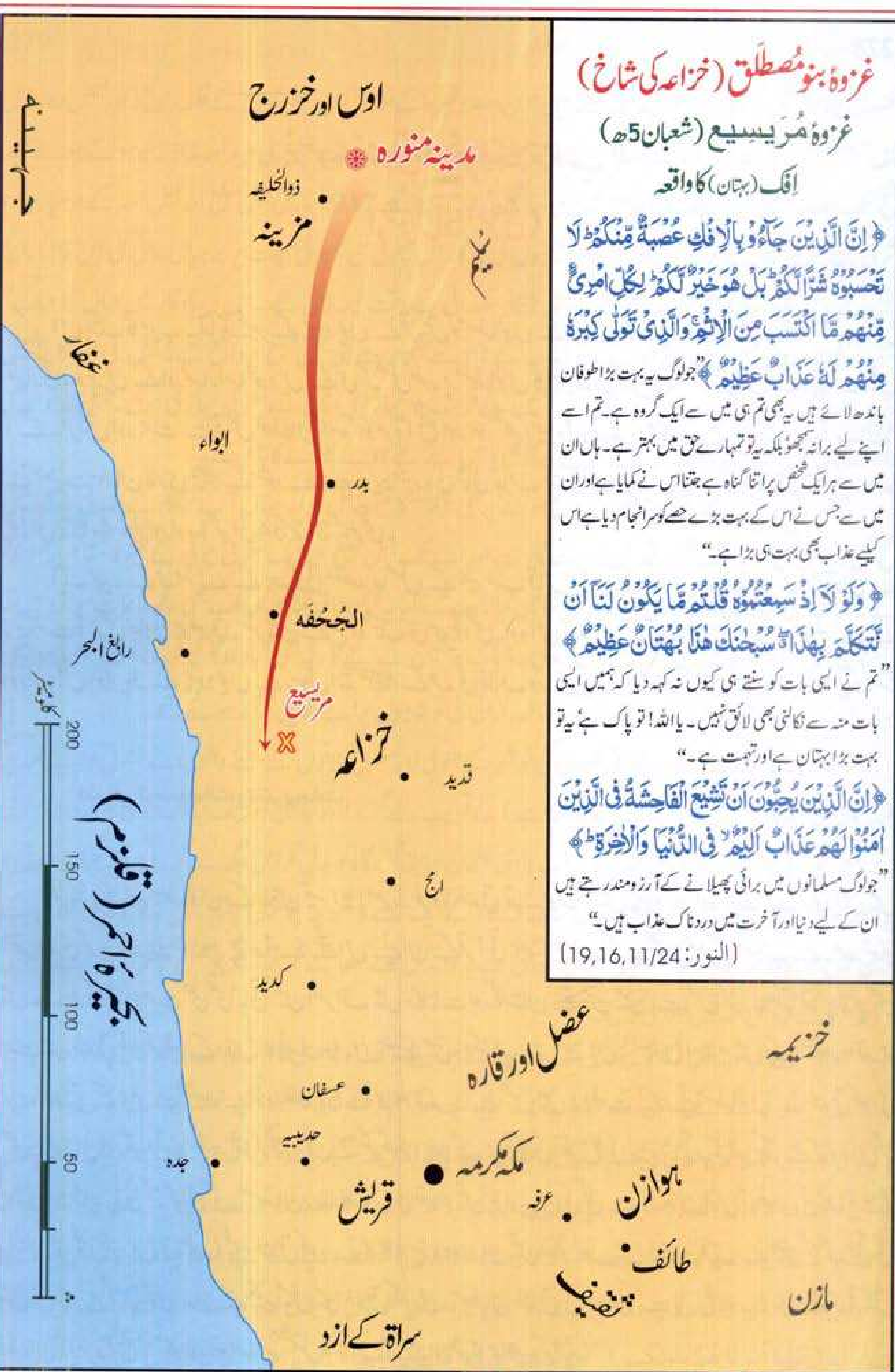
اِفک (بہتان) کا واقعہ

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴾ "جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کیلیے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔"

﴿ وَ لَوۡ لَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِہٰذَا ٭ۖ سُبۡحٰنَکَ ہٰذَا بُہۡتَانٌ عَظِیۡمٌ ﴾ "تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔"

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ ﴾ "جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔"

(النور: 19,16,11/24)



غزوۂ خندق (غزوۂ احزاب)

(شوال 5 ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ خیبر کے یہودیوں نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ کہنے لگے: ''ہم ہر طرح تمہاری مدد کریں گے اور تمہارا ساتھ دیں گے حتی کہ مکمل طور پر مسلمانوں کا استیصال کر دیں۔'' قریش ان کے بہکاوے میں آ گئے۔ قریش اور بہت سے قبائل غطفان، اسد، بنو مرہ، اشجع اور بنو سُلیم وغیرہ مل کر مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینہ منورہ کی شمالی جانب خندق کھود لی جس کی لمبائی 5544 میٹر اور اوسط چوڑائی 4.62 میٹر اور اوسط گہرائی 3.234 میٹر تھی۔

ایک مہینہ کے محاصرے کے بعد کوئی مقصد حاصل کیے بغیر سب قبائل اٹھ گئے۔ فوری سبب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی چلائی جو صرف مشرکین کے پڑاؤ تک ہی محدود تھی۔ وہ اس آندھی سے بہت گھبرا گئے۔ اس محاصرے کے دوران میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد کی خلاف ورزی کی اور بغاوت کر دی جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین تیسرا بڑا معرکہ غزوۂ خندق تھا۔ چونکہ قریش، یہود خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اس لیے ان کے قرآنی نام ''احزاب'' سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے۔ عہد نبوی میں مدینے کی شمالی سمت کھلی تھی، باقی تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے جن میں سے دشمن گزر نہ سکتا تھا' چنانچہ کھلی سمت میں خندق کھود کر شہر کے دفاع کا فیصلہ ہوا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''تاریخ اسلام میں ایک مشہور واقعہ جو غزوہ خندق کے نام سے مشہور ہے' ذوالقعدہ 5ھ کا محاصرۂ مدینہ ہے۔ جس میں مدافعت کے لیے مسلمانوں نے خندق کھودی تھی۔ چوڑائی اور گہرائی کا مؤرخ ذکر نہیں کرتے' مگر گھوڑا اچھلانگ نہ سکنے کی تصریح کی بنا پر شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دس گز چوڑی اور شاید پانچ گز گہری تھی۔ مسلمان رضا کاروں کی تعداد تین ہزار بیان کی گئی ہے اور ہر دس دس آدمیوں کی جماعت کو چالیس چالیس ذراع (ہاتھ) لمبی خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔ ان تین سو ٹولیوں میں سے ہر ایک نے بیس گز کھدائی کی' یعنی کل 6 ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی۔ مسلمان خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قریش' غطفان' بنو مرہ' اشجع' سُلیم اور بنو اسد پر مشتمل احزاب آ پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔''

خندق کی حفاظتی تدابیر: ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ابن سعد وغیرہ کے مطابق دیار بنی حارثہ کے قلعہ رائج (اور بعض روایتوں میں آطام شیخین) سے جبل ذباب تک کا حصہ مہاجرین کے سپرد ہوا اور وہاں سے جبل بنی عبید اور مذاد سے ہوتے ہوئے مسجد فتح تک انصار متعین کیے گئے۔ (آطام شیخین کی جانشین مسجد شیخین مجھے 1947ء میں جبل سلع اور جبل احد کے درمیان حرہ شرقی کے مغربی کنارے پر نظر آئی اور شاید دو گڑھیوں کی یادگار اس چھوٹی سی مسجد کی چھت پر برجیاں بنائی گئی ہیں' غالباً رائج اس کے پاس ہی ہوگا) جبل ذباب پر رسول اللہ ﷺ کھدائی کے وقت خیمہ زن تھے۔ اس کی یادگار میں وہاں "ذوباب" یعنی دروازے والی مسجد تعمیر ہوئی جواب تک ذُباب کے نام سے مشہور ہے اور جبل سلع پر واقع ہے۔ جبل بنی عبید کا پتا نہیں چل سکا۔ گمان ہوتا ہے کہ یہ حرہ غربی میں مسجد قبلتین کے قریب دو پہاڑیوں میں سے مغربی پہاڑی ہوگی۔ جبل مذاد میری دانست میں جبل سلع کے مغرب کی ہلالی شکل کی پہاڑی یا اس سے ملے ہوئے ٹیکرے کا نام ہے۔

مسجد فتح وہ مقام ہے جہاں محاصرہ شروع ہونے پر نبی ﷺ کا خیمہ منتقل ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں فتح کی دعا کی تھی۔ یہ ایک مشہور قدیمی زیارت گاہ ہے اور اب تک جبل سلع کی ایک مغربی چوٹی کے محفوظ مقام پر موجود ہے۔ ذباب' بنی عبید' مذاد اور مسجد فتح ایک مربع سا بن جاتا ہے۔ غالباً یہ آباد علاقہ تھا' یہاں اب بھی کچھ باغات موجود ہیں۔ عام فوج اس محفوظ علاقے میں خیمہ زن ہوئی ہوگی۔ ذباب و شیخین کے نیچے کا رقبہ بھی آباد ہوگا کیونکہ 1945ء و مابعد میں یہاں ایک بڑے شفاخانے کی تعمیر کے لیے جگہ صاف کرائی گئی تو بیسیوں پرانے کنویں برآمد ہوئے تھے۔

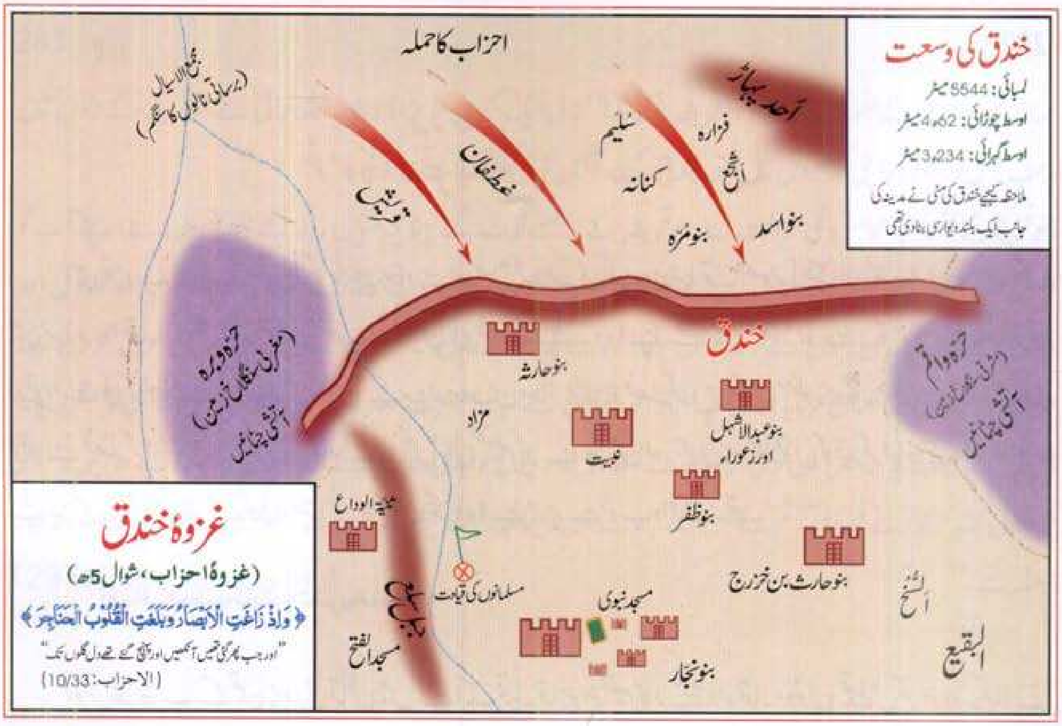
واقدی نے لکھا ہے کہ جب خندق کھودی گئی تو شہر کے جنوبی اور مغربی علاقوں کے بسنے والوں نے خندق کو اپنے طور پر عہد نبوی کی عیدگاہ (مصلیٰ' جہاں اب مسجد غمامہ ہے) کے قریب سے گزارا اور خاصی دور تک قباء کے رخ بڑھا دیا۔ مطری نے التعریف (تاریخ مدینہ) میں لکھا ہے کہ اب وادی بطحان سابقہ گزرگاہ کو بدل کر اس جگہ سے گزرتی ہے جہاں خندق کا یہ حصہ کھودا گیا تھا۔ اس سے وادی بطحان کی سابقہ گزرگاہ کے ایک حصے کا اگرچہ پتا نہیں چلتا' لیکن مذکورہ ذیلی خندق کے تعین میں موجودہ گزرگاہ سے معقول رہنمائی ہوسکتی ہے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ قباء میں بعض قبائل نے اپنے قلعوں (آطام) کے گرد بھی خندقیں کھود لی تھیں۔

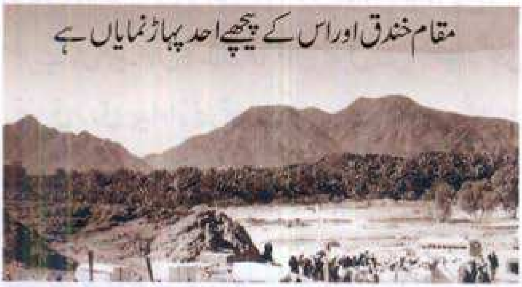
محاصرین کا زور نہ چل سکا تو یہود خیبر نے مدینے کے بنوقریظہ کو ننگ و ناموس کا واسطہ دے کر غداری پر آمادہ کرلیا اور وہ حملے کی تیاری کرنے لگے۔ اس کے سدباب کے لیے ایک نومسلم (نعیم بن مسعود اشجعی غطفانی) نے' جس کے اسلام لانے کی خبر ابھی تک پھیلی نہ تھی' ایک چال چلی۔ انہوں نے پہلے بنوقریظہ کو سمجھایا کہ جنگی اقدام سے پہلے قریش سے یرغمال حاصل کرلو کہ وہ ادھوری جنگ چھوڑ کر نہ چلے جائیں' ورنہ تم تنہا محمد ﷺ کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ پھر قریش کے پڑاؤ میں جا کر مشہور کیا کہ بنوقریظہ نے محمد ﷺ سے ساز باز کرلی ہے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لیے وعدہ کیا ہے کہ قریش کے چند سرداروں کو پکڑ کر نبی ﷺ کے سپرد کردیں گے۔ پھر یہی خبر اسلامی لشکر میں پھیلائی اور کسی کے دریافت کرنے پر نبی ﷺ نے فرمایا: (لَعَلَّنَا اَمَرْنَا هُمْ بِذٰلِکَ) "ہوسکتا ہے ہم نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہو۔" اس کی اطلاع بھی قریش کے پڑاؤ

تک پہنچی تو دشمنوں میں باہمی غلط فہمیاں پختہ ہوگئیں اور بنو قریظہ و قریش کے تعاون کے امکانات ختم ہو گئے۔

اس اثنا میں دشمن کا سامان رسد ختم ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان پر سخت آندھی بھیجی جس سے ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے' سردی بڑھ گئی' شدید طوفانی ہوائیں چلنے لگیں۔ تب قریش اور ان کے ساتھی قبائل مایوسی کے عالم میں محاصرہ اٹھا کر واپس چل دیے اور مطلع صاف ہو گیا۔

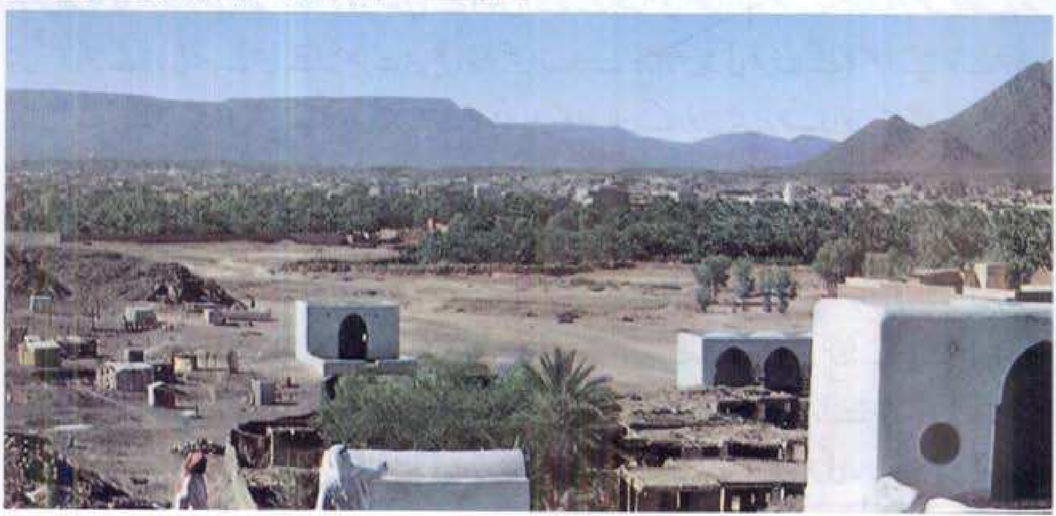
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد:9' ص:6 تا 10)





مقام خندق اوراس کے پیچھے احد پہاڑ نمایاں ہے

سلع پہاڑ کا ایک رخ: یہیں جنگ خندق کے موقع پر فوجی ہیڈکوارٹر تھا جہاں مسجد فتح تعمیر کی گئی اور مسجد ابوبکر، مسجد علی اور مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بھی نمایاں ہیں



غزوۂ بنوقُریظہ (ذوالقعدہ 5ہجری)

اس غزوے کا سبب بنوقریظہ کو علانیہ بغاوت اور صریح بدعہدی کی سزا دینا تھا۔ خصوصاً جبکہ ان کا یہ جرم دوران جنگ میں سرزد ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر ان کی طرف چلے۔ وہ اپنے قلعے میں محصور ہوگئے۔ آخر کار تنگ آکر خود درخواست کی کہ ہمارے بارے میں اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا: ”ان کے مرد قتل کر دیے جائیں، مال تقسیم کر لیے جائیں اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور غلام بنا لیے جائیں۔“ بنوقریظہ نے کوئی اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ اپنے جرم سے خوب واقف تھے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

بنوقریظہ، یثرب کے تین یہودی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا جو بنونضیر کا رشتے دار تھا۔ دونوں قبیلے مل کر بنودریہ کہلاتے تھے۔ یہ دوسرے یہودیوں کے مقابلے میں خاصی مدت بعد یثرب میں آباد ہوئے۔ بنوقریظہ کی دو شاخیں تھیں: بنوکعب اور بنوعمرو۔ وہ شہر سے باہر جنوب کی طرف وادی مہزور میں اپنے ہم نسب قبیلے ہدل کی معیت میں رہتے تھے۔ ان کے شمال مغرب میں قبیلہ اوس کا علاقہ تھا، شمال مشرق میں بنوعبدالاشہل کا اور مشرق میں الحرّہ واقع تھا۔ قریظہ، جو زمینوں کے مالک تھے، اپنی زرعی پیداوار، نیز تجارت کی بدولت بڑی فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی مدینے میں تشریف آوری کے وقت ان میں 750 سپاہی تھے اور ان کے پاس ہتھیاروں اور زرہوں کے بڑے ذخیرے موجود تھے۔
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16/2 صفحہ: 110)

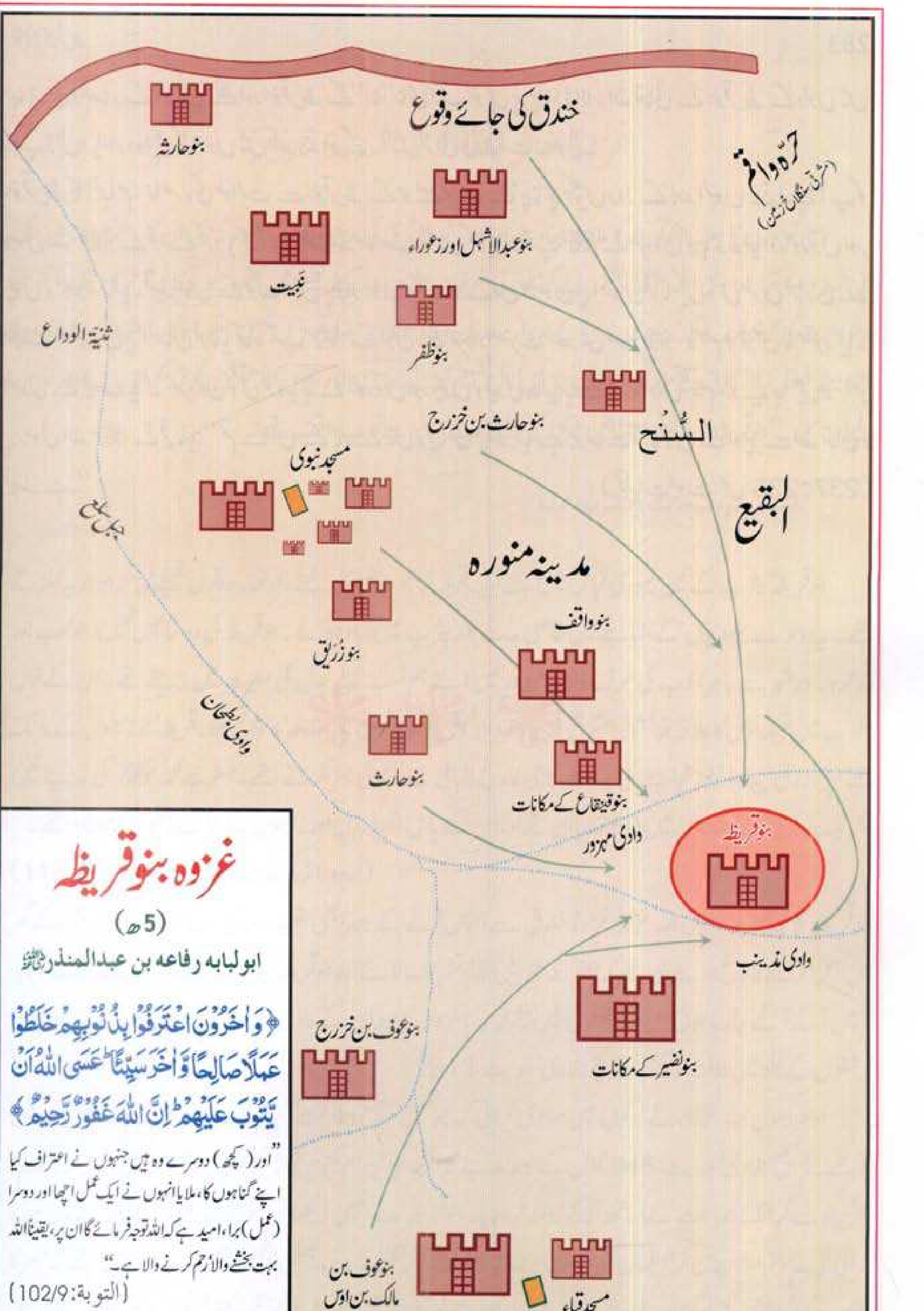
بنوقریظہ کا محاصرہ: رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس آنے کے بعد ابھی ہتھیار اور کپڑے اتار کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بنوقریظہ کی طرف نکلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ”میں آگے آگے جا رہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔“ اور یہ کہہ کر وہ فرشتوں کے جلو میں روانہ ہوگئے۔ (صحیح بخاری، حدیث: 2813)

ادھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں منادی کرائی کہ جو شخص ”سمع وطاعت“ پر قائم ہے، وہ عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھے۔ (صحیح بخاری، حدیث: 946) اس کے بعد مدینے کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کا پھریرا دے کر ایک جماعت کے ساتھ آگے روانہ فرما دیا۔ بنوقریظہ نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی۔ ادھر اعلان سن کر مسلمان بھی جھٹ پٹ تیار ہوئے اور نکل پڑے۔ بعض لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا، چنانچہ کچھ لوگوں نے وہیں نماز پڑھ لی اور کچھ لوگوں نے بنوقریظہ پہنچنے تک مؤخر کی۔ رسول اللہ ﷺ بھی

مہاجرین وانصار کے جلو میں نکلے اور بنوقریظہ کے ''انا'' نامی ایک کنویں پر پڑاؤ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہوگئے۔ انہیں لڑائی کی جرأت نہ ہوئی۔

بنوقریظہ کا انجام: محاصرہ کی طوالت سے بنوقریظہ کے حوصلے ٹوٹ گئے' چنانچہ پچیس روز کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردیا کہ آپ جو فیصلہ مناسب سمجھیں کریں۔ آپ ﷺ نے مردوں کو باندھ لیا اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کرلیا۔ قبیلہ اوس کے لوگ عرض پرداز ہوئے کہ ہمارے ان حلیفوں پر احسان فرمائیں جس طرح خزرج کے حلیف بنوقینقاع پر احسان فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حَکَم (قاضی) مقرر کیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ ''مردوں کو قتل کردیا جائے' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور اموال تقسیم کردیے جائیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں ویسا ہی فیصلہ کیا ہے' جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' (تجلیات نبوت: ص: 235 تا 237)

❋ ❋ ❋



غزوہ بنوقریظہ

(5ھ)

ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

"اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انہوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

(التوبۃ: 9/102)

سریّہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
قُرَطاء کی طرف (10 محرم 6ہجری)

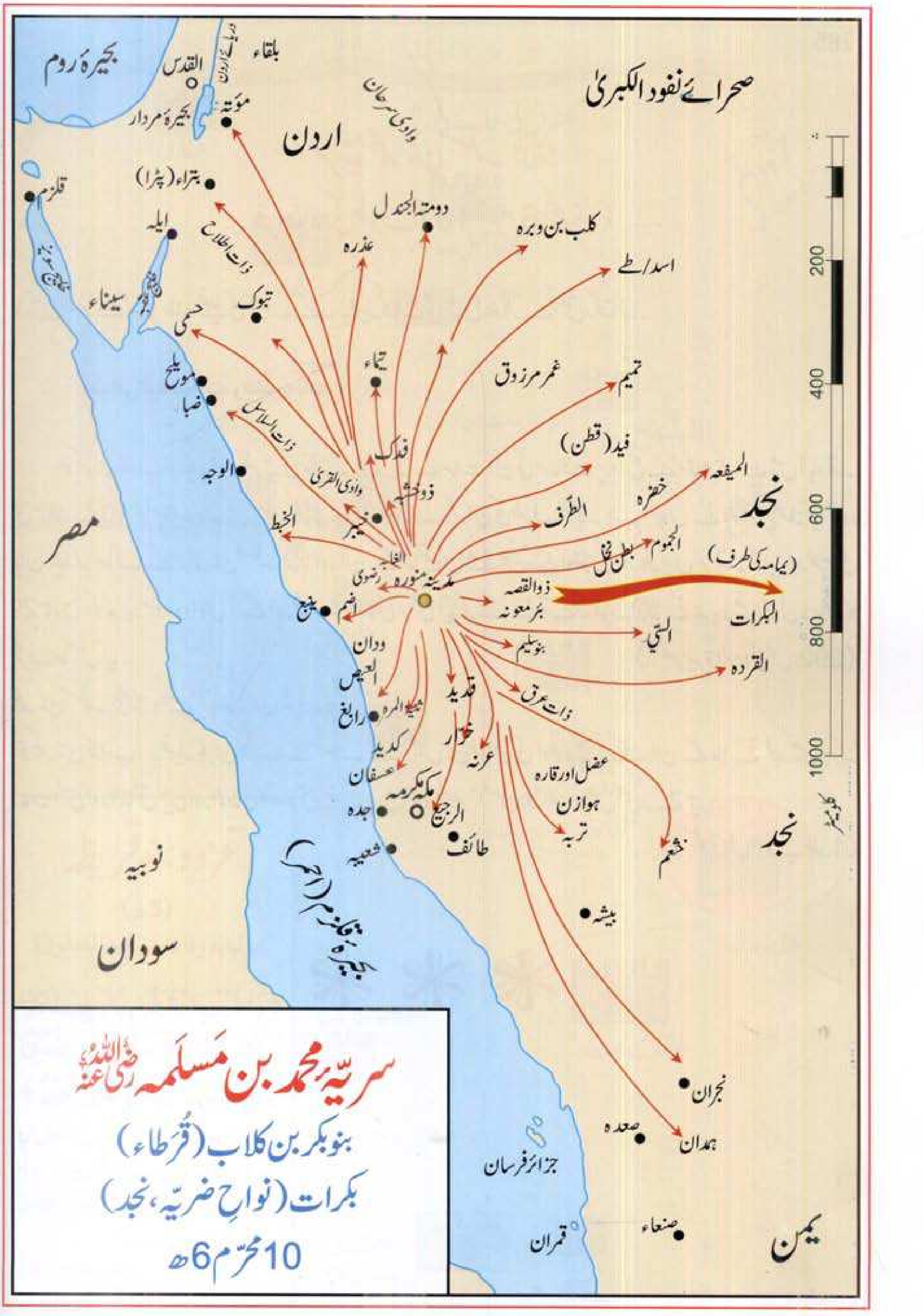
وہ تیس سوار لے کر قُرَطاء قبیلے کی طرف گئے۔ یہ قبیلہ کلاب کی شاخ بنوبکر سے تعلق رکھتا تھا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

بنوبکر بن کلاب کا ایک قبیلہ ضریّہ کی جانب، جو مدینہ سے سات دن کی مسافت پر واقع ہے، مقام بکرات میں آباد تھا۔ نبی ﷺ نے 10 محرم 6ھ کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو 30 سوار دے کر ان کی طرف بھیجا۔ جب انہوں نے بنوبکر پر حملہ کیا تو وہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان کے اونٹوں اور بکریوں پر قبضہ کرلیا اور محرم کی 29 تاریخ کو مدینہ منورہ واپس آگئے اور ثمامہ بن اثال کو بھی قید کر کے لے آئے۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول ص:292)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے "کعب بن اشرف کا قتل"

بنوبکر بن کلاب: یہ قبیلہ بکر بن کلاب سے منسوب ہے جو قیس بن عیلان کی اولاد میں تھے۔ ان کے علاقے نجد میں ہرکنۃ، وعامۃ السی اور الفالق ہیں اور المطالی، المضاجع، ضریّہ کی چراگاہ، الحضر، احسن اور الہردہ میں بھی رہتے ہیں۔
(معجم قبائل العرب جلد 1)



سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

بنو بکر بن کلاب (قُرطاء)

بکرات (نواحِ ضریّہ، نجد)

10 محرّم 6ھ

غزوۂ بنی لحیان (ربیع الاوّل 6 ہجری)

عَضَل اور قَارَہ قبیلوں کے کچھ لوگوں نے غدر کرتے ہوئے چھ اصحاب رسول ﷺ کو قتل کر دیا تھا۔ یہ واقع رجیع کنویں پر پیش آیا تھا۔ یہ کنواں بنو ہذیل کا تھا اور حجاز کے علاقے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ دو سو مسلمانوں کو لے کر رجیع پہنچے لیکن دونوں قبیلوں کے لوگ ڈرتے ہوئے بچنے کے لیے دوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی عسفان میں فروکش ہو گئے تاکہ قریش کو پتہ چل جائے کہ آپ مکہ کے اتنے قریب آ چکے ہیں، نیز ان پر مسلمانوں کی قوت اور جرأت واضح ہو جائے۔

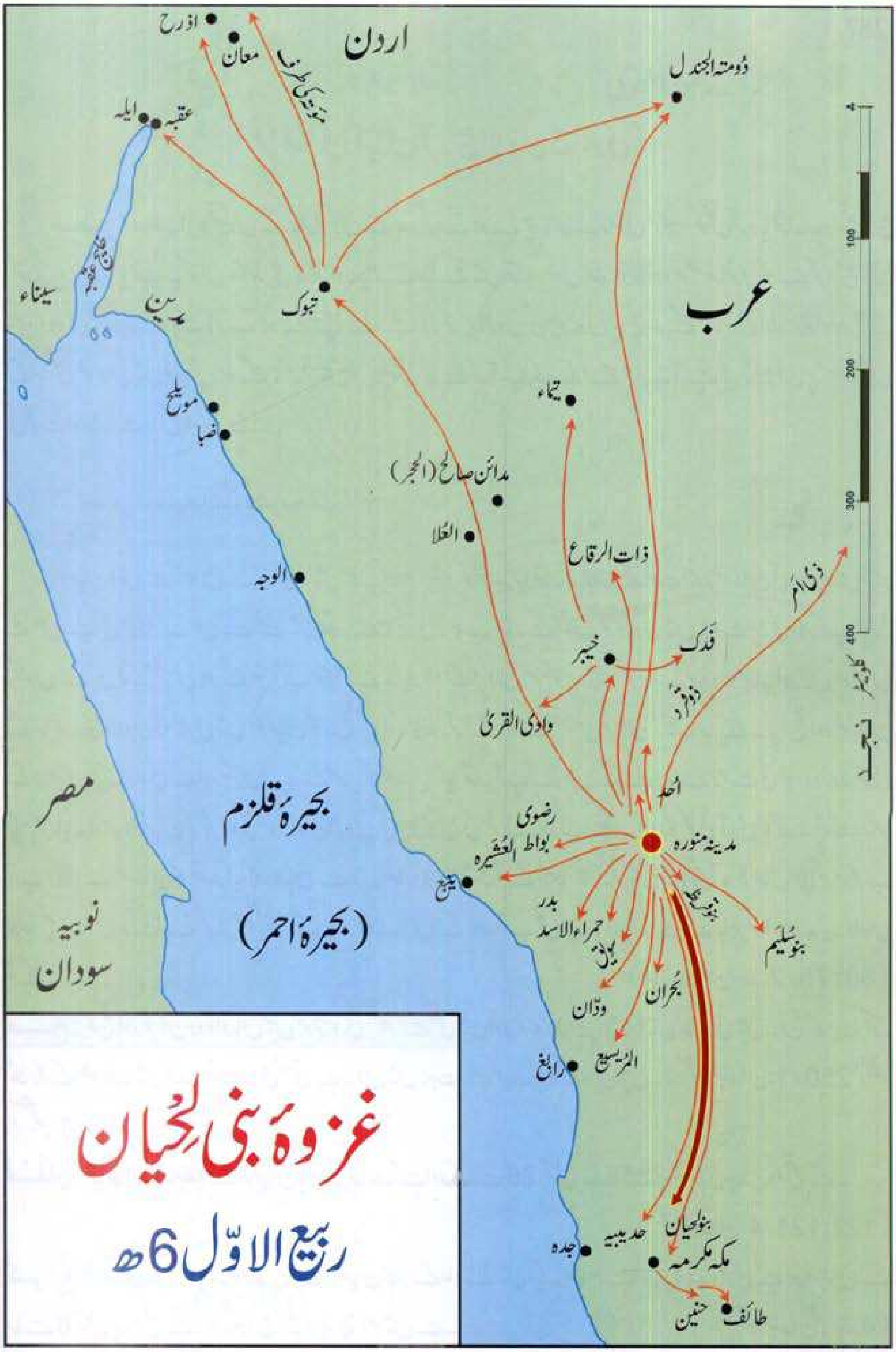
اضافی توضیحات وتشریحات

بنولحیان وہی تھے جنہوں نے ''رجیع'' میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا تھا۔ یہ حجاز کے بہت اندر عُسفان کی حدود میں آباد تھے، اس لیے نبی ﷺ نے ان سے نمٹنے میں قدرے تاخیر کی۔ جب کفار کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ گئی اور آپ ﷺ دشمنوں سے کسی قدر مطمئن ہو گئے، تو آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپ کر دو سو صحابہ اور بیس گھوڑوں کے ساتھ ربیع الاول 6 ہجری میں بنولحیان کا رخ کیا اور یلغار کرتے ہوئے ''بطن غُران'' تک جا پہنچے۔ یہ اَمَج اور عُسفان کے درمیان ایک وادی ہے اور یہیں آپ کے صحابہ کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اور دو روز یہیں قیام فرمایا۔ ادھر بنولحیان کو خبر ہو گئی اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ ان کا کوئی آدمی ہاتھ نہ آسکا۔ پھر آپ ﷺ نے عُسفان کا قصد کیا اور وہاں سے دس سواروں کا دستہ آگے بھیجا، تاکہ قریش ان کی آمد کا حال سن کر مرعوب ہو جائیں۔ اس دستے نے کُراعُ الغَمیم تک چکر لگایا۔ اس کے بعد آپ کل چودہ دن مدینہ سے باہر گزار کر مدینہ واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/78 تا 80)

اَمَج: اَمَج اور غُران دو وادیاں ہیں جو حرہ بنی سُلَیم سے نکلتی ہیں اور سمندر (بحیرۂ احمر) میں جا گرتی ہیں۔ اَمَج، مدینہ (اور مکہ) کے اطراف میں ایک بہت بڑی بستی ہے۔ اس میں بہت سے کھیت اور کھجوریں ہیں۔ (معجم البلدان: 1/250، معجم ما استعجم: 1/190)

عُسفَان: یہ مکہ اور جُحفہ کے درمیان پانی کا گھاٹ ہے اور مکہ سے 36 میل کے فاصلے پر تہامہ کی حد پر واقع ہے۔ (معجم البلدان: 4/121، 122)

کُراعُ الغَمیم: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان حجاز کے علاقے میں ایک مقام ہے اور یہ ایک وادی ہے جو عُسفان کے سامنے 8 میل پر واقع ہے۔ اور کُراعُ رَبّہ دیار جذام میں ہے۔ (معجم البلدان۔ جلد 4)



غزوۂ بنی لحیان

ربیع الاوّل 6ھ

غزوۂ ذی قرد (الغابہ)

(ربیع الاوّل 6 ہجری)

عُیَیْنَہ بن حِصن فزاری غطفان کے کچھ سواروں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی حاملہ اونٹنیاں بھگا کر لے گیا جو مدینہ منورہ سے باہر "غابہ" میں چر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ پانچ سو ساتھیوں کو لے کر ان کے پیچھے چلے' نتیجتاً اونٹنیاں ان سے چھڑالی گئیں۔ آپ نے ذی قرد تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

نبی ﷺ نے اپنے اونٹ "اُحد" کے اطراف میں غابہ کے اندر چرنے کے لیے بھیج رکھے تھے۔ ان کے ساتھ آپ ﷺ کا غلام رَباح' اونٹوں کا چرواہا اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی تھا۔ اچانک عُیَینہ فزاری نے اونٹوں پر چھاپا مارا اور چرواہے کو قتل کر کے سارے اونٹ ہانک لے گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا رباح کو دیا کہ وہ جلدی سے مدینہ جا کر حادثے کی اطلاع دیں اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف چہرہ کیا اور تین بار نہایت بلند آواز سے پکارا: (یا صباحاہ!) "ہائے صبح کا حملہ!"

پھر حملہ آوروں کے پیچھے چل نکلے۔ غرض وہ فزاریوں پر مسلسل تیر برساتے اور انہیں زخمی کرتے رہے۔ جب دشمن کا کوئی سوار پلٹ کر آتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں بیٹھ جاتے اور تیر مارتے۔ دشمن پہاڑ کے ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے تو یہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور ان پر پتھر لڑھکانے لگے۔ یوں ان کا پیچھا کیے رکھا' یہاں تک کہ انہوں نے سارے اونٹ چھوڑ دیے' لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی ان کا پیچھا کیے رکھا اور تیر مارتے رہے' یہاں تک کہ بوجھ کم کرنے کے لیے دشمنوں نے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیے۔ اس دوران میں نبی ﷺ اور دیگر صحابہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ سب پیاسے تھے۔ اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں ان کے جانوروں سمیت ان کی گردنیں پکڑ لاؤں۔"

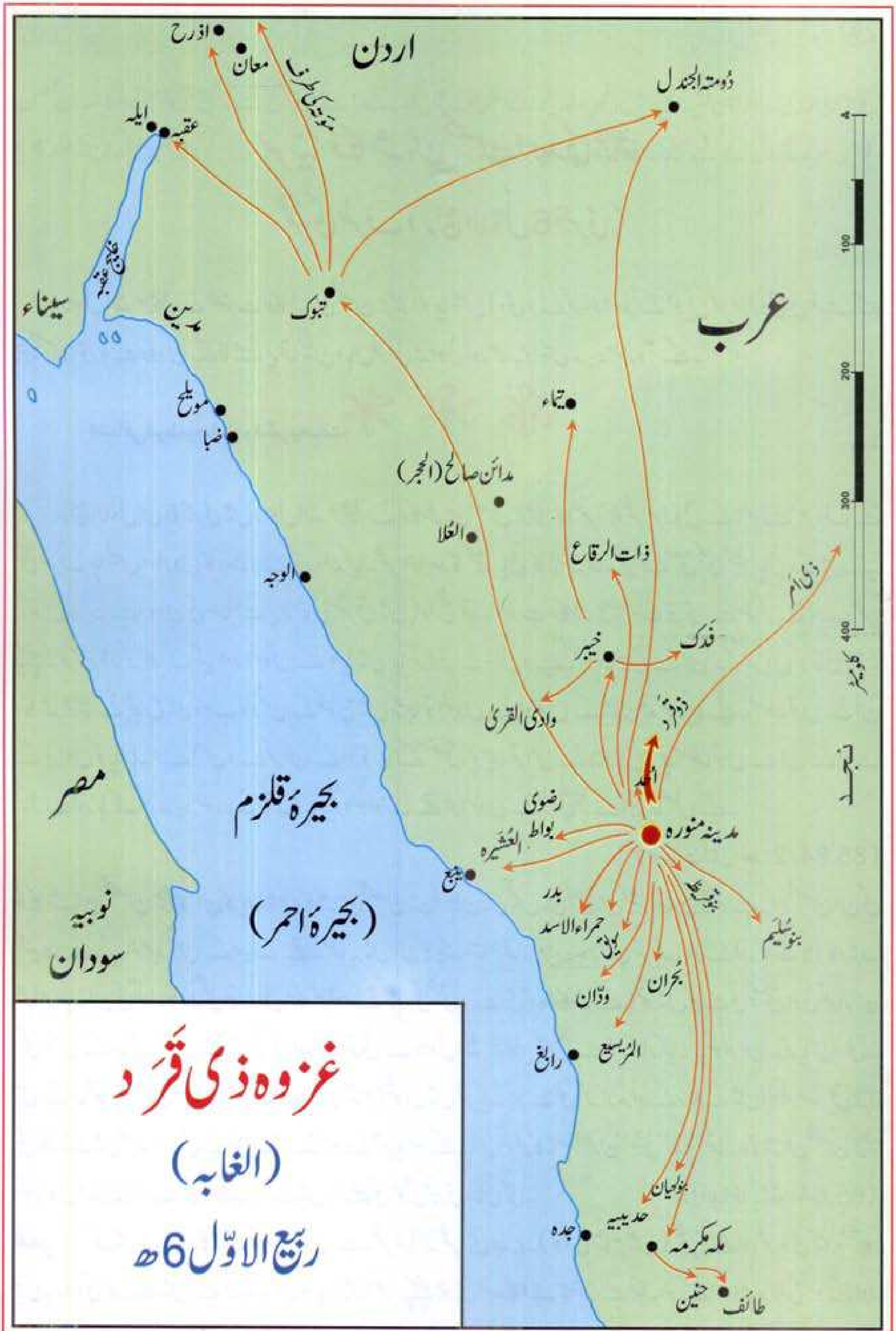
آپ ﷺ نے فرمایا: "اکوع کے صاحبزادے! تم قابو پا گئے۔ اب نرمی برتو۔" (بخاری حدیث نمبر 4194' البدایۃ والنہایۃ: 2/154,151)

ذی قَرَد: یہ مدینہ اور خیبر کے درمیان مدینے سے دو راتوں کے فاصلے پر ایک چشمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس طرف عُیَینہ کی تلاش میں گئے تھے جب وہ آپ ﷺ کے اونٹ ہانک لے گیا تھا۔ قَبِیصہ کی حدیث (صحیح بخاری) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اونٹ ذی قَرَد میں تھے جنہیں غطفانی ہانک لے گئے تھے اور یہ غلط ہے کہ وہ مدینے کے قریب غابہ (جنگل) میں تھے۔ اور محمد بن موسیٰ خوارزمی کہتے ہیں: غزوۂ غابہ ہی غزوۂ ذی قرد ہے جو 6ھ میں پیش آیا۔ (معجم البلدان۔ جلد 4)

سَلَمہ بن اَکوَع رضی اللہ عنہ: سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو قمعہ کی ایک شاخ بنو اسلم سے تھا۔ یہ قبیلہ مرّ الظہر ان اور اس کے قرب وجوار میں آباد تھا۔ وہ 6ھ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آ بسے۔ حُدیبیہ کی پہلی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر ہدایت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے قافلے کی نگرانی کی۔ وہ بیعت رضوان میں اپنے قبیلے سمیت شریک تھے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سلمہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز دوڑتے تھے۔ انہوں نے غزوۂ خیبر، حنین وطائف اور دیگر غزوات میں دادِ شجاعت دی۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو شہادت عثمانی رضی اللہ عنہ کا اس قدر صدمہ پہنچا کہ وہ مدینہ منورہ میں سکونت ترک کر کے رَبذہ میں جا بسے۔ وہ 74ھ میں مدینہ منورہ واپس آئے اور چند دن بعد وفات پائی۔

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے 40 جاں نثار۔ طالب ہاشمی)

❋ ❋ ❋


غزوہ ذی قرد
(الغابہ)
ربیع الاوّل 6ھ
اردن
اذرح
معان
ایلہ
عقبہ
تبوک
دومۃ الجندل
عرب
سیناء
مدین
تیماء
مدائن صالح (الحجر)
العلا
الوجہ
ضبا
ذات الرقاع
خیبر
فدک
وادی القریٰ
ذی امر
مدینہ منورہ
رضوی
بواط
العشیرہ
ینبع
بدر
حمراء الاسد
بنو سُلیم
بُحران
ودّان
الرجیع
رابغ
بنولحیان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
مصر
نوبیہ
سودان
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
100
200
300
400

سریّۂ عُکاشہ بن مِحصَن اسدی رضی اللہ عنہ غَمر کی طرف (ربیع الاوّل 6 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس آدمی دے کر بنواسد کے کنویں غمر مرزوق کی طرف بھیجا جو مدینہ منورہ سے دودن کے فاصلے پر تھا لیکن وہاں لڑائی نہ ہوئی اور صحابہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

ربیع الاول سن 6 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو الغَمر ' جو غمرِ مرزوق کے نام سے معروف ہے' کی طرف چالیس سواروں کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ غمر بنواسد کا کثیر پانی کا چشمہ تھا۔ غمر کے معنی بھی کثیر پانی کے ہیں۔ یہ کنواں مدینہ سے دودن کی مسافت پر (شمال مشرق میں) واقع تھا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بہت تیزی سے سفر کرتے ہوئے غمر پہنچے۔ دشمن ڈر کر بھاگ گیا اور انہوں نے علیا میں جاکر ڈیرے ڈال دیے۔ مسلمانوں نے ان کے گھروں کو خالی پایا۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے شجاع بن وہب کو دشمن کے کھوج میں بھیجا تو انہوں نے اونٹوں کے نشان قدم دیکھ لیے۔ مسلمانوں نے ان کے ہراول کو پالیا۔ اسے امن دے کر ان کے اونٹوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتادیا' چنانچہ مسلمانوں نے ان کے اونٹ پکڑے اور ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ یہ دوسو اونٹ تھے جو انہوں نے لڑائی لڑے بغیر حاصل کیے۔

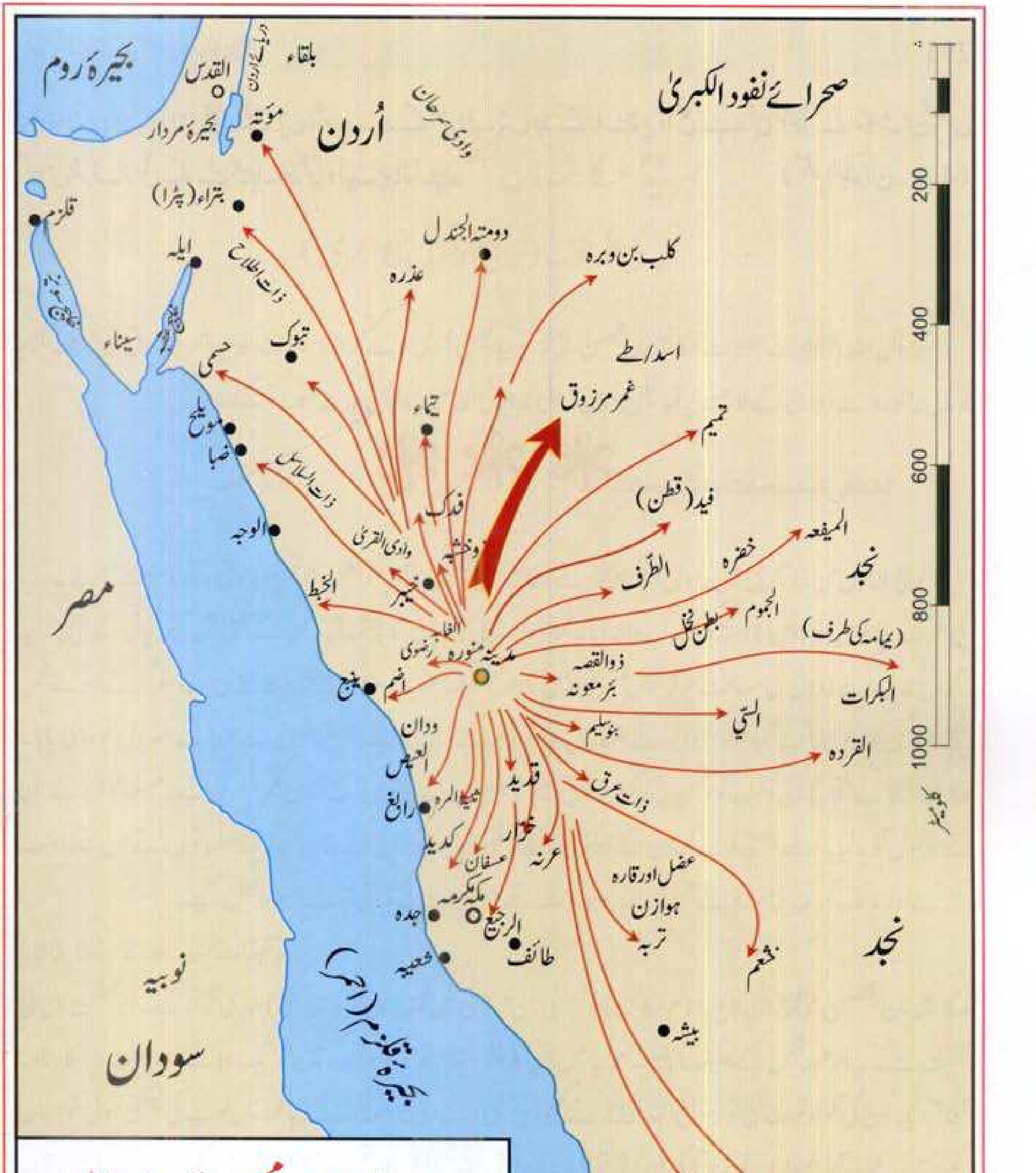
(طبقات ابن سعد: 2/ 85,84)

عُکاشہ بن مِحصَن رضی اللہ عنہ: ان کا پورا نام عکاشہ بن محصن بن حُرثان بن قیس بن حُرّہ بن کثیر اسدی رضی اللہ عنہ ہے۔ ابو محصن ان کی کنیت ہے۔ یہ بنوعبد شمس کے حلیف تھے۔ صحابہ میں ان کا بلند مقام تھا۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی ٹہنی دے دی' وہ عکاشہ کے ہاتھ میں لوہے کی چمکتی ہوئی تلوار بن گئی جس کے ساتھ انہوں نے لڑائی کی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح سے ہم کنار کیا۔ یہ تلوار ان کے پاس رہی۔ اسی کے ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی تمام جنگوں میں شریک ہوئے حتی کہ ارتداد کے زمانے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طلیحہ اسدی کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس تلوار کا نام ''عون'' یعنی ''مدد'' تھا۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر حساب جنت میں داخلے کی خوش خبری سنائی تھی۔ (اسد الغابہ: 4/ 65,64)

غَمر: مکہ میں اس نام کا ایک قدیم کنواں ہے۔ غمر اراکہ' غمر بنی جذیمہ (نواح شام میں)' غمر طے اور غمر ذی کندہ مشہور ہیں۔ ردّہ کی حدیث میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ الغمر پہنچے جو بنی اسد کا ایک چشمہ ہے جبکہ بنو طے اسلام پر راسخ ہو گئے اور

زکوۃ ادا کردی۔ اور ابن فقیہ کہتے ہیں: غمرہ مدینہ کے اطراف میں نجد کے راستے پر واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ بن محصن کو اس طرف لڑائی کے لیے بھیجا۔ اور غمرہ ایک پہاڑ ہے۔ (معجم البلدان۔ جلد 4)

❋ ❋ ❋



سریۂ عُکاشہ بن محصن اَسدی رضی اللہ عنہ

غمر مرزوق (الغمر)

بنو اسد (طے) کا کنواں

ربیع الاوّل 6ھ

سریّہ محمد بن مَسلمہ رضی اللہ عنہ
ذوقصّہ کی طرف (ربیع الآخر 6 ہجری)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ دس ساتھیوں کے ساتھ بنوثعلبہ کی طرف گئے۔ اعرابیوں نے نیزوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ اتفاقاً ایک مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ لے آیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ربیع الآخر چھ ہجری میں بنوثعلبہ اور بنوعوال کی طرف بھیجا جو کہ ''ذوالقصّہ'' میں تھے۔ ربذہ کے راستے میں واقع ذی القصّہ اور مدینہ کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سریّہ دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ مجاہدین رات کے وقت ان کے پاس پہنچے۔ سو آدمیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا۔ خاصی دیر تک یہ مزاحمت کرتے رہے' بالآخر بدوی ان پر غالب آ گئے اور وہ سارے شہید ہو گئے۔ صرف حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں پڑے تھے۔ بدویوں نے ان کے ٹخنے پر ضرب لگائی لیکن انہوں نے حرکت نہ کی۔ ان لوگوں نے ان کے کپڑے بھی اتار لیے۔ بعد میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک مسلمان آدمی گزرا۔ وہ انہیں اٹھا کر مدینہ لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چالیس آدمی دے کر میدان جنگ کی طرف بھیجا لیکن وہاں کوئی نہ ملا۔ وہ بکریاں اور اونٹ لے کر مدینہ واپس آ گئے۔

(طبقات ابن سعد: 2/85)

ذی القصّہ : یہ زُبالہ اور شُقوق کے درمیان ایک مقام ہے۔ اس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لڑائی کے لیے بھیجا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذی القصّہ سَلمیٰ میں طے کے دو پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو سقف اور غضوَر کے پاس ہیں۔ اور نصر نے کہا: ''ذوالقصّہ' ربذہ کے راستے میں' مدینے سے 24 میل پر ایک جگہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثعلبہ بن سعد کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا۔'' اور کتاب سیف میں لکھا ہے: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ذی القصّہ کی طرف گئے اور وہ نجد کی جانب مدینے سے ایک ڈاک چوکی کے فاصلے پر ہے۔''

(معجم البلدان' جلد 4)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریّہ محمد بن مَسلمہ رضی اللہ عنہ (قتل کعب بن اشرف)

***



سریہ محمد بن مَسلمہ رضی اللہ عنہ

(ذوالقصہ کی طرف)

ربیع الآخر 6ھ

سریۂ ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ
ذوقَصّہ کی طرف (ربیع الاخر 6 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو قتل کرنے والے بنوثعلبہ اور بنومحارب کو سزا دینے کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ وہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو تتر بتر کر دیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ربیع الآخر چھ ہجری میں چالیس صحابہ کے ساتھ بنوثعلبہ اور انمار کے علاقوں کی طرف بھیجا۔ بنوثعلبہ اور انمار کے علاقے قحط زدہ تھے جبکہ مراض نامی جگہ پر بارشیں ہو رہی تھیں۔ مراض مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے۔ محارب، بنوثعلبہ اور انمار، مراض چلے گئے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے مویشیوں کو لوٹنے کا پروگرام بنایا جو ہیفا نامی جگہ پر چرتے تھے جو کہ مدینہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے۔ اسلامی لشکر مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہوا حتیٰ کہ صبح کے قریب ذوالقصہ پہنچ گیا۔ وہ سارے لوگ فرار ہو کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ صرف ایک آدمی گرفتار ہوا جس نے اسلام قبول کر لیا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے ان کے مویشی اور دیگر مال واسباب سمیٹا اور مدینہ واپس آ گئے۔
(طبقات ابن سعد: 2/86)

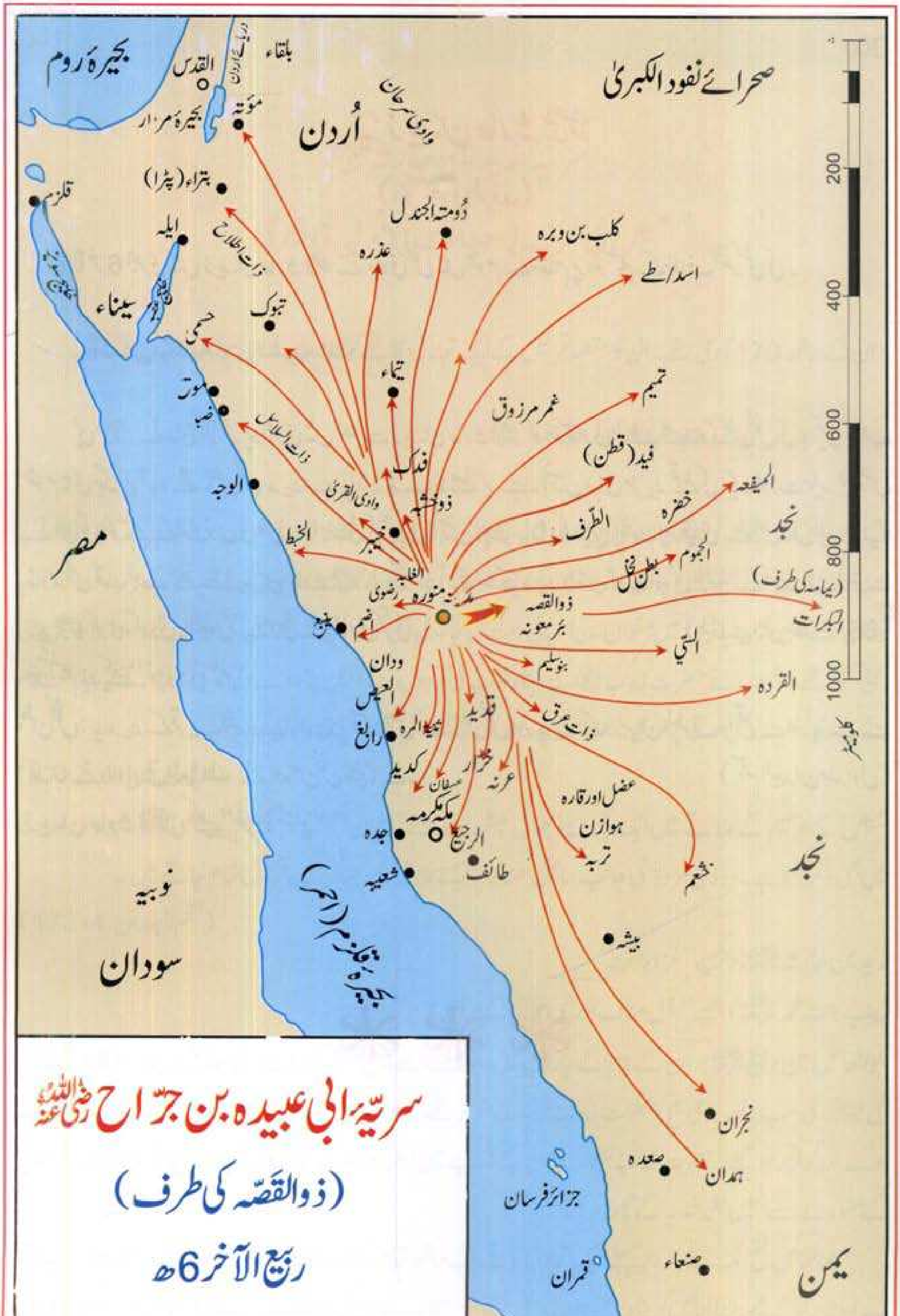
مراض: ادبی کے بقول یہ شعر الشماخ میں ایک وادی ہے جبکہ کسی اور نے کہا ہے: مراض حجاز کے راستے پر کوفے کے نواح میں واقع ہے۔ بہر حال مراض اطراف مدینہ میں تھا۔ (معجم البلدان جلد 5)

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ: یہ سابقون اولون، اصحاب بدر، عشرہ مبشرہ اور اصحاب الشجرہ (بیعت رضوان) میں سے ہیں۔ اصل نام عامر تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ ان کی والدہ امیمہ بنت غنم فہریہ رضی اللہ عنہا کو بھی شرف صحابیت حاصل ہوا۔ انہوں نے ہجرت کے دوسرے قافلے میں شمولیت کی۔ مدینہ منورہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی مواخات قائم ہوئی۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو صدقات کی وصولی کے لیے نجران بھیجا گیا اور انہوں نے دربار رسالت سے امین الامت کا خطاب پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے فتوحات شام میں اسلامی لشکروں کی قیادت کی۔ انہوں نے 18ھ میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔
(رحمت دارین ﷺ کے سوشیدائی۔ طالب ہاشمی)

بنوانمار: دیکھیے ''غزوۂ ذات الرّقاع''

ذوالقصّہ: رَبَذَہ کے راستے پر مدینہ اور ذوالقصّہ کے درمیان 24 میل کا فاصلہ ہے۔

❋ ❋ ❋



سریۂ ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
(ذوالقصّہ کی طرف)
ربیع الآخر 6ھ

سریّہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
(بنو سُلیم کی طرف)

ربیع الآخر 6 ہجری میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے وادیٔ نخل میں جَمُوم کے مقام پر بنو سُلیم کے خلاف لشکر کشی کی۔

اضافی توضیحات و تشریحات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الآخر چھ ہجری میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم کی طرف بھیجا جو کہ بطن نخل کی بائیں جانب جَمُوم نامی جگہ پر آباد تھے۔ بطن نخل مدینہ سے چار برید کے فاصلے پر ہے۔ انہیں وہاں مزینہ قبیلے کی ایک عورت حلیمہ ملی جس نے ان کی بنو سلیم کے ٹھکانوں کی طرف راہنمائی کی، جہاں انہیں بہت ساری بکریاں، اونٹ اور قیدی ملے جن میں حلیمہ مزنیہ کا خاوند بھی تھا۔ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مال غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ مزنیہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔ انہوں نے اس سے شادی کر لی۔ (طبقات ابن سعد: 2/86)

بنو سُلیم: دیکھیے ''غزوۂ بنی سلیم''

بطن نخل: یہ مدینہ کے قریب بصرہ کے راستے پر ایک بستی ہے۔ بطن نخل اور مدینہ کے درمیان الطرف واقع ہے اور مدینے سے مکہ جانے والا ابرق العزّاف کے بعد بطن نخل پہنچتا ہے۔ (معجم البلدان جلد اول)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''غزوۂ موتہ''

سریّۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما
عیص کی طرف (جمادی الأولیٰ 6 ہجری)

ان کے ساتھ 170 آدمی تھے۔ ان کا مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو شام سے واپسی پر راستے میں روکنا تھا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ کو جمادی الاولی چھ ہجری میں پتا چلا کہ قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف سے آ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے روکنے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر افراد کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے قافلے کے افراد کو گرفتار کر لیا اور ان سے مال چھین لیا جس میں صفوان بن امیہ کی بہت سی چاندی بھی تھی۔ اس قافلے میں نبی ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔ انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ طلب کی' انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جسے تم نے پناہ دی' ہم نے بھی اسے پناہ دی۔'' ابوالعاص سے جو کچھ چھینا گیا تھا وہ انہیں واپس کر دیا گیا۔

(طبقات ابن سعد: 2/87)

عِیص: یہ بنوسلیم کے علاقے میں ایک جگہ ہے' جہاں چشمہ ہے جسے ''ذنبان العیص'' کہتے ہیں۔ اس کا ابوبصیر والی حدیث میں بھی ذکر آتا ہے۔ وہ ذی مروۃ کی جانب ساحل سمندر پر ایک علاقہ ہے جہاں سے قریش شام جاتے ہیں۔

(معجم البلدان: 4/173)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''غزوہ مؤتہ''

زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا: دیکھیے ''آل مناف اور نبی ﷺ کے قریبی عزیز''

ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ: ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اکثر کی رائے کے مطابق ان کا نام لقیط ہے۔ یہ نبی ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ ابوالعاص کفار مکہ کی معیت میں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا گیا ہار بھیجا تو نبی ﷺ نے صحابہ کے مشورے سے انہیں بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا۔

ابوالعاص فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے اور واپسی پر پھر گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اعلان کیا کہ میں ابوالعاص کو پناہ دیتی ہوں۔ نبی ﷺ اور صحابہ نے ان کی پناہ مانتے ہوئے ابوالعاص کو رہا کر دیا اور ان

کا مال بھی واپس کر دیا۔

ابو العاص نے مکہ جا کر لوگوں کے مال واپس کیے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ 12ھ میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابہ: 6/182,183)

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (طَرَف)

جمادی الآخرہ 6 ہجری میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بنو ثعلبہ کی طرف لشکر کشی کی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخرہ 6ھ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پندرہ افراد کے ساتھ بنو ثعلبہ پر حملہ کرنے کے لیے "طرف" نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ یہ مراض کے قریب ایک چشمے کا نام ہے' اس کے اور مدینہ کے درمیان چھتیس میل کا فاصلہ ہے۔ جب زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی وہاں پہنچے تو بنو ثعلبہ فرار ہو گئے اور یہ بیس اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/87)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریۂ زید بن حارثہ (قردہ)

بنو ثعلبہ: دیکھیے سریۂ ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (ذوالقصہ)

❋ ❋ ❋

سریّہٗ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
حِسمٰی کی طرف (جمادی الآخرہ 6 ہجری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 500 مجاہدین کے ساتھ قبیلہ جُذام کے علاقہ حِسمٰی کی طرف گئے کیونکہ انہوں نے حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا اور ان سے ہر چیز چھین لی تھی جو ان کے پاس تھی۔ صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

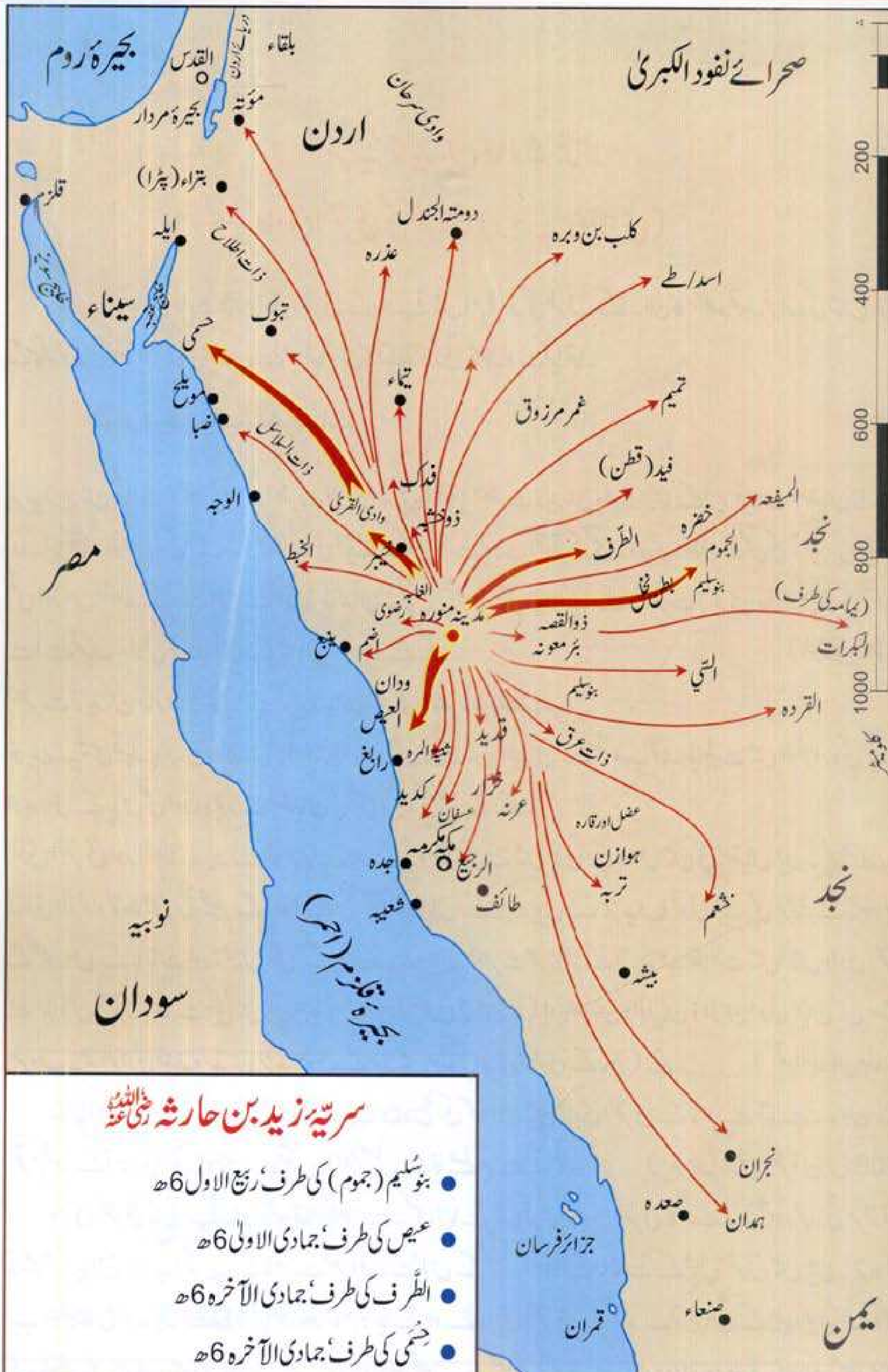
اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر روم کے پاس سے آ رہے تھے۔ اس نے انہیں بہت سے تحائف دے کر روانہ کیا۔ راستے میں ہنید بن عارض اور اس کے بیٹے عارض بن ہنید نے بنو جذام کے لوگوں کے ساتھ مل کر ''حِسمٰی'' نامی جگہ پر ان سے سب کچھ چھین لیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر بتایا تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو افراد کے ساتھ بھیجا اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ دن کے وقت چھپ جاتے اور رات کے وقت سفر کرتے۔ ان کے ساتھ بنی عُذرہ کا ایک گائیڈ بھی تھا۔ انہوں نے اچانک حملہ کر کے ہنید اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اور ان کے مویشی، اونٹ اور عورتیں پکڑ لیں۔ مال غنیمت میں ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن رفاعہ جذامی کے کہنے پر ان کے قیدی رہا کر دیے اور ان کے اموال واپس کر دیے۔ (طبقات ابن سعد: 2/88)

حِسمٰی: یہ شام کے جنگلات میں سے ایک جگہ کا نام ہے۔ اس کے اور وادی القریٰ کے درمیان دو رات کا فاصلہ ہے اور اہل تبوک اپنے مغرب میں حِسمٰی کے پہاڑ دیکھ سکتے ہیں۔ (معجم البلدان: 2/258)

نوٹ: دراصل حِسمٰی سعودی عرب کے صوبہ تبوک میں واقع ہے۔ عہد نبوی اور قرون وسطٰی میں فلسطین، اردن، لبنان اور سعودی عرب کے شمالی علاقے ''شام'' میں شامل سمجھے جاتے تھے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''غزوۂ موتہ''


بحیرۂ روم
القدس
بلقاء
موتہ
بحیرۂ مردار
اردن
صحرائے نفود الکبریٰ
وادی سرحان
بتراء (پٹرا)
قلزم
ایلہ
دومۃ الجندل
کلب بن وبرہ
عذرہ
ذات اطلاح
اسد/طے
تبوک
سیناء
حسمی
تیماء
غمر مرزوق
تمیم
مویلح
ضبا
ذات السلاسل
فدک
فید (قطن)
المیفعہ
الوجہ
وادی القریٰ
خضرہ
نجد
الطرف
الجموم
خیبر
الخبط
مصر
الغابہ
بنوسلیم
بطن نخل
(یمامہ کی طرف)
مدینہ منورہ
رضوی
ذوالقصہ
بئر معونہ
ینبع
اضم
وادان
العیص
القردہ
قدید
ذات عرق
رابغ
کدید
خرار
عرنہ
عسفان
مکہ مکرمہ
الرجیع
جدہ
طائف
عضل اور قارہ
ہوازن
تربہ
خثعم
شعیبہ
نوبیہ
سودان
بیشہ
نجران
صعدہ
ہمدان
جزائر فرسان
قمران
صنعاء
یمن
200
400
600
800
1000
سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
بنوسُلیم (جموم) کی طرف، ربیع الاول 6ھ
عیص کی طرف، جمادی الاولیٰ 6ھ
الطَّرف کی طرف، جمادی الآخرہ 6ھ
حِسمیٰ کی طرف، جمادی الآخرہ 6ھ

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
وادی القریٰ کی طرف (رجب 6 ہجری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کے علاقے میں ام قرفہ کی طرف گئے۔ ان کا مقصد قبیلہ فزارہ کی شاخ بنو بدر کے کچھ لوگوں کو سزا دینا تھا جنہوں نے مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لوٹ لیا تھا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: یہ سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ قیادت رمضان 6ھ میں روانہ کیا گیا۔ بنوفزارہ کی ایک شاخ بنو بدر کی ایک شیطان صفت عورت امّ قرفہ تھی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنے خاندان کے تیس شہسوار بھی تیار کیے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی سے اسے ٹھیک بدلہ مل گیا اور اس کے تیسوں سوار مارے گئے۔ (الرحیق المختوم)

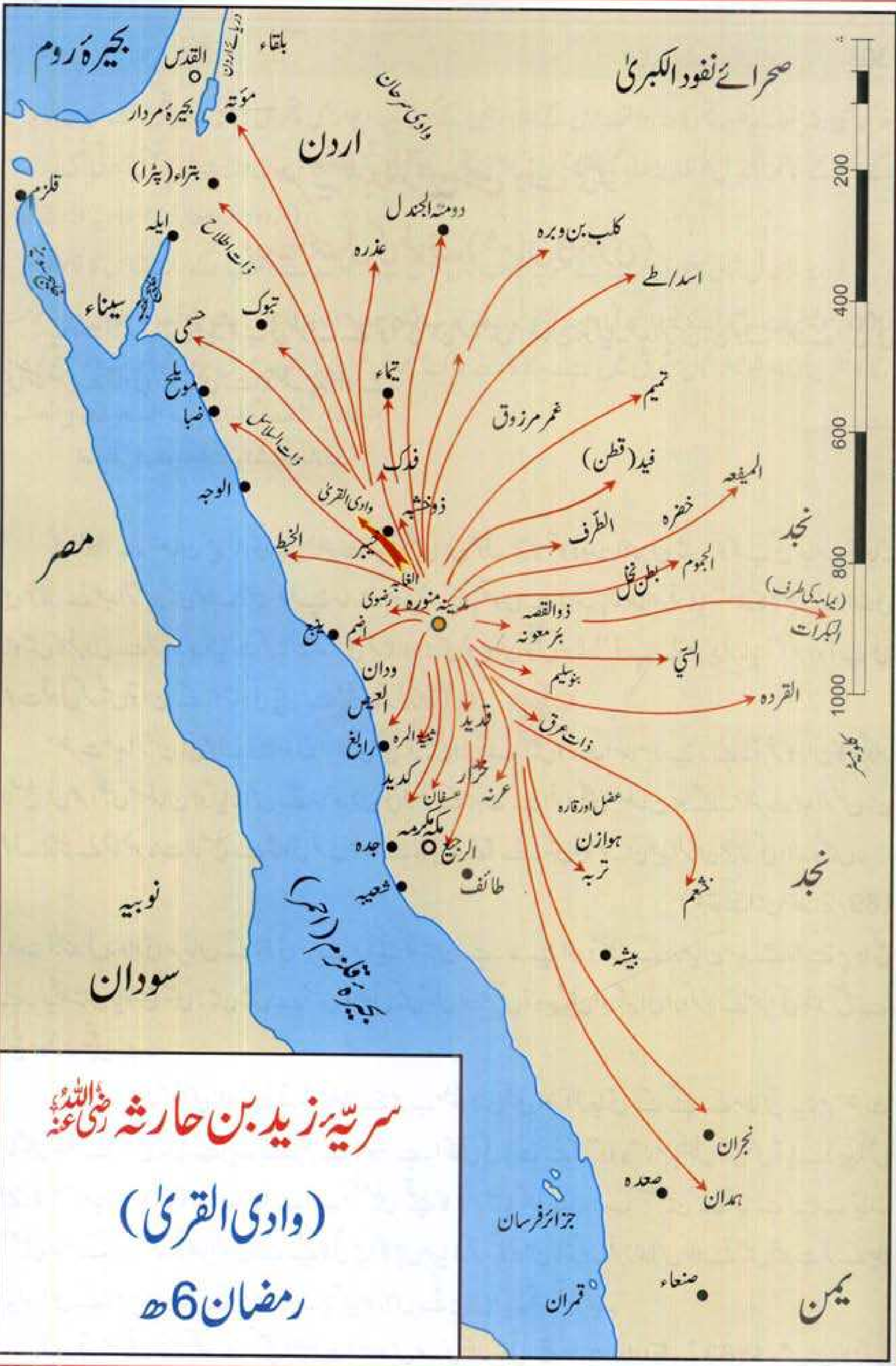
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریہ زید بن حارثہ (القردہ، نجد)

بنو بدر: یہ قیسی قبیلہ بدر بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن ریث بن غَطفان سے منسوب تھا۔ جاہلیت میں بنوفزارہ کی قیادت بنو بدر ہی کے پاس تھی اور وہ پورے غَطفان کی بھی نمایندگی کرتے تھے۔

وادی القریٰ اور العلا: مدینہ سے شام جاتے ہوئے یہ وادی راستے میں پڑتی ہے۔ اس میں کئی بستیاں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخرہ 7ھ میں فتح خیبر کے بعد اسے فتح کیا اور وہاں کے یہودیوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے کھجوروں کے باغات اور زمینیں انھی کے پاس رہنے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں وادی القریٰ سے جلاوطن کر دیا۔ محدث یحییٰ بن ابی عبیدہ الوادی (متوفی 240ھ) اور عمر بن داود بن ذاذان مولیٰ عثمان بن عفان معروف بہ عمر الوادی خلیفہ ولید بن یزید اموی کے عہد میں مہندس (جیومیٹری کے ماہر) تھے۔ (معجم البلدان جلد 5)

غالباً العلا ہی وہ جگہ ہے جس کا ذکر حدیث وتاریخ کی کتابوں میں وادی القریٰ کے نام سے ملتا ہے۔ مدائن صالح (قوم ثمود کے آثار کی بستی) وہاں سے تقریباً 30 میل کے فاصلے پر ہے۔ (سفرنامۂ ارض القرآن ص: 206)

وادی القریٰ میں سب سے اہم مقام العلا ہے۔ کسی زمانے میں قُرح وادی القریٰ کا سب سے مشہور تجارتی مرکز تھا۔ قدیم شہر دیدان جواب الخریبہ کے نام سے معروف ہے اس کے کھنڈر العلا کے باغات کے شمال مشرق میں ہیں۔ 2ھ میں جب بنوقینقاع کو مدینہ سے نکالا گیا اور وہ شام کو جاتے ہوئے وادی القریٰ سے گزرے تو یہاں کے یہودیوں نے انہیں ایک ماہ تک اپنے ہاں پناہ دی اور سفر کے لیے زادراہ اور گھوڑے اکٹھے کر کے دیے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 22)



سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(وادی القریٰ)

رمضان 6ھ

سریّۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
دومۃ الجندل کی طرف (شعبان 6 ہجری)

یہ دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کی طرف گئے' تو اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تُماضر سے شادی کر لی جن سے ابوسلمہ پیدا ہوئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان چھ ہجری میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل میں بنو کلب کی جانب بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے بٹھایا' اپنے ہاتھوں سے عمامہ باندھا اور فرمایا: "اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑو۔ نہ خیانت کرنا' نہ غداری کرنا اور نہ کسی نوجوان کو قتل کرنا۔" آپ نے مزید فرمایا: "اگر وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں تو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لینا۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل پہنچ کر تین دن تک انہیں دعوت اسلام دیتے رہے۔ آخر کار ان کا سردار الاصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سے افراد بھی مسلمان ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تماضر بنت الاصبغ سے شادی کر لی اور اسے مدینہ لے آئے۔ یہی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

(طبقات ابن سعد: 89/2)

دُومۃ الجندل: وادی سرحان کے جنوبی سرے پر ایک نخلستان ہے۔ مدینے اور دمشق کے درمیان سیدھے راستے پر واقع ہے۔ یہ نخلستان یا وسیع نشیبی زمین میں ہے جس کا طول تین میل اور عرض آدھ میل اور گہرائی اردگرد کے صحرا کی بلند سطح سے پانچ سو فٹ نیچی ہے۔

دومہ غالباً ایک آرامی لفظ ہے' قدیم فضلائے عرب مثلاً ابن کلبی اور الزجاجی کے کہنے کے مطابق یہ نام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لڑکوں میں سے ایک کے نام سے ماخوذ ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ "دوما" نام بائیبل میں بھی آیا ہے (پیدائش 14:25' احبار 30:1) اور وہاں اسے ایک اسمٰعیلی قبیلے کا نام بتایا گیا ہے۔ سب مصنفین نے کہا ہے کہ جب تہامہ اسمٰعیل علیہ السلام کے کثیر التعداد گھرانوں کے لیے کافی چراگاہیں مہیا نہ کر سکا تو ان کا مذکورہ فرزند اس علاقے میں ہجرت کر کے چلا آیا اور اسی کے نام پر اس علاقے کا نام دومہ پڑ گیا اور اس نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔

ایک قدیم قلعے کے کچھ بچے کھچے نشانات اُنیسویں صدی تک باقی تھے اور Euting نے 1883ء میں ان کا ایک

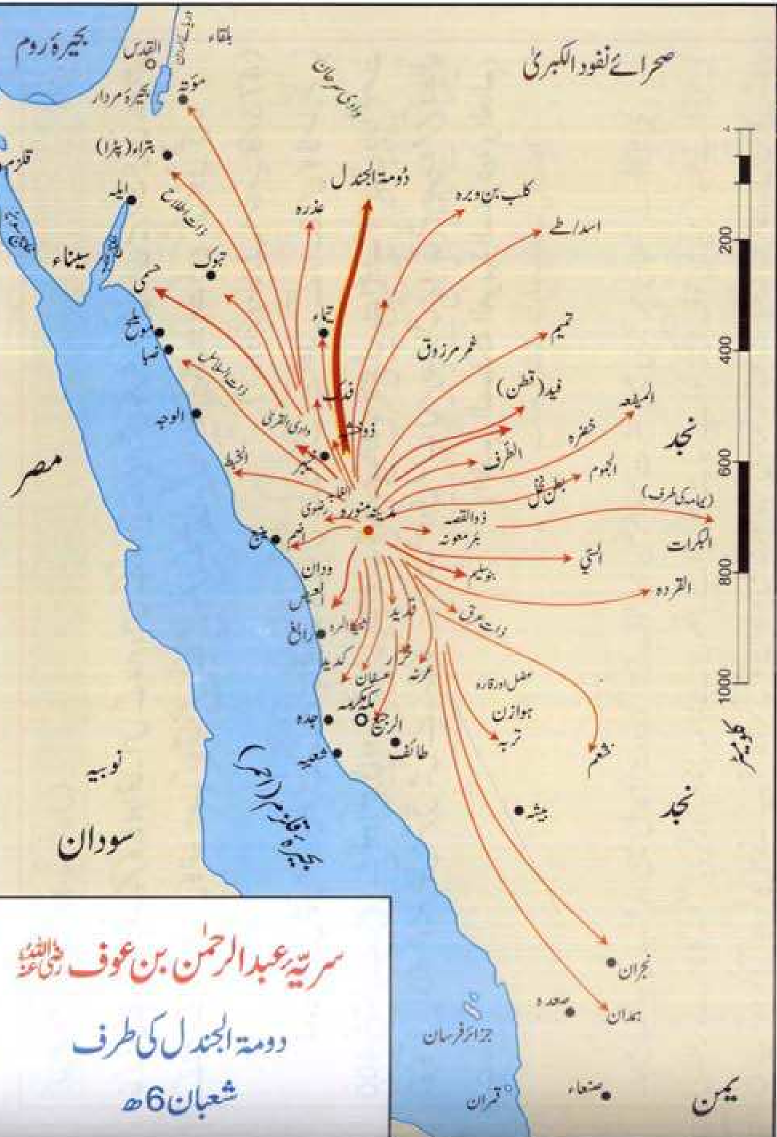
خا کہ بھی بنایا تھا۔ یہ قلعہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے گرد ایک دیوار بھی پتھر ہی کی تھی۔ ان تعمیرات ہی کی بنا پر اس کے نام کے ساتھ الجندل کا لفظ بڑھایا گیا تھا جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ قبل اسلام یہاں ود بت کی پرستش ہوتی تھی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/473)

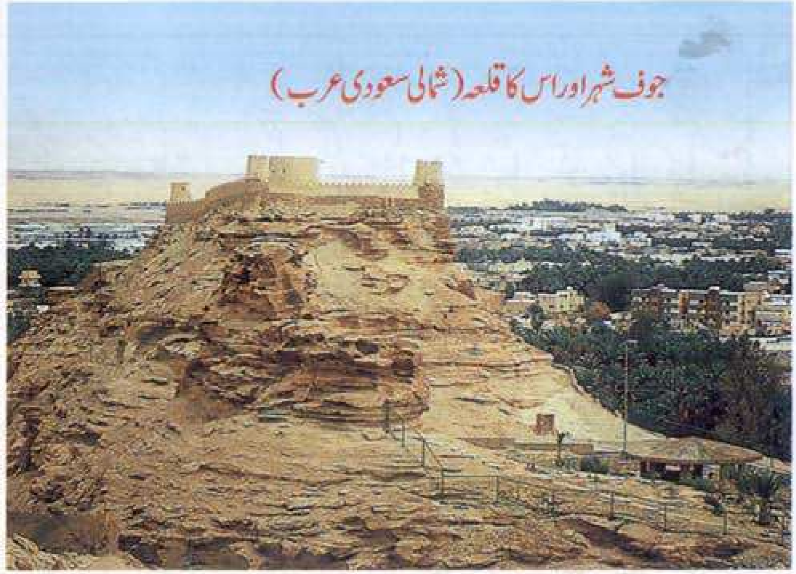
دُومۃ الجندل شمالی سعودی عرب کے صوبہ الجوف میں واقع ہے۔ تبوک سے القلیبہ کے راستے اس کا فاصلہ تقریباً 400 کلومیٹر ہے۔ صحرائے نفود الکبریٰ دومۃ الجندل کے جنوب میں ہے۔ دومۃ الجندل سے الجوف کا صوبائی دارالحکومت سکا کا تقریباً 40 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے۔ سکا کا سے سڑک سعودی عرب کی سرحد عراق پر واقع شہر جدیدہ عرعر کو جاتی ہے۔

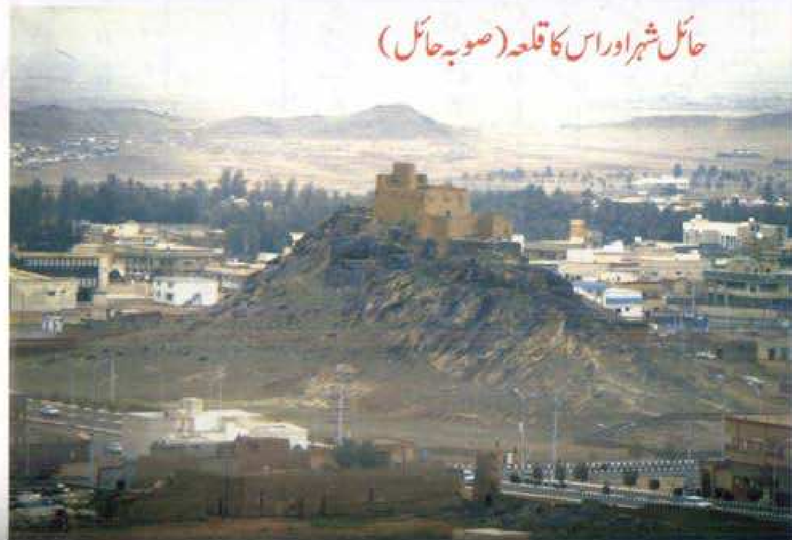
(اطلس المملكة العربية السعوديه و العالم)

❋ ❋ ❋



سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
دومۃ الجندل کی طرف
شعبان 6ھ


جوف شہر اور اس کا قلعہ (شمالی سعودی عرب)


حائل شہر اور اس کا قلعہ (صوبہ حائل)

سریّہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
فَدک کی طرف (شعبان 6 ہجری)

بنوسعد بن بکر کی بہت بڑی تعداد فدک میں جمع ہوگئی جن کا مقصد خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ 100 آدمی لے کران کی طرف چلے۔ بنوسعد بھاگ گئے لہٰذا لڑائی نہ ہوسکی اور آپ مدینہ واپس آ گئے۔

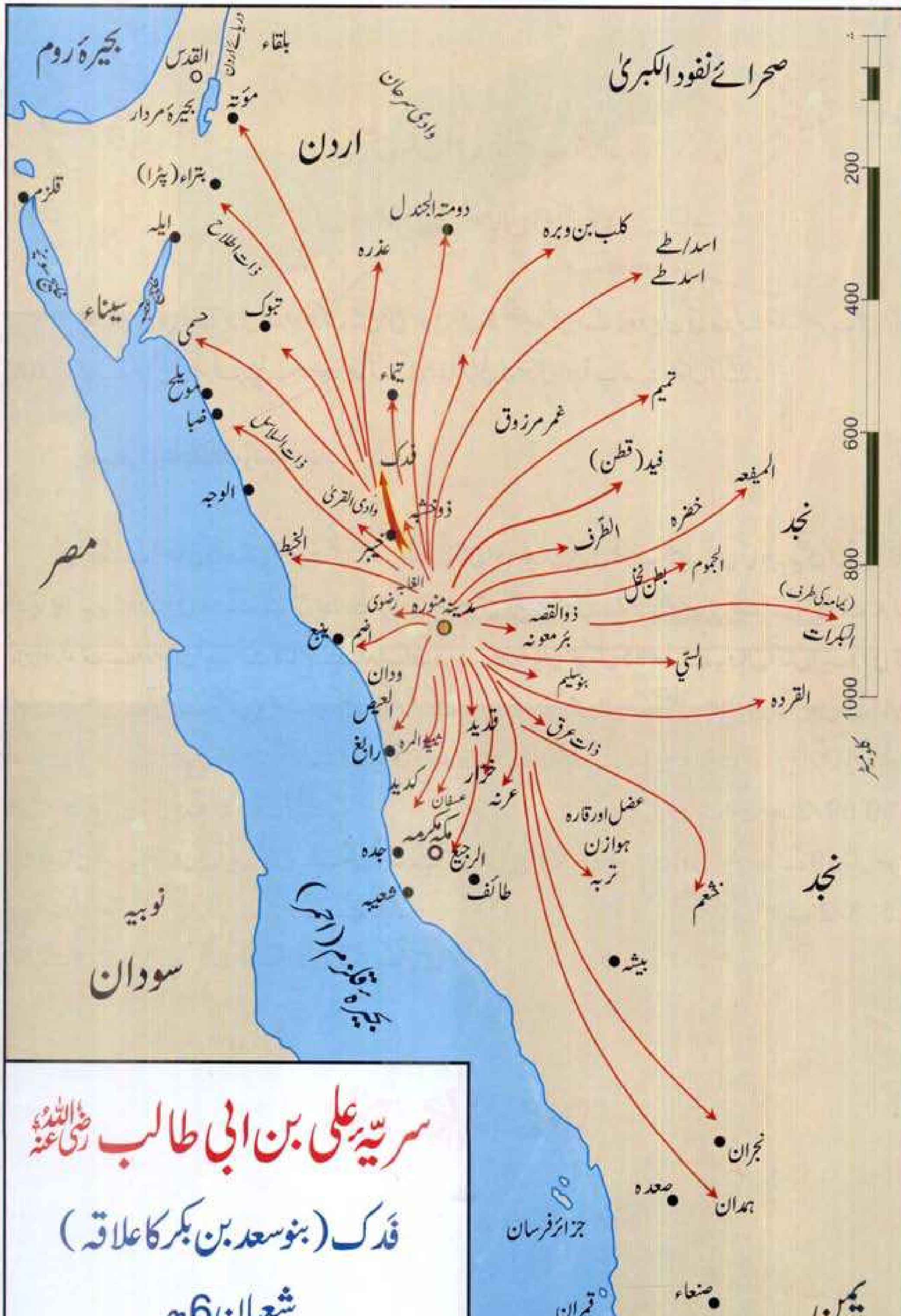
اضافی توضیحات وتشریحات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان 6ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فدک میں بنوسعد بن بکر کی طرف بھیجا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا کہ یہ یہود خیبر کی مدد کے لیے جمع ہورہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سو آدمی لے کر نکلے یہاں تک کہ ہمج پہنچ گئے جو کہ خیبر اور فدک کے درمیان ایک چشمے کا نام ہے۔ فدک اور مدینہ کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے۔ وہاں انہیں ایک آدمی ملا' انہوں نے اس سے قوم کے متعلق پوچھا۔ وہ کہنے لگا اگر تم مجھے امان دے دو تو میں ان کے متعلق بتاتا ہوں۔ انہوں نے امان دے دی تو اس نے راہنمائی کردی۔ لشکر نے حملہ کیا تو بنوسعد فرار ہوگئے۔ انہوں نے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں بطور مال غنیمت حاصل کیں اور مدینہ واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد:2/89'90)

بنوسعد بن بکر: یہ ہوازن کی ایک شاخ ہے۔ یہی قبیلہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت ہوئی۔ بنوسعد نے 9ھ میں ضمام بن ثعلبہ کو نمائندہ بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے لیے بھیجا۔ (معجم قبائل العرب:2/513)

حضرت علی رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''آل مناف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز''

❋ ❋ ❋



سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

فدک (بنوسعد بن بکر کا علاقہ)

شعبان 6ھ

سریۂ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ
خیبر کی طرف (رمضان 6 ہجری)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ چار آدمیوں کے ساتھ ابورافع سلام بن ابی الحقیق نضری کو قتل کرنے کی غرض سے گئے اور خیبر میں جا کر اسے قتل کر دیا۔ یہی وہ شخص تھا جو بنوغطفان اور دوسرے مشرکین عرب کو اکٹھے کر کے مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں لے آیا تھا اور ان کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکساتا رہا تھا۔

سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی تفصیل: یہودیوں کے بہت سے سردار، جن میں ابورافع سلام بن ابی الحقیق بھی شامل تھا، خیبر سے مکہ پہنچے تھے اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کے لیے اکسایا اور کہا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے لیے ہم ہر طریقہ سے تمہارے ساتھ ہیں۔'' قریش کہنے لگے: ''بڑی اچھی بات ہے۔ جو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہماری مدد کرے ہمیں دوسرے لوگوں سے بڑھ کر محبوب اور عزیز ہے مگر ہمیں تم پر یقین نہیں۔ ہاں! تم ہمارے معبودوں کو سجدہ کرو تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔'' یہودیوں نے بلا تامل سجدہ کر ڈالا۔'' قریش کہنے لگے: ''اے یہودیو! تم پرانے اہل کتاب ہو اور خوب علم رکھتے ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ جس چیز کے بارے میں ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے اس میں ہمارا دین بہتر ہے یا محمد کا؟ ہم ہدایت یافتہ ہیں یا محمد؟'' یہودی کہنے لگے: ''تمہارا دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین سے بہتر ہے، تم حق کے زیادہ قریب ہو اور تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو کیونکہ تم بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہو، حاجیوں کے کھانے کا انتظام کرتے ہو، اللہ کے نام پر قربانیاں ذبح کرتے ہو، نیز تم اپنے آباء واجداد کے دین پر ہو، لہٰذا تم اس سے زیادہ حق پر ہو۔''[1] تب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○ ﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا مگر وہ بتوں اور شیطانوں سے عقیدت رکھتے ہیں اور وہ کافروں کے بارے میں کہتے ہیں: یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے لعنت ہو چکی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت ڈال دے، تو اس کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔'' (النساء: 4/51، 52)

یہودیوں کی ان باتوں سے قریش بڑے خوش ہوئے اور ان کے مختلف قبائل سے 50 آدمی نکلے۔ انہوں نے اپنے

---
[1] ابن هشام: 3/300-302 و البداية و النهاية: 4/139-142

سینے کعبہ سے لگا کر حلف اٹھایا: ''جب تک ہم میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف یکجان رہیں گے اور کبھی ایک دوسرے کو نہیں چھوڑیں گے۔'' یہ حلف اٹھاتے وقت انہوں نے کعبہ کے پردے بھی پکڑ رکھے تھے۔ پھر ابن ابی الحقیق اور اس کے ساتھی غطفان قبیلے کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب بھڑکایا اور جنگ پر ابھارا۔ کہنے لگے: ''اس مسئلہ میں ہم تمہارے ساتھ ہوں گے اور قریش پہلے ہی ہم سے معاہدہ کر چکے ہیں۔'' نیز انہیں لالچ دینے کے لیے یہودیوں نے ہر سال خیبر کا نصف پھل دینے کا عہد کیا۔

جب غزوۂ خندق اپنے انجام کو پہنچ گیا جس کا سبب یہودیوں کا قریش کو ابھارنا تھا اور اس نازک موقع پر بدعہدی کرنے والے بنوقریظہ کا کام بھی تمام ہو گیا تو بنوخزرج نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی اجازت طلب کی کیونکہ یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا تھا۔ وہ اس وقت خیبر میں رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو خزرج کے ایک قبیلے بنوسلمہ میں سے پانچ آدمی اس مقصد کے لیے نکلے اور وہ عبداللہ بن عتیک' مسعود بن سنان' عبداللہ بن انیس' ابوقتادہ (حارث بن ربعی انصاری) اور خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم تھے۔ مؤخر الذکر شخص بنواسلم سے تھا اور بنوسلمہ کا حلیف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور نصیحت فرمائی: ''کسی بچے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔'' یہ لوگ خیبر پہنچے اور رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر داخل ہو گئے اور اسے جہنم رسید کر دیا تاکہ وہ غزوۂ احزاب کے لیے اپنی کوششوں کا وبال چکھ سکے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

ابورافع سلام بن ابی حُقَیق حجاز کا تاجر اور یہود خیبر کا رئیس تھا اور ان بڑے مجرموں میں سے ایک تھا جنہوں نے اہل مدینہ کے خلاف کفار کی جماعتوں کو ورغلانے کا کام کیا تھا' چنانچہ جب مسلمان غزوۂ احزاب اور بنوقریظہ سے فارغ ہو چکے تو خزرج کے پانچ آدمی اس شخص کو قتل کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ یہ لوگ خیبر کے اطراف میں واقع اس کے قلعے کے پاس پہنچے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ ان کے قائد عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم لوگ یہیں ٹھہرو' میں جاتا ہوں اور دروازے کے پہریدار کے ساتھ کوئی لطیف حیلہ اختیار کرتا ہوں۔ ممکن ہے اندر داخل ہو جاؤں۔''

اس کے بعد وہ تشریف لے گئے اور دروازے کے قریب جا کر سر پر کپڑا ڈال کر یوں بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہیں۔ پہریدار نے زور سے پکار کر کہا:

''او اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو آ جا ورنہ میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں۔''

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اندر داخل ہو کر چھپ گئے۔ جب لوگ سو گئے' تو انہوں نے کنجیاں لیں اور دروازہ کھول دیا تاکہ بوقت ضرورت بھاگنے میں آسانی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے ابورافع کے حجرے کا رخ کیا۔ ادھر جاتے ہوئے جو دروازہ کھولتے' اندر سے بند کر لیتے تاکہ لوگوں کو اگر ان کا پتا لگ بھی جائے تو ان کے پہنچنے سے پہلے وہ ابورافع کو قتل کر لیں۔ جب

وہ اس کے حجرے میں پہنچے تو وہ اپنے بال بچوں کے درمیان تاریکی میں سو رہا تھا اور پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے لہٰذا انہوں نے آواز دی: ''ابورافع!'' اس نے کہا: ''کون ہے؟'' انہوں نے آواز کا رخ کیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی' لیکن ضرب کاری نہ لگ سکی اور اس نے زور سے چیخ ماری۔ وہ جھٹ باہر نکل گئے اور آواز بدل کر آئے گویا مدد کرنے آئے ہوں۔ کہا: ''ابورافع! یہ کیسی آواز تھی؟'' اس نے کہا: ''تیری ماں برباد ہو۔ ایک آدمی نے ابھی مجھے اس کمرے میں تلوار ماری ہے۔''

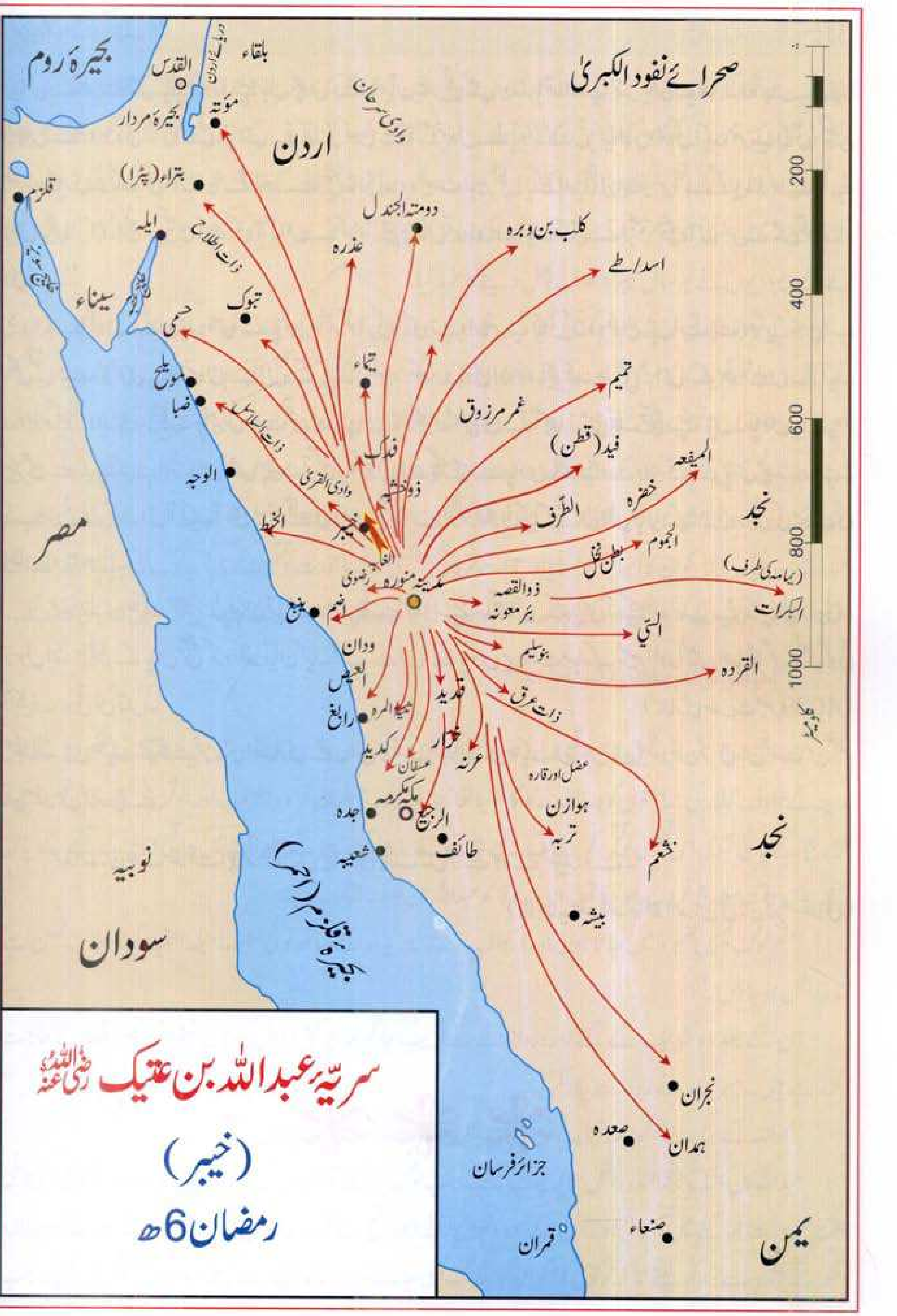
اب انہوں نے دوبارہ اس کے پاس جا کر تلوار کی ایسی زوردار ضرب لگائی کہ وہ خون میں لت پت ہو گیا' لیکن اب بھی قتل نہ ہو سکا' اس لیے انہوں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر دبادی اور وہ پیٹھ تک جا نکلی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دروازہ کھولا اور باہر نکلے۔ چاندنی رات تھی اور ان کی نگاہ کمزور' انہوں نے سمجھا زمین تک پہنچ چکے ہیں۔ پاؤں بڑھایا تو سیڑھی سے نیچے آرہے اور پاؤں میں چوٹ آگئی۔ انہوں نے پگڑی سے پاؤں باندھا اور دروازے کے پاس چھپ رہے۔ جب مرغ نے آواز دی تو ایک آدمی نے قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ''میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔''

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ وہ مر چکا ہے' لہٰذا اپنے ساتھیوں کے پاس آگئے اور سب نے مدینہ کی راہ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ان کے پاؤں پر دست مبارک پھیرا اور انہیں ایسا لگا گویا کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ (بخاری حدیث نمبر 4039)

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ: یہ خزرجی انصاری تھے۔ ان کا نسب عبداللہ بن عتیک بن قیس بن اسود بن مُرَیّ بن کعب بن غنم بن سلمہ بن خزرج ہے۔

عبداللہ بن عتیک خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں یمامہ کی جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(الاصابہ جلد 4۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی)



سریۂ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ

(خیبر)

رمضان 6ھ

سریّہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر میں اُسَیر بن زَارِم یہودی کے خلاف (شوال 6 ہجری)

اُسَیر بن زارم وہ شخص تھا جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسانے اور آمادہ کرنے کے لیے غطفان اور دوسرے قبائل کے پاس گیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ 30 ساتھی لے کر خیبر گئے۔ اس نے امان مانگی جو اسے دے دی گئی مگر اس کے باوجود اس نے بدعہدی کی لہٰذا اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔

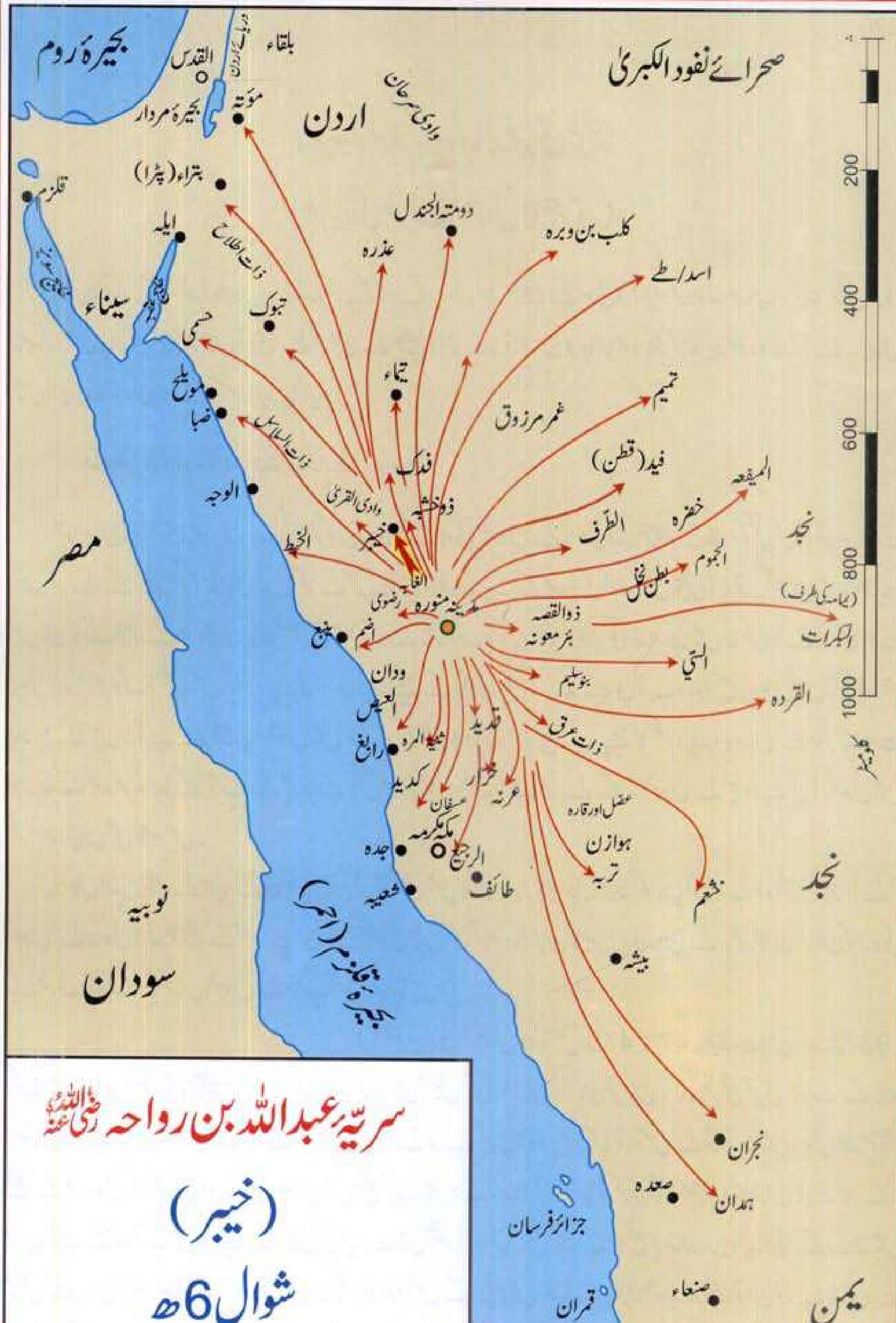
اضافی توضیحات وتشریحات

ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زارم کو اپنا سردار بنالیا۔ اسیر بن زارم نے عہدہ ملنے کے بعد غطفان وغیرہ کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے جمع کیا جس کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو رمضان میں تین آدمیوں کے ساتھ اسیر کی خبر لانے کے لیے خفیہ طور پر روانہ کیا۔ جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو خبر دی تو آپ نے تیس جوان شوال 6 ہجری میں اُن کی سرکردگی میں روانہ فرمائے۔ اسیر کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: ''ہم امن چاہتے ہیں حتیٰ کہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ تجھ پر پیش کر دیں۔'' اسیر نے کہا ٹھیک ہے میرے لیے بھی تمہاری طرف سے اس جیسی شرط ہے۔ مسلمانوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تمہاری طرف اس لیے بھیجا ہے کہ تو ہمارے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ تجھے خیبر پر امیر مقرر کر دیں گے اور اچھا برتاؤ کریں گے۔ پس وہ طمع میں آ گیا اور مسلمانوں کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے ساتھ تیس یہودی بھی لے لیے۔ ہر یہودی کے پیچھے ایک مسلمان سوار تھا۔ جب وہ ''قرقرہ ثبار'' تک آ گئے تو اسیر کو پشیمانی ہوئی۔ عبداللہ بن انیس (رضی اللہ عنہ) جو اس سریہ میں شامل تھے، کہتے ہیں: ''اسیر یہودی نے اپنا ہاتھ میری تلوار کی طرف بڑھایا تو میں اس کی حرکت کو سمجھ گیا، لہٰذا میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا اور کہا: اللہ کے دشمن! دھوکا کرنا چاہتا ہے۔ دوسری مرتبہ اس نے پھر یہ حرکت کی۔ میں اپنے اونٹ سے اترا اور قوم (یہود) کے آگے آگے چلنے لگا حتیٰ کہ اسیر کو علیحدہ لے گیا اور اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی ران اور پنڈلی کا اکثر حصہ کٹ کر گر گیا اور وہ خود بھی اونٹ سے گر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں مڑے ہوئے سرے والی چھڑی تھی جو اس نے میرے سر میں ماری، پھر ہم اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو بھی قتل کر دیا سوائے ایک آدمی کے جو بھاگ گیا تھا۔ اس سریہ میں مسلمانوں کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات دے دی۔''

(طبقات ابن سعد: 2/92)

قَرْقَرہ ثِبار: یہ خیبر سے چھ میل ایک جگہ کا نام ہے۔ (معجم البلدان: 2/72، معجم ما استعجم: 3/1066)

عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ وہ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور نقیب تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ اس سے قبل شہید ہو چکے تھے۔ غزوۂ موتہ کے امراء میں سے ایک امیر تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے موتہ کے موقع پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا: ''اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو جائیں تو مسلمان جس کو پسند کریں اپنا امیر چن لیں۔'' مصعب بن شیبہ روایت کرتے ہیں: عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جب لڑائی کے لیے میدان میں اترے تو انہیں نیزہ لگا۔ انہوں نے زخم کا خون اپنے ہاتھوں پر ڈال کر اپنے چہرے پر مل لیا، پھر دو صفوں کے درمیان گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ: 3/235-238)



سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

(خیبر)

شوال 6ھ

سریّۂ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ
عرینہ کی طرف (شوال 6 ہجری)

عُرینہ قبیلہ کے آٹھ آدمیوں نے غدر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) یسار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ بیس آدمی لے کر ان کے پیچھے دوڑے۔ آخر ان کو جا لیا اور پکڑ کر مدینہ منورہ لے آئے۔ یہاں انہیں ان کے غدر کی سزا میں جہنم رسید کیا گیا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

شوال سن 6 ہجری میں عُرَیْنَہ کے لوگوں سے جنگ ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو قتل کر دیا تھا اور اونٹ ہانک کر لے گئے تھے۔ صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ یہ سریّہ واقعہ حدیبیہ کے بعد ذی قعدہ میں پیش آیا تھا۔ صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عُکل اور عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے رسول اللہ! ہم لوگ جنگل میں جانور پالنے اور دودھ پینے کے عادی ہیں...... مدینے کی آب و ہوا ہمیں راس نہیں آئی اور ہم بیمار پڑ گئے ہیں۔ آپ نے انہیں اونٹوں میں جانے اور ان کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔ وہ وہاں گئے اور تندرست ہونے کے بعد مرتد ہو گئے، آپ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ انہوں نے چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھی پھیریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں فوج بھیجی جن کا امیر کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور جب وہ انہیں پکڑ لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی آنکھوں میں بھی گرم سلائیاں پھیریں اور ان کے ہاتھ کاٹ کر ان کو حرہ کی ایک طرف پھینک دیا جہاں انہوں نے تڑپ تڑپ کر جانیں دیں۔

(مختصر سیرت الرسول اردو، ص: 470، 471۔ طبقات ابن سعد: 2/93)

کرز بن جابر الفہری رضی اللہ عنہ: حضرت کرز بن جابر بن حسیل بن احب...... بن فہر بن مالک قرشی فہری ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے: کرز بن جابر نے مدینے کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا جس کے تعاقب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے مگر وہ بچ کر نکل گیا اور وادیٔ سفوان میں پہنچ گیا۔ پھر جب اسلام قبول کیا تو کرز رضی اللہ عنہ بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔ عرینہ قبیلے کے تعاقب میں آپ نے انہیں کی قیادت میں لشکر بھیجا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے میں شامل تھے۔ ان کا اور حُبَیْش کا مشرکین سے ٹکراؤ ہوا جس کے نتیجے میں حُبَیْش رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ان کو اپنے پاؤں کے درمیان رکھتے ہوئے کرز رضی اللہ عنہ نے دشمن کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ: 4/443)



سریہ کرز بن جابر الفہری رضی اللہ عنہ

(عُرَینہ)

شوال 6ھ

سریۂ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ

سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ کی طرف (6ہجری)

ابوسفیان نے ایک آدمی مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ موقع پا کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے۔ پتہ چلنے پر حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ گئے تا کہ داؤ لگے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ معاویہ نے انہیں پہچان لیا۔ قریش کہنے لگے عمرو خیر کے ارادے سے نہیں آیا۔ اس لیے وہ اکٹھے ہونے لگے تا کہ ان کو پکڑ لیں' چنانچہ یہ دونوں مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

ایک مرتبہ ابوسفیان نے قریش مکہ سے کہا: کوئی ہے جو محمد (ﷺ) کو بے خبری میں جالے کیونکہ وہ بازار وغیرہ بھی جاتے ہیں۔ ایک بدو آیا اور کہنے لگا: میں بہت مضبوط دل کا مالک ہوں' میری گرفت بڑی سخت ہے اور بہت تیز دوڑ لیتا ہوں۔ اگر تو مجھے قوت دے تو میں جاتا ہوں۔ میرے پاس ایک خفیہ خنجر ہے جس کے ساتھ اس (محمد) پر حملہ کر کے اونٹ پر بیٹھ کر لوگوں سے بچتا ہوا نکل آؤں گا جبکہ راستے کا تو میں ماہر ہوں۔ ابوسفیان نے کہا تم ہی تو ہمارے کام کے آدمی ہو۔ ابوسفیان نے اسے اونٹ اور خرچہ دیا۔ وہ مکہ سے رات کو نکلا اور مسلسل سفر کرتا ہوا چھٹے دن صبح کے وقت حرہ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ یہاں وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھتا رہا' آخر کسی نے بتا دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا یہ دھوکا سے کوئی وار کرنا چاہتا ہے۔ پھر اس نے آپ پر حملہ کرنا چاہا تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی چادر سمیت پکڑا اور خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن سے پکڑ کر اس کو دھکا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچ بول یہ کیا ماجرا ہے؟ اور تو کس نیت سے آیا ہے؟ اس نے کہا مجھے امن ہے؟ تو آپ نے اسے امن دے دیا۔ اس نے سارا قصہ کہہ سنایا' تو رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہما کو ابوسفیان کی طرف بھیجا تا کہ وہ اسے دھوکے میں قتل کر دیں۔ مکہ پہنچ کر عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ رات کو بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو معاویہ بن ابی سفیان نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا اور قریش کو خبر دے دی جس سے انہیں خطرہ محسوس ہوا اور ان (عمرو رضی اللہ عنہ) کی تلاش شروع کر دی۔ عمرو اور سلمہ رضی اللہ عنہما بھاگ گئے۔ عمرو کے راستے میں عبیداللہ بن مالک التیمی آیا تو اسے قتل کر دیا۔ بنو دیل کا ایک آدمی بھی ہتھے چڑھ گیا' اسے بھی قتل کر دیا جو یہ شعر گا رہا تھا: ''جب تک میں زندہ ہوں مسلمان نہیں ہوں گا اور مسلمانوں کا دین کبھی قبول نہیں کروں گا۔''

قریش نے دو آدمی ان کے پیچھے خبریں معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے جن میں سے ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو قیدی بنا کر مدینہ لے آئے۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ مسکرا دیے۔

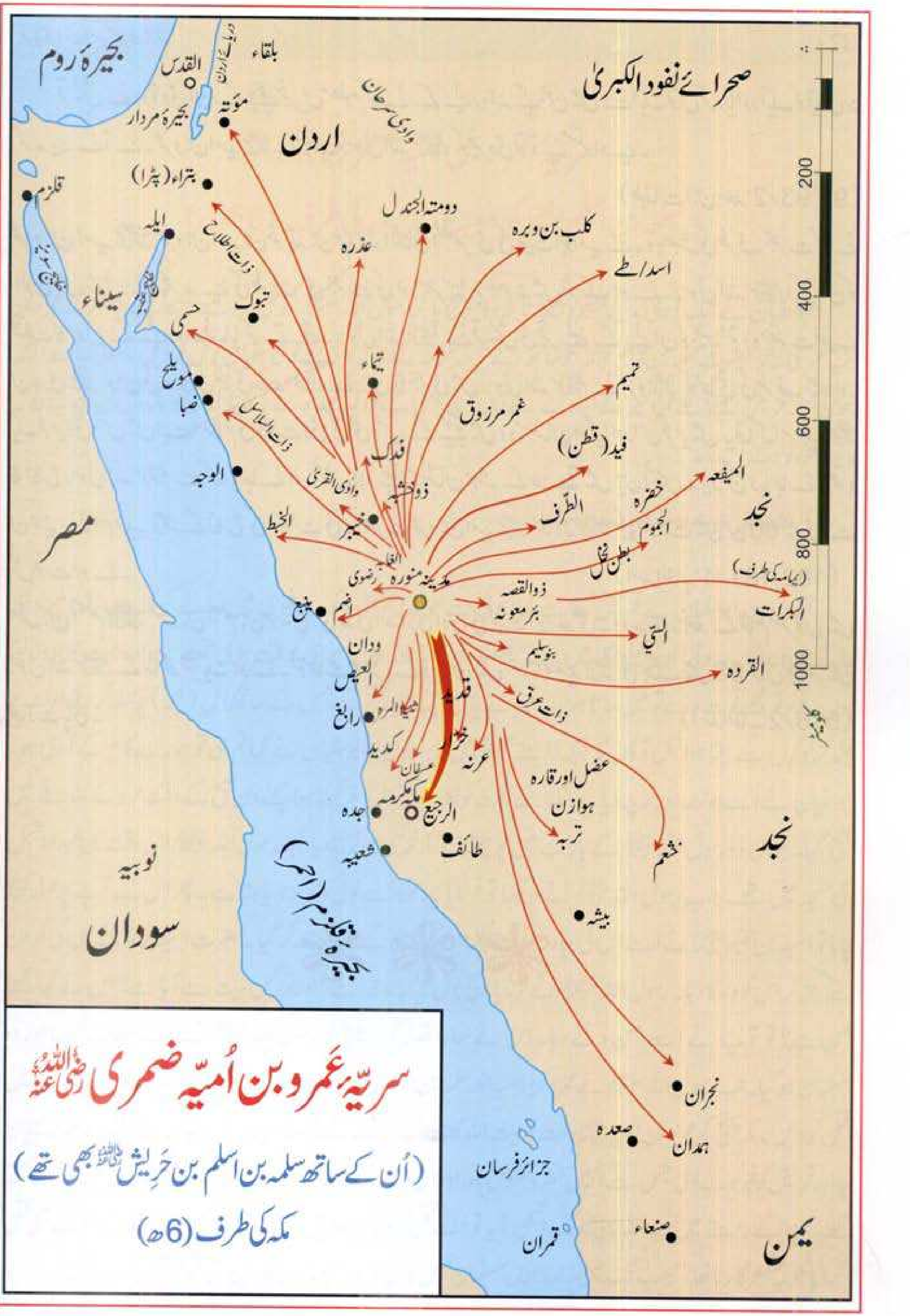
(طبقات ابن سعد: 2/93'94)

عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ: عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ الکنانی الضمری کی کنیت ابوامیہ ہے۔ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے' پھر مدینے کی طرف بھی ہجرت کی اور معرکہ بئر معونہ میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن کو مختلف کاموں کے لیے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبر لینے کے لیے ان کو بھیجا' تو وہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو ان کی سولی کی لکڑی سے اٹھا لائے۔ سن 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور ایک تحریر دی جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گیا اور اس تحریر میں یہ تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا جائے اور انہیں اور جتنے مسلمان حبشہ کے علاقے میں ہیں انہیں مدینہ بھیج دیا جائے۔ عمرو بن امیہ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی وکالت کی۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں سن 60 ہجری سے قبل فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ: 4/182,181)

سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ: سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی انصاری اوسی کی کنیت ابوسعد تھی۔ وہ بدر اور بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ فتوحات عراق کے دوران میں جسر ابوعبید رضی اللہ عنہ کی جنگ میں 83 سال کی عمر میں شہادت پائی۔

(اسد الغابہ: 2/516)



سریۂ عمرو بن اُمیّہ ضمری رضی اللہ عنہ

(اُن کے ساتھ سلمہ بن اسلم بن حَرِیش رضی اللہ عنہ بھی تھے)

مکہ کی طرف (6ھ)

غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان

(ذوالقعدہ 6ہجری)

رسول اللہ ﷺ 1400 صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ قربانی کے 70 اونٹ تھے۔ سب نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا تاکہ کسی کو جنگ کا خدشہ نہ رہے اور قریش کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ صرف بیت اللہ کی زیارت اور تعظیم کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام حدیبیہ پہنچ گئے۔ ادھر قریش نے قسمیں اٹھا لیں: ''ہمارے جیتے جی محمد (ﷺ) مکہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔'' لیکن پھر قریش نے مختلف لوگ آپ کی خدمت میں بطور وفد بھیجے مثلاً: بُدَیل بن ورقاء خزاعی، مکرز بن حفص، حُلَیس بن علقمہ اور عُروہ بن مسعود ثقفی، مگر بات نہ بن سکی حتیٰ کہ صحابہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ''اگر لڑائی ہوئی تو مر جائیں گے، بھاگیں گے نہیں۔'' پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو صلح کی کارروائی کے لیے بھیجا جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ طے پائی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔ گویا قریش نے اسلامی حکومت کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا۔ یہ بھی طے پایا کہ عمرہ آئندہ سال ہوگا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

سن 6ہجری میں مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ آپ اور آپ کے صحابہ امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سروں کو منڈوایا اور قصر کرایا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر، یکم ذی قعدہ 6ہجری کو چودہ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لیے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ جنگ کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کے لیے جا رہے ہیں۔ اسلامی لشکر مکہ کے پاس حدیبیہ آ کر مقیم ہوا۔

مشرکین مکہ کو جب اطلاع پہنچی تو وہ مزاحم ہوئے۔ نبی ﷺ نے اس مسئلے کا پرامن حل نکالنے کے لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ مکہ والوں نے اُن کو روک لیا۔ اس پر افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کچھ دنوں بعد واپس آ گئے۔ اہل مکہ کی جانب سے مختلف سفیر آتے رہے۔ آخر نبی ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں اور اس میں درج ذیل شرطیں طے ہوئیں:

1- رسول اللہ (ﷺ) اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا، صرف میان کے اندر تلواریں ہوں گی۔

2- فریقین میں دس سال کے لیے جنگ بند رہے گی۔

3- جو محمد (ﷺ) کے ''عہد'' میں داخل ہونا چاہے، داخل ہو سکتا ہے اور جو قریش کے عہد میں داخل ہونا چاہے، داخل ہو سکتا

ہے۔

4۔ قریش کا جو آدمی مسلمانوں کی پناہ میں جائے گا' مسلمان اسے قریش کے حوالے کر دیں گے' لیکن مسلمانوں کا جو آدمی قریش کی پناہ میں آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ (تلخیص حدیث بخاری 2732)

اس صلح کو قرآن مجید کی سورۃ فتح میں ''فتح مبین'' قرار دیا گیا کیونکہ اس کی بعض شرائط جو بظاہر مسلمانوں کے لیے ناپسندیدہ تھیں' ان میں خیر کے پہلو تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش کی جارحیت کا مستقل خاتمہ ہوگیا اور 8ھ میں فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں فروغ اسلام کی راہ ہموار ہوگئی۔

حُدَیبیہ: یہ حرم مکہ کی مغربی حد ہے۔ جب وادئ بکہ میں بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر ہوئی اور مکے کی آبادی حضری زندگی کی ایک مستقل بستی بنی تو اس تعمیر کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بستی کو ایک حرم (یا سیاسی اصطلاح میں ایک شہری مملکت) قرار دیتے ہوئے اس کی حدود مقرر کیں اور مختلف سمتوں میں حدود حرم پر منارے تعمیر کیے گئے۔ عہد نبوی میں یہ نہ صرف ایک قدیم چیز تھے بلکہ آپ نے ان کی مرمت بھی کرائی تھی۔ یہ اب تک چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک حد حدیبیہ بھی ہے۔

حدیبیہ مکے سے کوئی دس میل اور جدے سے کوئی تیس میل پر واقع ہے۔ یہاں وہ پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں ختم ہو جاتے ہیں اور ساحلی میدان شروع ہوتا ہے۔ آغاز اسلام کے وقت یہاں ایک کنواں تو تھا جو مسافروں اور حاجیوں کے کام آتا ہوگا لیکن کسی آبادی کا ثبوت نہیں ملتا۔ غالباً زیر زمین پانی میٹھا اور کافی ہے' اسی لیے ببول وغیرہ کے جنگلی درخت یہاں غیر معمولی طور پر بلند نظر آتے ہیں۔ یہیں ایک درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جان نثاری کا عہد لیا تھا۔ اس کے سائے میں مریضوں کی صحت وغیرہ کے غیر اسلامی معتقدات توہم کی شکل اختیار کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اکھڑوا دیا۔ بعد میں اس کی جگہ ایک مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ ترکی دور میں اس پر کوئی کتبہ نہ تھا۔ اب ترمیم و تزئین کے بعد اس پر سلطان عبدالعزیز بن سعود کے نام کا کتبہ پایا جاتا ہے۔ یہ مسجد نئی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ خلافت راشدہ کے ایک مدت بعد یہ مقام حجاج کی ضرورتوں کے تحت آباد ہونے لگا اور یہ گاؤں کم از کم آٹھویں صدی ہجری سے شُمَیْسِیہ کہلاتا ہے اور اب پولیس کی اہم چوکی ہے۔ (ان دنوں حدیبیہ شمیسی کہلاتا ہے۔)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 958/7)

❋ ❋ ❋

حدیبیہ

بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

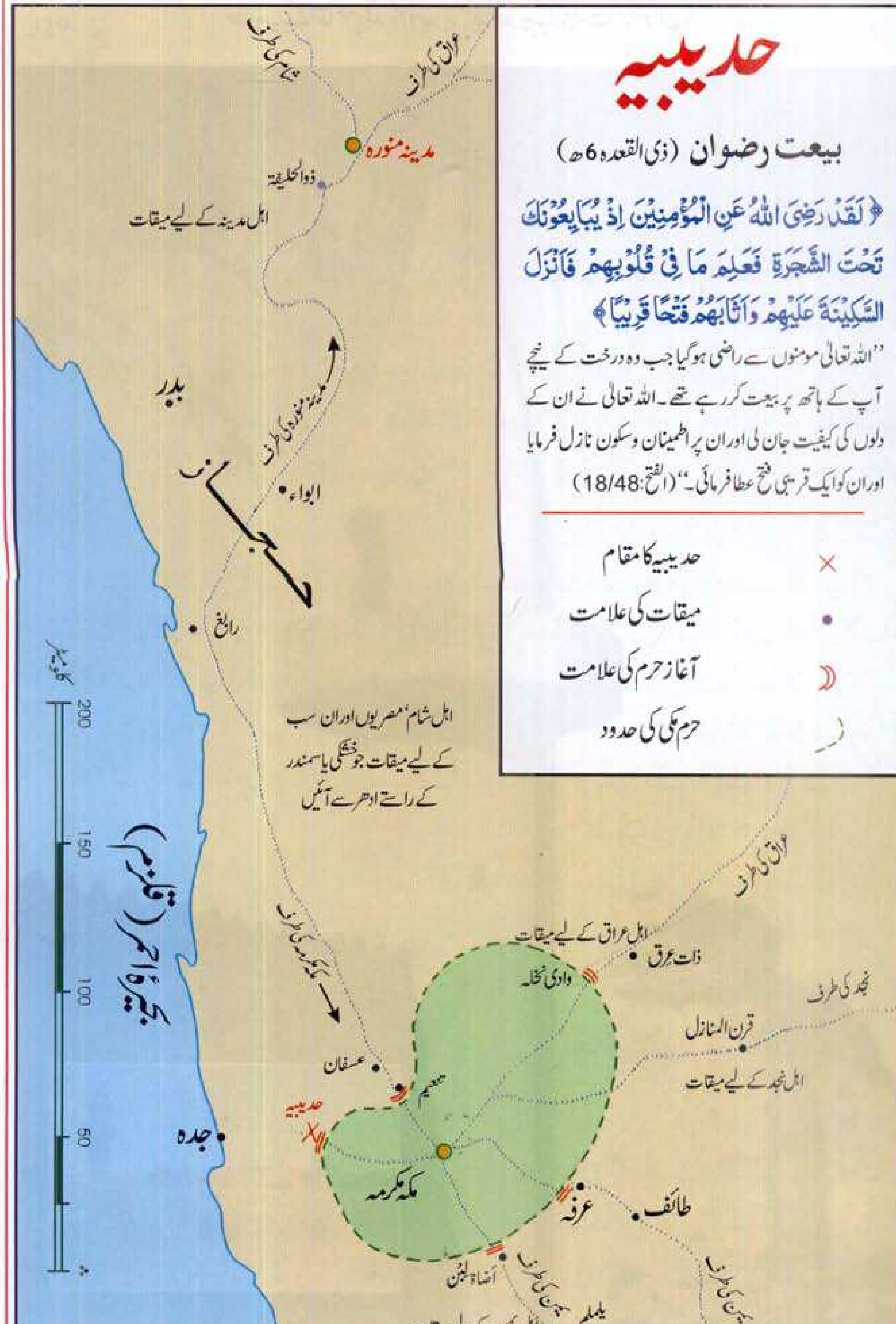
"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح:18/48)

حدیبیہ کا مقام

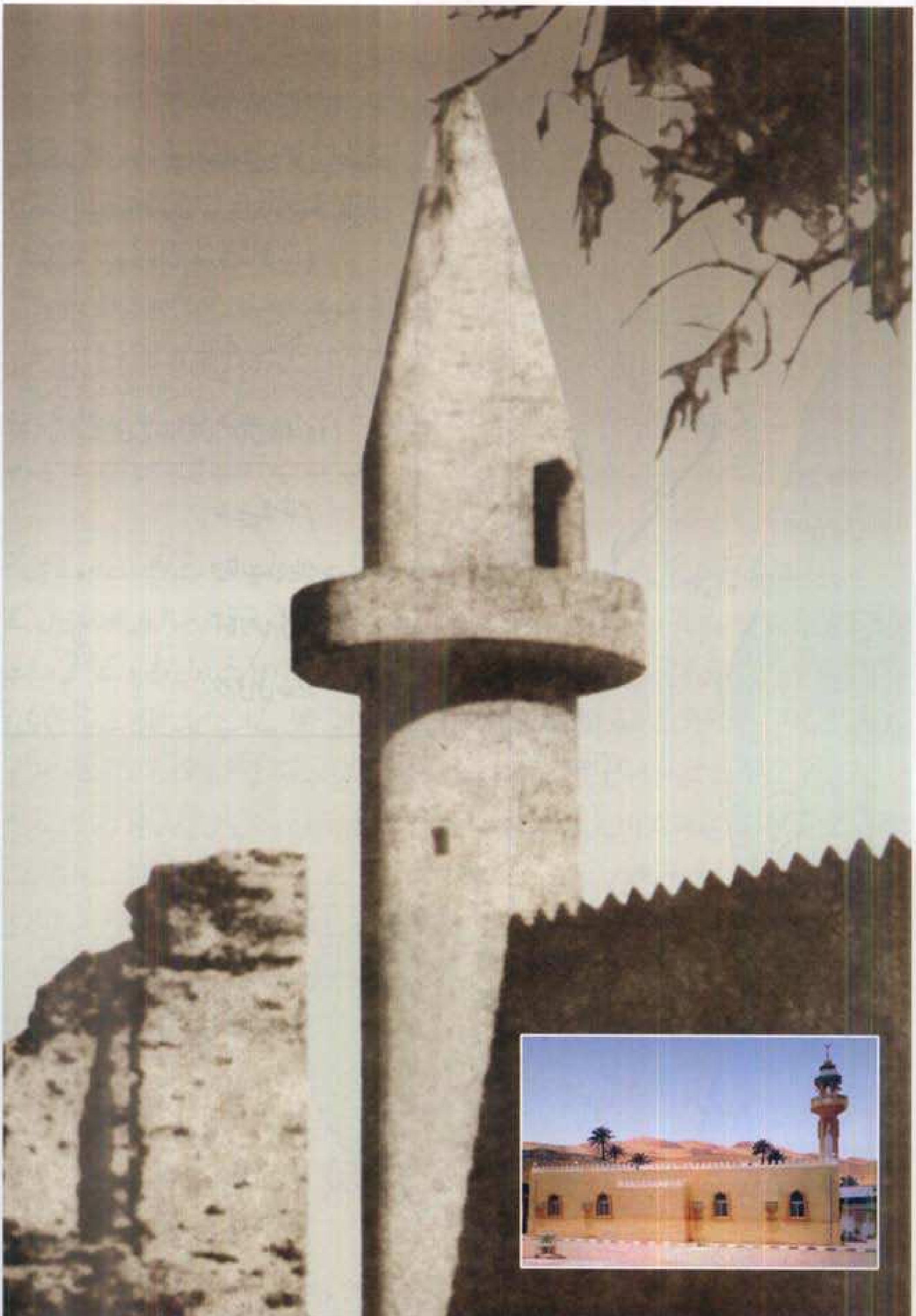
میقات کی علامت

آغاز حرم کی علامت

حرم مکی کی حدود



حدیبیہ کے مقام پر قدیم وجدید مسجد الحدیبیہ (بیعت الرضوان)



غزوۂ خیبر، فدک اور وادی القریٰ
(محرم 7 ہجری)

یہ غزوات خیبر کے یہودیوں کی علانیہ طور پر روایتی دشمنی، بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے اور خیبر کی ریاست کے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے خاتمے پر حلف اٹھانے کی بنا پر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک بھرپور وار کا فیصلہ فرمایا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے یہودیوں کے تمام قلعے فتح کر لیے۔ خیبر میں قلعوں کے تین سلسلے تھے: نطاۃ، شق، کتیبہ۔

نطاۃ : تین قلعوں ناعم، صعب اور قلہ پر مشتمل تھا۔ **شق :** دو قلعوں اُبی اور بَرِیٔ پر مشتمل تھا۔

کتیبہ : تین قلعوں قموص، وطیح اور سلالم پر مشتمل تھا۔

آپ ﷺ نے یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کی بجائے ان کو وہاں بطور مزارع ٹھہرنے کی اجازت دے دی کہ وہ خیبر کا نصف پھل مسلمانوں کو ادا کرتے رہیں گے، البتہ یہ وضاحت فرما دی کہ جب ہماری مرضی ہوگی ہم تمہیں نکال دیں گے۔

اسی طرح فدک کے یہودیوں نے بھی انہی شرائط پر آپ ﷺ سے مصالحت کر لی۔ پھر آپ نے وادی القریٰ کو بزور فتح فرمایا، البتہ تیماء کو صلحاً زیر دست کیا گیا۔

اس کے بعد والے واقعات کو ذہن نشین کرنے کے لیے نقشے دیے گئے ہیں تاکہ پوری وضاحت ہو جائے، مثلاً:

بادشاہوں اور دیگر حکمرانوں کو بھیجے گئے خطوط کا نقشہ۔

باذان کے دو قاصدوں کے صنعاء سے مدینہ منورہ تک سفر کا نقشہ۔

حضرت ماریہ قبطیہ کے حَفْن سے مدینہ منورہ تک سفر کا نقشہ

رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے ہِرَقْل تک پہنچنے کا نقشہ۔

اضافی توضیحات و تشریحات

غزوۂ خیبر: تاریخ اسلام میں خیبر کی شہرت سن 7 ہجری، موافق 628ء کے غزوۂ نبوی کے باعث ہے۔ مدینے سے نکلے ہوئے بنو نضیر خیبر میں آباد ہو چکے تھے اور انہی کی انگیخت پر محاصرۂ خندق پیش آیا تھا۔ وہ مسلمانوں کی نئی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے تھے، انہی سے نپٹنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں قریش کی منہ مانگی شرطوں پر صلح کی تھی اور قریش سے صرف یہ خواہش کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانب دار رہیں۔ صلح حدیبیہ کے ایک مہینے بعد پندرہ سو کی جمعیت لے کر آپ مدینے سے خیبر روانہ ہوئے۔

خیبر اس زمانے کی عربی بستیوں کی طرح متعدد چھوٹے چھوٹے قبائلی محلوں پر مشتمل تھا' ہر محلے کا انتظام مستقل تھا۔ دفاعی لحاظ سے وہ سات بڑے اور متعدد چھوٹے قلعوں میں محفوظ تھے جن میں سے بعض میں منجنیقیں بھی نصب تھیں۔ سب سے پہلے ناعم کا قلعہ فتح ہوا' پھر اندرون شہر کا قلعہ قموص فتح ہوا جو خاندان ابوالحقیق (اور ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا مسکن تھا۔ پھر حصن الشق، حصن النطاۃ اور حصن الکتیبہ سر ہوئے۔ اس کے بعد حصن الوطیح اور حصن السلالم کوئی دو ہفتوں کی کشمکش کے بعد فتح ہوئے۔ فتح کے بعد نبی ﷺ نے ان کی جان بخشی کر دی' قبضے کے بعد یہودیوں کو خیبر ہی میں رہنے دیا اور اس کے لیے شرط یہ رکھی کہ وہ غلے کا نصف مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ اس جنگ میں یہودی سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی جنگی قیدیوں میں آئی جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔

خیبر میں یہودیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک برقرار رکھا گیا۔ اس کے بعد انہیں جلاوطن کر دیا گیا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔'' (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 9)

خیبر: خیبر ایک نخلستان ہے جو سطح سمندر سے 2800 فٹ بلند اور مدینہ منورہ سے 184 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ تقریباً ایک سو کلومیٹر تک خیبر کا راستہ تنگ اور پیچ دار دروں میں سے گزرتا ہے۔ خیبر ایک حرہ (آتش فشانی چٹانوں کا سلسلہ) ہے' مدینے سے آئیں تو شہر سے پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر سفید اور قابل کاشت لیکن افتادہ زمینیں ملتی ہیں جو دس بارہ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بعد ازاں پھر حرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس حرے میں شاہراہ کے دائیں جانب قدیم یہودی کھنڈر میلوں تک پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ تالابوں کے منہدم شدہ بند نظر آتے ہیں۔ گرمی میں جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو ان کی تہہ میں جمی ہوئی مہین مٹی دور دور تک نظر آتی ہے۔ ان تالابوں میں ایک صہباء نامی تالاب ہے جہاں رسول اکرم ﷺ نے خیبر کو آتے جاتے قیام فرمایا تھا۔ اس کے آگے ایک پست اور وسیع وادی ہے جس میں شہر خیبر آباد ہے۔ یہ نخلستانوں سے اس قدر پٹا ہوا ہے کہ کسی بلندی پر سے بھی شہر کے خدوخال نظر نہیں آتے۔ عہد نبوی میں الکتیبہ میں کھجور کے چالیس ہزار پیڑ بیان کیے گئے ہیں۔ خیبر میں اب (1964ء میں) عنیزہ قبیلے کے عرب آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ فصل کٹنے کے زمانے میں ہنگامی آبادی پچیس تیس ہزار تک ہو جاتی ہے ورنہ مستقل آبادی پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

بعض مؤلفین کی رائے میں خیبر کے یہودیوں کی بولی میں ''خیبر'' قلعے کو کہتے ہیں۔ یاقوت نے ایک روایت بیان کی ہے کہ یہ اس کے بانی خیبر بن قانیہ بن مہلائیل کے نام سے منسوب ہے۔ خیبر کا سب سے بڑا قلعہ ''القموص'' تھا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ یہاں ایک وادی کا نام ''نطاۃ'' ہے۔ اسی وادی میں مرحب کا قلعہ اور محل تھے۔ یہ محل فتح کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا تھا۔ الشق میں الحمہ نامی ایک چشمہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ''قسمة الملائكة'' کا نام دیا تھا' اس کا دو تہائی پانی ایک نالے میں جاتا ہے اور ایک تہائی دوسرے میں۔

یہود کی شر پسندی: عہد نبوت میں خیبر یہودیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ فلسطین سے جلاوطن ہو کر یہودی قبیلے خیبر اور یثرب میں بھی آ بسے تھے۔

غزوۂ احد کے بعد مدینہ سے کعب بن اشرف یہودی ستر سوار لے کر مکہ آیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کفارِ قریش سے معاہدہ کرے۔ کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس ٹھہرا اور باقی یہودی قریش کے مہمان بنے۔ وہاں انہوں نے عہد کیے اور قسمیں اٹھائیں کہ وہ محمد (ﷺ) کے خلاف لڑائی میں اکٹھے ہوں گے۔ ابوسفیان نے کعب بن اشرف سے کہا: ''تم اہل کتاب ہو اور کتاب پڑھتے ہو اور یہ (محمد ﷺ) بھی اہل کتاب ہے۔ بھلا بتاؤ کون ہم میں سے سیدھے راستے پر ہے، ہم یا محمد (ﷺ)؟'' کعب بن اشرف نے کہا: تمہارا اور محمد کا کیا دین ہے؟ ابوسفیان نے کہا: ''ہم صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بڑی کوہانوں والے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ دودھ اور پانی ملا کر پلاتے ہیں۔ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں اور حجاج کو پانی (اور ستو) پلاتے ہیں، جبکہ محمد (ﷺ) قطع رحمی کر کے الگ تھلگ ہے، حاجیوں کو لوٹنے والے بنوغفار اس کے پیروکار ہیں۔'' کعب اور اس کے ساتھیوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) جس راستے پر ہیں، تم اس کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿الم تر الی الذین...... ﴾ (النساء: 4/ 51-52) انہی یہودیوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: 1/ 704 تفسیر القرطبی: 5/ 161)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ابوسفیان نے کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں سے گفتگو کے دوران کہا تھا: ''ہمیں تم پر اعتبار نہیں۔ یہ تمہارا مکر بھی ہوسکتا ہے، الا یہ کہ تم ہمارے بتوں کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا۔'' (روح المعانی: 4/ 82)

یہودیوں کی انہی شرارتوں کے باعث بنونضیر کو 4 ہجری میں جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

اہل فدک کی سپردگی: فدک، خیبر کے مشرق میں دو دن کے فاصلے پر ایک بستی تھی جو آج کل ''حائل'' کے علاقے میں ''حائط'' کے نام سے معروف ہے۔ نبی ﷺ نے خیبر پہنچ کر مُحَیِّصَہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ''یہودِ فدک'' کے پاس بھیجا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں، مگر انہوں نے تاخیر کی، لیکن جب خیبر کی فتح کا حال سنا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے پیغام دیا کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے اسے منظور فرما لیا، چنانچہ فدک کی زمین صرف نبی ﷺ کے لیے مخصوص تھی۔ اس میں سے آپ اپنے اوپر خرچ فرماتے تھے۔ بنوہاشم کے بچوں کی عیالداری کرتے تھے اور ان میں سے غیر شادی شدہ ضرورت مندوں کی شادی فرماتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام: 2/ 337، 353)

وادی القریٰ کی فتح: رسول اللہ ﷺ خیبر کے بعد ''وادی القریٰ'' تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو جو یہودی تھے اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے اسلام قبول کیا نہ آپ کے تابع فرمان ہوئے، بلکہ جنگ کے لیے نکل آئے۔ ان کا ایک آدمی میدان میں آیا اور اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا آیا، اسے بھی انہوں نے قتل کیا۔ پھر تیسرا آیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اس طرح ان کے گیارہ آدمی قتل ہوئے۔ جب بھی کوئی ایک آدمی مارا جاتا تو نبی ﷺ یہود کو اسلام کی دعوت دیتے اور جب بھی کوئی نماز پڑھتے تو انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ غرض اسی طرح شام ہوگئی۔ دوسرے دن صبح آپ پھر تشریف لے گئے، لیکن سورج ابھی نیزہ برابر بھی بلند نہ ہوا تھا کہ یہود شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے بہت سا

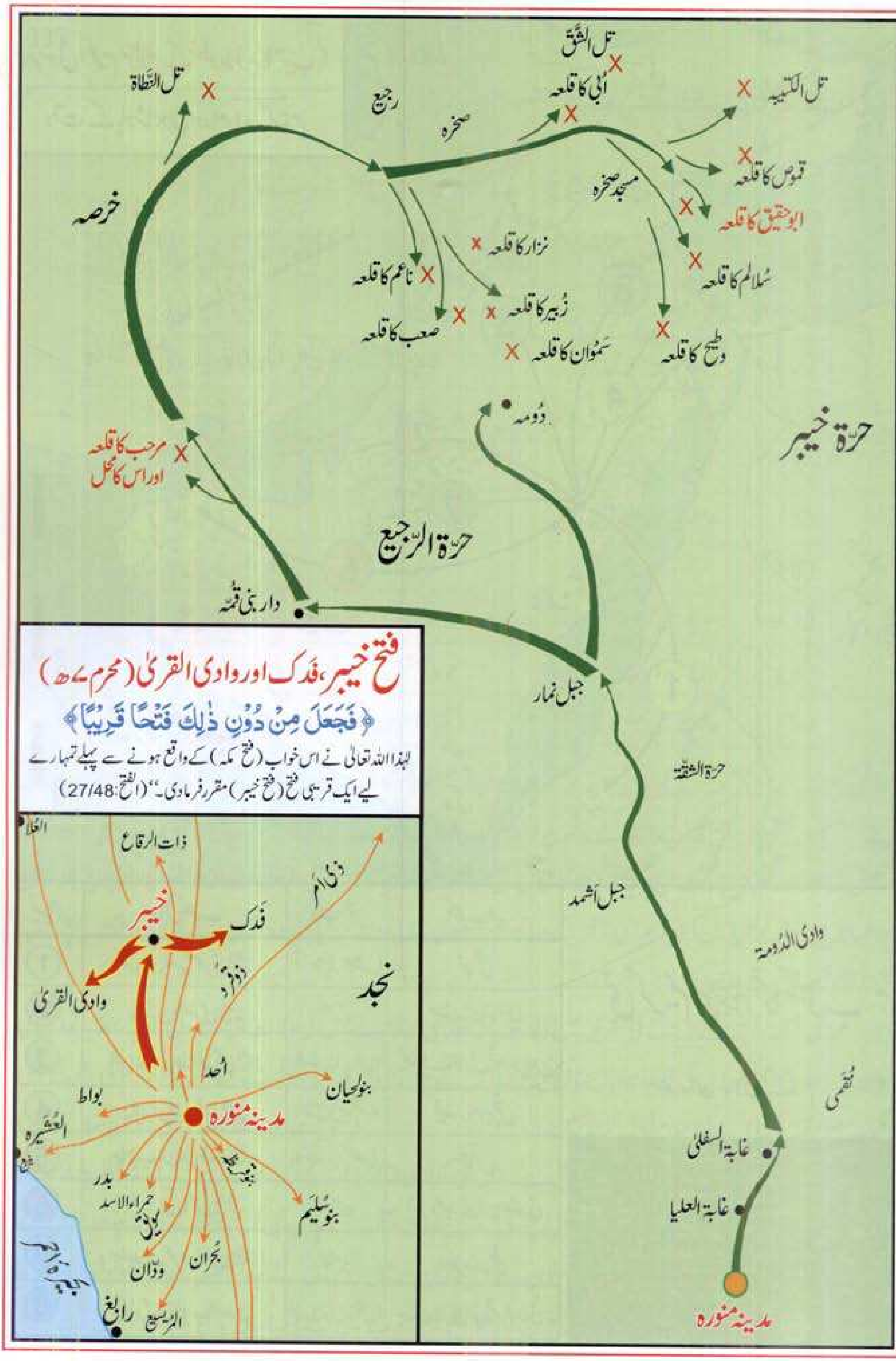
مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر یہود نے گزارش کی کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اوران کے لیے یہ بات تحریر کروادی۔ (زادالمعاد۔طبقات ابن سعد)

اہل تیماء کی مصالحت: ''تیماء'' کے یہود کو خیبر، فدک اور وادی القریٰ کی خبریں موصول ہوئیں تو انہوں نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کرلی اوراپنے علاقے میں امن کے ساتھ برقرار رہے۔ (زادالمعاد:2/147)

وادی القریٰ (العُلا): وادی القریٰ جو ان دنوں العُلا کہلاتا ہے، صوبہ مدینہ منورہ میں صوبہ تبوک کے ساحلی شہر الوجہ سے تقریباً 150 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ العُلا سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال مشرق میں مدائن صالح واقع ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی عذاب یافتہ قوم کے حجری آثار ملتے ہیں۔ العلا سے ایک سڑک البدائع اورقلعہ زمرد کے راستے خیبر کو جاتی ہے جو العلا سے 190 کلومیٹر کے لگ بھگ دور ہے۔ العلا سے مشرق میں حائل کو سڑک جاتی ہے۔ العلا اور مدائن صالح کے وسط میں وادیٔ حشیش نامی قصبہ ہے۔

تیماء: یہ صوبہ تبوک کا مشہور شہر ہے جو خیبر کے شمال میں حَفِیرَۃ العیدا کے راستے تقریباً 230 میل دور ہے۔ تیماء سے کم وبیش 135 کلومیٹر شمال میں القلیبہ واقع ہے جہاں سے مغرب میں تبوک کو اور مشرق میں دومۃ الجندل کو سڑکیں نکلتی ہیں۔ المنجد فی الاعلام کے مطابق ''تیماء شمالی سعودی عرب میں صحرائے نفود الکبریٰ کے جنوب میں ایک نخلستان ہے۔ اس کی آبادی 15 ہزار ہے۔''

❋ ❋ ❋



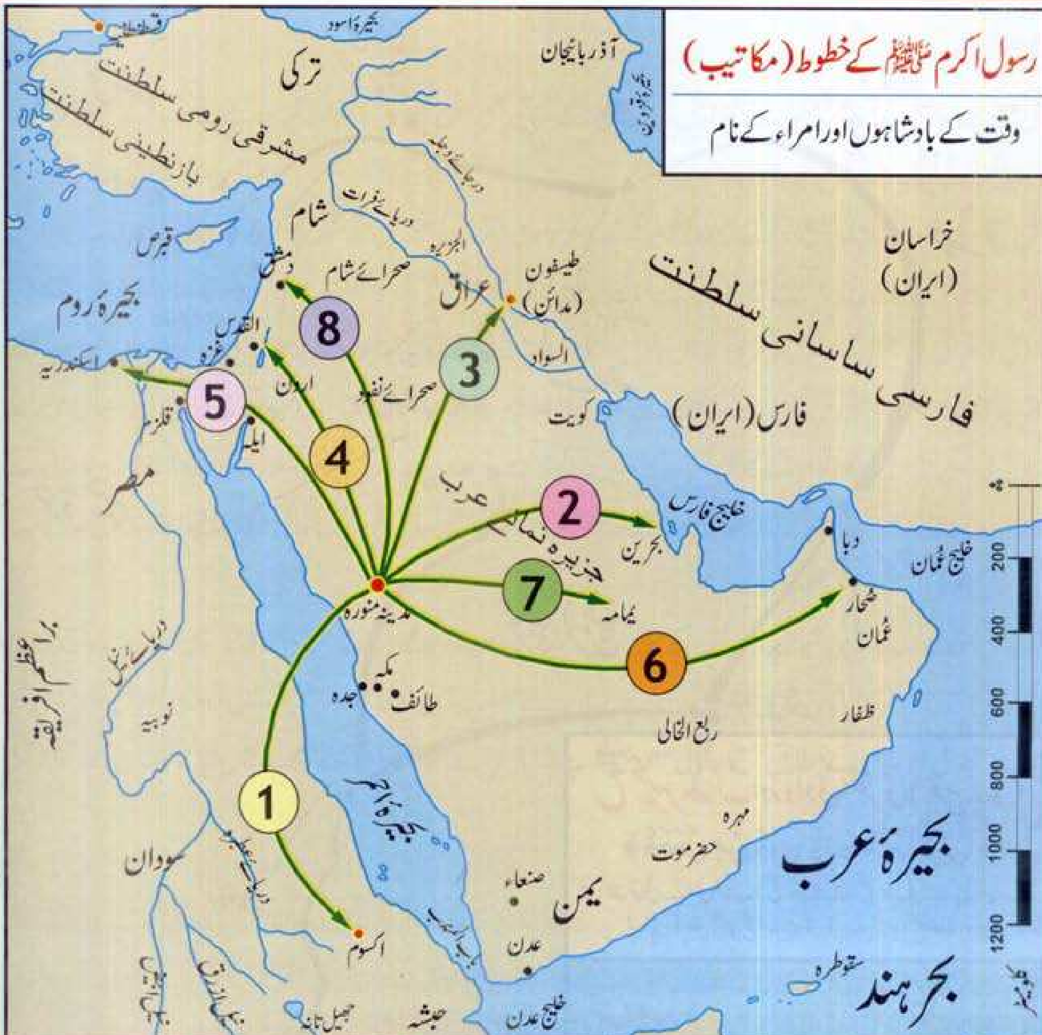
فتح خیبر، فدک اور وادی القریٰ (محرم ۷ھ)

﴿فَجَعَلَ مِنۡ دُوۡنِ ذٰلِكَ فَتۡحًا قَرِيۡبًا﴾

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب (فتح مکہ) کے واقع ہونے سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقرر فرما دی۔'' (الفتح 27/48)

رسول اکرم ﷺ کے خطوط (مکاتیب)

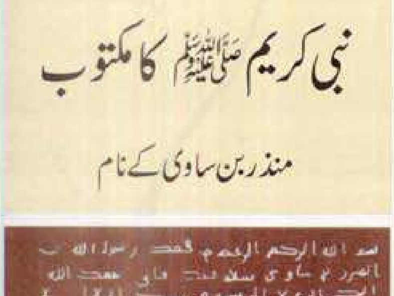
وقت کے بادشاہوں اور امراء کے نام



نمبر شمار	حامل مکتوب	ملک / شہر	مکتوب الیہ
1	عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	اکسوم (حبشہ)	نجاشی
2	علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین	منذر بن ساوی
3	عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	طیسفون (مدائن)	کسرائے فارس خسرو پرویز
4	دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	القدس (یروشلم)	قیصر روم ہرقل
5	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	اسکندریہ (مصر)	مقوقس
6	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	عُمان	جیفر و عبد پسران جلندی
7	سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ	یمامہ	ہوذہ بن علی
8	شجاع بن وہب اسدی	غوطہ (نواح دمشق)	حارث بن ابی شمر غسانی

نبی کریم ﷺ کا مکتوب

منذر بن ساوی کے نام



اضافی توضیحات وتشریحات

رسول کریم ﷺ کے خطوط شاہان وقت کے نام

نمبر شمار	سفیر نبوت	شہر/ملک	مکتوب الیہ حکمران
(1)	عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	اکسوم (حبشہ)	نجاشی اصحمہ بن ابجر
(2)	علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین	منذر بن ساویٰ
(3)	عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	طیسفون (مدائن)	کسریٰ (خسرو پرویز)
(4)	دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	القدس (یروشلم)	قیصر روم ہرقل
(5)	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	اسکندریہ (مصر)	مقوقس (شاہ مصر)
(6)	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	عمان	جیفر وعبد پسران جلندی
(7)	سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ	یمامہ	ہوذہ بن علی
(8)	شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ	غوطۂ دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی
(9)	حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ	مؤتۂ بلقاء (اردن)	شرحبیل بن عمرو غسانی

نجاشیٔ حبشہ: نجاشی اصحمہ نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کا خط مبارک لیا اور اپنی آنکھوں پر رکھا' پھر تخت سے نیچے اتر آیا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اس نے نبی ﷺ کو اپنے اسلام لانے اور بیعت کے متعلق خط لکھا اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے کر دیا' انہیں اپنی طرف سے 400 دینار مہر دیا' پھر انہیں اور مہاجرین حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں روانہ کر دیا اور وہ انہیں لے کر اس وقت پہنچے جب نبی ﷺ خیبر میں تھے۔

نجاشی اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ نے رجب 9 ہجری میں وفات پائی اور نبی ﷺ نے اس کی وفات ہی کے دن صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے جانشین کو بھی نبی ﷺ نے خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی مگر یہ معلوم نہیں کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ (تجلیات نبوت از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

اکسوم: یہ ایتھوپیا (حبشہ) کا مقدس تاریخی شہر ہے۔ اس کی آبادی 20 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ قدیم مملکت اکسوم کا دارالحکومت تھا جو ابتدائی مسیحی صدیوں میں پروان چڑھی۔ یہیں نجاشی اصحمہ کے پاس نبی کریم ﷺ کا خط پہنچا تھا۔ اس کے نوکیلے برج مشہور ہیں جن میں سے ایک اٹلی والوں نے استعماری دور میں روم میں لے جا کر نصب کیا۔ اکسوم شمالی ایتھوپیا میں اریٹیریا کے دارالحکومت اسمرہ (اسمارا) سے تقریباً 150 کلومیٹر جنوب میں ہے جبکہ اریٹیریا کی بندرگاہ مصوع سے اکسوم

کا فاصلہ 210 کلومیٹر کے قریب ہے اور مدینہ منورہ کی قریبی بندرگاہ ینبع' مصوع سے تقریباً 1000 کلومیٹر شمال میں ہے۔

قیصر روم ھِرَقْل: یہ یونانی النسل بادشاہ بازنطینی رومی سلطنت میں 610ء تا 641ء برسر اقتدار رہا۔ 611ء میں ایران کے ساتھ جنگ چھڑی تو ایرانیوں نے شام' فلسطین' ایشیائے کوچک کے خاصے علاقے اور مصر پر قبضہ کرلیا' 614ء میں یروشلم کو بری طرح تباہ کیا اور عیسائیوں کی صلیب مقدس اٹھا کر مدائن لے آئے۔ اس پر قرآن مجید کی سورۃ روم کے آغاز میں فرمایا گیا: ''رومی نزدیک کی زمین (فلسطین) میں مغلوب ہوگئے اور وہ چند ہی سال میں غالب آ جائیں گے۔'' یہ پیشگوئی اس وقت پوری ہوگئی جب 622ء کے بعد ایرانیوں کی شکستوں کا دور شروع ہوا۔ جب 624ء میں رومیوں کو شام میں فتح حاصل ہوئی' اس وقت مسلمان بھی مدینہ منورہ میں غزوۂ بدر میں فتح کی خوشیاں منا رہے تھے۔ 29-628ء میں جب رسول کریم ﷺ نے ہرقل کو خط لکھا اس وقت بادشاہ یروشلم میں مقیم تھا۔ اس نے ابوسفیان سے جو ان دنوں اتفاقاً ایک تجارتی قافلے کے ساتھ فلسطین میں تھے' نبی ﷺ کے متعلق سوالات کیے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''سریۂ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ''

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''نبی ﷺ کے امراء اور عُمّال''

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ: یہ قریش کی شاخ بنوسہم سے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب کعب بن لؤی پر نبی ﷺ سے جاملتا ہے۔ انہوں نے بعثت نبوی کے ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کیا۔ ہجرت حبشہ اور غزوۂ حُدیبیہ (6ھ) میں شریک ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد نبی ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو شاہِ ایران کے نام خط دے کر بھیجا۔ عہد فاروقی میں شام کے ایک معرکے میں اسی اکاسی مجاہدین رومیوں کے ہاتھوں اسیر ہوگئے۔ ان میں عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قیصر ہرقل نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نصرانی مذہب قبول کرنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ بصورت دیگر تمہیں کھولتے تیل میں ڈال دیا جائے گا اور پھر ان کے سامنے ایک اور اسیر مسلمان کو واقعی کھولتے تیل میں ڈال کر شہید کر دیا گیا مگر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کمال استقامت کا ثبوت دیا۔ انہوں نے اپنی رہائی کے لیے رومی شہنشاہ کی پیشانی چومنے کی شرط اور مال و دولت اور حسین عورتوں کے لالچ کو بھی ٹھکرادیا لیکن جب قیصر نے کہا کہ میری پیشانی چوم لو تو تمام مسلمان قیدی چھوڑ دیے جائیں گے' تب عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر شہنشاہ کی پیشانی چوم لی اور اس طرح اسی مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فتح مصر میں حصہ لیا۔ عین الشمس (ہیلیو پولس) نام کا شہر انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ انہوں نے خلافت عثمانی میں مصر ہی میں وفات پائی۔

حضرت دِحْیَہ بن خَلِیْفَہ رضی اللہ عنہ: سیدنا دِحیہ رضی اللہ عنہ کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنوکلب سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: دِحیہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ کلبی۔ وہ قدیم الاسلام تھے' البتہ بدر میں حاضر نہیں تھے۔ ہاں غزوات اُحد' احزاب اور خیبر وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔

6ھ میں نبی ﷺ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو ایک تبلیغی مکتوب دے کر قیصر روم کے پاس بھیجا۔ قیصر ہرقل ان دنوں

بیت المقدس (یروشلم) آیا ہوا تھا۔ وہیں دحیہ رضی اللہ عنہ نے مکتوب نبوی پیش کیا۔ اتفاق سے ابوسفیان بھی بہ سلسلہ تجارت وہاں گئے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے تصدیق کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ہرقل نے اپنے امراء و اساقفہ کے سامنے قبول اسلام کی خواہش ظاہر کی مگر ان کی شدید مخالفت کے باعث وہ قبول اسلام کے شرف سے محروم رہا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ انتہائی خوبصورت تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اکثر ان کی شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے۔ دحیہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں کتب سیر خاموش ہیں' البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (41ھ تا 59ھ) میں ان کے بقید حیات ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ (طبقات ابن سعد' ابن اثیر' اسد الغابہ)

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابوعبداللہ (یا ابومحمد) حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے اور بنولخم بن عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض اہل سیر نے انہیں قحطانی النسل قرار دیا ہے اور بعض نے ان کو بنومذحج کا ایک رکن بتایا ہے۔ لیکن جمہور کی رائے میں وہ لخمی یمنی ہیں۔ عہد جاہلیت میں گردش زمانہ انہیں مکہ لے آئی جہاں وہ بنواسد بن عبدالعزیٰ سے حلیفانہ تعلقات قائم کر کے مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سابقون اولون میں سے ہیں۔ انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف بھی ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقوقس (شاہ مصر) کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے بعہدِ خلافت حضرت عثمان ذوالنورین 30ھ میں وفات پائی اس وقت وہ عمر کی 65 منزلیں طے کر چکے تھے۔ خود امیر المومنین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس جاں نثار۔ طالب ہاشمی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: دیکھیے: ''سریۂ ذات السلاسل''

حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ: حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط دے کر شام کی طرف بھیجا۔ مؤتہ (اردن) کے مقام پر انہوں نے مکتوب نبوی پیش کیا تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر لیا اور باندھ کر شہید کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا قصاص لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر بھیجا جس کے نتیجہ میں غزوۂ موتہ پیش آیا۔ (أسد الغابہ: 1/628)

سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ: سلیط بن عمرو بن عبد شمس عامری رضی اللہ عنہ کو ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے۔ واقدی اور ابومعشر نے انہیں اہل بدر میں لکھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمامہ کے حکمران ہوذہ بن علی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ وہ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ: 3/136)

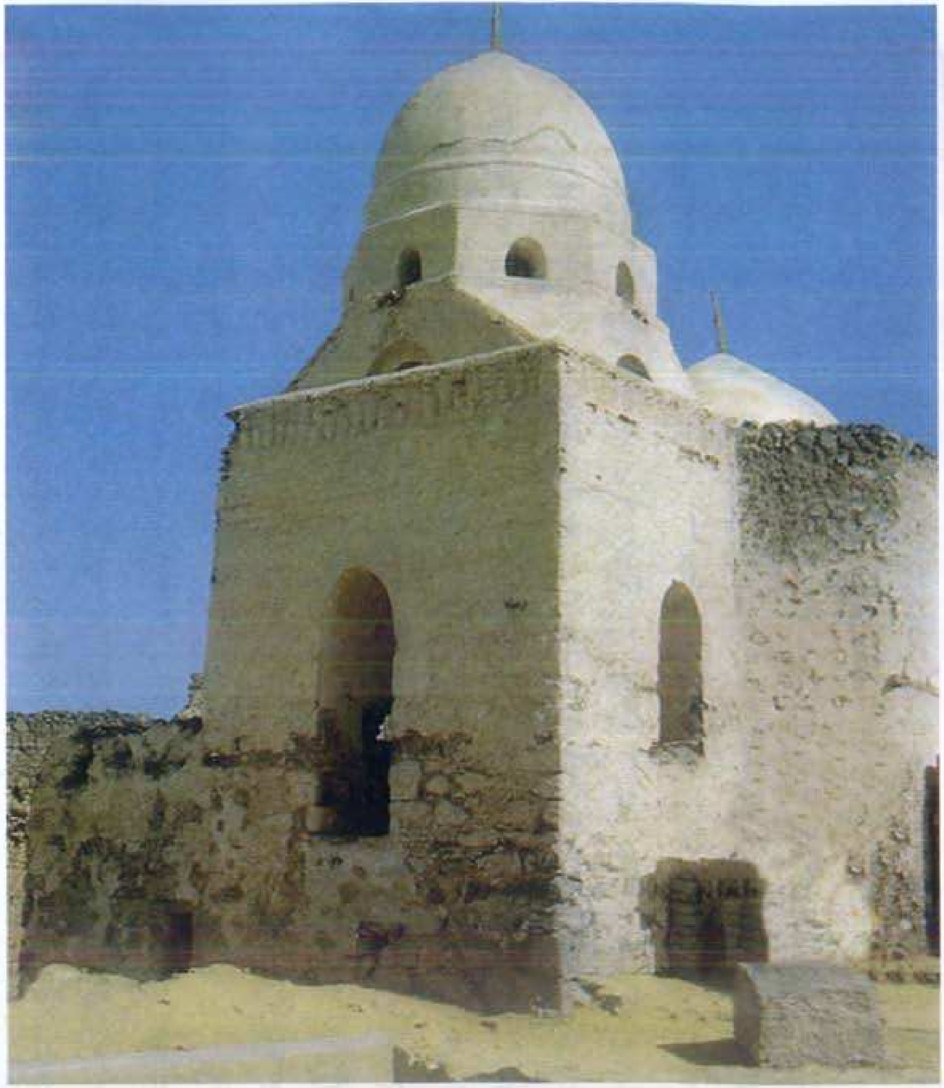
شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''سریۂ شجاع بن وہب اسدی''

مہر نبوی (انگوٹھی)





وہ کنواں جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے



اریس کنواں پر قبہ جہاں نبی ﷺ کی انگوٹھی گری تھی

باذان کے قاصدوں کی آمد

(صنعاء سے مدینہ منورہ تک)

رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد دعوتِ اسلام کے قصد سے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے گزارش کی گئی: ''اے اللہ کے رسول! بادشاہ کوئی ایسا خط نہیں پڑھتے جس پر بھیجنے والے کی مہر نہ لگی ہو۔'' مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خط کے مضمون کی اہمیت واضح ہوتی ہے' نیز یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ان باتوں کو مرسل الیہ کے علاوہ کوئی اور نہ پڑھے اور مہر سے جعل سازی اور تبدیلی کا خطرہ بھی نہیں رہتا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش تین سطروں میں تھا سب سے نچلی سطر میں لفظ ''محمد'' تھا درمیان میں لفظ ''رسول'' اور سب سے اوپر لفظ ''اللہ'' تھا۔ گویا نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا تھا اور مہر کی کتابت الٹ تھی تاکہ مہر لگنے کے بعد تحریر سیدھی پڑھی جا سکے۔

یہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی حتی کہ ان سے بئر اریس میں گر گئی۔ (بئر اریس مسجد قباء کے قریب ایک کنواں ہے۔) وہ تین دن تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے حتی کہ کنویں کا سارا پانی نکالا گیا مگر اسے نہ ملنا تھا نہ ملی۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی چھنگلی میں پہنتے تھے۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔[1] بعض دیگر صحابہ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہننا بھی منقول ہے۔[2]

کسریٰ پرویز بن ہرمز کی طرف خط: یہ خط لے کر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ فارس کے دارالحکومت مدائن گئے۔ خط کی عبارت یہ تھی:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے فارس کے حکمران کسریٰ کو لکھا جا رہا ہے۔ سلام ہو اس شخص پر جو راہ ہدایت اختیار کرے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' کوئی اس کا شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتا ہوں۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مجھے سب لوگوں کی طرف رسول بنا

---

① سنن أبي داود' الخاتم' باب ماجاء في التختم في اليمين أو اليسار' حديث: 4229

② صحيح مسلم' اللباس والزينة' باب في لبس الخاتم في الخنصر من اليد' حديث: 2095

کر بھیجا گیا ہے تا کہ میں ہر اس شخص کو تنبیہ کروں جو زندہ ہے اور انکار کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ثابت ہو جائے۔ آپ مسلمان ہو جائیں، محفوظ رہیں گے لیکن اگر آپ نے انکار کیا تو عام رعایا کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔"[①]

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں محل کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ بالآخر میں بادشاہ تک پہنچ گیا تو میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پہنچایا۔ خط پڑھا گیا تو وہ کہنے لگا: "میرا ایک غلام مجھے ایسی باتیں لکھ کر بھیجتا ہے؟""[②]

یہ کہہ کر اس نے خط پکڑ کر پھاڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کرے!"[③]

پھر کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ حجاز کے علاقہ میں اس آدمی کی طرف دو مضبوط فوجی بھیجو۔ وہ اسے گرفتار کر کے میرے حضور پیش کریں۔ باذان نے خرخسرہ اور بابویہ دو افسر بھیجے اور ان کے ہاتھ ایک رقعہ بھی بھیجا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ آپ ان افسروں کے ہمراہ کسریٰ کے سامنے پیش ہوں۔ وہ دونوں طائف پہنچے وہاں انہوں نے ایک قریشی شخص سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ آپ مدینہ میں رہتے ہیں۔ یہ خبر سن کر طائف والے اور قریش بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: "اب خوش ہو جاؤ۔ تمہیں کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسریٰ نے اس پر ہاتھ ڈال لیا ہے۔ وہ اسے سنبھال لے گا۔"

وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ پہنچے۔ بابویہ کہنے لگا: "کسریٰ نے باذان کو حکم بھیجا ہے کہ آپ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیجا جائے۔ باذان نے مجھے بھیجا ہے آپ میرے ساتھ چلیں۔ اگر آپ حکم کی تعمیل کریں گے تو باذان کسریٰ سے آپ کی سفارش کر دے گا اور کسریٰ آپ کو کچھ نہیں کہے گا، لیکن اگر آپ نے انکار کیا تو پھر آپ جانتے ہی ہیں وہ کیسا آدمی ہے؟ وہ آپ کو، آپ کی قوم اور آپ کے علاقے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پروائی سے فرمایا: "فی الحال واپس جاؤ، کل میرے پاس آنا۔" رات کو آپ کے پاس آسمان سے وحی آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے جس نے اسے قتل کر دیا ہے۔" آپ نے ان دونوں کو بلایا اور یہ بات بتائی، نیز آپ نے فرمایا: "میرے رب نے آج رات تیرے رب (بادشاہ) کو مار دیا ہے۔[④] جاؤ باذان کو بتا دو کہ آج رات میرے رب نے اس کے رب (بادشاہ) کو قتل کروا دیا ہے۔" وہ کہنے لگے: "آپ جانتے ہیں کیا کہہ رہے ہیں؟ بلاشبہ ہم نے آپ پر آسان ترین بات کو پیش کیا تھا لیکن آپ نے اسے تسلیم نہیں کیا، لہٰذا ہم آپ کی طرف سے یہ

---

① الطبقات الکبریٰ: 259/1 والکامل فی التاریخ: 97/2
② السیرة النبویة لابن کثیر: 508/3
③ إعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، ص: 9 والطبقات الکبریٰ: 260/1
④ کسریٰ پرویز اپنے بیٹے کے ہاتھوں منگل کی شب 10 جمادی الآخرہ 7 ہجری کو قتل ہوا (السیرة النبویة لابن کثیر: 511/3)

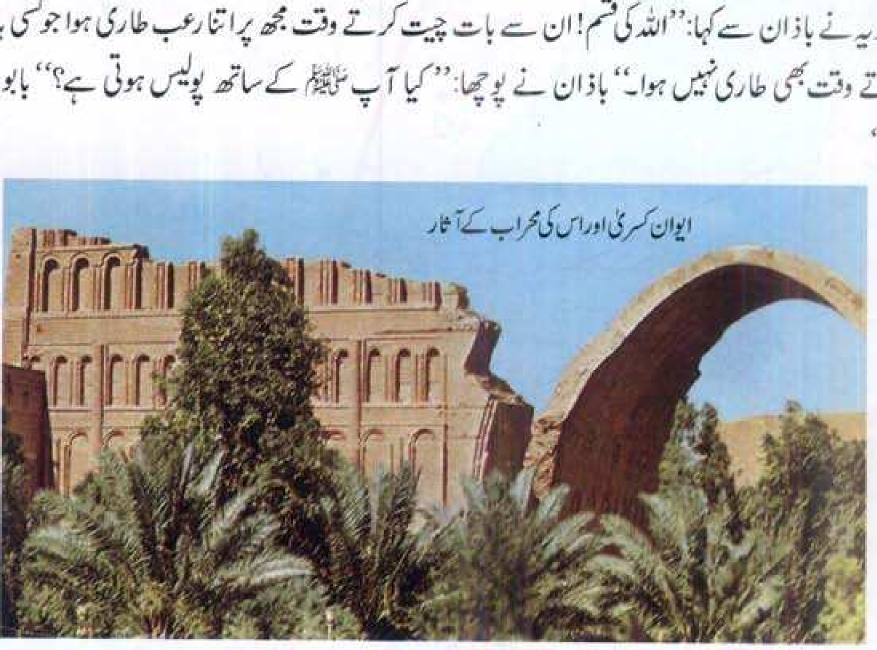
بات شاہ باذان کو پہنچا دیتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ہاں! اس کے ساتھ اسے یہ بھی بتا دینا کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچیں گے جہاں تک کسریٰ کی حکومت پہنچتی ہے' بلکہ جہاں تک کسی اونٹ یا گھوڑے کی رسائی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تجھے تیری حکومت پر برقرار رکھوں گا اور جو کچھ تیرے قبضے میں ہے وہ تیرے پاس رہے گا۔''

یہ دونوں افسر واپس باذان کے پاس گئے اور اسے سب کچھ کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! یہ باتیں کسی بادشاہ کی نہیں۔ میرا خیال ہے وہ سچے نبی ہیں جیسے ان کا دعویٰ ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ اگر ان کی یہ بات (کسریٰ کا قتل) صحیح ثابت ہوئی تو ان کے نبی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہے گا۔ بالفرض یہ بات درست نہ ہوئی تو پھر ہم کوئی فیصلہ کریں گے۔''

چند دنوں میں اس کے پاس شیرویہ کا خط آ گیا: ''میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے یہ کام فارسی عوام کی حمایت میں کیا ہے کیونکہ کسریٰ نے بہت سے معزز لوگ قتل کر دیے تھے۔ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اپنے علاقے کے لوگوں سے میری بیعت لے لینا۔ باقی رہا وہ شخص جس کے بارے میں کسریٰ نے تجھے حکم نامہ لکھا تھا اسے کچھ نہ کہنا حتی کہ میرا نیا حکم تیرے پاس پہنچے۔''②

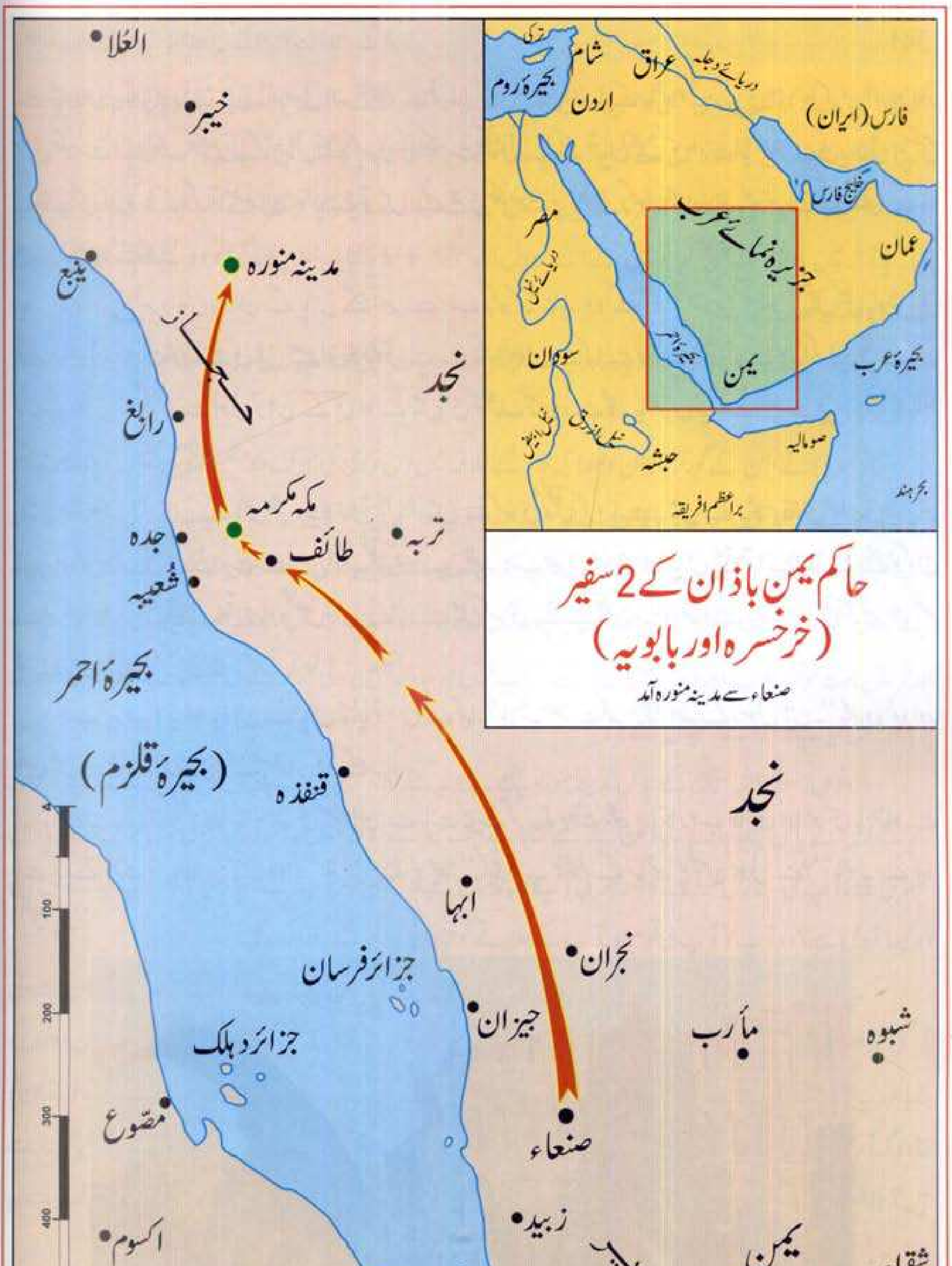
جب شیرویہ کا یہ خط باذان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: ''بلاشبہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' پھر وہ خود اور یمن میں رہنے والے فارسی لوگ مسلمان ہو گئے۔

بابویہ نے باذان سے کہا: ''اللہ کی قسم! ان سے بات چیت کرتے وقت مجھ پر اتنا رعب طاری ہوا جو کسی بادشاہ سے بات کرتے وقت بھی طاری نہیں ہوا۔'' باذان نے پوچھا: ''کیا آپ ﷺ کے ساتھ پولیس ہوتی ہے؟'' بابویہ نے کہا: ''نہیں۔''



ایوان کسریٰ اور اس کی محراب کے آثار

① الكامل في التاريخ: 98/2 والطبقات الكبرىٰ: 260/1



حاکم یمن باذان کے 2 سفیر
(خرخسرہ اور بابویہ)
صنعاء سے مدینہ منورہ آمد

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
(ملکِ مصر کے علاقہ انصِنا کی ایک بستی حفن سے)

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ (ذوالقعدہ ۶ ہجری) سے واپس تشریف لائے تو فرمایا: ''لوگو! کون شخص میرا یہ خط مصر کے حکمران تک پہنچائے گا؟ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔'' حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور عرض کیا: ''اللہ کے رسول! میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''حاطب! اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔''[1]

حاطب رضی اللہ عنہ اسکندریہ پہنچے اور مقوقس شاہ مصر کے بارے میں پوچھا' انہیں بتایا گیا کہ شاہ مصر سمندر میں ایک مجلس میں شریک ہیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ جب بادشاہ کی مجلس کے برابر پہنچے تو خط دکھا کر بادشاہ کو متوجہ کیا۔ جب بادشاہ کی نظر پڑی تو اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس حاضر کیا جائے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مصر کے حکمران مقوقس کو لکھا جا رہا ہے۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے راہ ہدایت اختیار کی۔ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا لیکن اگر تم اعراض کرو گے تو رعایا کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ بھی تمہیں برداشت کرنا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

''اے اہل کتاب! آ جاؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلمہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنے میں سے کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔ اگر اہل کتاب نہ مانیں تو اے مسلمانو! تم اعلان کر دو کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔'' (آل عمران: 3/64)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے مقوقس سے کچھ زبانی باتیں بھی کیں۔ فرمایا:

''ہمارا ایک دین ہے۔ ہم اسے تبھی چھوڑ سکتے ہیں جب ہمیں اس سے بہتر دین نظر آئے اور وہ دین اسلام ہے جو ہر لحاظ سے کافی ہے۔ بے شک اس نبی حضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی' تو سب سے زیادہ مخالفت قریش نے کی اور

---

[1] السيرة الحلبية: 3/280 والسيرة النبوية والآثار المحمدية: 2/69

نبی ﷺ کے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں' البتہ عیسائی مسلمانوں کے بہت زیادہ قریب ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خوش خبری دینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبری دینا ایک جیسی بات ہے۔ ہمارا آپ کو قرآن مجید کی دعوت دینا ایسا ہے جیسے آپ یہودیوں کو انجیل کی طرف بلاتے ہیں۔ جس امت میں بھی کوئی نبی آ جائے وہ اس نبی کی امت بن جاتی ہے۔ ان پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں۔ اس لحاظ سے آپ بھی ان نبی کریم ﷺ کی امت میں سے ہیں کیونکہ آپ نے ان کا دور پا لیا ہے' نیز ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دین سے روکتے نہیں بلکہ ہم تو آپ کو اس کی پابندی کا حکم دیتے ہیں۔''①

مقوقس کہنے لگا: ''کیا یہ جن کے بارے میں آپ بیان کرتے ہیں نبی نہیں؟''

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''کیوں نہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔''

مقوقس کہنے لگا: ''تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب انہیں ان کی قوم نے ان کے شہر سے نکالا تو انہوں نے بددعا کیوں نہ کی؟''

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ نبی نہیں تھے؟ تو پھر جب ان کی قوم نے ان کو سولی پر لٹکانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے بددعا کیوں نہ کی حتی کہ اللہ تعالیٰ کو انہیں اٹھانا پڑا؟''

مقوقس کہنے لگا: ''بہت خوب! تم ایک دانا شخص ہو جو کسی دانا شخص کے پاس سے آئے ہو۔''②

پھر اس نے اپنے کاتب کو بلایا تاکہ وہ عربی میں جواب لکھے' اور اس نے یہ جواب لکھوایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یہ خط حضرت محمد بن عبداللہ کی خدمت میں قبطیوں (مصریوں) کے حکمران مقوقس کی طرف سے لکھا جا رہا ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں نے آپ کا مکتوب پڑھا اور آپ نے جس بات کا تذکرہ کیا ہے اور جس کی طرف دعوت دی ہے اسے اچھی طرح سمجھا ہے۔ مجھے یہ تو علم تھا کہ آخری نبی آنے والے ہیں مگر میرا خیال تھا وہ شام میں آئیں گے۔ بہرحال میں نے آپ کے قاصد کی پوری تعظیم کی ہے اور بطورِ خدمت دو لونڈیاں آپ کو بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں عظیم مرتبہ حاصل ہے۔ اس کے ساتھ میں آپ کی خدمت میں کپڑوں کے جوڑے اور آپ کی سواری کے لیے بہترین خچر بھی بھیج رہا ہوں۔ والسلام علیکم۔''

(شاہِ مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو ایک 100 دینار اور پانچ کپڑے تحفہ میں دیے۔ واپسی کے وقت ساتھ حفاظتی دستہ بھیجا اور کہا: ''عنقریب آپ کے نبی کی حکومت اس علاقہ پر ہو گی۔'' دو لونڈیاں حضرت ماریہ اور شیرین رضی اللہ عنہما تھیں۔)

① عيون الأثر: 265/2 و إعلام السائلين: 20

② السيرة النبوية لابن كثير: 514/3 و اسد الغابة: 660/1

حاطب رضی اللہ عنہ اس کے پاس صرف پانچ دن ٹھہرے۔ جب وہ واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کی آخری بات بتائی تو آپ نے فرمایا: ''اس نے صرف اپنی حکومت بچانے کے لیے اسلام قبول نہیں کیا' حالانکہ اس کی حکومت باقی نہیں رہے گی۔''

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور ان سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے جب کہ حضرت شیرین رضی اللہ عنہا سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا۔

مقوقس کے باقی تحفوں میں ایک تو ''دُلدُل'' خچر تھا جو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور تک باقی رہا۔ یہ سفید رنگ کا تھا۔ علاوہ ازیں اس نے بنہا کا شہد' خوشبو' مصر کے مشہور قباطی کپڑے کے 20 جوڑے اور ایک شیشے کا پیالہ بھی بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پیالے میں مشروب نوش فرمایا کرتے۔ اس نے ایک ماہر طبیب بھی بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تم واپس چلے جاؤ۔ ہم لوگ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک ہمیں بھوک نہ لگے اور کھاتے وقت بھی سیر ہو کر نہیں کھاتے (لہٰذا ہمیں طبیب کی ضرورت نہیں پڑتی۔)''[1]

جن مشہور مقامات کا اس واقعہ میں ذکر ہوا ہے ان میں سے مصر اور اسکندریہ تو مشہور ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ ''حفن'' بستی سے تعلق رکھتی تھیں جو ''اَنْصِنا'' کے علاقے میں واقع تھی۔ ابن دقماق کی ''کتاب الانتصار'' میں لکھا ہے:

''انصنا ایک پرانا شہر ہے' وہاں بہت سے آثار قدیمہ ہیں۔ وہاں ایک چھوٹا سا پیمانہ ہوتا تھا جس سے دریائے نیل کا پانی ماپا جاتا تھا۔ اس کا کچھ حصہ اب بھی باقی ہے۔ یہ شہر دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ''اشمونین'' بستی کے مقابل واقع ہے۔''

''اشمونین'' بستی مصر کے میدانی علاقے میں اسیوط کے نواح میں واقع ہے۔

''بِنْهَا'' مصر کی ایک بستی ہے جسے آج کل ''بَنْها'' کہا جاتا ہے اور یہ دریائے نیل کی ایک شاخ پر واقع ہے۔ مصر کا بہترین شہد اس بستی اور اس کے گردونواح سے حاصل کیا جاتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ خاتون ملک مصر کی ایک بستی حَفن سے تھیں جو انصنا کے علاقے میں ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا احترام کرتے ہوئے اپنی حکومت کے دوران میں اس علاقے والوں سے خراج لینا بند کر دیا تھا کیونکہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹے ابراہیم کی والدہ محترمہ تھیں۔''[2]

---

① الطبقات الكبرى: 260/1

② البداية والنهاية: 264/5

ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی مصر سے مدینہ آمد

الصعید: مصر کی وادی نیل میں اسوان سے لے کر فسطاط تک کا نسبتاً بلند علاقہ الصعید کہلاتا ہے جس میں دریائے نیل کے دونوں طرف کی زرخیز زمین شامل ہے۔ اس میں اسوان، قنا، قاہرہ، اسیوط اور الاقصر کے شہر دریائے نیل پر واقع ہیں۔ مشہور مؤرخ ومفسر قرآن علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسیوط کی نسبت ہی سے سیوطی کہلاتے تھے۔ الاقصر کے نزدیک ''بادشاہوں کی وادی'' میں وسطی دور کے فرعونوں کے زیرزمین مقبرے ہیں۔ الصعید ہی میں حفن نامی گاؤں میں ماریہ قبطیہ پیدا ہوئیں اور حصن بابلیون کے راستے شاہی دربار (اسکندریہ) میں پہنچیں۔ 6ھ میں مقوقس شاہ مصر نے ماریہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حاطب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا اور وہ بنہا (نیل کی شاخ پر واقع)، فلسطین کی بندرگاہ ایلہ (موجودہ ایلات)، تبوک اور العلا سے ہوکر مدینہ منورہ پہنچیں۔

حصن بابلیون: یہ شہر دریائے نیل کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے مومن ساتھیوں کے ہمراہ بابل (عراق) سے ہجرت کر کے کنارِ نیل پہنچے تو انہوں نے اس علاقے کی شادابی دیکھ کر کہا: ''بابلیون'' یعنی ''شاداب بابل'' وہ لوگ وہیں بس گئے اور اس بستی کا نام ہی ''بابلیون'' پڑ گیا جبکہ ''بابل'' کے معنی نہر یا دریا کے ہیں کیونکہ یہ دریائے فرات کے کنارے واقع تھا۔ بابلیون کے مقام ہی پر بعد میں ممفس آباد ہوا۔

اسکندریہ: یہ مصر کی مشہور بندرگاہ ہے۔ اس کی آبادی 30 لاکھ ہے۔ سکندر اعظم نے 332 ق م میں مصر فتح کر کے اپنے نام سے یہ شہر آباد کیا تھا۔ بطلیموس بادشاہوں کے عہد (306 ق م تا 30 ق م) میں اسکندریہ مصر کا دارالحکومت رہا۔ یہیں یونانی سائنسدان بطلیموس کلاڈیس (90ء تا 168ء) پیدا ہوا جس کی شہرہ آفاق تصانیف المجسطی (فلکیات) اور ''جغرافیہ بطلیموس'' مشہور ہیں۔ عہد نبوی میں شاہ مصر مقوقس رومی سلطنت کا باجگزار تھا اور اس کا دارالحکومت اسکندریہ ہی تھا۔

دکتور شوقی ابوخلیل نے لکھا ہے کہ ''جب سفیر رسول حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اسکندریہ پہنچے تو مقوقس (شاہ مصر) سمندر پر اعلیٰ سطحی مجلس میں شریک تھا، چنانچہ حاطب رضی اللہ عنہ کشتی میں سوار ہوکر اس کی مجلس (دربار) میں پہنچے۔'' دراصل ان دنوں اسکندریہ کا قلعہ اور قصر بندرگاہ کے قریب ایک جزیرے پر واقع تھے اور مقوقس وہیں مقیم تھا۔ اسی لیے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کشتی میں سوار ہوکر اس کے پاس گئے تھے۔ اس جزیرے کا نام فاروس تھا جس پر یونانیوں نے بحری جہازوں کی رہنمائی کے لیے روشنی کا مینار لائٹ ہاؤس تعمیر کیا تھا جو قدیم زمانے کے سات عجائباتِ عالم میں شمار ہوتا ہے۔ یاقوت حموی متوفی 626ھ/ 1228ء اپنا مشاہدہ یوں بیان کرتا ہے: ''میں نے اسے ایک ستون کی شکل میں دیکھا جسے عمود السواری کہا جاتا ہے۔ یہ مینار اسکندریہ کی بندرگاہ میں ابھرے ہوئے ایک جزیرے کی ایک جانب پہاڑی کی چوٹی پر اونچے قلعے کی شکل میں

ہے۔اس جزیرے اور خشکی کے درمیان گھوڑے کے ایک چکر جتنا فاصلہ ہے مگر کھلے سمندر کے سوا اس تک جانے کا کوئی راستہ نہیں۔" (معجم البلدان جلد اول)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 2 میں لکھا ہے: "جزیرے کے شمال مشرقی کونے میں بطلیموس سوتر کا بنوایا ہوا روشنی کا مینار فاروس تھا۔ 1324ء میں اس کا ایک بڑا حصہ (زلزلے میں) گر گیا۔ تھوڑے عرصے بعد یہ سارے کا سارا منہدم ہو گیا۔ 1477ء میں قایت بے (سلطان قایتبائی) نے اس کے کھنڈروں پر موجودہ قلعہ فاروس بنوایا۔"

چند سال پہلے جزیرہ (اسکندریہ) کے اس حصے کے آثار سمندر کی تہ سے دریافت ہوئے ہیں جو چودھویں صدی عیسوی کے زلزلے میں سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔

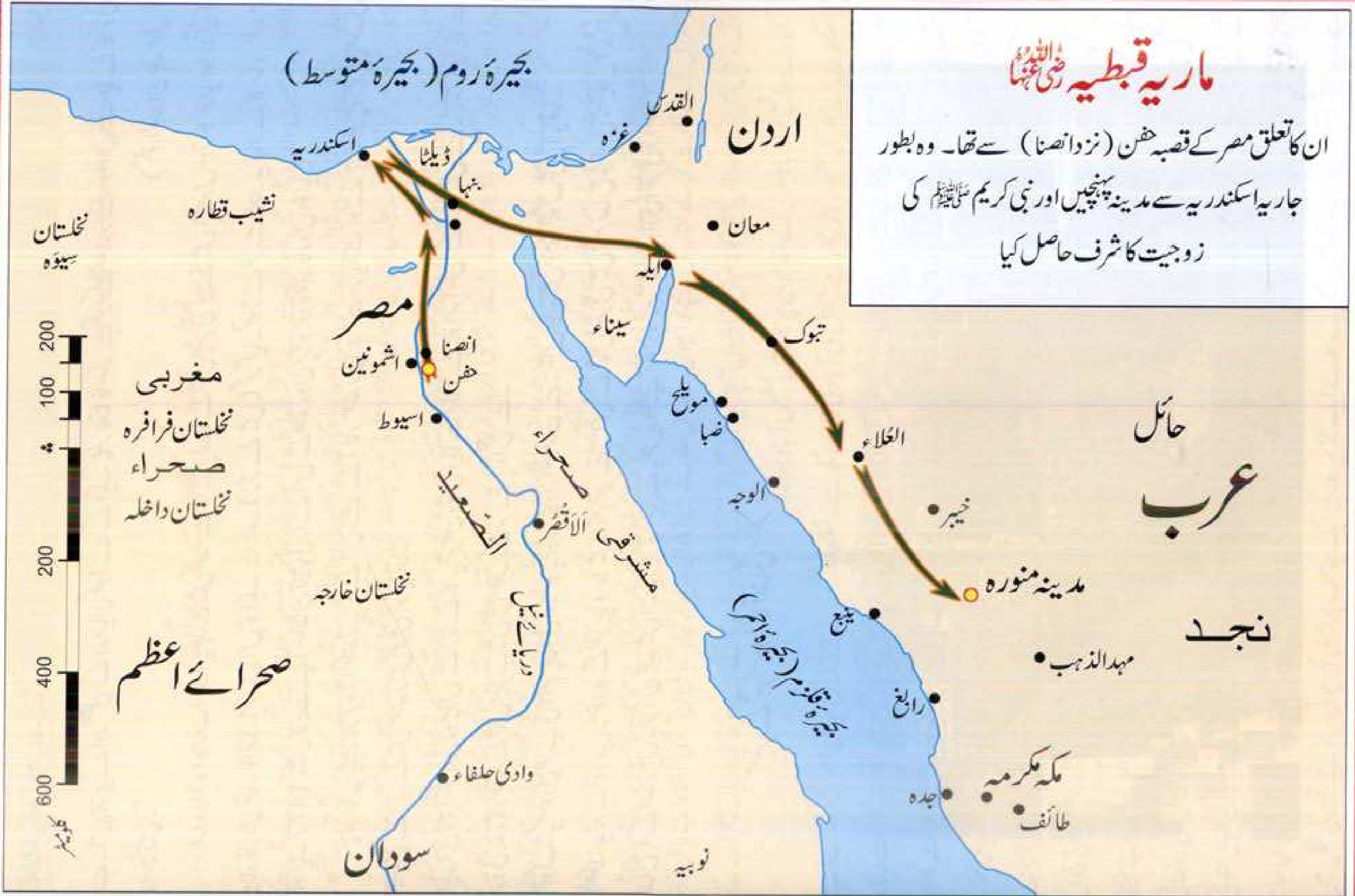
ایلہ: بنی اسرائیل اور رومیوں کے زمانے کا یہ شہر ان دنوں ایلات کہلاتا ہے جو اسرائیل کے تسلط میں ہے۔ بندرگاہ ایلات اردنی بندرگاہ عقبہ کے شمال مغرب میں خلیج عقبہ کے سرے پر واقع ہے۔

تبوک: یہ سعودی عرب کی اہم چھاؤنی اور صوبہ تبوک کا دارالحکومت ہے۔ یہیں 9ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا تھا۔

العُلا: یہ تبوک اور مدینہ منورہ کے تقریباً وسط میں اہم شہر ہے۔ اس کے شمال مشرق میں قوم صالح علیہ السلام کی بستیوں (مدائن صالح) کے کھنڈر ہیں۔ قرآن مجید میں اسے الحجر کہا گیا ہے۔ مزید دیکھیے "غزوۂ خیبر" میں "وادی القریٰ (العلا)"

مصر کے شہر اسیوط کا فضائی منظر





ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ان کا تعلق مصر کے قصبہ حفن (نزد انصنا) سے تھا۔ وہ بطور جاریہ اسکندریہ سے مدینہ پہنچیں اور نبی کریم ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل کیا

رسول اللہ ﷺ کا قیصر ہرقل کو خط

(آغاز 7 ہجری / 628ء)

ابوسفیان صلح حدیبیہ کے بعد قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ غزہ گیا۔ ادھر روم کا بادشاہ ہرقل حمص سے بیت المقدس بطور نذر پیدل گیا ہوا تھا تاکہ وہاں نماز شکرانہ ادا کرے کیونکہ اسے فارس پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ ایک دن صبح کے وقت غمگین حالت میں وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فوجی کمانڈر کہنے لگے۔ ''جناب! آپ بہت غمگین ہیں۔ کیا بات ہے؟ بادشاہ نے کہا: ''مجھے رات خواب آیا ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ظاہر ہوگیا ہے۔''

پھر بادشاہ نے اپنے پولیس افسر کو بلایا اور کہا: ''سارے شام کو چھان مارو حتی کہ میرے پاس اس آدمی کی قوم سے کوئی شخص لاؤ جس نے دعوائے نبوت کیا ہے تاکہ میں اس سے اس نبی کے بارے میں تحقیق کروں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''میں اور میرے ساتھی غزہ میں تھے کہ اچانک پولیس افسر ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا: ''تم کون ہو؟'' ہم نے بتایا: ''ہم عرب ہیں۔'' وہ ہم سب کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ ہم اس کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے پوچھا: ''تم میں سے اس نبی کا زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟'' میں نے کہا: ''میں ہوں۔'' وہ پولیس افسر سے کہنے لگا: ''اسے میرے قریب کردو۔'' پھر اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے کہنے لگا: ''اگر یہ غلط بیانی کرے تو تم اسے ٹوک دینا۔'' ابوسفیان کہتے ہیں: ''مجھے یقین تھا کہ اگر میں غلط بیانی بھی کروں تو وہ میری تردید نہیں کریں گے لیکن میں سردار تھا۔ میں اپنے آپ کو اس بات سے بلند مرتبہ سمجھتا تھا کہ جھوٹ بولوں اور یہ میرے لیے شرم کی بات تھی۔ میں جانتا تھا کہ کم از کم وہ واپس مکہ جاکر ضرور لوگوں سے میرا جھوٹ بیان کریں گے' اس لیے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔''

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان خاصے سوال و جواب ہوئے۔ آخر میں ہرقل کہنے لگا: ''تو خود کہتا ہے کہ وہ اعلیٰ اور خالص نسب رکھتا ہے۔ واقعتاً اللہ تعالیٰ اعلیٰ نسب کے شخص ہی کو نبوت کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ میں نے تجھ سے پوچھا کیا اس کے خاندان میں کسی اور نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہے کہ کہا جائے یہ اس کی نقل کرتا ہے؟ تو نے صاف نفی میں جواب دیا۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا کہ کیا اس کے آباء واجداد حکمران رہے ہیں کہ تم نے وہ حکومت چھین لی ہو اور وہ دعوائے نبوت کے ذریعے سے اپنی گم شدہ حکومت بحال کرنا چاہتا ہو؟ تو نے اس کی بھی نفی کی۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا: کیا اس کے پیروکار اس سے محبت اور احترام کا سلوک کرتے ہیں یا اس سے ناراض ہوکر اسے چھوڑ جاتے ہیں؟ تو نے خود بتایا کہ اس کا کوئی پیروکار اسے چھوڑ کر نہیں جاتا۔ یاد رکھ! ایمان کی لذت ایسی ہی ہوتی ہے' جب کسی دل میں داخل ہوجائے تو نکلتی نہیں۔ میں نے تجھ سے پوچھا: تمہاری اس سے ہونے والی جنگوں کا نتیجہ کیا نکلتا رہا ہے؟ تو نے کہا: جیسے ڈول کبھی ایک کے

ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح کبھی اسے غلبہ حاصل ہوتا رہا ہے کبھی ہمیں۔ سن لے! انبیاء کی کیفیت یہی ہوا کرتی ہے، البتہ انجام کار وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ میں نے تجھ سے پوچھا تھا: کیا وہ بدعہدی کرتا ہے؟ کبھی جھوٹ بولتا ہے؟ تو نے کہا: ہرگز نہیں۔ پھر میں نے پوچھا: وہ تمہیں کن کاموں کا حکم دیتا ہے؟ تو نے خود بتایا: وہ ہمیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے، بتوں کی پوجا اور ہر قسم کے شرک سے منع کرتا ہے، نیز وہ نماز، سچائی اور پاکبازی کا حکم دیتا ہے۔

غور سے سن لے۔ اللہ کی قسم! اگر تو نے صحیح جوابات دیے ہیں تو اس کو میری اس مملکت پر بھی غلبہ حاصل ہوگا۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ آخری نبی آنے والا ہے مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ عربوں سے ہوگا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں طویل سفر کی مشقت برداشت کر کے بھی اس کے پاس پہنچ کر اس سے ملاقات کرتا اور اگر میں اس کے پاس پہنچ سکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔''[1]

ابوسفیان کہتے ہیں: پھر اس نے مجھ سے کہا: ''جاؤ اپنا کام کرو۔'' میں وہاں سے نکلا تو میں افسوس سے ہاتھ مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ''لوگو! ابن ابی کبشہ (رسول اللہ ﷺ کے رضاعی والد کی کنیت ابو کبشہ تھی) کی شان اس قدر بلند ہو چکی ہے کہ رومیوں کا بادشاہ اپنی مملکت میں بیٹھا اس سے خوف کھا رہا ہے۔''

یہ خط حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے اور خط کی عبارت یوں تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے روم کے حکمران ہرقل کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ سلام ہو اس شخص پر جو راہ ہدایت اختیار کرے۔ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ، محفوظ رہو گے، نیز اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا فرمائیں گے لیکن اگر تم نے اعراض کیا تو دیگر رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تجھے ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ (۶۴)

''اے اہل کتاب! آ جاؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّمہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنے میں سے کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔ اگر اہل کتاب نہ مانیں تو اے مسلمانو! تم اعلان کر دو کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں کہ ہم بہرحال مسلمان ہیں۔''
(آل عمران: 3/64)

ہرقل نے دِحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اللہ کی قسم! میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ

[1] الكامل في التاريخ: 2/96 و البداية و النهاية: 4/262، 267

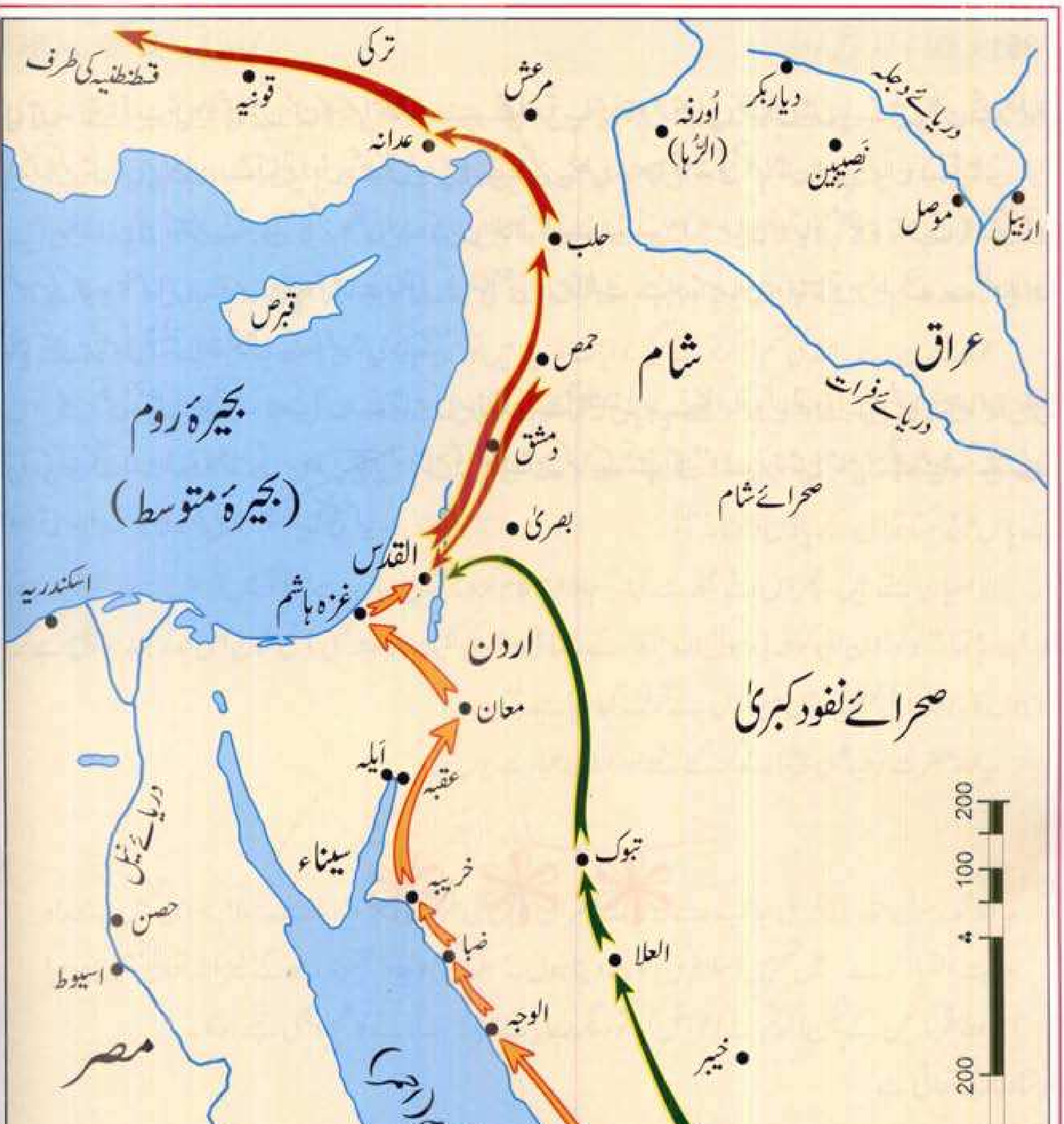
نبی ہیں۔ یقیناً آپ ہی وہ نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور آپ ہی کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں لیکن مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں ان پر ایمان لے آیا تو رومی مجھے قتل کر دیں گے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو اللہ کی قسم! میں ان پر ایمان لے آتا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر ہرقل خط کے ان الفاظ "اَسْلِمْ تَسْلَمْ" (مسلمان ہو جاؤ، محفوظ رہو گے) کے حقیقی مفہوم کو سمجھ جاتا کہ اس سے مراد دنیا و آخرت دونوں کی سلامتی اور حفاظت ہے اور مسلمان ہو جاتا تو ہر خطرے سے محفوظ ہو جاتا لیکن ہر قسم کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔"[1]

پھر ہرقل، حمص چلا گیا۔ جب اس نے شام کی سرزمین سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو وہ اپنے خچر پر بیٹھا اور سفر شروع کیا حتی کہ جب وہ شام کی سرحد پر پہنچا تو شام کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: "اے سرزمین شام! تجھے ہمیشہ کے لیے الوداعی سلام۔" پھر وہ سفر کرتا قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

---

① السيرة الحلبية: 274/3، والسيرة النبوية و الآثار المحمدية: 1/2



رسول اللہ ﷺ کا مکتوب ہرقل کے نام
سفیرِ رسالت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا سفر
ہرقل کی حمص سے القدس آمد اور پھر قسطنطنیہ واپسی
ابو سفیان کا تجارتی سفر (غزہ تک) اور القدس میں ہرقل سے ملاقات
قسطنطنیہ کی طرف
ترکی
قونیہ
مرعش
عدانہ
دیار بکر
اُورفہ (الرُّہا)
نصیبین
دریائے دجلہ
موصل
اربیل
حلب
قبرص
حمص
شام
عراق
دریائے فرات
بحیرۂ روم (بحیرۂ متوسط)
دمشق
صحرائے شام
بصریٰ
القدس
غزہ ہاشم
اسکندریہ
اردن
صحرائے نفود کبریٰ
معان
اَیلہ
عقبہ
سیناء
دریائے نیل
خریبہ
تبوک
حصن
ضبا
العلا
اسیوط
الوجہ
مصر
خیبر
بحیرۂ قلزم (احمر)
اسوان
مدینہ منورہ
حجاز
جدہ
مکہ مکرمہ
طائف
نجد
200
100
0
200
400
600
کلومیٹر

سریۂ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
تُربہ کی طرف (شعبان 7 ہجری)

آپ تیس صحابہ کے ساتھ قبیلہ ہوازن کی طرف چلے لیکن ان کو جب اسلامی لشکر کی آمد کا پتہ چلا تو بھاگ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان 7 ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو 30 آدمیوں کے ساتھ تربہ نامی جگہ کی طرف ہوازن کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ تربہ عُبلاء کے پاس مکہ سے صنعاء کے راستے پر چار رات کے فاصلے پر ہے۔ ان کے ساتھ بنو ہلال کا ایک رہبر بھی تھا۔ یہ دن کے وقت چھپ جاتے اور رات کے وقت سفر کرتے۔ ہوازن کو اس بات کا پتا چل گیا تو وہ فرار ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے علاقے میں آئے۔ کوئی آدمی نہ ملا تو وہ مدینہ واپس آ گئے۔

(طبقات ابن سعد:2/117)

ہوازن: دیکھیے باب ''حرب فجار''

عَبْلاء: اصمعی کے بقول اَعبل اور عبلاء سفید کنکریوں کو کہتے ہیں۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ عَبلاء قیس کے علاقے میں تانبے کی کان ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبلاء عکاظ کی جانب ایک سفید چٹان کا نام ہے۔ (معجم البلدان جلد 4)

تُربَہ : یہ مکہ سے تقریباً دو روز کی مسافت پر ایک وادی ہے جو بستان عامر میں جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں بنو ہلال رہتے ہیں اور اس کے نواح میں جبال سراۃ اور فرقد شامل ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں کہ تربہ ایک وادی ہے جہاں کھجوروں، کھیتی باڑی اور پھلوں کی فراوانی ہے اور ہلال اور عامر بن ربیعہ ان میں شراکت دار ہیں۔ (معجم البلدان جلد 2)

تربہ طائف سے تقریباً سوا سو کلومیٹر مشرق میں ہے اور دونوں بذریعہ سڑک ملے ہوئے ہیں۔ تربہ سے شمال مشرق میں السوق کو سڑک جاتی ہے اور جنوب میں عسیر کی طرف سڑک نکلتی ہے۔ (اطلس المملكة العربيه السعوديه والعالم)

عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ: حضرت عمر بن خطاب عدوی قرشی رضی اللہ عنہ، حرب فجار سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ذوالحجہ 6 نبوی میں چھبیس ستائیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ اپنی ممتاز بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہو کر ابو حفص کنیت اختیار کی۔

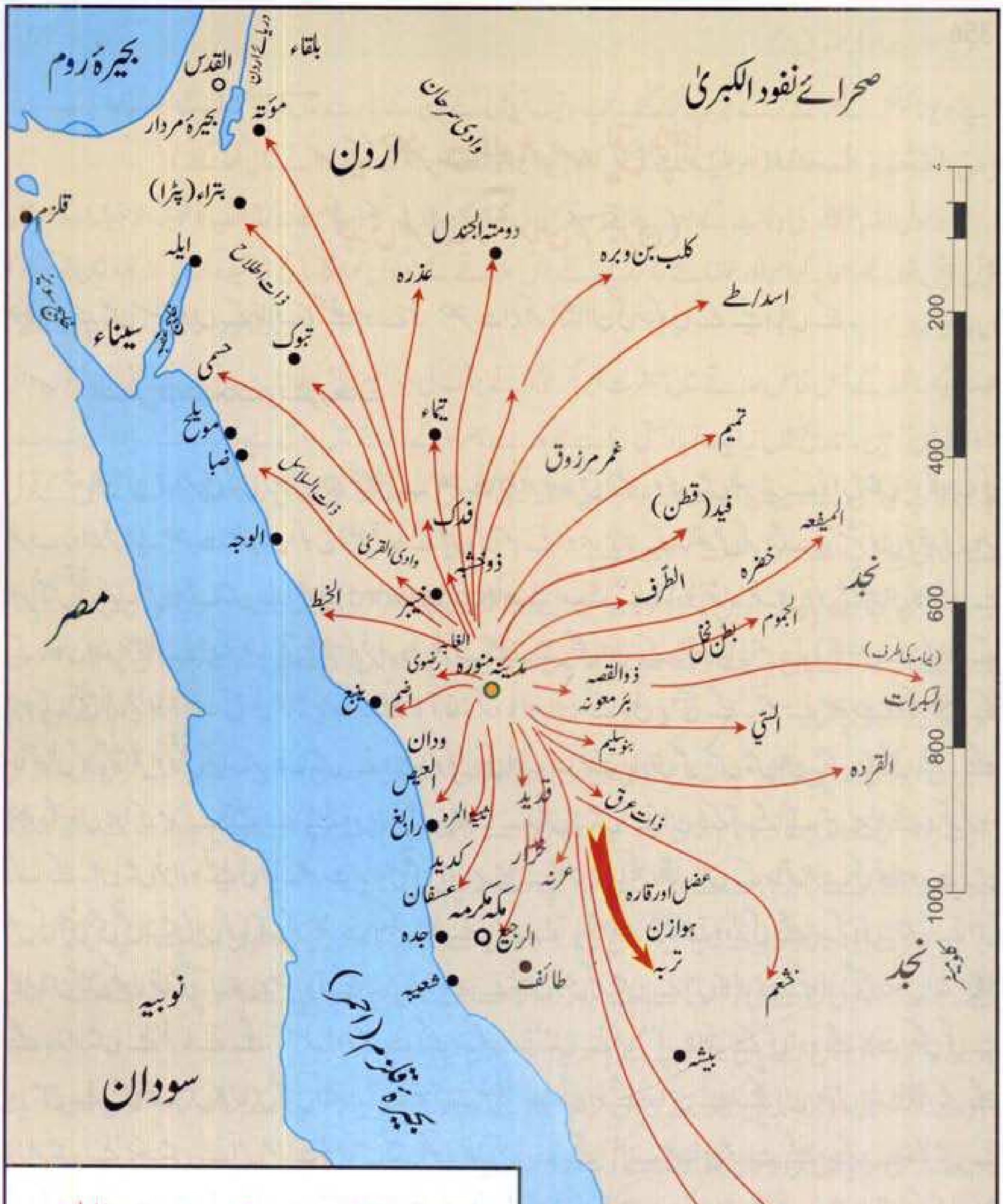
عمر رضی اللہ عنہ گورے بہت اونچے اور لحیم شحیم آدمی تھے۔ بائیں ہاتھ سے بھی دائیں ہاتھ ہی کی طرح کام کر سکتے تھے۔ دوڑتے گھوڑے پر اچک کر بیٹھ سکتے تھے۔ ابن سعد کے مطابق زمانۂ جاہلیت میں عکاظ کے میلے میں کشتی بھی لڑا کرتے تھے۔ المسعودی کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں عراق و شام وغیرہ کے بکثرت سفر کیے اور وہاں کے نیز عرب کے

حکمرانوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہمیشہ صف اول میں نظر آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 13ھ تا 23ھ مطابق 634ء تا 644ء ایسے عمدہ طریقے سے حکومت کی کہ ایک افسانوی کردار محسوس ہونے لگے' ان سے پہلے یا بعد میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 14/2)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جو ''امیر المومنین'' کہلائے۔ وہ اپنے عدل کے باعث مشہور ہوئے۔ ان کے عہد میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ' یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکروں نے ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں کو فتح کیا۔ انہوں نے باقاعدہ فوج کا شعبہ قائم کیا' فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور چھاؤنیاں بسائیں (المنجد فی الاعلام)۔ ابولؤلؤ فیروز فارسی نے 27 ذی الحجہ کو انہیں مسجد میں زہر میں بجھے خنجر سے زخمی کر دیا اور چند روز بعد یکم محرم 24ھ کو زخموں کی تاب نہ لا کر وہ شہید ہو گئے۔

خلافت فاروقی میں 22 لاکھ مربع میل پر محیط علاقے اور ممالک سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوئے۔ اس عہد کی دو سپر طاقتوں فارس (ایران) اور روم کا خاتمہ ہو گیا اور فارس کی ساسانی سلطنت تو یوں مٹ گئی کہ کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ اسی لیے ایک مغربی مؤرخ لکھتا ہے کہ ''اگر ایک اور عمر (رضی اللہ عنہ) پیدا ہو جاتا تو روئے زمین پر اسلام ہی کا پرچم لہراتا۔''



سریہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(تُرَبہ)

شعبان 7ھ

سریّہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نجد کی طرف (شعبان 7 ہجری)

بنوکلاب نجد میں مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی سرکوبی کے لیے وہاں گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

شعبان سن 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نجد میں ضَریّہ کے نواح میں بنو کلاب کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کی' مشرکوں کو قیدی بنالیا اور انہیں قتل کیا۔ اس جنگ میں ہمارا شعار (code word) اُمِتْ اُمِتْ ''مارو،مارو'' تھا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فزارہ کی طرف بھیجا۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ ہم نے (گاؤں کے) پانی کے نزدیک پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ صبح کی نماز پڑھ کر حملے کا آغاز کردیا اور ان کے پانی پر پہنچ گئے۔ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کچھ افراد کو قتل کیا۔ اچانک میں نے دیکھا لوگوں کی ایک جماعت جارہی تھی جس میں ان کے بچے بھی تھے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ میرے پہنچنے سے پہلے وہ پہاڑ میں پناہ نہ لے لیں۔ میں نے ان کے آگے ایک تیر پھینکا جسے دیکھ کر وہ رک گئے۔ ان میں فزارہ قبیلے کی ایک عورت جارہی تھی جس پر چمڑے کا لباس یا ٹکڑا تھا۔ اس کے ساتھ عرب کی خوبصورت ترین اس کی بیٹی بھی تھی۔ میں ان کو ہانک کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکی مجھے ہبہ کردی۔ میں نے اس کا لباس نہیں کھولا تھا حتیٰ کہ مدینہ منورہ آگئے۔ رات وہ میرے پاس رہی مگر میں نے اس کا لباس نہ کھولا۔ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بازار میں ملے' فرمانے لگے: ''سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کردو۔'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے نبی! وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے اور میں نے ابھی تک اس کا لباس نہیں اتارا۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ اس سے اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر مجھے بازار میں ملے' جبکہ میں نے اس عورت کا لباس نہیں کھولا تھا۔ فرمانے لگے: ''اے سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کردے۔'' میں نے کہا: ''اللہ کے رسول! وہ آپ کی ہے۔'' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کو مکہ روانہ کردیا اور اس کے بدلے میں کئی قیدی چھڑا لیے۔ (طبقات ابن سعد: 2/117' 118)

نجد: تہامہ یعنی ساحلی میدان اور غور یعنی نشیبی زمین کے بالمقابل بلند زمین کو نجد کہتے ہیں۔ اس سے مراد مطلق ''سطح مرتفع'' ہے۔ نجد کئی ایک مقامات کو کہا گیا ہے جن میں نجد یمن' نجد حجاز اور نجد اوذ وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام سے قبل نجد کا خطہ یمامہ، عرب میں غلے کا ذخیرہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کا نخلستان بھی مشہور ہے۔ یہاں کے باشندوں نے آٹے اور کھجور کی آمیزش سے اپنے دیوتا کا بت بنا رکھا تھا۔ ایک مرتبہ قحط کی وجہ سے لوگوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ

اپنے دیوتا کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہڑپ کر گئے۔ تب رقیب قبائل نے ان کے بارے میں کہا: اَكَلَتْ حَنِيفَةُ رَبَّهَا...... زَمَنَ التَّقَحُّمِ وَ الْمَجَاعَة (بنوحنیفہ اپنے مشکل کشا دیوتا کو مشقت اور بھوک کے زمانے میں کھا گئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ علاقہ مرتدین کی آماجگاہ بنا رہا' خصوصاً مُسیلمہ کذّاب کا قبیلہ بنوحنیفہ ارتداد میں پیش پیش تھا۔ پھر صحابہ کرام اور خلفائے راشدین نے اس علاقے کے لوگوں کو اتنا راسخ العقیدہ کر دیا کہ بعد میں ارتداد کا اعادہ نہ ہوا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 22)

ضَرِيَّه: نجد کے جس خاص علاقے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی وہ "ضریہ" کہلاتا ہے۔ ضریہ کے معنی "درختوں والی ہموار زمین" ہیں۔ تاریخ میں یہ ایک آباد بستی رہا ہے جو مکہ سے بصرہ کے راستے میں واقع ہے اور مکہ کے زیادہ قریب ہے۔ یہ بنی کلاب کی بستی ہے۔ یہاں بنوسعد اور بنوعمرو بن حنظلہ نے لشکر جمع کر رکھا تھا' پھر وہ صلح کے طلبگار ہوئے۔ بعض کے قول کے مطابق یہ ضریہ بنت نزار کی طرف منسوب ہے۔

اصمعی نجد کے پانی (کنویں) شمار کرتا ہوا کہتا ہے: "الشرف نجد کا مرکزی علاقہ ہے اور ضریہ اس کی چراگاہ ہے۔" بصرہ سے آنے والے حجاج جدیلہ اور طخفہ کے درمیان اس ضریہ کی چراگاہ میں اترتے ہیں۔ پہلے پہل اس چراگاہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محفوظ کیا تھا۔ (معجم البلدان:3)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ بن کعب قرشی تیمی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر تھی۔ والد ابوقحافہ کا نام عثمان تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نسب مُرّہ بن کعب پر جا کر ملتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار اور ہجرت کے ساتھی ہیں اور آپ کے بعد پہلے خلیفہ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ خاندان کی دیتوں کے فیصلے آپ ہی کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کی دعوت سنی تو سب سے پہلے بلاتردد وتوقف اسے قبول کیا' پھر آپ کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

ہجرت: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔ بعض سرایا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روانہ فرمایا تھا۔

فضائل ومناقب: ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے فرمایا: "تم میرے بھائی اور دوست ہو۔ میں نے تم میں سے کسی کو بھی خلیل (دلی دوست) نہیں بنایا۔ اگر کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہوا ہے، جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔"

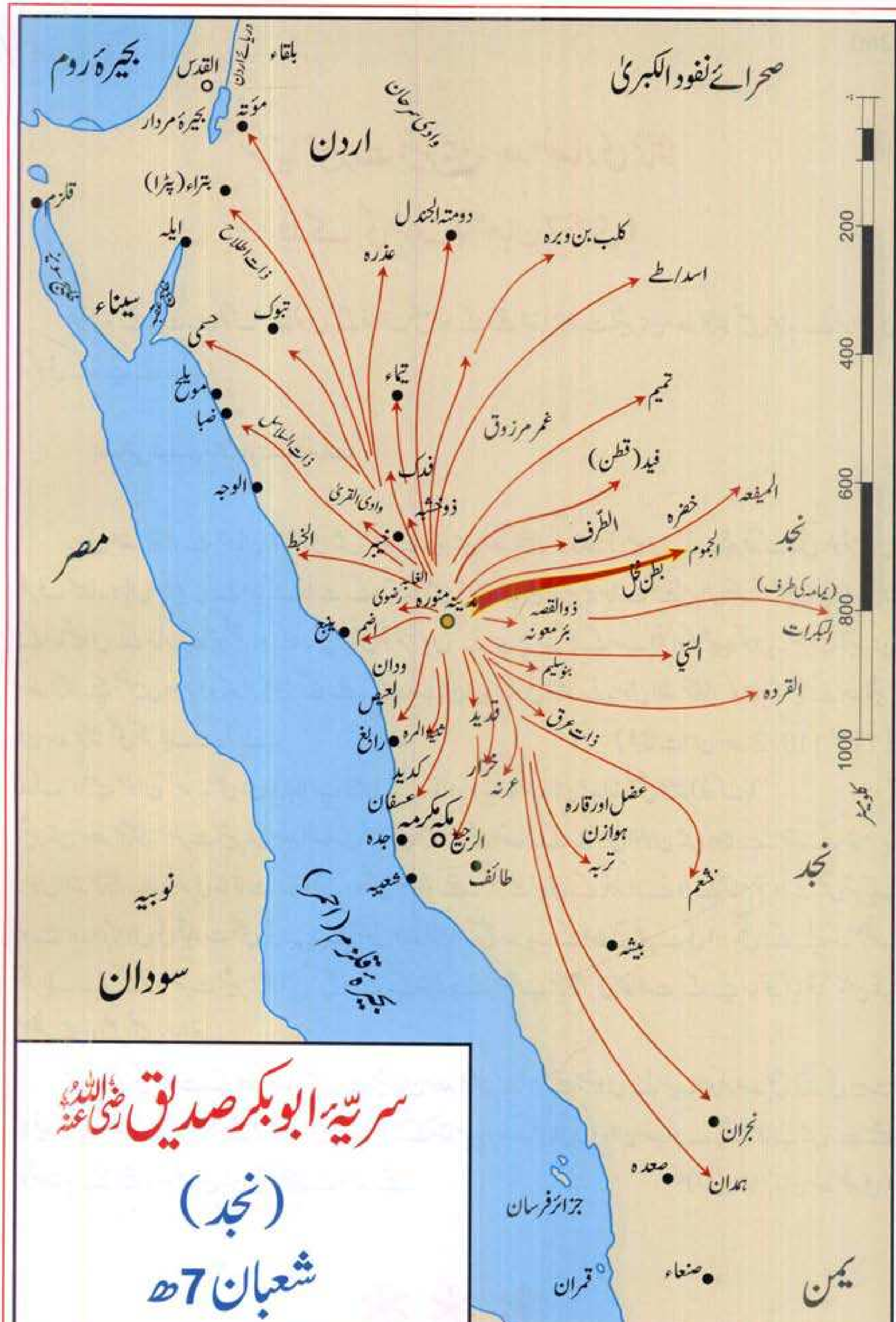
عشرہ مبشرہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت سنائی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار صحابہ جمع ہو کر

خلافت کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے۔ جب مہاجرین کو معلوم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا: (الْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ) ''امامت وخلافت قریش میں ہوگی۔'' تب سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوا دو سال (11ھ تا 13ھ مطابق 34-632ء) خلافت کی۔ آپ نے جزیرہ نمائے عرب سے ارتداد کا استیصال کیا' رومیوں سے جنگیں لڑیں اور اسلام دور دور تک پھیل گیا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ 23 جمادی الآخرہ 13 ہجری کو فوت ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ:3/310......331)

❋ ❋ ❋



سریہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
(نجد)
شعبان 7ھ

سریّہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ
فَدک کی طرف (شعبان 7 ہجری)

بنومُرَّہ کے بہت سے لوگ مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گئے تھے' لہٰذا حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ تیس مجاہد لے کر ان کی سرکوبی کے لیے گئے۔

اضافی توضیحات و تشریحات

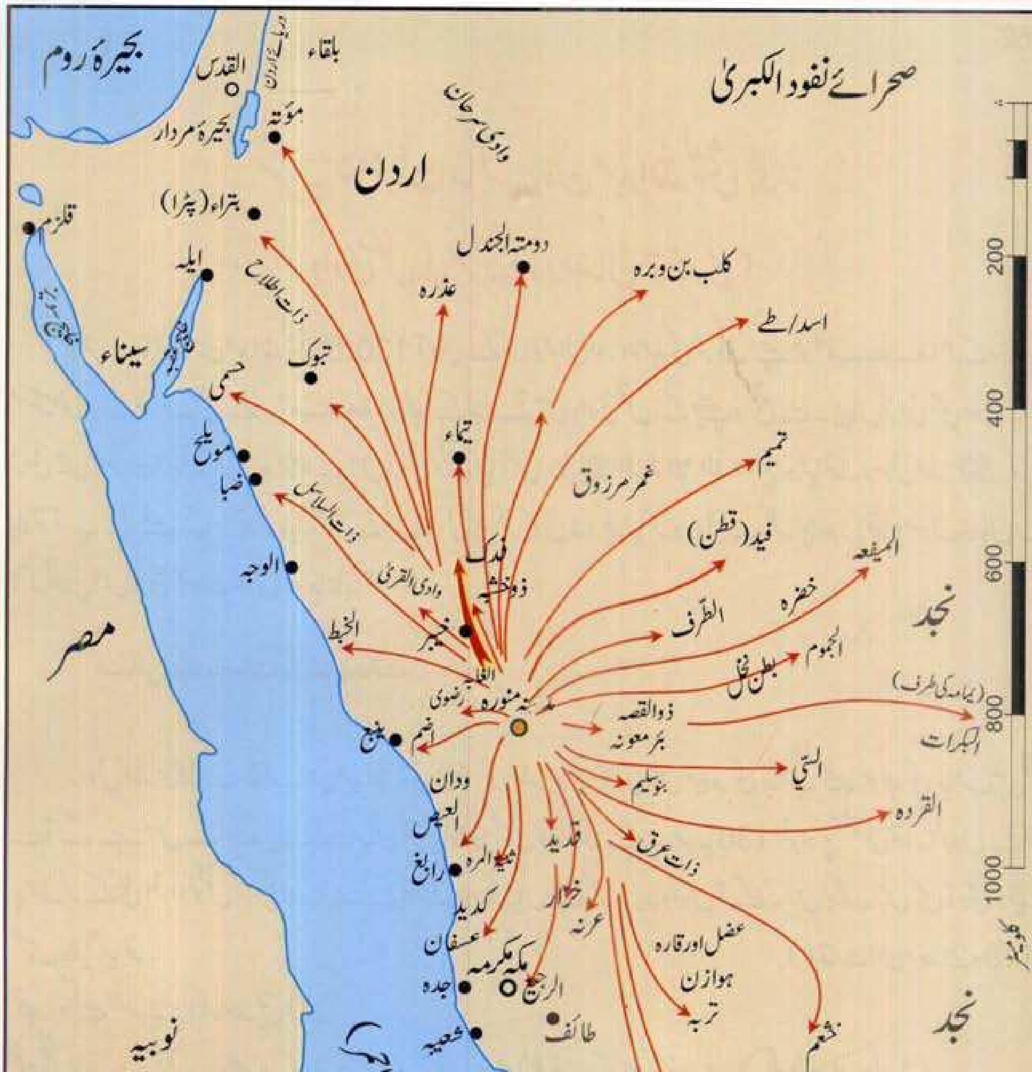
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان 7 ہجری میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو 30 آدمیوں کے ساتھ فدک میں بنومُرّہ کی طرف بھیجا۔ وہاں مُرّیوں نے اچانک رات کے وقت انہیں آلیا۔ یہ ان پر تیر برسانے لگے' یہاں تک کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے سارے تیر ختم ہو گئے۔ صبح ہوگئی تو مُرّیوں نے ان پر حملہ کر کے سب افراد کو شہید کر دیا۔ صرف بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بچے جنہیں وہ مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ پہلے علبہ بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا' اس کے بعد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ (طبقات ابن سعد:2/118' 119)

فَدک: دیکھیے عنوان ''سریّہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (فدک) اور سریّہ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ (فدک)''

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ: حضرت بشیر بن سعد انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کا شمار انصار کے سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ عقبہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری ملاقات کے وقت وہ بھی موجود تھے۔ ہجرت نبوی کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور دو مہموں کی قیادت بھی کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے مطابق عمرے کی ادائیگی کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ اس مسلح دستے کے سالار تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے ساتھ گیا تھا' لیکن مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار میں سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ پہلے فرد تھے جنہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ کیا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے 12 ھ میں عین التمر کے مقام پر رحلت فرمائی۔ وہ ان معدودے چند اصحاب میں سے تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ وہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔ (ابن ہشام' ابن سعد' طبری)

❋ ❋ ❋



سریۂ بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ
(فدک)
شعبان 7ھ

سریّہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ
وادئ نخل کی طرف (رمضان 7 ہجری)

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ 130 آدمی لے کر بنوعوال اور بنوعبد کی طرف چلے جو "مَیفَعة" کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف جمع تھے۔ "مَیفَعة" نجد کے علاقے میں وادئ نخل کے پیچھے واقع ہے۔ یہاں لڑائی بھی ہوئی۔ اسی لڑائی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس آدمی کو قتل کیا جس نے "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھ لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے غصے کے ساتھ فرمایا: "تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ دل سے کلمہ پڑھ رہا تھا یا صرف زبان سے تاکہ تجھ پر اس کا سچ جھوٹ واضح ہو جاتا۔"

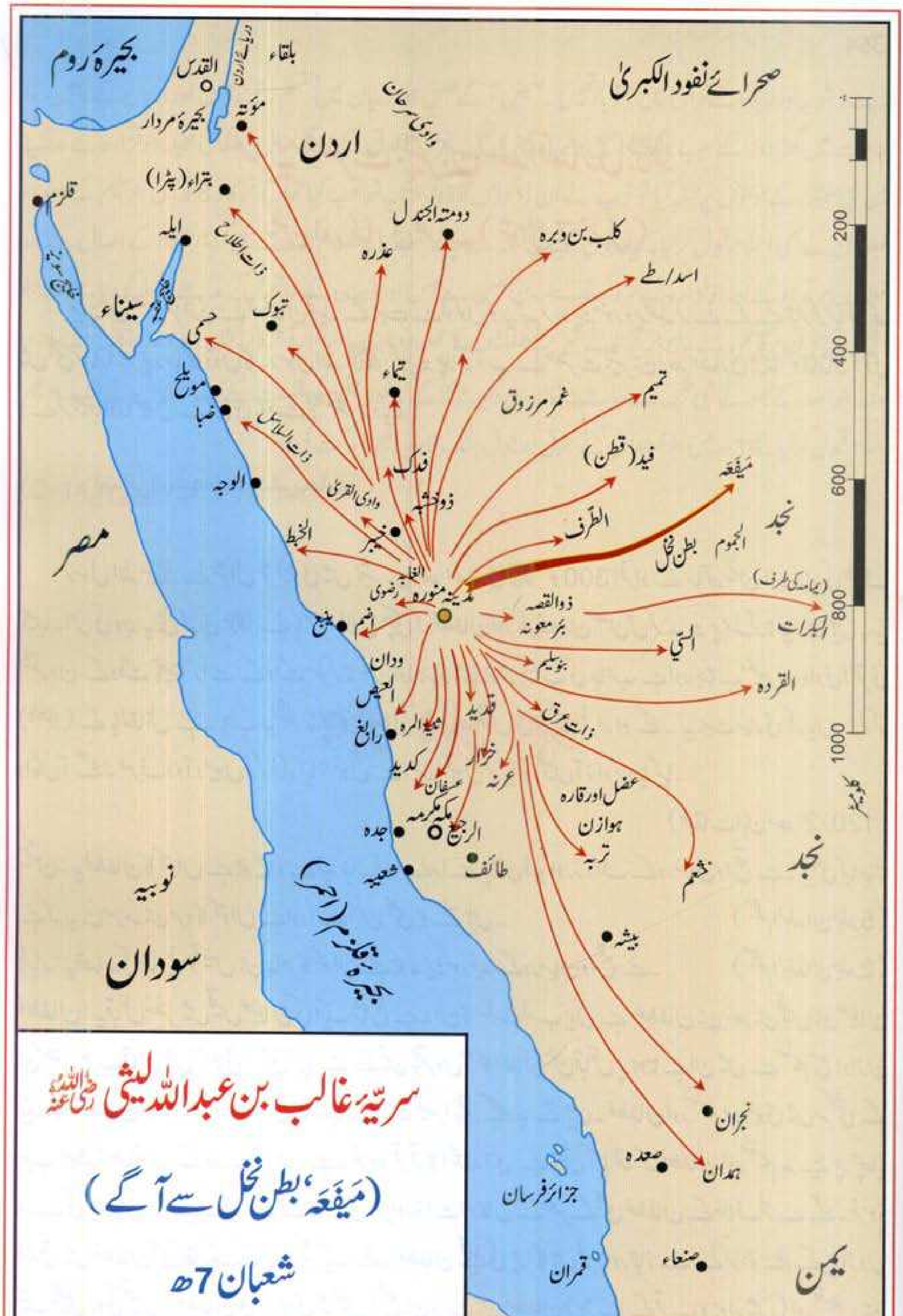
اضافی توضیحات و تشریحات

رسول اللہ ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو رمضان 7 ہجری میں میفعہ کی جانب بھیجا جو نجد کی جانب بطن نخل سے آگے ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان تقریباً 96 میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سریہ 130 افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے ان پر حملہ کر کے کئی افراد کو قتل کر دیا اور بہت سے اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ اس جنگ میں کسی آدمی کو قیدی نہیں بنایا گیا تھا۔ (طبقات ابن سعد: 119/2)

نجد: دیکھیے "سریّہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ"

بطن نخل: مدینہ کے قریب بصرہ کے راستے پر ایک بستی ہے جو الطرف کے بعد آتی ہے۔ (معجم البلدان جلد 1)

غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ: غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس مذکورہ سریّے کے علاوہ کدید اور فدک کے سریوں پر روانہ کیا' نیز فتح مکہ سے پہلے انہیں آگے بھیجا تاکہ لشکر اسلام کے لیے راستے کو آسان کریں۔ (اسد الغابہ: 321/4)



سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ

(مَیفَعہ، بطن نخل سے آگے)

شعبان 7ھ

سریۂ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ
یُمن اور جُبار کی طرف (شوال 7 ہجری)

عیینہ بن حصن فزاری نے غطفان قبیلہ کے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کرلیا تھا کہ میں بھی تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو 300 آدمی دے کر بھیجا اور انہوں نے ان کی جمعیت کو منتشر کردیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال 7 ہجری میں بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو 300 افراد کے ساتھ یُمن اور جُبار کی طرف بھیجا۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اطلاع پہنچی کہ غطفان اور عُیَینہ بن حصن مل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لشکر دن کے وقت چھپتا' رات کے وقت سفر کرتا یمن اور جبار پہنچا جو کہ جناب کی جانب ہے اور جناب' خیبر اور وادی القریٰ (العُلا) کے بالمقابل ہے۔ جب یہ لشکر پہنچا تو غطفان بالائی علاقوں کی طرف فرار ہوگئے۔ یہ بہت ساری بکریاں لے کر واپس آ گئے۔ صرف دو آدمیوں کو گرفتار کیا جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تو انہیں آزاد کردیا گیا۔

(طبقات ابن سعد:2/120)

یُمن: یہ غطفان کا کنواں ہے جو تیماء سے فید جانے والے راستے پر بطن قَوّ اور رُؤاف کے درمیان واقع ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بنی صرمہ بن مرہ کا کنواں ہے اور اسے اُمن بھی بولتے ہیں۔ (معجم البلدان جلد5)

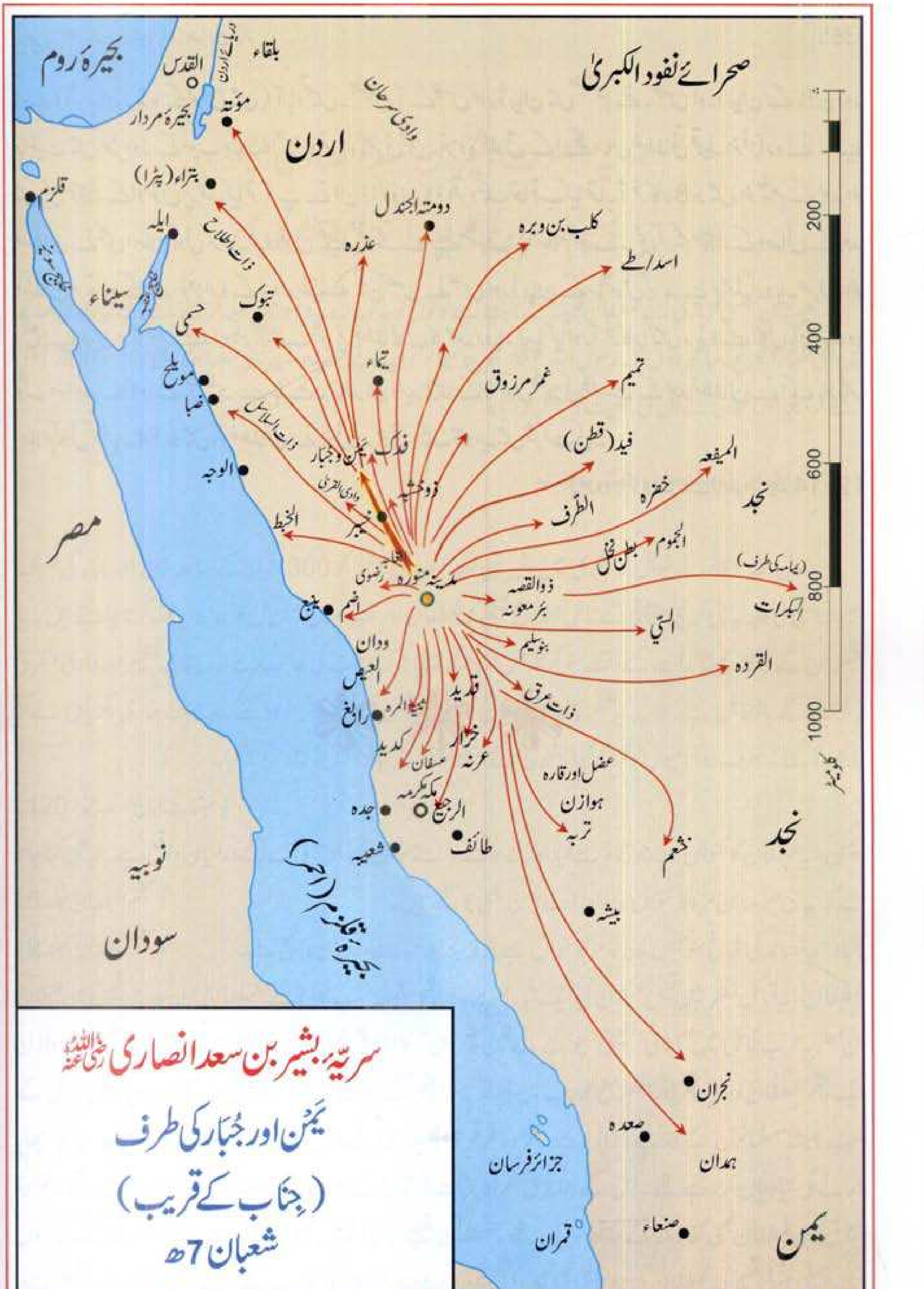
جُبار: یہ قُضاعہ کی شاخ بنو جمیس بن عامر کا کنواں ہے جو مدینہ اور فید کے درمیان واقع ہے۔ (معجم البلدان جلد2)

غطفان: یہ قبائل مُضر میں قیس عیلان کی ایک شاخ ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے: غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر۔ عرب قبائل میں ''اثافی''، یعنی ''چولہے کے تین پتھروں'' کا اطلاق جن قبائل پر ہوتا ہے ان میں سے سُلَیم مع ہوازن ایک پتھر' غطفان دوسرا پتھر اور اعصر مع محارب بن خَصَفہ تیسرا پتھر سمجھے جاتے ہیں۔ غطفان اور سُلیم عہد نبوی میں سرکشی کے سبب ہمیشہ مسلمانوں کے درپے آزار رہے۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر اسی لیے پیش آیا تھا کہ غطفان اور سُلیم مدینے پر چھاپا مارنے کی تیاریاں کررہے تھے۔ اس کے بعد ذی امر اور ذات الرقاع کے معرکے بھی غطفان کے خلاف لڑے گئے۔ غزوۂ خندق میں غطفان بھی کفار مکہ کے ساتھ شریک تھے۔ غطفان قبیلے کی چراگاہیں خیبر اور حجاز سے لے کر بنو طے کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ غطفان کی دو بڑی شاخیں اشجع بن ریث بن غطفان (یثرب کے قرب و جوار میں) اور بغیض بن

ربیث (شربہ اور ربذہ کے نواح میں) آباد تھیں۔ بغیض آگے عبس اور ذُبیان میں منقسم تھے۔ عبس اور ذبیان کے مابین دور جاہلیت میں گھڑ دوڑ کے سبب جنگ داحس وغبراء چھڑی تھی۔ غزوۂ خندق کے اگلے سال غطفانی قبیلہ بنوفزارہ نے مدینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا تو آپ نے ان ڈاکوؤں کا ذوقرد تک تعاقب کیا تھا۔ آخرکار 8ھ میں بنوسلیم کے بعد بنو غطفان نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ یہ دونوں قبیلے فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غطفان مرتد ہوگئے اور بنوفزارہ کے سردار عُیَینہ بن حصن نے عبس اور ذُبیان کے ساتھ مل کر مدینے پر حملہ کردیا۔ صرف بنو اشجع اپنے دین پر قائم رہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شہر پر غطفانیوں کا حملہ دوبار پسپا کیا اور آخرکار انہیں ربذہ سے نکال باہر کیا۔ وہ لوگ بنواسد کے جھوٹے نبی طلیحہ سے جاملے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں طلیحہ کی شکست کے بعد غطفان نے ایک بار پھر اسلام قبول کرلیا۔ 14ھ میں بنوغطفان نے جوق در جوق جنگ قادسیہ میں شرکت کی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 2/14)

❋ ❋ ❋



سریہ بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ

یمن اور جبار کی طرف

(جناب کے قریب)

شعبان 7ھ

عمرۃ القضاء (ذوالقعدہ 7 ہجری)

اسے عمرۃ القصاص اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سمیت مکہ مکرمہ پہنچے، عمرہ مکمل فرمایا اور بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر کھڑے ہو کر اذانیں کہیں۔ قریش بے بسی کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے۔ چوتھے دن آپ ﷺ نے واپسی کا اعلان فرما دیا۔

(یہ غزوہ ہے نہ اس کا لشکرکشی سے کوئی تعلق ہے لیکن چونکہ یہ غزوۂ حدیبیہ میں بیعت رضوان کے نتیجے میں طے پایا تھا۔ نیز صحابہ کرام دورانِ عمرہ میں بھی لڑائی کی تیار حالت میں تھے کیونکہ قریش سے نقض عہد کا خطرہ تھا۔ ویسے بھی واقعات کی ترتیب میں اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اسے یہاں ذکر کر دیا گیا۔)

اضافی توضیحات وتشریحات

ذی قعدہ 7 ہجری میں رسول اللہ ﷺ اس عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے جس پر حُدیبیہ کی صلح میں اتفاق ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا، قربانی کے ساٹھ اونٹ ساتھ لیے اور ان پر ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے جن پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا اور لبیک پکارا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ لبیک پکارا۔ پھر اپنا سفر جاری رکھا۔ جب وادی ''یَأجِج'' پہنچے تو سارے ہتھیار رکھ دیے اور ان کی حفاظت کے لیے اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دو سو آدمی وہیں چھوڑ دیے۔ صرف سفر کے ہتھیار یعنی میان میں رکھی ہوئی تلواریں لے کر ''کداء'' کے راستے سے، جو ''حَجُون'' پر جا نکلتا ہے، مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت نبی ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلواریں حمائل کیے آپ ﷺ کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بھی لبیک پکار رہے تھے اور وہ بھی لبیک پکار رہے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ چھڑی سے حجر اسود کو چھوا، پھر سواری ہی پر طواف کیا۔ مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ وہ قوت و جوانمردی کی شان سے داہنے کندھے کھولے خانہ کعبہ کے گرد دوڑ رہے تھے۔ مشرکین کعبہ کے شمال میں ''قُعَیْقِعَان'' پہاڑ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا تھا: ''تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آ رہی ہے جسے یثرب کے وبائی بخار نے توڑ ڈالا ہے۔'' لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا کہ دوڑ رہے ہیں، تو کہنے لگے کہ یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی تگڑے ہیں۔

درحقیقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ پہلے تین چکروں میں دوڑ لگائیں، تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھلائیں، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نہ دوڑیں، کیونکہ یہ حصہ جنوب میں تھا جس کو مشرکین دیکھ نہیں رہے تھے۔ طواف سے

فارغ ہوکر آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کی ''سعی'' کی اور ان کے سات پھیرے لگا کر مروہ کے پاس قربانی کے جانور ذبح کیے اور وہیں اپنا سر منڈوایا۔ مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو ''یأجج'' بھیج دیا کہ وہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں' اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے وہ آ کر عمرہ ادا کر لیں۔ مکہ میں آپ ﷺ نے تین روز قیام فرمایا' چوتھے دن صبح مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن واطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ پھر تم (عمرہ کی ادائیگی کے بعد) اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمھیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے تمھارے لیے ایک قریبی فتح مقرر فرما دی۔'' (الفتح:48/27)

صلح حدیبیہ کے عین ایک سال بعد صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار مسلمان عمرۂ قضاء کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ادھر قریش کے کچھ لوگوں نے مکہ خالی کر دیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے۔ وہ کہنے لگے: ''ہم محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو عمرہ کرتے نہیں دیکھیں گے۔'' نیز قریش نے مشہور کر دیا تھا کہ مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے' اس لیے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اضطباع اور رمل کا حکم دیا کہ وہ اپنا ایک کندھا ننگا کر کے پہلوانوں کی طرح لپک لپک کر طواف کریں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً أَرَاهُمُ الْيَوْمَ مِنْ نَفْسِهِ قُوَّةً] ''اللہ اس شخص پر رحمت فرمائے جو مشرکوں کو آج اپنی قوت دکھائے۔'' (البداية والنهاية: 227/4)

لہٰذا مسلمانوں نے آپ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قوت کا خوب مظاہرہ کیا۔ مسلمان مکہ مکرمہ میں انتہائی شان وشوکت سے داخل ہوئے۔ مسلمانوں کو اس شہر سے ڈرا دھمکا کر ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا اور دور تک ان کا پیچھا کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بدر و اُحد اور خندق کے میدانوں میں جنگیں ہو چکی تھیں اور مسلمان خیبر تک قابض ہو چکے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا حق بنتا تھا کہ شان وشوکت سے داخل ہوں اور رعب کے ساتھ طواف کریں۔ صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں تین دن رہے۔

میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح: مسلمانوں کی اس پُر شوکت آمد اور بارعب داخلے نے مکہ مکرمہ کی ایک نیک نفس معزز اور سردار خاتون کو انتہائی متاثر کیا اور ان کا دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ یہ معزز خاتون میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو اپنی عمر کے چھبیسویں سال میں تھیں۔ ان کا خاوند ابو رہم بن عبدالعزیٰ قریشی فوت ہو چکا تھا۔ انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار اپنی سگی بہن' حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل سے کیا۔ حضرت عباس یہ خبر لے کر رسول اللہ ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی: ''میمونہ بنت حارث نے آپ کے حضور نکاح کی پیشکش کی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَٰجَكَ ٱلَّٰتِيٓ ءَاتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَٰلَٰتِكَ ٱلَّٰتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَٱمْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ ٱلنَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَٰجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٥٠ ﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کے لیے وہ تمام بیویاں حلال کردی ہیں جن کو آپ نے مہر دے کر ان سے نکاح کیا ہے اور وہ مملوکہ لونڈیاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنگ وغیرہ میں بطور غنیمت عطا فرمائی ہیں۔ اور آپ کی وہ عمزاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومن عورت بھی جو خود نبی کریم سے نکاح کی پیشکش کرے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ (لیکن تعدد ازواج کی یہ وسعت) صرف آپ کے لیے ہے۔ عام مومن حضرات کے لیے ان کی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے بارے میں مقرر شدہ احکام سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کو (سیاسی وسماجی طور پر) کوئی مشکل اور تنگی لاحق نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الاحزاب:50/33)

رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کو مدینہ منورہ ساتھ لے آئے۔

❋ ❋ ❋

عمرۃ القضاء

(ذی قعدہ 7ھ)

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ﴾

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن و اطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ پھر تم (عمرہ کی ادائیگی کے بعد) اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (الفتح:27/48)

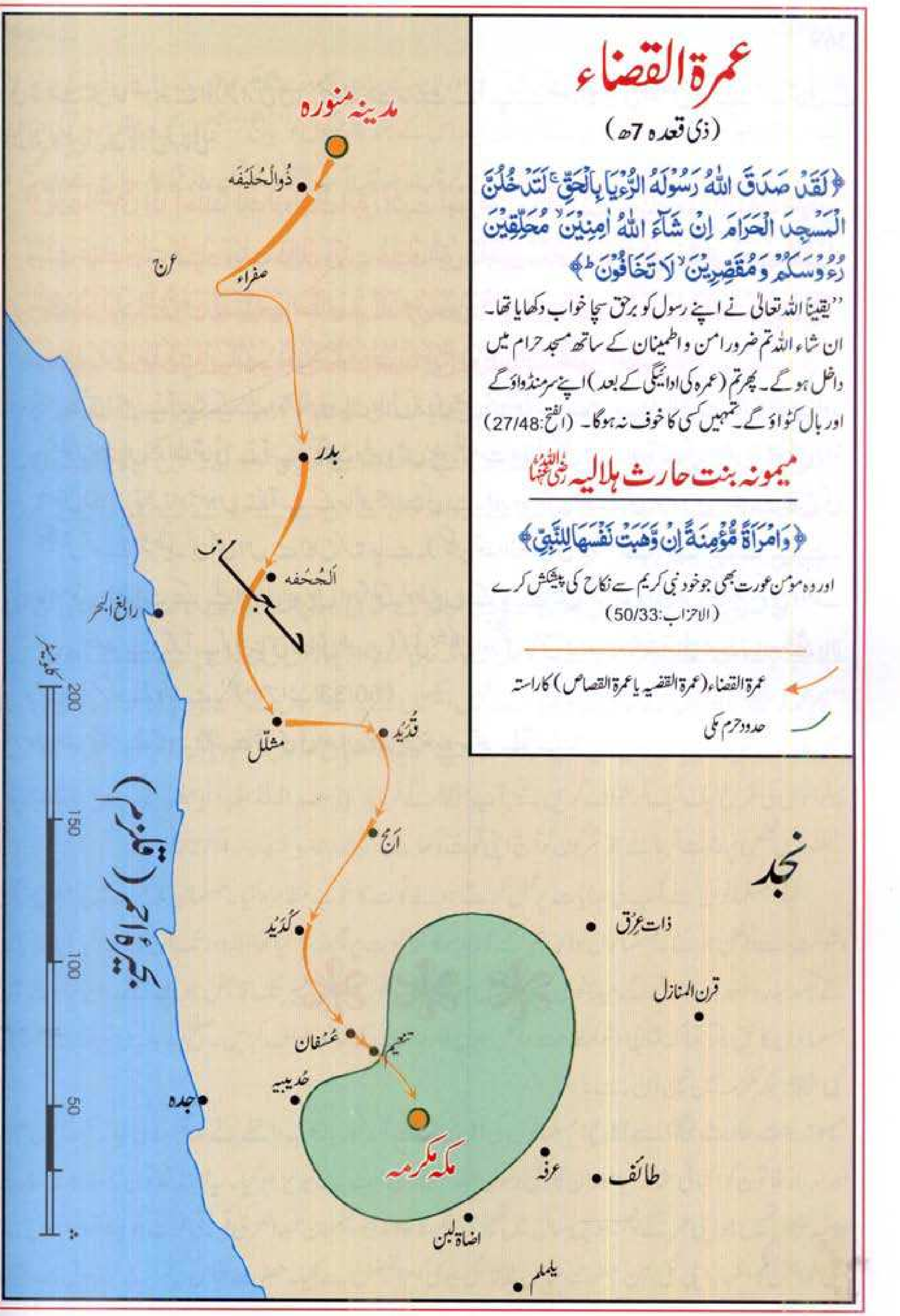
میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾

اور وہ مومن عورت بھی جو خود نبی کریم سے نکاح کی پیشکش کرے (الاحزاب:50/33)

عمرۃ القضاء (عمرۃ القضیہ یا عمرۃ القصاص) کا راستہ

حدود حرم مکی



سریۂ ابن ابی العوجاء سُلَمی رضی اللہ عنہ بنو سُلَیم کی طرف (ذوالحجہ 7 ہجری)

حضرت ابن ابی العوجاء سُلَمی رضی اللہ عنہ پچاس آدمی لے کر بنو سُلَیم کی طرف گئے۔ وہ لوگ خوب ڈٹ کر لڑے حتی کہ ان کے اکثر لوگ مارے گئے۔ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے۔ وہ بڑی مشکل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ یکم صفر 8 ہجری کی بات ہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کو ذوالحجہ 7 ہجری میں 50 آدمیوں کے ساتھ بنوسلیم کی طرف بھیجا۔ ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تو وہ کہنے لگے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے اور ان پر نیزے پھینکنے شروع کر دیے۔ بنوسلیم کے لیے کمک پہنچتی رہی یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ ان میں سے اکثر افراد شہید ہو گئے۔ ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ بھی شدید زخمی ہو کر گر پڑے، پھر بڑی مشکل سے اٹھ کر چلتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ یہ یکم صفر 8 ہجری کو مدینہ پہنچے۔ (طبقات ابن سعد:2/123)

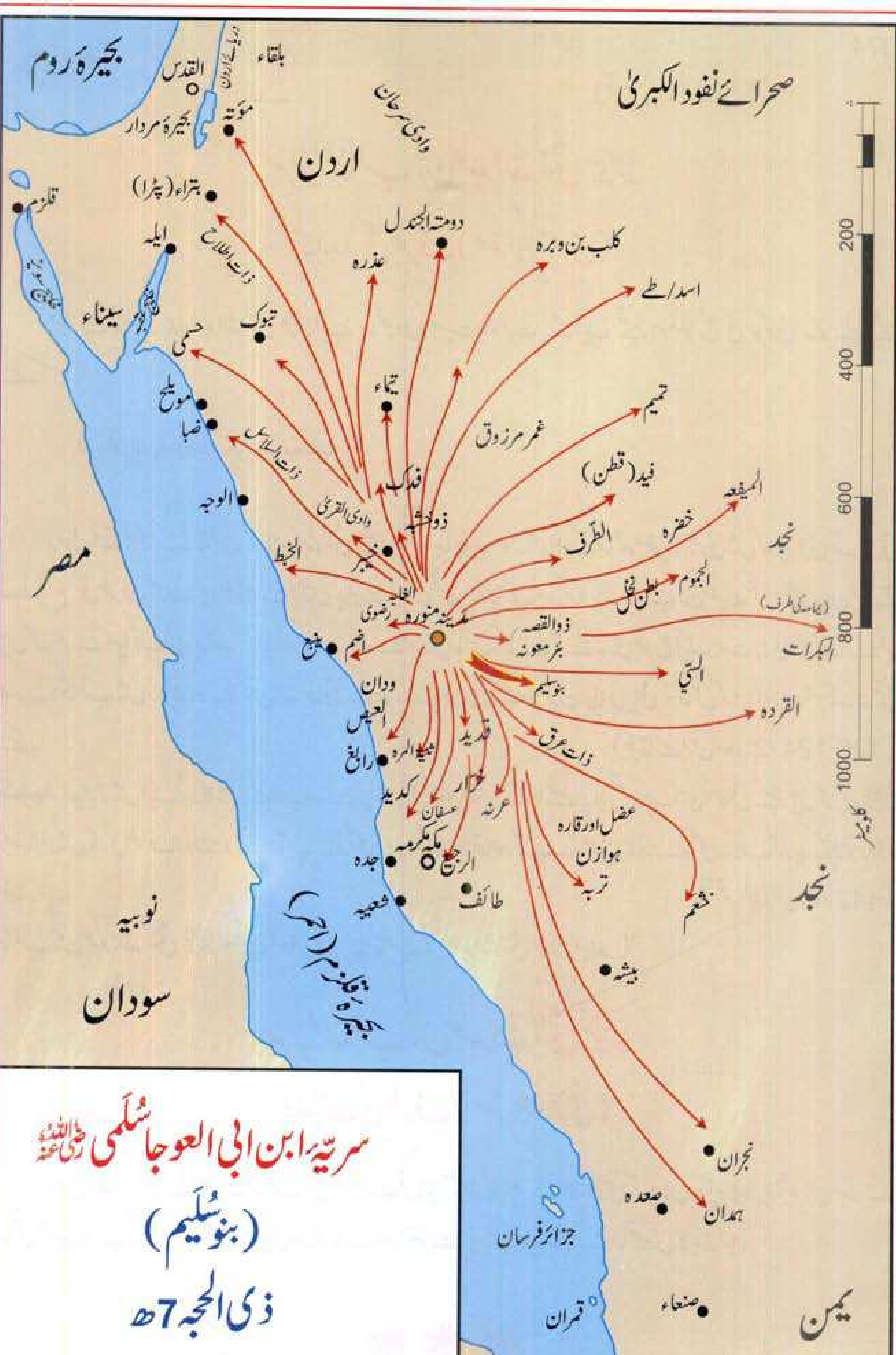
بنوسلیم: قبائل مُضر (عدنان) کی یہ شاخ قیس بن عیلان بن مضر کی چوتھی نسل میں سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس سے منسوب ہے جبکہ ہوازن بن منصور اور غطفان بن سعد بن قیس ان کے ہم نسل تھے۔ مدینے سے ہمسائیگی کے باوجود بنوسلیم اور بنوغطفان ہمیشہ مسلمانوں کے درپے آزار رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کی ماں عاتکہ بنت مُرّہ بن ہلال، بنوسلیم سے تھی۔ بنوسلیم نجد اور حجاز کے کئی سو میل وسیع رقبے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے دیار شمال میں مدینہ، جنوب میں مکہ اور مشرق میں نجد تک وسیع تھے۔ اس قبیلے کی کچھ شاخیں سوارقیہ، ربذہ (ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسکن) اور صفینہ میں رہتی تھیں۔ عہد نبوی میں بعض نومسلم سُلمی اپنی سونے کی کان کی زکوٰۃ مدینے بھیجا کرتے تھے۔ عرب کی سب سے بڑی شاعرہ الخنساء اور اس کے بیٹے عباس بن مرداس کا تعلق بنوسلیم ہی سے تھا۔ بدر سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسلیم کی ایک شاخ کو سزا دینے کے لیے قرقرۃ الکدر تک کوچ فرمایا تھا کیونکہ بقول ابن حزم سلیم اور غطفان مدینے پر چھاپا مارنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ 3ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بُحران تشریف لے گئے۔

بئر معونہ کا المناک واقعہ بھی بنوسلیم کے علاقے میں پیش آیا۔ جنگ خندق میں شمال و مشرق سے غطفان اور بنوسلیم بھی مدینے پر چڑھ آئے تھے۔ 7ھ میں غزوۂ خیبر میں پہلی دفعہ ایک مسلمان سلمی، حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ شریک نظر آئے۔ وہ شاعر اور

تاجر تھے۔ پھر چند ماہ بعد ایک اور سلمی، ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کو بنوسلیم کے ایک گروہ کے خلاف بھیجا گیا۔ فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں سلمی سواروں کا ایک دستہ موجود تھا جس کا قائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسلیم کی تنبیہ کے لیے روانہ فرمایا تو انہوں نے بنوسلیم کے علاقے میں ''مقدس'' کھجور کا درخت، جس پر شہد کی مکھیاں چھتے لگائے ہوئے تھیں، کاٹ دیا۔ اس کے بعد بنوسلیم کے وفد نے مدینہ آ کر اسلام قبول کرلیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طائف کے قریب نخلہ میں ایک مقدس درخت کے نیچے نصب ''العزیٰ'' کا بت منہدم کرنے کے لیے بھیجا جس کی نگرانی بنوسلیم کی شاخ بنوشیبان کے ذمے تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہوازن کی طرح بنوسلیم نے بھی ارتداد اختیار کیا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بے نظیر استقلال سب کو راہ راست پر لے آیا۔ بنوسلیم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وفادار اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مقرب رہے، تاہم دیگر قیسی قبائل کی طرح بنوسلیم نے بھی مروان بن حکم کے بجائے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا، جس کی وجہ سے قبائل یمن اور قیس میں اختلاف مستقل اور موروثی بن گیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 11)

❋ ❋ ❋



سریہ ابن ابی العوجا سُلَمی رضی اللہ عنہ

(بنو سُلَیم)

ذی الحجہ 7ھ

سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ
کَدِید کی طرف (صفر 8 ہجری)

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت بنولیث کے ایک قبیلے بنومُلَوَّح کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو تقریباً پندرہ سولہ افراد کے ساتھ صفر 8 ہجری میں کدید نامی جگہ پر بنی مُلَوَّح کی طرف بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ دشمن پر اچانک حملہ کردینا۔ جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اچانک ان پر حملہ کردیا اور بہت سارے مویشی ہانک کر لے آئے۔ بنی ملوح ایک بہت بڑی جمعیّت لے کر ہمارے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان سیلابی پانی کو حائل کردیا اور وہ ہم تک نہ پہنچ سکے۔ (طبقات ابن سعد: 2/124، 125)

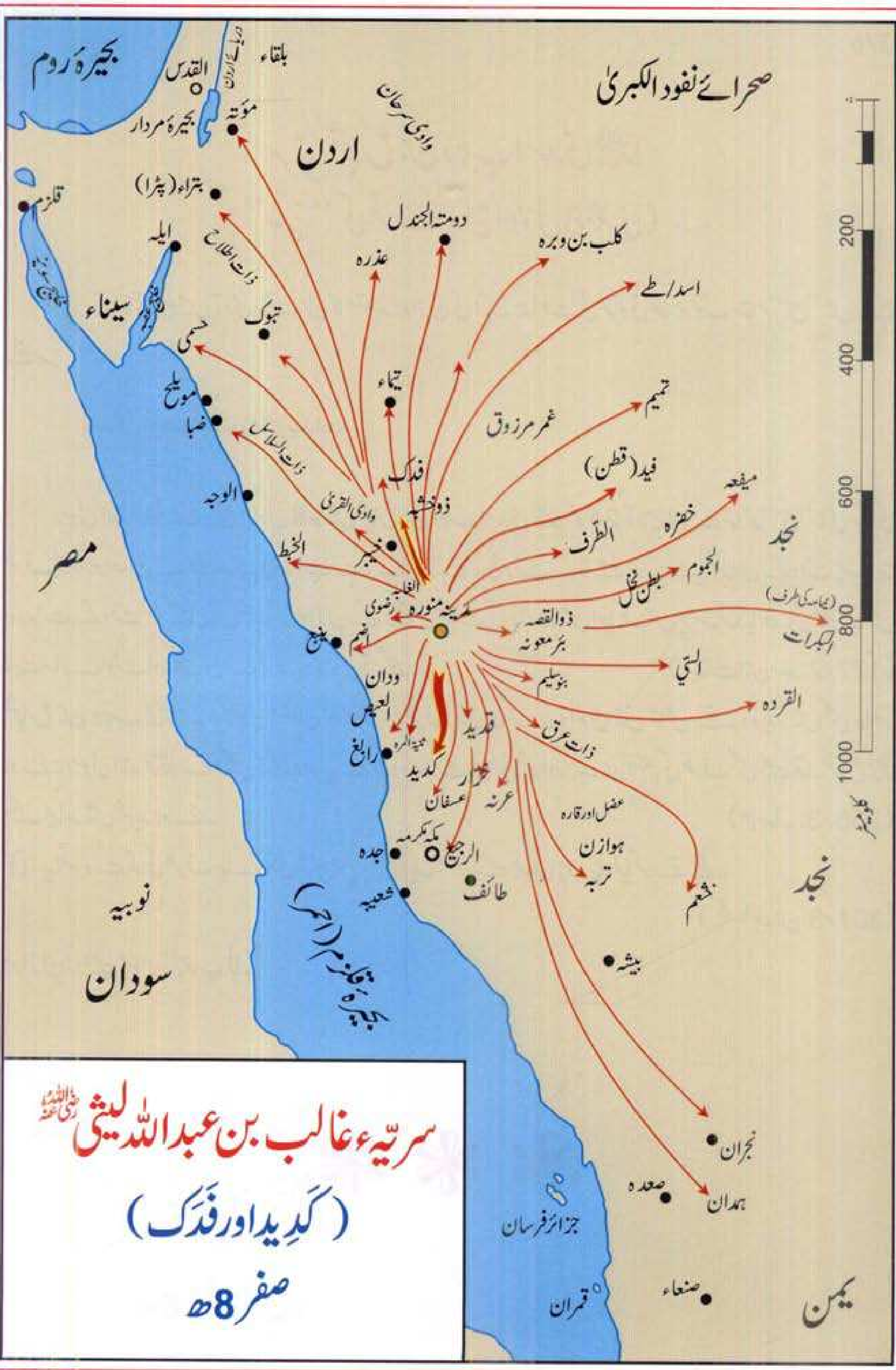
کَدِید: یہ حجاز میں ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ مکہ سے بیالیس (42) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی۔ جب کدید پہنچے تو روزہ افطار کیا۔ (معجم البلدان: 4/442)

غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ: دیکھیے عنوان ''سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ (میفعہ)''

سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ
فَدَک کی طرف (صفر 8 ہجری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب لیثی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر چلو حتی کہ وہاں پہنچو جہاں بشیر بن سعد کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔'' وہ 200 آدمی لے کر گئے اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا بدلہ لیا۔

***



سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ

(کدید اور فدک)

صفر 8ھ

سریّہ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ
''سیَ'' کی طرف (ربیع الاوّل 8ہجری)

ان کے ساتھ چوبیس آدمی تھے۔ ان کا مقصد ہوازن کی ایک جماعت کی سرکوبی تھا جولوگ مقام''سِیَ'' میں رہتے تھے۔

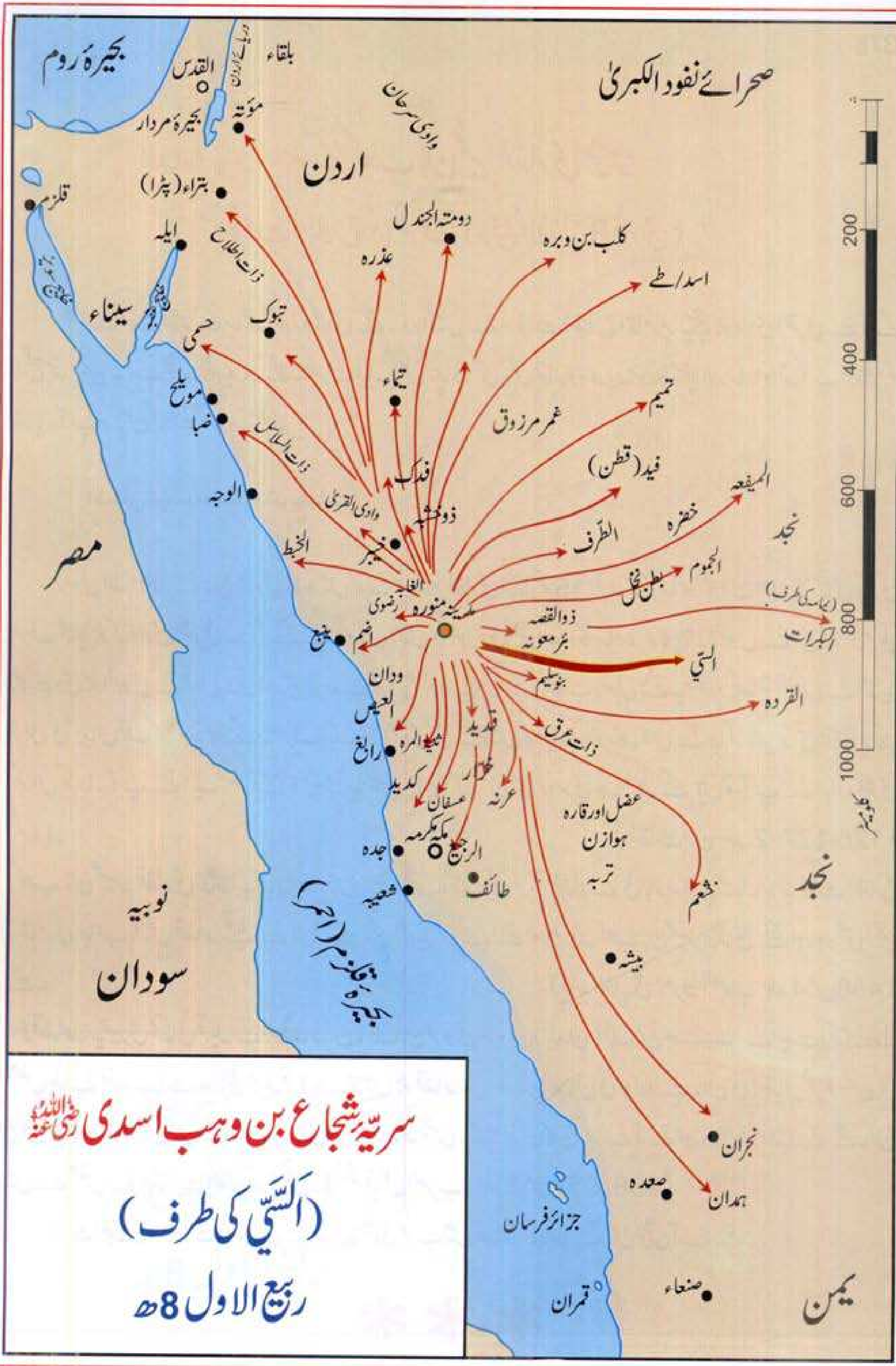
اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول 8ھ میں شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو 24 آدمیوں کے ساتھ''سِیَ'' نامی جگہ کی طرف بھیجا جومعدن کے پیچھے رکبہ کی جانب ہے۔ یہ مدینہ سے پانچ رات کے فاصلے پر ہے۔ یہ لشکردن کے وقت چھپا رہتا اور رات کے وقت سفر کرتا یہاں تک کہ ہوازن کے جتھے کی غفلت کی حالت میں اچانک ان پر حملہ کردیا اور مال غنیمت میں بہت سارے اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد:2/127)

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ: یہ سابقون اولون اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ وہ بدر میں بھی حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مذکورہ سریہ کے علاوہ حارث بن ابی شمر اور جبلہ بن ایہم کی طرف بھی بھیجا تھا۔ شجاع رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ:3/256)

سِیَ: یہ بصرہ سے مکہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع ایک جنگل ہے جہاں چور پناہ لیا کرتے تھے۔
(معجم البلدان:3/301)

ہوازن: دیکھیے عنوان''حرب فجار''



سریۂ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ

(السّی کی طرف)

ربیع الاول 8ھ

سریّۂ کعب بن عُمیر غفاری رضی اللہ عنہ
ذاتِ اَطلاح کی طرف (ربیع الاوّل 8ہجری)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پندرہ آدمی تھے۔ وہ انہیں لے کر ذات اَطلاح مقام پر پہنچے جو وادی القریٰ سے آگے واقع تھا لیکن یہ سب لوگ شہید ہو گئے۔ صرف ایک شخص بچا وہ بھی زخمی تھا۔ وہ مدینہ منورہ پہنچا اور سارا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ آپ کو یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا۔

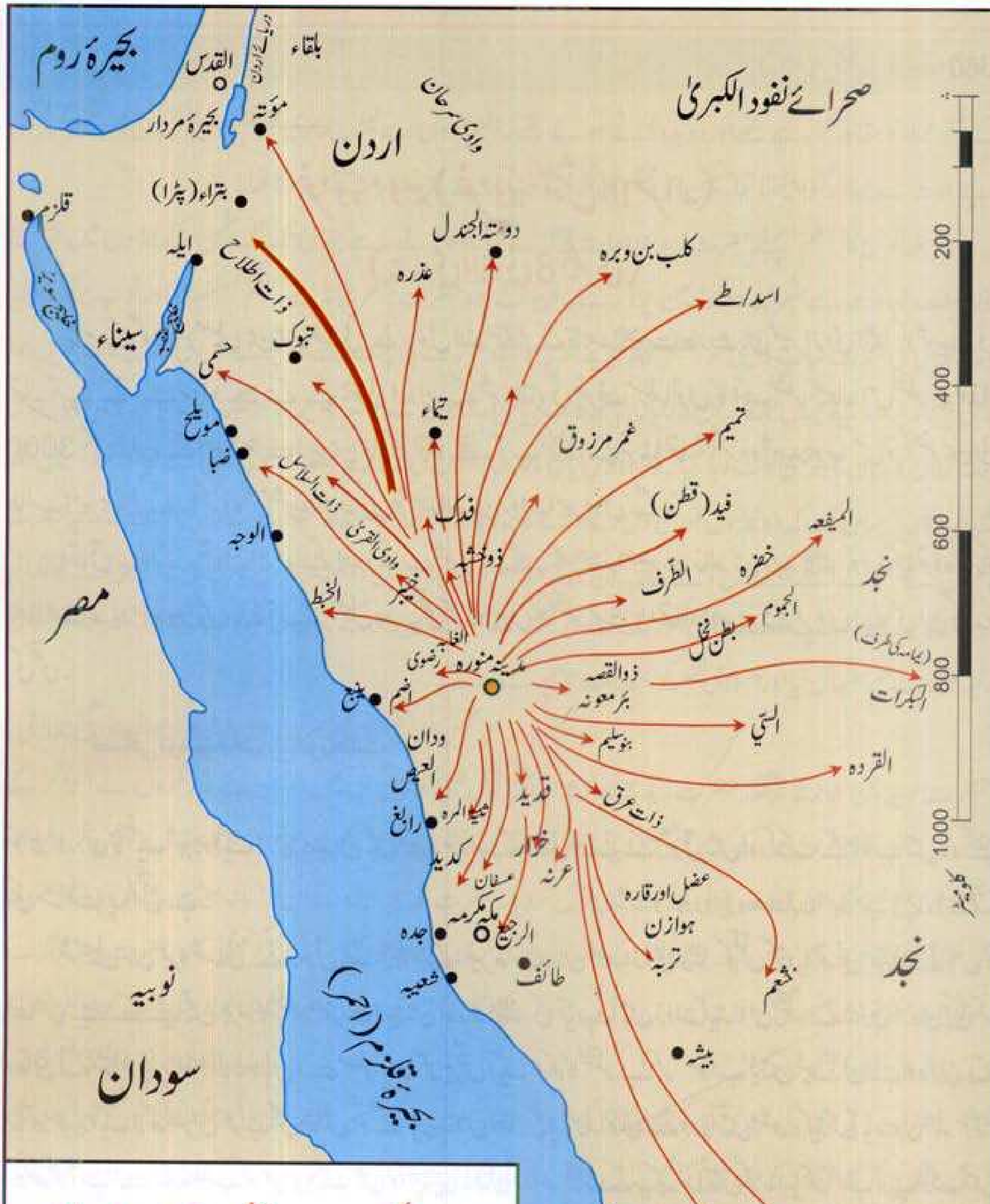
اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول 8ھ میں کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ کو 15 افراد کے ساتھ ''ذات اطلاح'' نامی جگہ کی طرف بھیجا جو کہ وادی القریٰ سے آگے ہے۔ وہاں انہیں دشمنوں کی کثیر تعداد کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی اور تیر برسانے شروع کر دیے۔ جب اصحاب رسول نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے شدید لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ صرف ایک زخمی آدمی بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس نے جا کر بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا گراں گزرا۔ آپ نے ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا لیکن پتا چلا کہ دشمن کسی دوسری جگہ چلے گئے ہیں تو آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا۔ (طبقات ابن سعد: 2/ 127-128)

کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ: یہ کبار صحابہ میں سے تھے۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار سرایا پر بھیجا۔ سریۂ ذات اطلاح (شام کی جانب) میں قضاعہ قبیلے نے ان کے ساتھی شہید کر دیے تھے اور صرف کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بچ نکلے اور وہ بھی زخمی تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: جلد 4 ص 458)

بنو قضاعہ: یہ حمیری قحطانی قبیلہ ہے جو قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن مالک بن حِمیَر سے نسبت رکھتا ہے۔ بعض علمائے انساب اسے عدنانی قبیلہ قرار دیتے ہیں جو قضاعہ بن معد بن عدنان کی اولاد ہے۔ ان کی بستیاں شحر (یمن)، نجران، حجاز اور شام میں تھیں۔ اَلْاُقَیْصِر نامی ان کا بت تھا جس کے استھان کا حج کرنے آتے اور وہاں سر منڈاتے تھے۔ ان میں سے بعض نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔ (معجم قبائل العرب۔ جلد 3 ص 957-958)

ذات اطلاح اور ذات السلاسل کے سریے شمالی عرب میں قضاعہ کے علاقے میں پیش آئے تھے۔



سریہ کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ
(ذات اطلاح)
ربیع الاول 8ھ

غزوۂ موتہ (غزوۂ جیش الامراء)

(جمادی الاولیٰ 8 ہجری)

شام کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے اسے سزا دینے کے لیے جنوبی اردن کے شہر بلقاء کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا۔ اس لشکر کی تعداد 3000 تھی۔ ان کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔''

اتفاق یہ ہوا کہ یہ تینوں امراء یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو وہ لشکر کو بحفاظت مدینہ منورہ واپس لے آئے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور بہت سے عربوں نے بھی ان کی مدد کی تھی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

مُوتہ: اردن کا ایک شہر، جو ایک زرخیز میدان میں بحیرۂ مردار کے جنوبی کونے کے مشرق میں اور کرک کے جنوب میں دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 731/21)

شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کا قصاص لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس لشکر نے جنوبی اردن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر ''مؤاب'' میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے دو راتیں مشورہ کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر آپ سے کمک طلب کریں یا جنگ میں کود پڑیں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انہیں گرما دیا کہ ''اب آپ لوگ جس بات سے کترا رہے ہیں، یعنی شہادت، یہ وہی چیز ہے جس کی طلب میں ہم نکلے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم تعداد اور قوت و کثرت کے بل پر نہیں لڑتے، بلکہ ہماری لڑائی اس دین کے بل پر ہے جس سے اللہ نے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے سامنے دو خوبیاں ہیں، غلبہ یا شہادت۔''

لوگوں نے کہا: ''واللہ! ابن رواحہ سچ کہتے ہیں۔'' چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر ''موتہ'' میں پڑاؤ ڈال دیا، پھر وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

اب کیا تھا، ایک خوفناک اور سنگین معرکہ شروع ہو گیا جو تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ

کے لشکر جرار کا مقابلہ کر رہے تھے اور دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں سے لیس بھاری بھرکم رومی لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا، لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

مسلمانوں کا ''علم'' پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔ وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھ گئے اور خلعت شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ''علم'' سنبھالا اور خوب جنگ کی۔ جب لڑائی کی شدت شباب کو پہنچی، تو جعفر رضی اللہ عنہ اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، اس کی کونچیں کاٹ دیں اور دشمن پر وار پر وار کیے، یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا، یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ آسمانی فضا میں لہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ نیزوں اور تیروں کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ انہوں نے جھنڈا لیا اور آگے بڑھے، پھر اپنے مَعْمَعَہ نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھال لیا اور اسلامی لشکر کو بحفاظت پیچھے لے آئے۔

(ملخص از فتح الباری، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، صحیح بخاری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کو بچپن ہی میں بنو قین کے غارتگروں نے اغوا کر کے بازار میں بطور غلام فروخت کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد نے انہیں خرید لیا اور مکے لا کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو زمانہ بعثت سے قبل ہدیتاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ مکہ مکرمہ پہنچے تاکہ انہیں آزاد کرائیں، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزادی عطا کی اور اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ یوں ان کا نام زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مشہور ہو گیا۔ (اسد الغابہ: 2/350، 351)

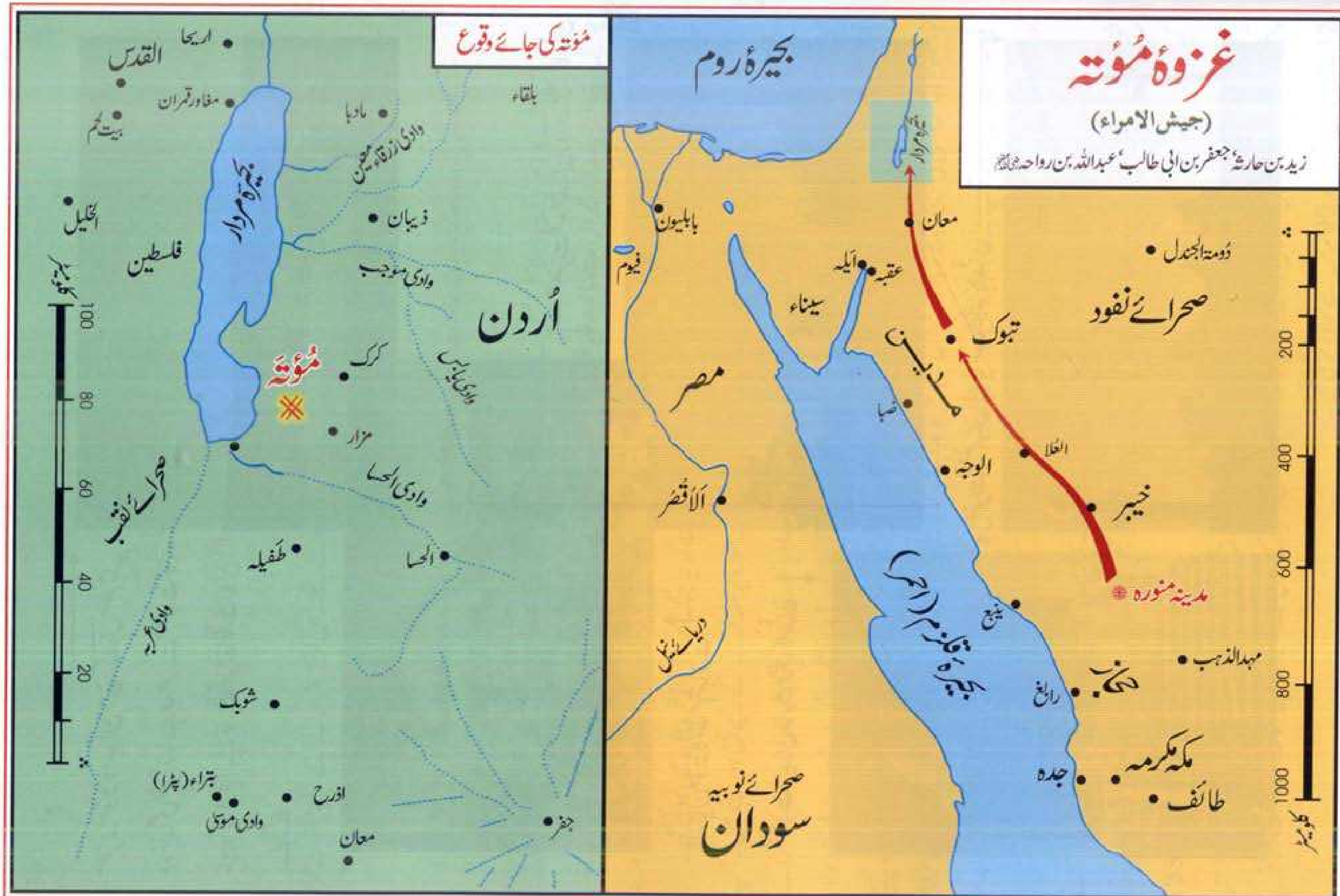
حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو طلاق پر منتج ہوئی اور پھر زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کا ذکر سورۂ احزاب میں آیا ہے اور یہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں مذکور ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے۔ جب ابو طالب تنگدست ہو گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے تاکہ اپنے بھائی کے سر سے کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں جعفر رضی اللہ عنہ کا مقام چوبیسواں، اکتیسواں یا بتیسواں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر یہ حبشہ سے واپس آئے۔ غزوہ مؤتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تھے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے انہیں دو بازوؤں کے عوض دو پر عطا کر دیے ہیں جن کے ذریعے سے یہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں'' اس لیے انہیں جعفر طیار کہا جانے لگا۔ (ملخص از اسد الغابہ جلد: 1۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد: 7)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: ان کا نسب نامہ یوں ہے: عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس انصاری خزرجی۔ یہ بڑے مشہور شاعر تھے۔ عقبہ ثانیہ کی رات انہیں بھی نقیب مقرر کیا گیا۔ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ فتح بدر کی بشارت مدینہ میں لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: ''عبداللہ انتہائی اچھا آدمی ہے۔'' وہ غزوہ مؤتہ میں شہید ہو گئے۔ (الاصابہ: 4/72'73)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی' ایک عظیم سپہ سالار اور تاریخ ساز فاتح تھے۔ ان کی کنیت ابوسلیمان اور ابو ولید اور لقب سیف اللہ تھا۔ سلسلۂ نسب ساتویں پشت (یعنی مُرَّہ بن کعب بن لُؤَیّ) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ صلح حدیبیہ تک کفار مکہ نے اہل اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑیں ان میں وہ شریک تھے۔ عمرۃ القضاء (7ھ) کے بعد مسلمان ہوئے۔ انہوں نے فتنۂ ارتداد کا استیصال کرنے اور قیصر و کسریٰ کی سطوت و حشمت ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں حمص (شام) میں ہوئی۔ (ملخص: الاصابہ' اسد الغابہ' الاستیعاب' سِیَر اعلام النبلاء)


غزوۂ مُؤتہ
(جیش الامراء)
زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ
بحیرۂ روم
بحیرۂ مردار
معان
دُومۃ الجندل
صحرائے نفود
تبوک
عقبہ
اَیلہ
سیناء
مدین
بابلیون
فیوم
مصر
الوجہ
العلا
خیبر
الاقصر
مدینہ منورہ
ینبع
بحیرۂ قلزم (احمر)
دریائے نیل
مہد الذہب
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
صحرائے نوبیہ
سودان
200
400
600
800
1000
کلومیٹر
مُؤتہ کی جائے وقوع
اریحا
القدس
مغاور قمران
بیت لحم
مادبا
بلقاء
وادی زرقاء معین
الخلیل
ذیبان
فلسطین
وادی موجب
اُردن
کرک
مُؤتہ
مزار
صحرائے نقب
وادی الحسا
الحسا
طفیلہ
وادی عربہ
شوبک
بتراء (پٹرا)
اذرح
وادی موسیٰ
معان
جفر
100
80
60
40
20
کلومیٹر

معرکۂ موتہ کا میدان اس کے پس منظر میں وہ ٹیلہ بھی نظر آرہا ہے جدھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے قافلے کو بحفاظت نکال لے گئے





غازیان موتہ کا مقام شہادت

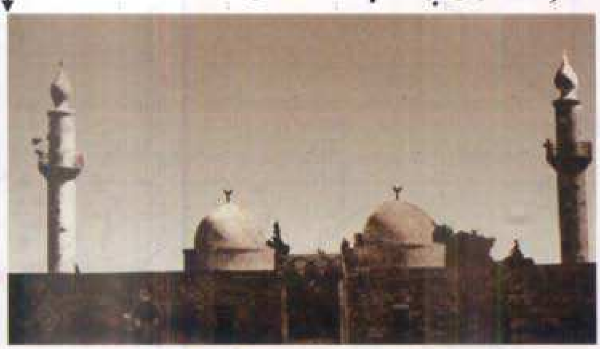
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مدفن



حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مدفن



حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مدفن



سریّۂ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

ذات السلاسل کی طرف (جمادی الآخرہ 8 ہجری)

قُضاعہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تتر بتر کرنے کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تین سو مہاجرین وانصار لے کر "بَلیّ" کے علاقے میں پہنچے اور بنو عُذرہ اور بَلُقین کے لشکر کو بھگا دیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

اس جنگ کا نام "ذات السلاسل" اس لیے ہے کہ مشرکوں نے اس خوف سے کہ ان کے آدمی جنگ سے بھاگ نہ جائیں ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک کنواں تھا جس کا نام "سلسل" تھا۔ یہ جنگ اس کے قریب ہوئی تھی اس وجہ سے اس کا نام جنگ "ذات السلاسل" پڑ گیا۔ یہ مقام وادی القریٰ سے آگے ہے اور مدینہ سے دس یوم کے فاصلے پر ہے۔ صاحب "ہدیٰ" نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ جنگ جمادی الآخرہ 8ھ میں ہوئی تھی۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قضاعہ قبیلے کے لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ آپ نے عمرو بن عاص کو بلایا ان کو ایک سفید رنگ کا اور ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا دیا اور تین سو سر کردہ مہاجرین وانصار کا لشکر دے کر قضاعہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ مسلمانوں کے پاس تیس گھوڑے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ جاتے ہوئے بلی عُذرہ اور بَلُقین کے قبائل سے بھی مدد لے لیں۔ یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے تھے۔ جب محاذ جنگ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ ہے اس لیے مزید مدد لینے کے لیے انہوں نے رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دو سو آدمیوں کا لشکر دے کر ان کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اس لشکر میں شامل تھے۔

مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے اور مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کی بشارت اور اپنی واپسی کی اطلاع دینے کے لیے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول: ص 330-331)

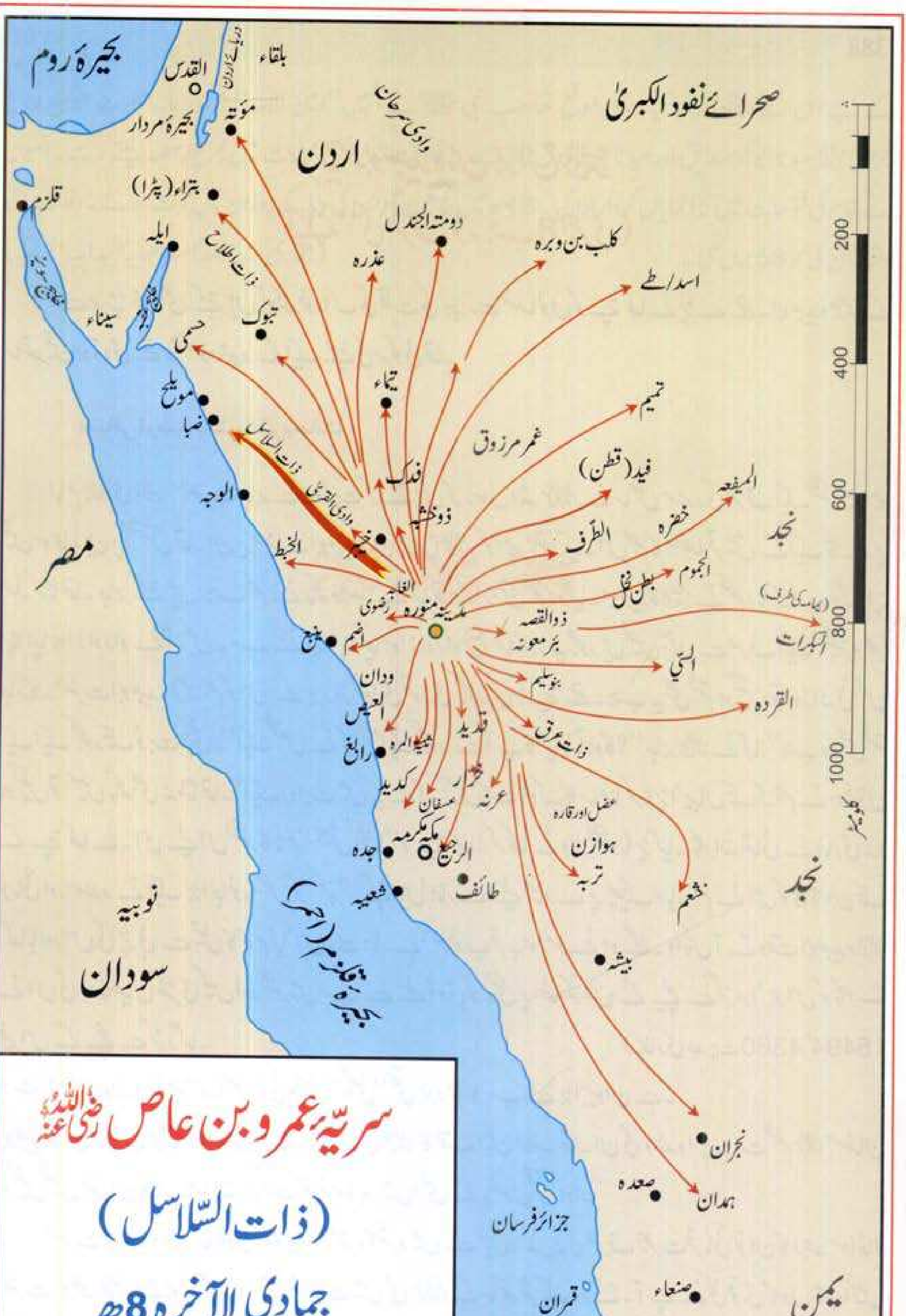
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: آپ نسباً سہمی قریشی اور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تاریخ اسلام میں انہوں نے جو حصہ لیا اس کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ 8ھ میں مسلمان ہوئے۔ اس وقت وہ ضرور ادھیڑ عمر کے ہوں گے کیونکہ اپنی وفات کے وقت جو تقریباً 42ھ میں ہوئی ان کی عمر 90 سال سے تجاوز کر گئی تھی۔

نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عُمان کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے حاکم جیفر اور عباد پسران جلندی ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے شام کی فتوحات میں بڑا نمایاں حصہ لیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ فتح مصر ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بڑے خوش گفتار اور شیریں بیاں خطیب' قادر الکلام مدبر' سیاستدان اور سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ ﷺ عسکری مہموں میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ' ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ام عبداللہ رضی اللہ عنہا پر مشتمل خاندان کو بہترین گھرانا قرار دیا گیا۔ ان سے 39 احادیث مروی ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء' البدایہ والنہایہ' اسد الغابہ)

قُضاعہ: دیکھیے عنوان "سریہ کعب بن عُمیر غفاری (ذات اطلاح)"



سریۂ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

(ذات السلاسل)

جمادی الآخرہ 8ھ

سریّہٗ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
''قَبلِیَہ'' کی طرف (رجب 8 ہجری)

اسے سریّۂ خبط بھی کہتے ہیں کیونکہ خوراک کی قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو پتے کھانے پڑے تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ مقصود جہینہ کے ایک قبیلے کی سرکوبی تھا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

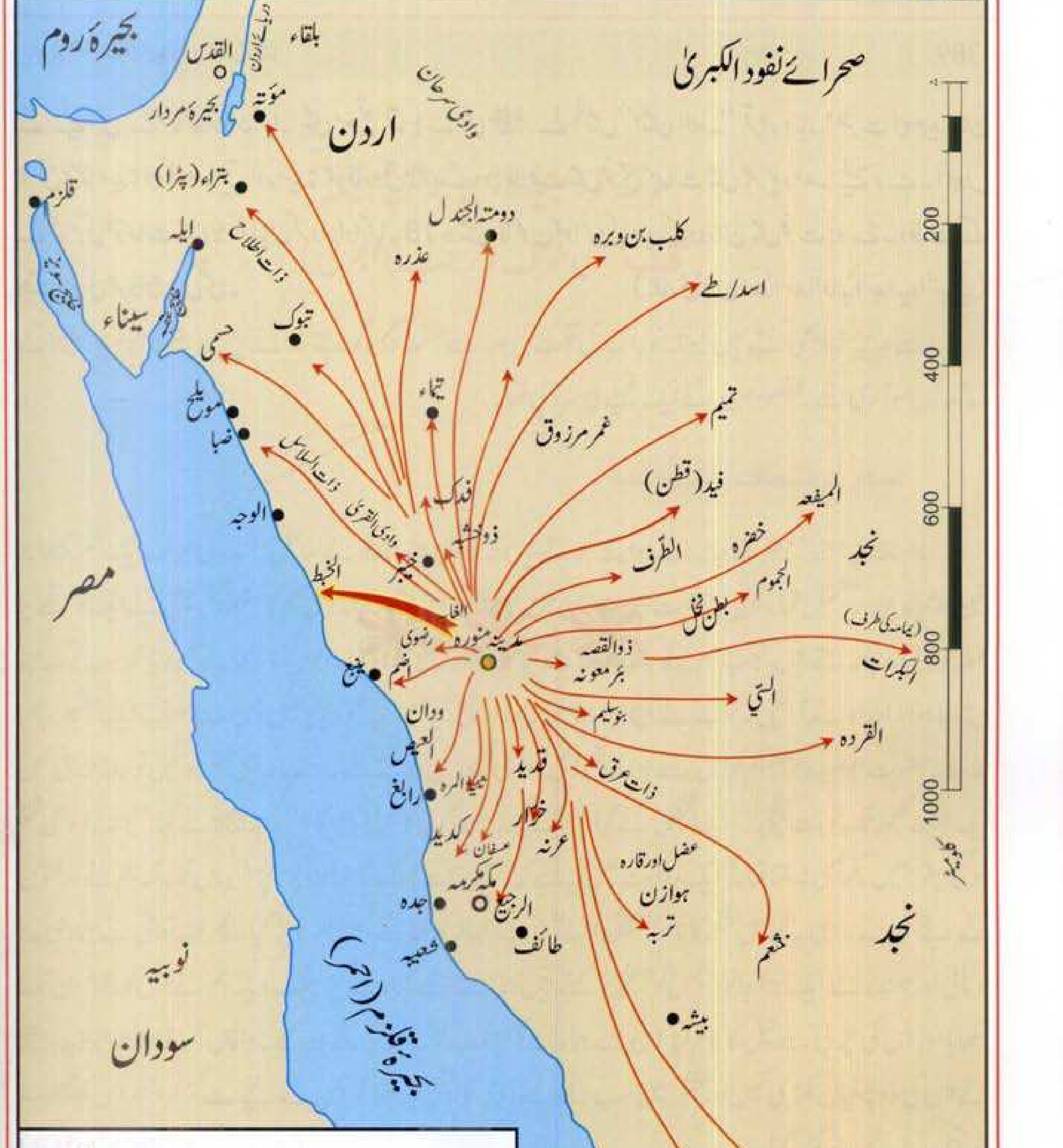
امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر کی طرف ایک لشکر بھیجا جو تین سو مجاہدین پر مشتمل تھا۔ ان پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ اس مہم کا مقصد قریش کے ایک قافلے پر حملہ کرنا تھا۔ جابر کہتے ہیں: جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کیا تو ہمارا راشن ختم ہوگیا۔ ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنا اپنا بچا ہوا زادِ راہ لے آئیں۔ سب نے اپنا اپنا بچا ہوا زادِ راہ جمع کیا' اور یہ کھجوریں تھیں جن سے صرف ایک مشکیزہ بھرا جاسکا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہم کو اس سے ہر روز تھوڑی تھوڑی کھجوریں دیتے تھے۔ جب یہ بھی ختم ہوگئیں تو روزانہ فی کس ایک ایک کھجور تک نوبت پہنچی۔'' ایک شخص نے کہا: ''ایک کھجور سے آپ کا کیا بنتا ہوگا؟'' جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب وہ بھی ختم ہوگئیں تو ہمیں کچھ بھی نہ ملتا تھا۔'' ایک روایت میں یہ ہے کہ: ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا' یہاں تک کہ ہم نے درختوں کے پتے کھائے۔ اسی لیے اس لشکر کا نام ''جیش الخبط'' (پتے جھاڑ کر کھانے والا لشکر) پڑ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی اور سمندر نے ایک بڑا جانور' جس کو ''عنبر'' کہتے ہیں' ہمارے لیے کنارے پر پھینک دیا۔ ہم نے اس کو 18 دن تک کھایا اور اس کی چربی سے تیل کا کام لیا' اس سے ہمارے جسم خوب فربہ اور موٹے ہوگئے۔ واپس آتے وقت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دو پسلیاں کھڑی کیں اور لشکر میں سب سے لمبے آدمی کو اونٹنی پر بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا' جو اس کو چھوئے بغیر اس کے نیچے سے گزر گیا۔ (بخاری حدیث 4360' 5494)

نوٹ: معلوم ہوتا ہے ''عنبر'' دراصل کوئی وہیل ''مچھلی'' تھی جو دنیا کا سب سے بڑا حیوان ہے۔

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ: عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا لقب امین الامہ تھا۔ ان کی والدہ امیمہ بنت غنم رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں تھیں جبکہ ان کا باپ عبداللہ بحالت کفر غزوۂ بدر میں انہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سابقون اولون اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کا رشتۂ مواخاۃ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے جوڑا گیا۔ وہ تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ نے کئی فوجی مہموں میں انہیں سربراہ بنا کر بھیجا۔ 9 ھ میں جب وفد نجران یمن واپس گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی تبلیغ اسلام اور صدقات کی وصولی

کے لیے اس کے ساتھ روانہ کیا۔ یہی موقع تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''امین الامہ'' قرار دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں فوجی مہمات میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے شام کی فتوحات میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ 18ھ میں طاعون عمواس کی وبا کے دوران میں فوت ہوئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 58 برس تھی۔ (بخاری، ابن سعد، اسد الغابہ، البدایہ والنہایہ)



سریۂ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

(سریۂ خَبَط)

قَبَلِیَّہ کی طرف (رجب 8ھ)

سریۂ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ
''خضِرہ'' کی طرف (شعبان 8 ہجری)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ پندرہ آدمی لے کر نجد میں بنومحارب کے علاقہ کی طرف گئے۔ مقصد غطفان کی ایک جماعت کو تتر بتر کرنا تھا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو شعبان 8ھ میں 15 آدمیوں کے ساتھ خضرہ کی جانب بھیجا جو کہ نجد کے علاقے میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ بنوغطفان پر اچانک حملہ کریں۔ اس مقصد کے لیے یہ افراد دن کے وقت چھپے رہتے اور رات کے وقت سفر کرتے۔ انہوں نے بنوغطفان پر حملہ کر دیا۔ جو مدمقابل آیا قتل ہوگیا۔ دو سو اونٹ، دو ہزار بکریاں اور بہت سارے قیدی ان کے ہاتھ آئے۔ (طبقات ابن سعد:2/132)

خضرہ: یہ نجد میں بنومحارب کی سرزمین ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے نواح میں تہامہ میں ہے۔ (معجم البلدان جلد2)

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ: ان کا نام حارث بن ربعی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہ سوار تھے۔ بدر میں ان کا حاضر ہونا مختلف فیہ ہے۔ بدر کے بعد تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی فوجی مہمات پر انہیں روانہ فرمایا۔ حضرت ابوقتادہ 54ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کوفہ میں فوت ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔
(اسد الغابہ:6/244)

سریّہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ
بطن اِضم کی طرف (رمضان 8 ہجری)

فتح مکہ سے تھوڑے دن قبل کی بات ہے حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ آٹھ افراد لے کر اس طرف گئے تا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف جائیں گے اور سفر مکہ کا شبہ نہ رہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ کو رمضان 8ھ میں آٹھ افراد کے ساتھ بطن اضم کی طرف بھیجا۔ مدینہ اور اس کے درمیان تقریباً 58 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بطن اِضم (ذی خُشُب اور ذی مروہ کے مابین) کی جانب بھیجا تا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ اس طرف پیش قدمی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لشکر میں مُحلّم بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عامر اشجعی ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا۔ دوسرے افراد نے تو انہیں کچھ نہ کہا' لیکن حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کر دیا اور ان کا ساز وسامان لے لیا۔ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۔۔۔۔ الخ ﴾

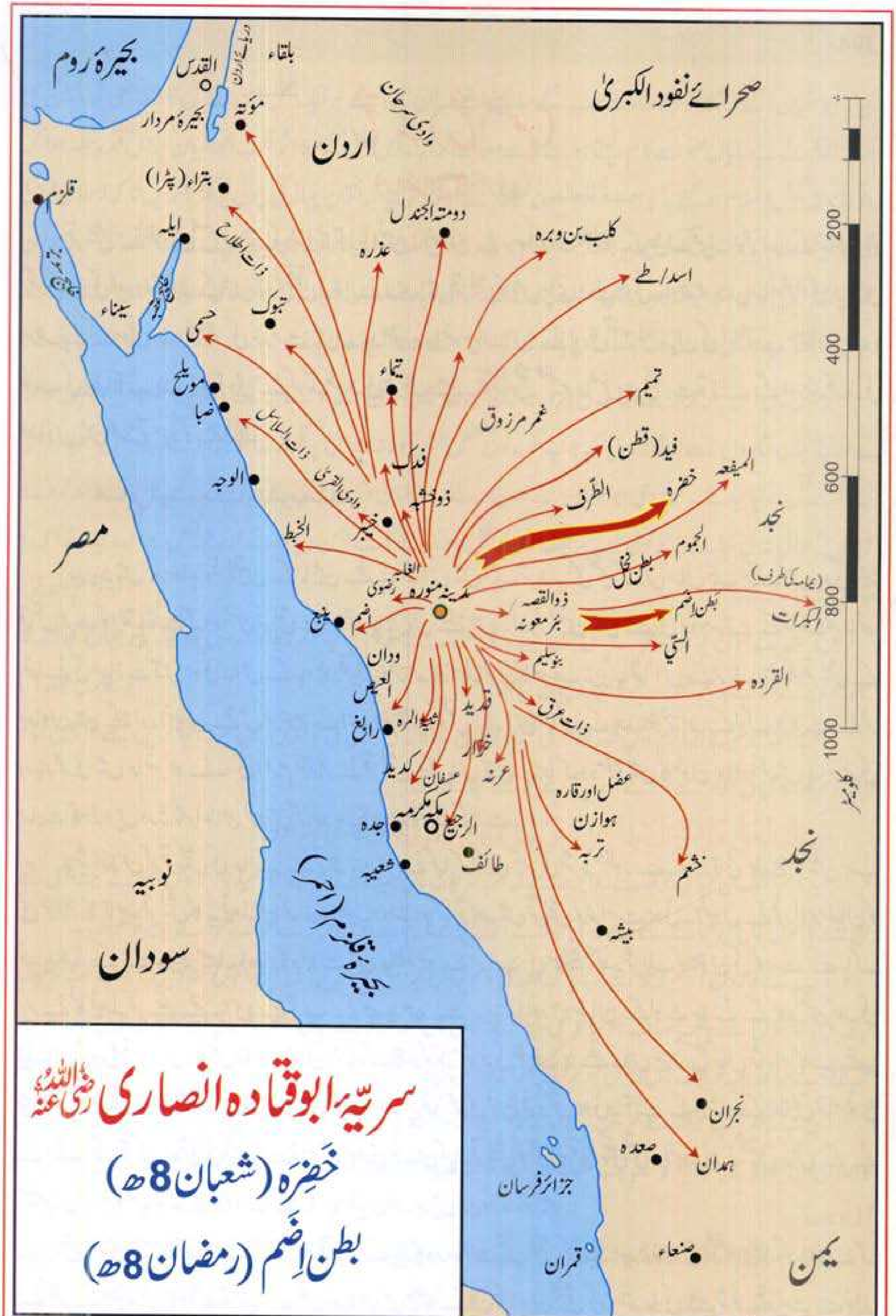
''اے ایمان والو! جب تم زمین میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کہے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ تم دنیا کا ساز وسامان چاہتے ہو' اور اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں...... الخ'' (النساء:4/94)

راستے میں کسی دشمن سے ان کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ یہ سقیا نامی جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے۔

(طبقات ابن سعد:2/133)

اِضَم: (بطن) اضم اشجع اور جہینہ قبائل کی وادی ہے۔ ذواضم ایک نشیبی علاقہ ہے جہاں ایک چشمہ ہے اور حناظل نامی بستیاں ہیں' اس کا سرایائے نبوی میں ذکر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اضم جبال تہامہ کی ایک وادی ہے' نیز یہ وہ وادی ہے جس میں مدینہ واقع ہے۔ یہ وادی حجاز سے نکل کر سمندر میں گرتی ہے۔ (معجم البلدان جلد 1)

❋ ❋ ❋



سریہ ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ

خَضِرَہ (شعبان 8ھ)

بطن اِضَم (رمضان 8ھ)

فتح مکہ (فتح اعظم)

(رمضان 8 ہجری)

قریش نے خود ہی صلح حدیبیہ کی شرائط توڑ ڈالیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی اور بنوخزاعہ کے بیس آدمی قتل کر ڈالے۔ بعد میں قریش کو اس پر ندامت ہوئی۔ ادھر عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس نے پوری تفصیل بیان کی اور آپ ﷺ سے مدد طلب کی لہٰذا آپ دس ہزار آدمی لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چلے۔ نتیجتاً فتح عظیم حاصل ہوئی' بت توڑے گئے اور مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں کلمۂ توحید گونجنے لگا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

حدیبیہ میں جو معاہدہ فریقین کے مابین طے پایا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، نیز قبائل عرب کو اختیار ہے کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں مل سکتے ہیں۔ اور فریقین میں سے کسی کو دوسرے کے حلیف پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود قبیلہ بنوخزاعہ جو مسلمانوں کا حلیف بن گیا تھا' اس کے حریف بنو بکر قریش کے معاون بن گئے اور انہوں نے مل کر حرم کے اندر بنوخزاعہ کو قتل کیا۔ اس سانحہ کے بعد بنوخزاعہ کے لوگ شکایت لے کر دربار محمدی میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ مقتولین کا خون بہا ادا کریں یا بنو بکر کی حمایت چھوڑ دیں ورنہ پھر اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

یہ شرائط سن کر قریش کی جانب سے قرطہ بن عمر نے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ (زرقانی جلد 2) لیکن جب نبی ﷺ کا قاصد قریش کا یہ فیصلہ سن کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گیا تو بعد میں قریش کو ندامت ہوئی۔ انہوں نے فوراً ابوسفیان کو تجدید عہد کے لیے مدینہ بھیجا۔ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے مگر اب نبی ﷺ کعبہ شریف کو بتوں کی نحوست سے پاک کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اسی لیے آپ نے تجدید عہد سے گریز کیا اور ابوسفیان کے لوٹ جانے کے بعد تطہیر کعبہ کی تیاریاں شروع فرما دیں۔ غرض 10 رمضان المبارک 8ھ کو مکہ مشرفہ کی طرف بڑھے۔ دس ہزار مسلح جاں نثار ہمرکاب تھے۔ مَرَّ الظہران میں' جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر تھا' محمدی فوج فروکش ہوئی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی جس سے تمام صحراوادی نور بن گیا۔ قریش کو بھی خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے تحقیق حال کے لیے حکیم بن حزام (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے)' ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔

خیمہ نبوی کے محافظ دستہ نے انہیں گرفتار کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گویا ہوئے کہ اب کفر کے استیصال کا وقت آ گیا ہے، مگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی جان بخشی کی استدعا کی جسے شرف قبولیت سے نوازا

گیا۔ ابوسفیان کے گزشتہ تمام کارنامے سب کے سامنے تھے۔ ان میں سے ہر ایک فعل اس کے قتل کا متقاضی تھا، لیکن نبی اکرم ﷺ نے بے پایاں عفو سے کام لیتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔ اس خلق عظیم کا اثر قلب ابوسفیان پر اس قدر جلد ہوا کہ وہ فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رحمۃٌ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کریں تا کہ اسلامی فواج کے جلال کا مظاہرہ کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد لشکر اسلام موج در موج مکہ مکرمہ کی طرف بڑھا۔ آپ نے مکہ معظمہ پہنچ کر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو علم نبوی مقام حجون میں نصب کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلامی فوج کی کمان کرتے ہوئے زیریں علاقہ سے داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا اور خود بالائی سمت سے تشریف لائے۔ (بخاری جلد 2)

قریش میں اس لشکر جرار کے مقابلہ کی جرأت نہیں تھی۔ انہیں جان کے لالے پڑ گئے، لیکن رحمۃٌ للعالمین ﷺ نے اپنے جان نثاروں سے ارشاد فرمایا کہ جب تک کوئی شخص حملہ آور نہ ہو اس پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے' اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو آدمی ابوسفیان کے گھر پناہ لے اسے امان دی جائے۔ جو آدمی اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے اس پر چڑھائی نہ کی جائے۔ جو کوئی کعبہ شریف میں داخل ہو جائے' اسے امن دیا جائے اور جو شخص بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ (مسلم جلد 2)

فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے منیٰ میں خیف بنی کنانہ کے مقام پر قیام فرمایا تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں کفار نے مسلمانوں کے خلاف باہم متحد رہنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ (بخاری جلد 1)

کعبۃ اللہ جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار تھی' اس کی آغوش میں بت جاگزیں تھے جنہیں امام الانبیاء ﷺ لاٹھی کی ٹھوکر سے گراتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (بخاری جلد اول)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کعبہ شریف میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بت بھی تھے جن کے ہاتھوں میں تیر تھمائے گئے تھے۔ نبی علیہ السلام نے انہیں اور دیگر سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا کے باہر پھنکوا دیا۔

آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی دیواروں پر جتنی تصویریں بنی ہیں انہیں مٹا دیں۔ جب کعبہ شریف شرک کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گیا تو نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے چابی طلب فرمائی اور حضرت بلال اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کعبہ شریف میں داخل ہو کر نماز شکرانہ ادا فرمائی۔ (بخاری جلد اول)

اس کے بعد آپ ﷺ نے قریش کے سامنے توحید و رسالت پر مبنی ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں عام معافی کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا: **لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ** ''تم سے آج کوئی مواخذہ نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

20 رمضان المبارک 8ھ بروز جمعہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور دس یا پندرہ دن قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ حنین تشریف لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی علیہ السلام کے ساتھ ہم دس دن مکہ میں رہے اور نماز قصر پڑھتے رہے۔ البتہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں 19 دن قیام کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

فتح مکہ کے سیاسی اثرات: مکہ معظمہ فتح ہونے کے بعد قریش کا جاہ وجلال اور شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ عرب کے تمام قبائل اس انتظار میں تھے کہ قریش اور مسلمانوں میں سے کون سا فریق غالب اور فاتح بنتا ہے، تاکہ وہ بھی اسی کی رفاقت اختیار کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی تصویر ساری دنیا نے دیکھ لی:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ گئی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔'' (النصر:110/1-2)

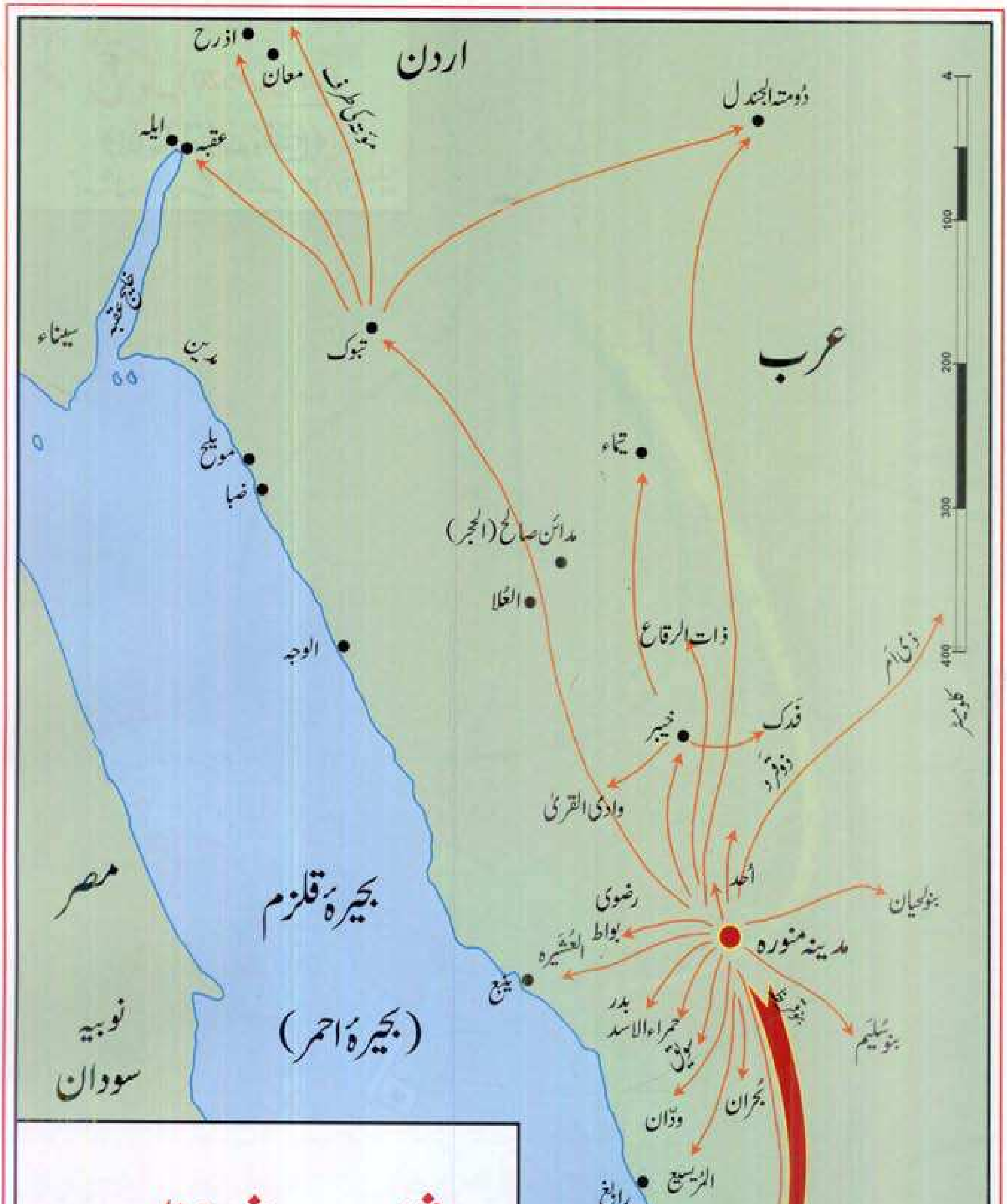
9ھ میں قبائل عرب کے نمائندہ وفود اس کثرت سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے کہ اس سال کا نام ہی ''عام الوفود'' مشہور ہوگیا۔ بنوتمیم، ملوک حمیر، اہل نجران، سلامان، ازد، ہمدان، ملوک کندہ، عبدقیس، بنوحنیفہ، کندہ، وائل بن حجر، مذحج، محارب، حضرموت، عبس، خولان اور طے کے وفود آئے۔ گویا کہ سارا عرب اُمڈ کر پروانہ وار شمع رسالت کے گرد جمع ہوگیا۔

مَرُّ الظَّهران: مَرٌّ یا مُرٌّ کڑوے کو کہتے ہیں۔ مرالظہران مکہ سے مدینہ کے راستے پر 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کو وادئ فاطمہ بھی کہتے ہیں۔

کَدِيْد: مکہ سے مدینے کے راستے پر عُسفان اور قُدَید کے درمیان ایک وادی ہے جس میں پانی بکثرت ہوتا ہے۔ یہاں کھجور کے باغات ہیں۔ فتح مکہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ جب کدید پہنچے تو روزے سے صحابہ کو خاصی مشقت ہوئی، لہٰذا آپ نے روزہ افطار کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی افطار کرلیا۔

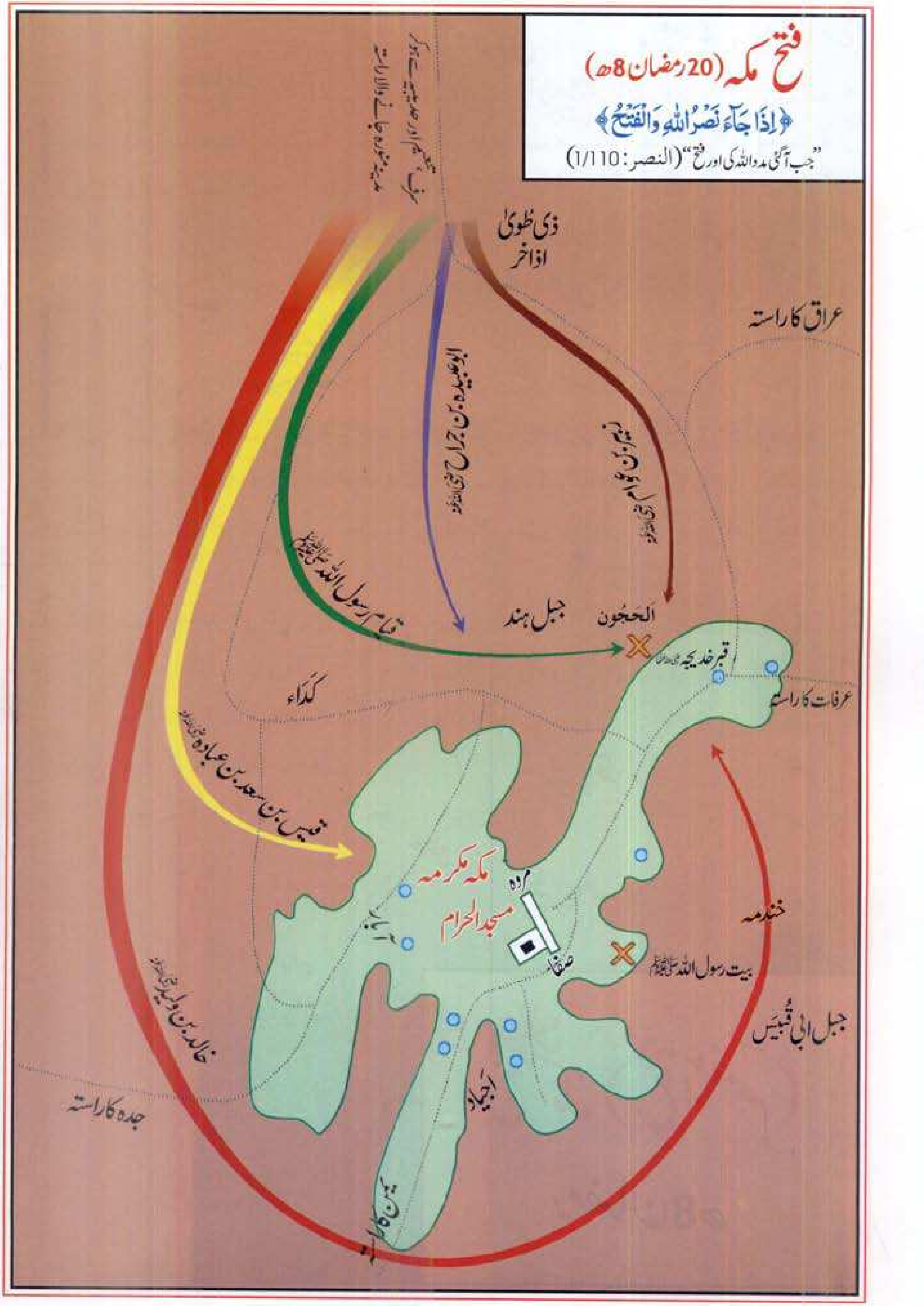
(معجم ما استعجم:4/1119، 1120)

حَجُوْن: دیکھیے باب ''عمرۃ القضاء''



فتح مکہ (فتح اعظم)

رمضان 8ھ


فتح مکہ (20 رمضان 8ھ)
﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ﴾
"جب آگئی مدد اللہ کی اور فتح" (النصر: 1/110)
ذی طوی
اذاخر
عراق کا راستہ
ابو عبیدہ بن جراح
الحجون
جبل ہند
قیام رسول اللہ ﷺ
قبر خدیجہ
عرفات کا راستہ
کداء
قیس بن سعد بن عبادہ
مکہ مکرمہ
مسجد الحرام
مروہ
صفا
خندمہ
بیت رسول اللہ ﷺ
جبل ابی قبیس
خالد بن ولید
جدہ کا راستہ
اجیاد

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
نخلہ کی طرف (رمضان 8 ہجری)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیس سواروں کے ساتھ قریش اور بنو کنانہ کے خصوصی بت عُزیٰ کو گرانے کے لیے نخلہ گئے جہاں یہ بت نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شیبان اور بنو سُلَیم کے لوگ اس کی خدمت اور حفاظت کیا کرتے تھے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے رمضان 8 ہجری میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 30 سواروں کے ساتھ عُزّیٰ نامی بت کو گرانے کے لیے بطن نخلہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسے گرا کر واپس آئے تو نبی ﷺ نے پوچھا: کیا آپ نے کچھ دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگے: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے نہیں گرایا' جاؤ دوبارہ گرا کر آؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انتہائی غصے کے عالم میں واپس گئے۔ اپنی تلوار میان سے نکالی تو ایک ننگی' سیاہ رنگ کی' بکھرے بالوں والی عورت سامنے آئی۔ دربان چیخنے لگا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے مار کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور واپس جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: ہاں یہ عزّیٰ تھی' وہ اس بات سے مایوس ہو گئی تھی کہ اب تمہارے شہروں میں اس کی پوجا ہو۔ یہ دیوی نخلہ نامی جگہ میں تھی۔ قریش اور بنو کنانہ اس کی پوجا اور تعظیم کیا کرتے تھے۔ بنو شیبان اس کے نگران تھے۔

(طبقات ابن سعد: 2/145' 146)

نخلہ: مکہ سے دو رات کے فاصلے پر ہذیل کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں حراض نامی جگہ پر عزیٰ کا استھان تھا۔

(معجم البلدان: 2/234' 5/277)

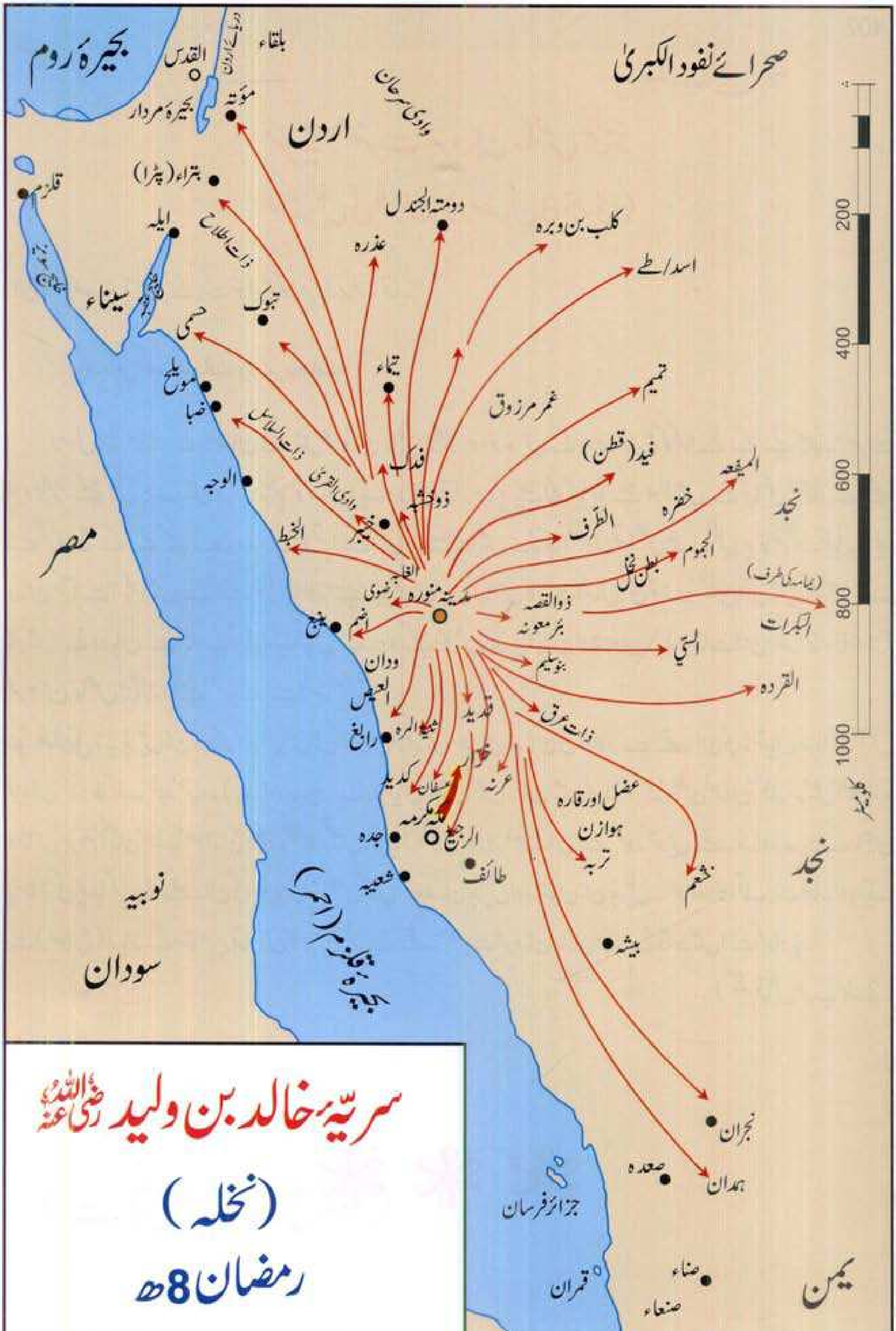
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی' ایک عظیم سپہ سالار اور تاریخ ساز فاتح تھے۔ ان کی کنیت ابو سلیمان اور ابو ولید اور لقب سیف اللہ تھا۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔ ان کی والدہ لبابہ صغریٰ بنت حارث تھیں جو ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اور لبابہ کبریٰ والدۂ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت خالد بن ولید پہلے پہل مخالفین اسلام کے ہم نوا رہے۔ غزوۂ احد میں ان کی جنگی چال کے باعث مسلمانوں کا خاصا جانی نقصان ہوا۔ ان کی اصل زندگی اس وقت شروع ہوئی جب یہ صلح حدیبیہ کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی' عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں مختلف معرکوں میں لشکر اسلام کی قیادت کی

اور شاندار جنگی کارنامے انجام دیے۔

جنگی مہارت وصلاحیت کے سلسلے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دنیا کے تمام سوانح نگاروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان کے جنگی کارنامے اور تدابیر نہ صرف اسلام کی حربی تاریخ بلکہ دنیا کے عسکری قائدین اور ماہرین کے سوانح نگاروں کی تصانیف کا سنہرا اور قابل مطالعہ باب ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات 21ھ میں حمص یا مدینہ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ (الاستیعاب' الاصابہ' ابن ہشام)

❋ ❋ ❋



سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

(نخلہ)

رمضان 8ھ

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
بنو ہذیل کی طرف (رمضان 8 ہجری)

ان کا مقصد بنو ہذیل کے بت سُواع کو زیروزبر کرنا تھا۔

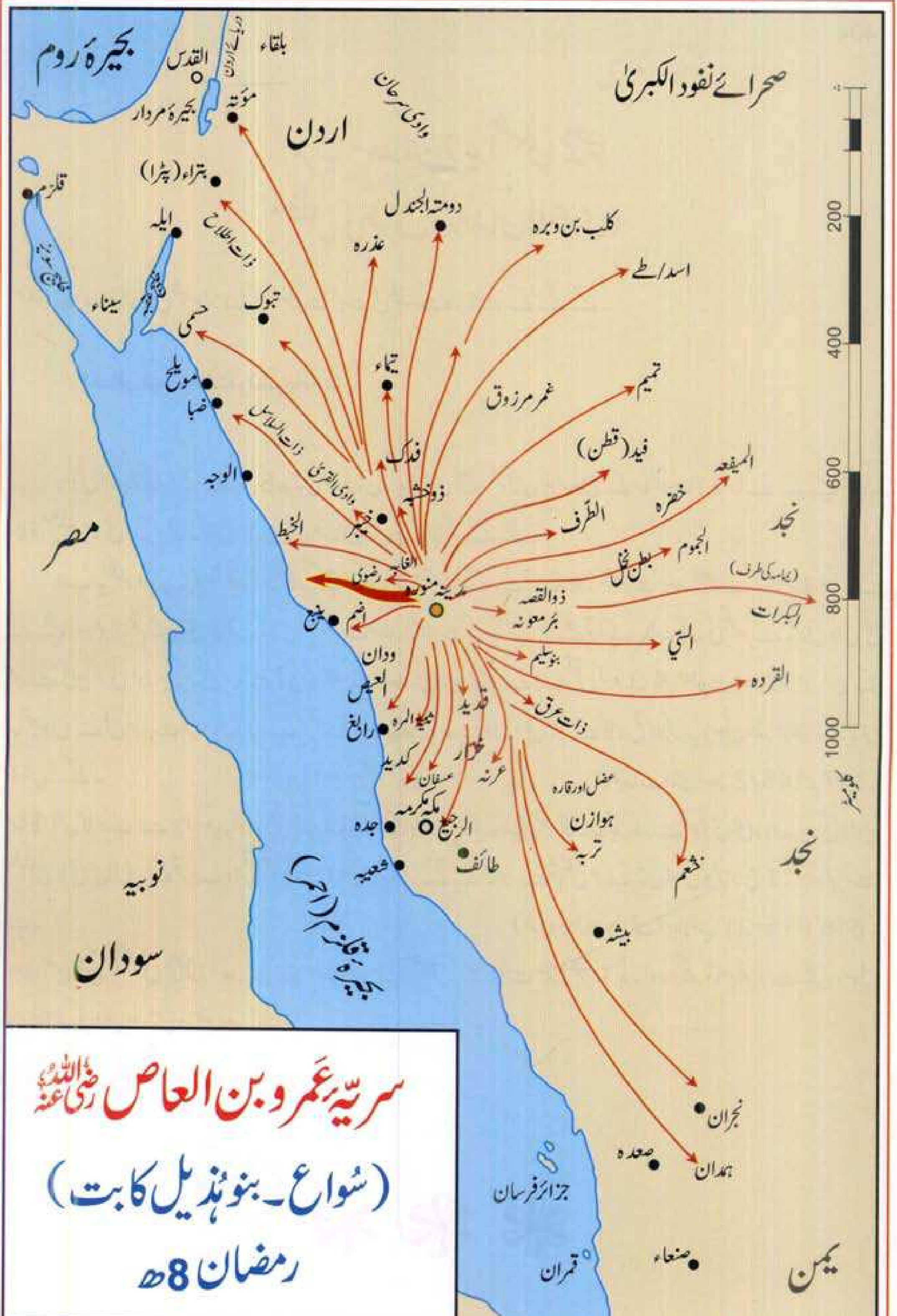
اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان 8ھ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بنو ہذیل کے بت سواع کو گرانے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو وہاں ایک دربان تھا۔ وہ پوچھنے لگا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسے گرانے کے لیے بھیجا ہے۔ وہ کہنے لگا تم اسے نہیں گرا سکتے۔ میں نے کہا افسوس تم ابھی تک باطل پر قائم ہو۔ کیا یہ دیکھ اور سن سکتا ہے؟ پھر میں نے اسے توڑ دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا اس کا بیت المال بھی توڑ دو لیکن اس میں کچھ نہیں تھا۔ پھر میں نے دربان سے کہا اب تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کہنے لگا میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد:2/146)

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: دیکھیے ''سریہ ذات السلاسل''

بَنُوْ هُذَيْل: یہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد سے تھے۔ ان کی بستیاں سروات، جبل غزوان، نزد طائف، نجد، تہامہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان) میں تھیں۔ ان میں عُرنہ، عَرفہ، بطن نعمان، نخلہ رجیل، البوبارہ، اوطاس، ہزوم، العین، انف، موازج وغیرہ مشہور تھیں۔ المجاز، الرجیع اور بئر معونہ ان کے مشہور کنویں تھے۔ مکہ اور مدینہ کے مابین یہ مناۃ کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی شاخیں تھیں: سعد بن ہذیل اور لحیان بن ہذیل۔ بنو سعد کا الگ بت تھا۔ اور ایک بت (سواع) رُہاط کے مقام پر تھا جس کا وہ حج کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے 8ھ میں اسے گرا دیا۔
(معجم قبائل عرب جلد3)

❀ ❀ ❀



سریۂ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(سُواع۔ بنوہُذیل کا بت)

رمضان 8ھ

سریّۂ سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ
مُشلّل کی طرف (رمضان 8 ہجری)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیس شہسوار لے کر ''منات'' بت کی شکست وریخت کے لیے گئے۔

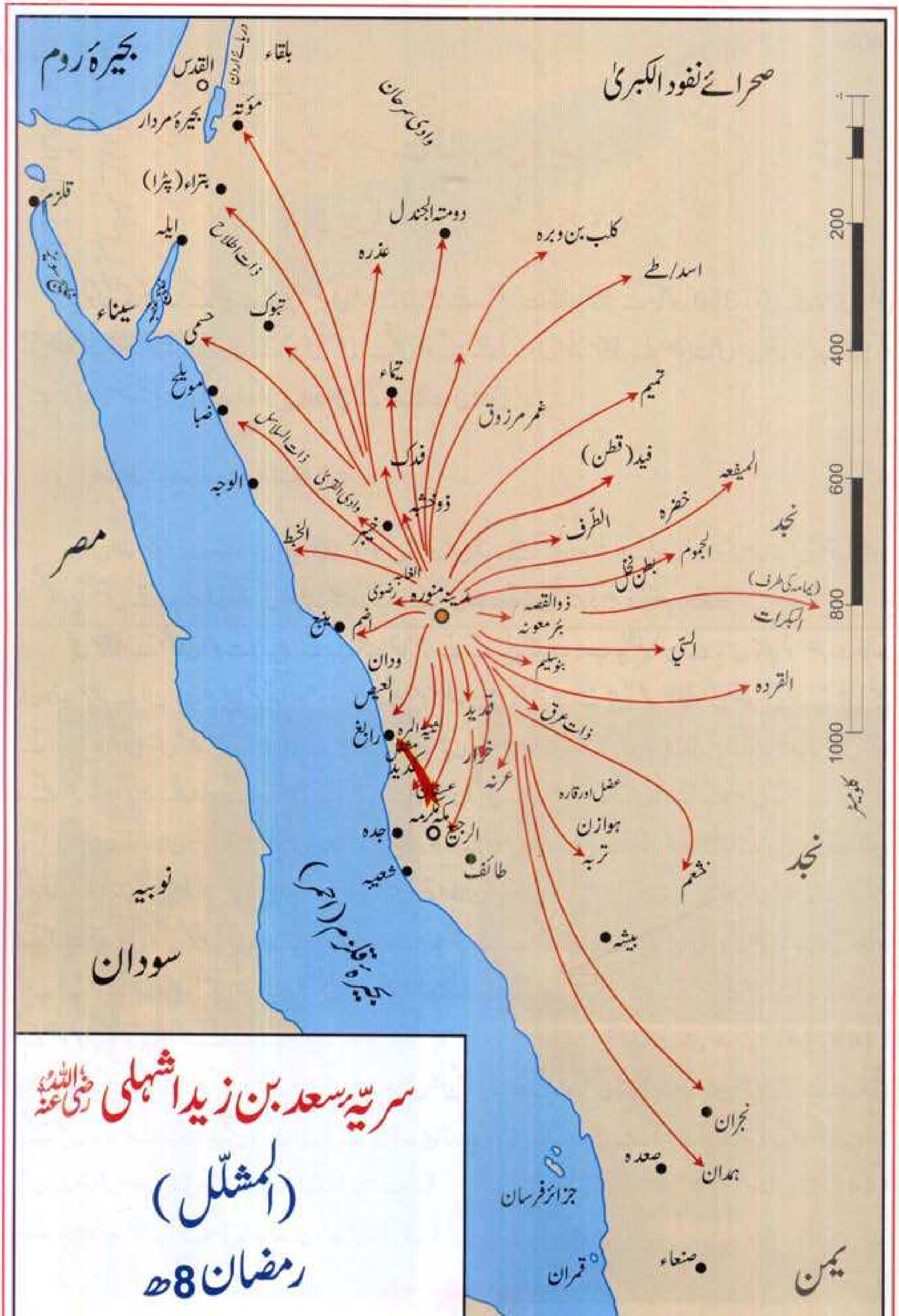
اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان 8ھ میں سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ مناۃ کو گرانے کے لیے بھیجا۔ مناۃ مشلل نامی جگہ پر تھا۔ اوس، خزرج اور غسان اس کی پوجا کرتے تھے۔

جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو خدمت گار کہنے لگے: کس مقصد کے لیے آئے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مناۃ کو گرانے کے لیے! وہ بولا: تم میں اتنی طاقت کہاں؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بت کی جانب بڑھے تو ایک سیاہ رنگ کی بکھرے بالوں والی ننگی عورت، بین کرتی اور سینہ پیٹتی سامنے آئی۔ حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مل کر بت گرادیا۔ اس کے خزانے سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ اپنی مہم سے فارغ ہوکر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/146۔147)

مناۃ: اس کا سب سے بڑا معبد بنو ہذیل میں قُدَیْد کے مقام پر ایک سیاہ پتھر تھا۔ یہ جگہ مکہ سے تھوڑی ہی دور مدینہ کی راہ پر مشلّل نامی پہاڑی کے قریب واقع تھی۔ مناۃ کی پوجا کرنے کے لحاظ سے قبائل عرب میں اوس وخزرج کا نام سرفہرست ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/615، 616)

سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ: سعد بن زید انصاری اوسی اشہلی رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ، غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حاضر ہوئے۔



سریہ سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ

(المشلّل)

رمضان 8ھ

سریّۂ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
بنو جذیمہ کی طرف (شوال 8 ہجری)

یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نشیب میں یلملم کی طرف رہتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ 350 آدمی تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بہت سے قیدی غلطی سے قتل ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ مقتولین کی دِیَت ادا کریں اور ان کے نقصانات کی تلافی کریں۔

اضافی توضیحات و تشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شوال 8 ھ میں ساڑھے تین سو افراد کے ساتھ جو کہ مہاجرین' انصار اور بنو سُلیم پر مشتمل تھے' بنو جَذِیمَہ کی طرف بھیجا۔ یہ مکہ کے نشیبی علاقے میں یلملم کی طرف آباد تھے۔

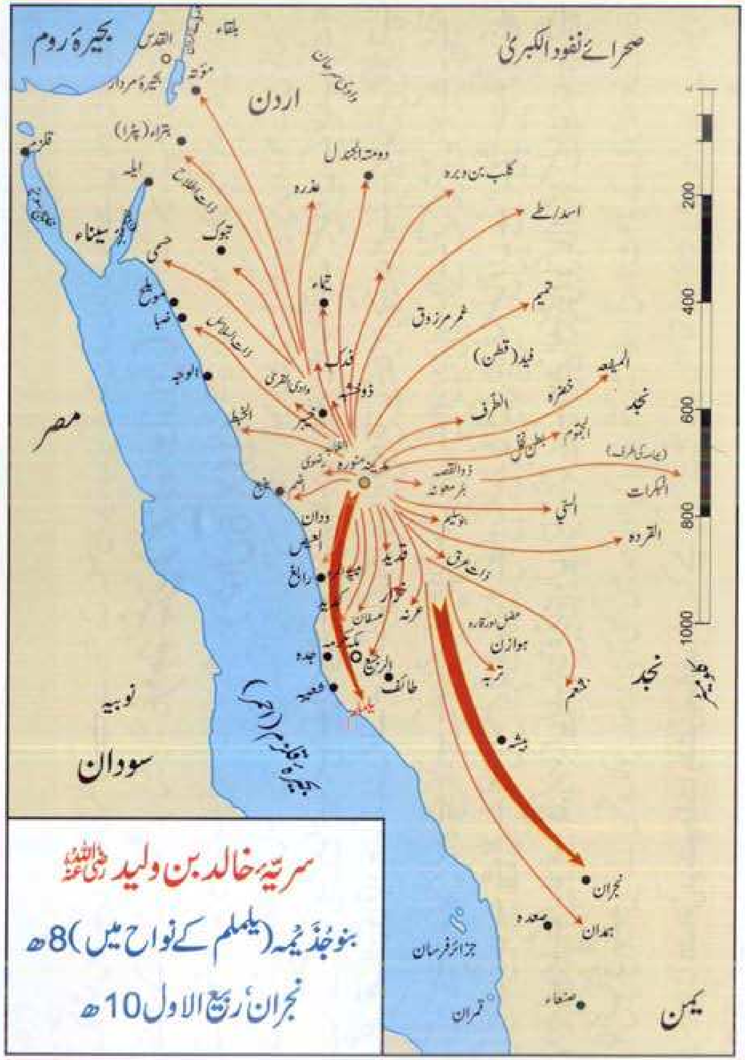
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا' لڑنے کے لیے نہیں۔ جب یہ لشکر ان کے پاس پہنچا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم کیا ہو؟ وہ کہنے لگے ہم مسلمان ہیں' نماز پڑھتے ہیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں' ہم نے اپنے علاقوں میں مسجدیں بنائی ہیں اور اذانیں دیتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تم نے یہ ہتھیار کیوں اٹھا رکھے ہیں؟ وہ کہنے لگے ہمارے اور کچھ عرب قبائل کے درمیان دشمنی ہے۔ ہم ڈرے کہیں وہ نہ آ گئے ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ہتھیار رکھ دو۔ انہوں نے رکھ دیے۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ نے فوج سے کہا انہیں گرفتار کرلو' انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ صبح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا جس کے پاس قیدی ہیں وہ انہیں قتل کردے۔ بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کردیا جبکہ مہاجرین و انصار نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتا چلا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں اس سے لاتعلق ہوں جو خالد رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کے مقتولوں کا فدیہ ادا کرنے کے لیے بھیجا۔ (طبقات ابن سعد: 2/147-148)

یَلَملَم: یہ مکہ سے دو رات کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ اہل یمن کا میقات ہے اور اس میں مسجد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔ مرزوقی کہتے ہیں یہ طائف سے دو یا تین رات کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے یا وہاں ایک وادی ہے۔ (اب یہ جگہ متروک ہو چکی ہے اور اس کے مقابل سعدیہ نامی جگہ سے احرام باندھا جاتا ہے۔) (معجم البلدان: 5/441)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریّۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (نخلہ)

❋ ❋ ❋





یمن میں مأرب ڈیم کے آثار



اصحاب الاخدود (کھائیوں والوں) کی کھائیوں کے آثار

غزوۂ حنین (غزوۂ ہوازن)
(شوال 8 ہجری)

''حنین'' مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ یہاں ہوازن اور بنوثقیف مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان کی قیادت مالک بن عوف نصری کے پاس تھی۔ یہ وادیٔ اوطاس میں مورچہ زن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر سمیت ان کی طرف چلے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار تو مدنی صحابہ تھے اور دو ہزار مکہ والے نومسلم شامل ہو گئے۔ پہلے تو مسلمان دشمن کے چھپے ہوئے تیرانداز لشکر کی تاب نہ لا سکے اور بھگدڑ مچ گئی مگر بالآخر مسلمانوں نے ان کو شکست فاش دی۔ وہ ایسے بھاگے کہ طائف پہنچ کر سانس لیا۔ ان کا تمام مال و متاع جمع کر کے جِعِرَّانہ پہنچا دیا گیا اور خود مسلمان ان کے پیچھے طائف پہنچ گئے۔

اضافی توضیحات و تشریحات

20 رمضان 8 ہجری کی فتح مکہ کے بعد قبائل ہوازن اور ثقیف میں سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور یہ دونوں قبیلے سمجھتے تھے کہ قریش کے بعد اب مسلمانوں کا اگلا ہدف اور نشانہ ہم ہی ہوں گے۔ ان کے عقل مند لوگ کہنے لگے: ''اب محمد (ﷺ) کے لیے ہم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔'' اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے سے قبل ان پر حملہ کر دیں۔ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری نے اپنے قبیلے اور ثقیف کو اکٹھا کر لیا۔ اردگرد کے قبائل بنونصر، جشم، سعد بن بکر اور بنوہلال کے کچھ لوگ بھی ان سے مل گئے، البتہ ہوازن میں سے کعب اور کلاب کے قبائل شریک نہ ہوئے۔ بنوجشم میں ایک جہاندیدہ شخص دُرید بن صمہ بھی تھا جس کی عمر 120 سال ہو چکی تھی اور اس کی نظر بھی جاتی رہی تھی، وہ لڑائی میں حصہ تو نہیں لے سکتا تھا، البتہ اس کے مشورے، جنگی تجربے اور مہارت و معرفت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

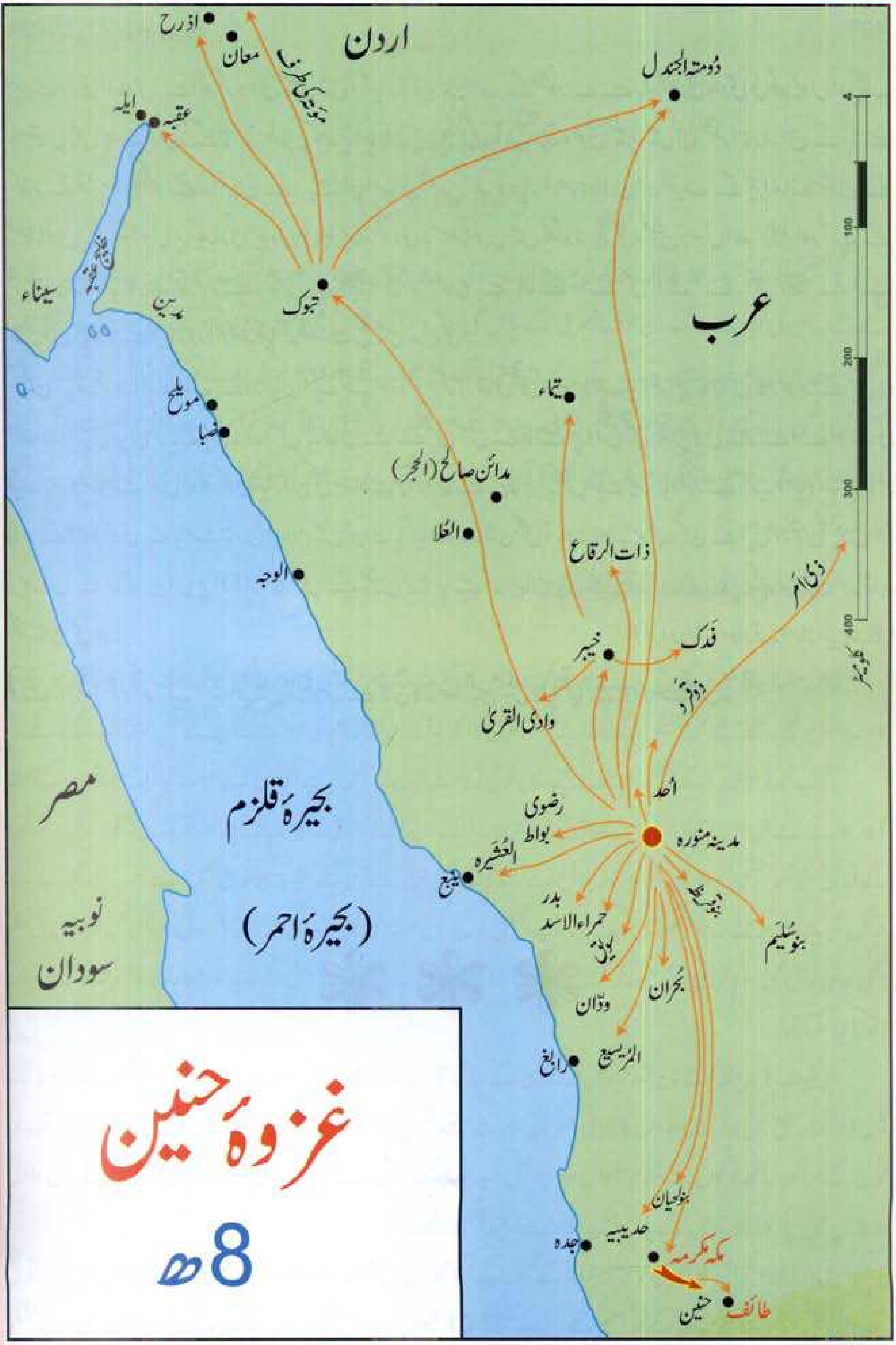
بنوثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یالیل تھا۔ اس کے ساتھ قارب بن اسود بن مسعود بن معتب بھی اہم شخص تھا۔ بنومالک میں ذوالخمار سبیع بن حارث اور اس کا بھائی احمر بن حارث تھے، لیکن تمام لوگوں کا اصل قائد مالک بن عوف نصری ہی تھا۔ وہ فوج کے ساتھ ساتھ لوگوں کے تمام اموال و اولاد بھی میدان جنگ میں لے آیا تھا۔ اس نے ہوازن کے علاقے میں وادیٔ اوطاس میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کے پاس بیس ہزار سے زائد جنگجو تھے۔

نبی ﷺ 6 شوال 8 ہجری کو 12 ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کے لشکر میں دس ہزار تو فتح مکہ والا لشکر تھا اور دو ہزار مکہ کے نومسلم تھے۔ آپ ﷺ 10 شوال کو وادیٔ حنین میں پہنچے۔ مالک بن عوف بھی اپنے لشکر

سمیت وادیٔ اوطاس سے اٹھ کر وادیٔ حنین میں آ گیا۔ دُرَید بن صمہ کے مشورے سے کچھ لشکری وادی کی گھاٹیوں اور تنگ راستوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تا کہ مسلمان لشکر پر اچانک پل پڑیں۔ آپ نے وادیٔ حنین میں اپنا لشکر اتارا۔ ان کے سامنے کفار کے گھڑ سوار جنگجو تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ ادھر ہوازن اور ثقیف کے تیر انداز دستوں نے مسلمانوں کے گھوڑوں پر یکبارگی تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی، لیکن رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قریبی چند صحابہ ثابت قدم رہے۔ پھر آپ ﷺ کی کوششوں سے بھاگنے والے بھی لوٹ آئے۔ نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایسا زوردار حملہ کیا کہ شکست فتح میں بدل گئی۔

حنین: یہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک تنگ اور دشوار گزار گھاٹی تھی۔ جو مؤلف یا جغرافیہ نگار اس کا ذکر کرتے ہیں وہ متضاد روایتیں بیان کرتے ہیں۔ دراصل یہ گھاٹی مکے سے تیس میل کے فاصلے پر واقع تھی، لیکن کوئی مکے سے اسے اونٹ کی ایک روزہ مسافت، کوئی دو اور کوئی چار دن کی مسافت قرار دیتا ہے۔ بظاہر یہ محض ایک غیر آباد اور بے آب و گیاہ مقام تھا جو 8ھ کے غزوۂ نبوی کے باعث تاریخ اسلام میں شہرت پا گیا اور بعد میں کبھی آباد نہ ہوا۔ چونکہ دشمن نے اپنی عورتوں، بچوں اور ریوڑوں کے ساتھ یہاں پڑاؤ ڈالا تھا، اس لیے یقین کرنا چاہیے کہ یہاں پانی کافی تھا، اور اس بنا پر کچھ سرسبزی اور شاید نخلستان بھی ہو۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8)

نوٹ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مکہ مکرمہ سے حنین کا فاصلہ تین میل بتایا گیا ہے جو درست نہیں۔

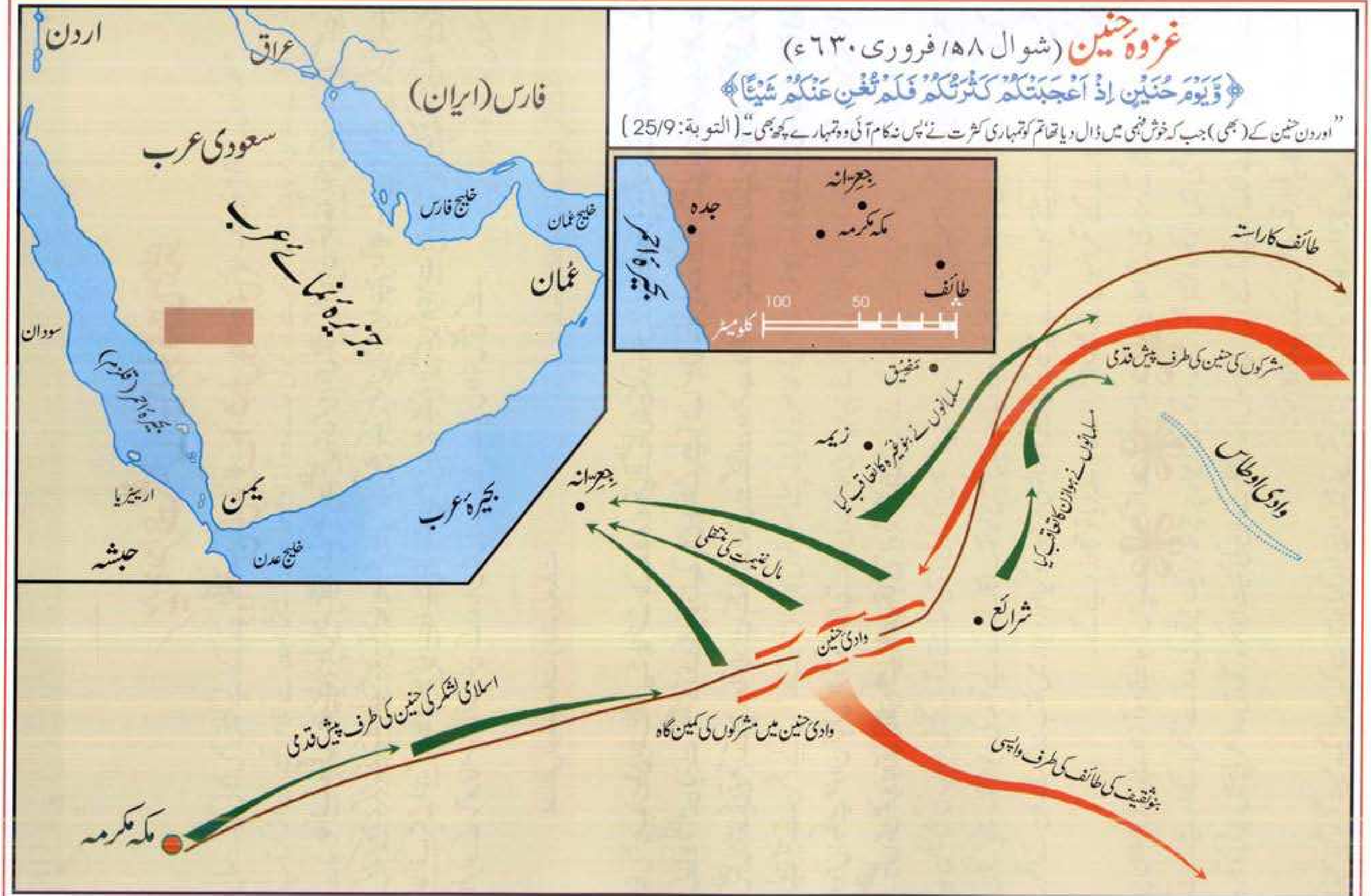


غزوۂ حنین
8ھ
اردن
ازرح
معان
عقبہ
ایلہ
تبوک
مدین
سیناء
دومۃ الجندل
عرب
تیماء
مدائن صالح (الحجر)
العلا
الوجہ
مویلح
ضبا
ذات الرقاع
ذی اَمر
خیبر
فدک
وادی القریٰ
اُحد
مدینہ منورہ
رضوی
بواط
العُشیرہ
ینبع
بدر
حمراء الاسد
بنو سُلیم
بُحران
ودّان
المریسیع
رابغ
بنولحیان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
مصر
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
نوبیہ
سودان

غزوۂ حنین (شوال ۸ھ/ فروری ۶۳۰ء)

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾

”اور دن حنین کے (بھی) جب کہ خوش فہمی میں ڈال دیا تھا تم کو تمہاری کثرت نے پس نہ کام آئی وہ تمہارے کچھ بھی۔“ [التوبة: 25/9]



سریّہ حضرت طفیل بن عَمرو دَوسی رضی اللہ عنہ
ذوالکفین کی طرف (شوال 8 ہجری)

طائف روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو عمرو بن حُمَمَہ دوسی کے بت ''ذوالکفین'' کو زیروزبر کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی قوم کے مسلمان افراد کو اپنے ساتھ لے لینا اور واپس آ کر ہم سے طائف میں ملنا۔'' وہ بڑی تیزی سے اپنے علاقے کی طرف بڑھے، ذوالکفین کو تاخت و تاراج کیا اور اپنی قوم کے چار سو افراد کے ساتھ محاصرۂ طائف ہی کے دوران میں آپ ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

جب رسول اللہ ﷺ نے طائف جانے کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی قوم کے افراد کو ساتھ لے کر ذوالکفین (بت) کو گرا آؤ۔ پھر ہمارے پاس طائف چلے آنا۔ انہوں نے جاتے ہی ذوالکفین کو مسمار کر دیا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی قوم کے چار سو افراد ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ سب طائف چلے آئے اور اپنے ساتھ دبابہ اور منجنیق بھی لیتے آئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/157)

دوس: دیکھیے عنوان قبائل ''ازد'' و ''دَوس''

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ: دیکھیے عنوان قبائل ''ازد'' و ''دَوس''

غزوۂ طائف (شوال 8 ہجری)

مسلمانوں نے 18 دن تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ طائف کے قلعہ کو توڑنے کے لیے منجنیق بھی لگائی گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا: ''جو غلام ہم سے آ کر مل جائے وہ آزاد تصور ہوگا۔'' نتیجتاً بہت سے غلام قلعے سے اتر کر آپ سے آ ملے اور آپ نے ان کی آزادی کا اعلان فرما دیا اور ہر ایک کو کسی نہ کسی مسلمان کے سپرد کیا تاکہ وہ اس کے اخراجات برداشت کرے۔ پھر آپ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ جب ثقیف کو یقین ہو گیا کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے' کیونکہ اردگرد کے سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو انہوں نے اپنا ایک وفد 9 ہجری میں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا جس نے بنو ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

اضافی توضیحات و تشریحات

غزوۂ حنین کے اختتام پر بنو ہوازن پسپا ہو کر کچھ تو طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے جن میں مالک بن عوف نصری بھی تھا اور کچھ واپس اوطاس چلے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک لشکر روانہ کیا اور خود طائف کا رخ کیا۔ راستے میں مالک بن عوف کے قلعے سے گزرے تو اسے ڈھانے کا حکم دیا۔ طائف پہنچے تو دشمن ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے قلعہ بند ہو چکا تھا' لہٰذا اس کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے مسلمانوں کا پڑاؤ قریب تھا' اس لیے دشمن نے تیر برسا کر مسلمانوں کو زخمی کر دیا' لہٰذا وہ اس مقام پر اٹھ آئے جہاں آج طائف کی مسجد ہے۔

مسلمانوں نے دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے کئی تدبیریں اختیار کیں' لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روزانہ نکل کر دعوت مبارزت دیتے' لیکن کبھی کوئی آدمی سامنے نہ آیا۔ منجنیق نصب کی گئی لیکن یہ بھی کارگر نہ ہوئی۔ مسلمان جانبازوں کا ایک گروہ دو دبابوں میں گھس کر نقب لگانے کے لیے قلعہ کی دیوار تک پہنچا' لیکن دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ہوئے ٹکڑے پھینکے' جس سے وہ واپسی پر مجبور ہو گیا اور دیوار میں نقب نہ لگا سکا۔ ان کے انگور اور کھجور کے درخت کاٹے گئے' مگر انہوں نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا تو چھوڑ دیے گئے۔

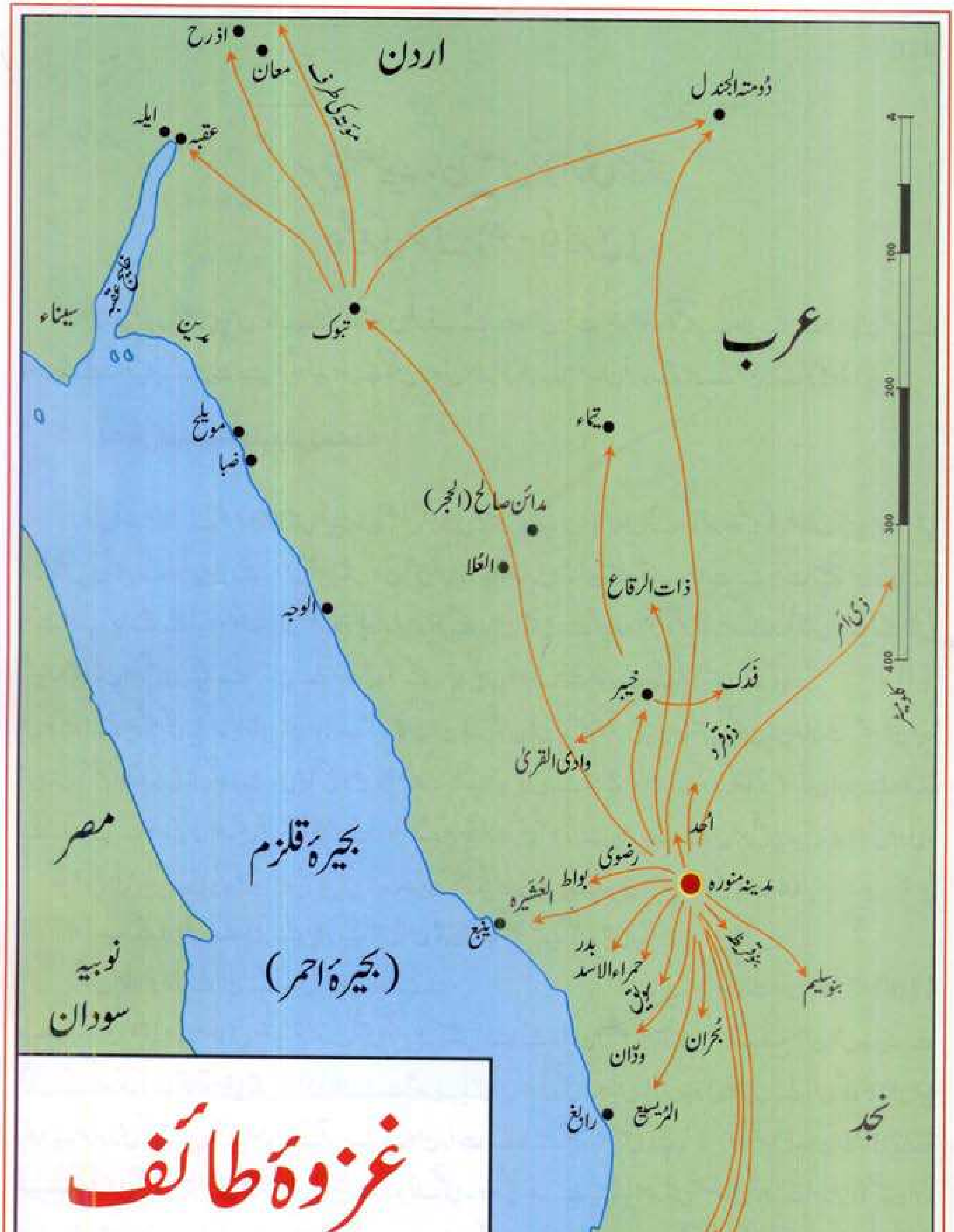
رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: ''جو غلام قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہے۔ اس اعلان پر 23 غلام اتر آئے' انہی میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر ایک چرخی کی مدد سے' جس کے ذریعے رہٹ سے پانی کھینچا جاتا ہے' لٹک کر نیچے آ گئے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو بکرہ رکھ دی۔ (عربی میں چرخی کو بکرہ کہتے ہیں) غلاموں کا یہ فرار قلعہ والوں کے لیے جانکاہ تھا۔

محاصرے نے طول پکڑا اور فائدہ کچھ نہ ہوا' چنانچہ تقریباً بیس دن اور کہا جاتا ہے کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا' لہٰذا

رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: ''لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے' اگر آپ ڈٹ گئے تو پکڑ لیں گے۔ اگر چھوڑ بھی دیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ بعض لوگوں نے گزارش کی کہ آپ ان کے لیے بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں مسلمان بنا کر لے آ۔'' (صحیح بخاری۔ تجلیات نبوت)

ثقیف سمجھ گئے کہ جب سب عرب بیعت کر کے مسلمان ہو چکے ہیں تو ہم اکیلے کیسے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں' لہٰذا انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا۔ یہ رمضان المبارک 9 ہجری کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے ان پر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ اس طرح عرب کے ساتھ جس جنگ کا آغاز بدر سے ہوا تھا وہ حنین میں ختم ہوگئی۔ یہ دونوں جنگیں بہت اہم ہیں۔ اس لیے عموماً ان کا اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے بدر و حنین۔

❋ ❋ ❋


غزوۂ طائف
8ھ
اردن
اذرح
معان
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
تبوک
عرب
سیناء
مدین
تیماء
مویلح
ضبا
مدائن صالح (الحجر)
العلا
الوجہ
ذات الرقاع
ذی امر
خیبر
فدک
وادی القریٰ
احد
رضوی
بواط
العشیرہ
مدینہ منورہ
ینبع
بدر
حمراء الاسد
بنو سلیم
مصر
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
نوبیہ
سودان
ودان
بحران
المریسیع
رابغ
نجد
بنو لحیان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
100
200
300
400

سریۂ عُیَینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ
بنوتمیم کی طرف (محرم 9 ہجری)

حضرت عُیَینہ رضی اللہ عنہ پچاس سوار لے کر بنوتمیم کی طرف گئے۔ وہ اس وقت سُقیا اور بنوتمیم کے علاقے کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔ بنوتمیم کے بہت سے افراد قید ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرماتے ہوئے ان سب کو چھوڑ دیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم 9 ھ میں عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو پچاس سواروں کے ساتھ بنوتمیم کی طرف بھیجا جو کہ سقیا اور ارض بنی تمیم کے درمیان تھے۔ اس لشکر میں کوئی بھی مہاجر یا انصاری شامل نہیں تھا۔ یہ رات کے وقت چلتے اور دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ وہ لوگ اس لشکر کو دیکھ کر فرار ہوگئے۔ ان میں سے گیارہ افراد گرفتار ہوگئے۔ انہیں ایک محلے میں گیارہ عورتیں اور تیس بچے ملے‘ انہیں لے کر مدینہ آگئے۔ قیدیوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں رکھا گیا۔
ان کو چھڑانے بنوتمیم کئی رؤسا عطارد بن حاجب‘ زبرِقان بن بدر‘ قیس بن عاصم‘ اقرع بن حابس‘ قیس بن حارث‘ نُعیم بن سعد‘ عمرو بن اہتم اور رباح بن حارث بن مجاشع وغیرہ آئے۔ جب قیدیوں نے اپنے سرداروں کو دیکھا تو عورتیں اور بچے رونے لگے۔ انہوں نے جلدی کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جاکر اونچی آواز سے پکارنے لگے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ ﴾ (الحجرات:4)

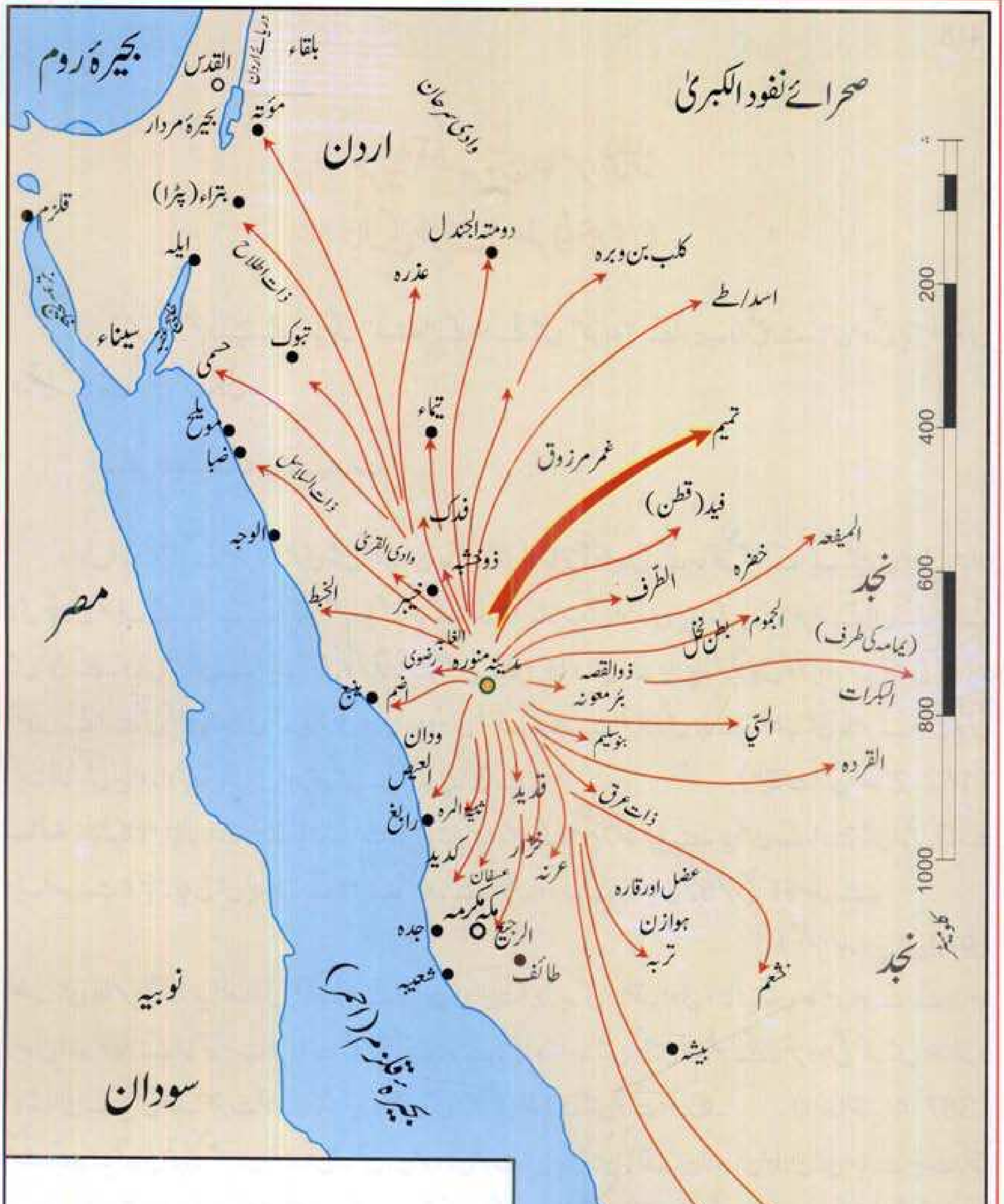
”جو آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں‘ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی واپس کردیے۔ (طبقات ابن سعد:2/160)

سُقیا: ابن الفقیہ کے مطابق سقیا‘ تہامہ کی نشیبی وادیوں میں سے ہے۔ ابن الکلبی کہتا ہے: ”جب تُبّع یمن اہل مدینہ سے قتال کے بعد مکہ آرہا تھا تو سقیا میں پڑاؤ ڈالا۔ اسے شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ وہاں بارش ہوگئی تو اس نے اس جگہ کا نام سقیا رکھ دیا۔ خوارزمی کہتے ہیں: ”یہ سمندر کے قریب ایک دن رات کے فاصلے پر عظیم بستی ہے۔“ (معجم البلدان:3/228)

عُیَینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابو مالک تھی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے یا بعد میں مسلمان ہوئے اور غزوۂ حنین اور طائف میں مسلمان ہونے کی حالت میں شریک ہوئے۔ عیینہ بھی ان افراد میں سے ہیں جن کی تالیف قلب کے لیے انہیں مال عطا کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ مرتد ہوکر طُلَیحہ اسدی کے ساتھ مل گئے‘ پھر قید ہوکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ انہوں نے پھر اسلام قبول کرلیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

(اسد الغابہ:4/318)



سریہ عُیینہ بن حِصن فزاری رضی اللہ عنہ

(بنو تمیم) محرم 9ھ

سریۂ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
تبالہ کی طرف (صفر 9 ہجری)

''تبالہ'' میں بنوخثعم رہتے تھے۔ یہ جگہ ''بیشہ'' کے علاقے میں ''تُربہ'' کے قریب واقع ہے۔ اس موقع پر مسلمانوں اور قبیلہ خثعم میں لڑائی بھی ہوئی۔

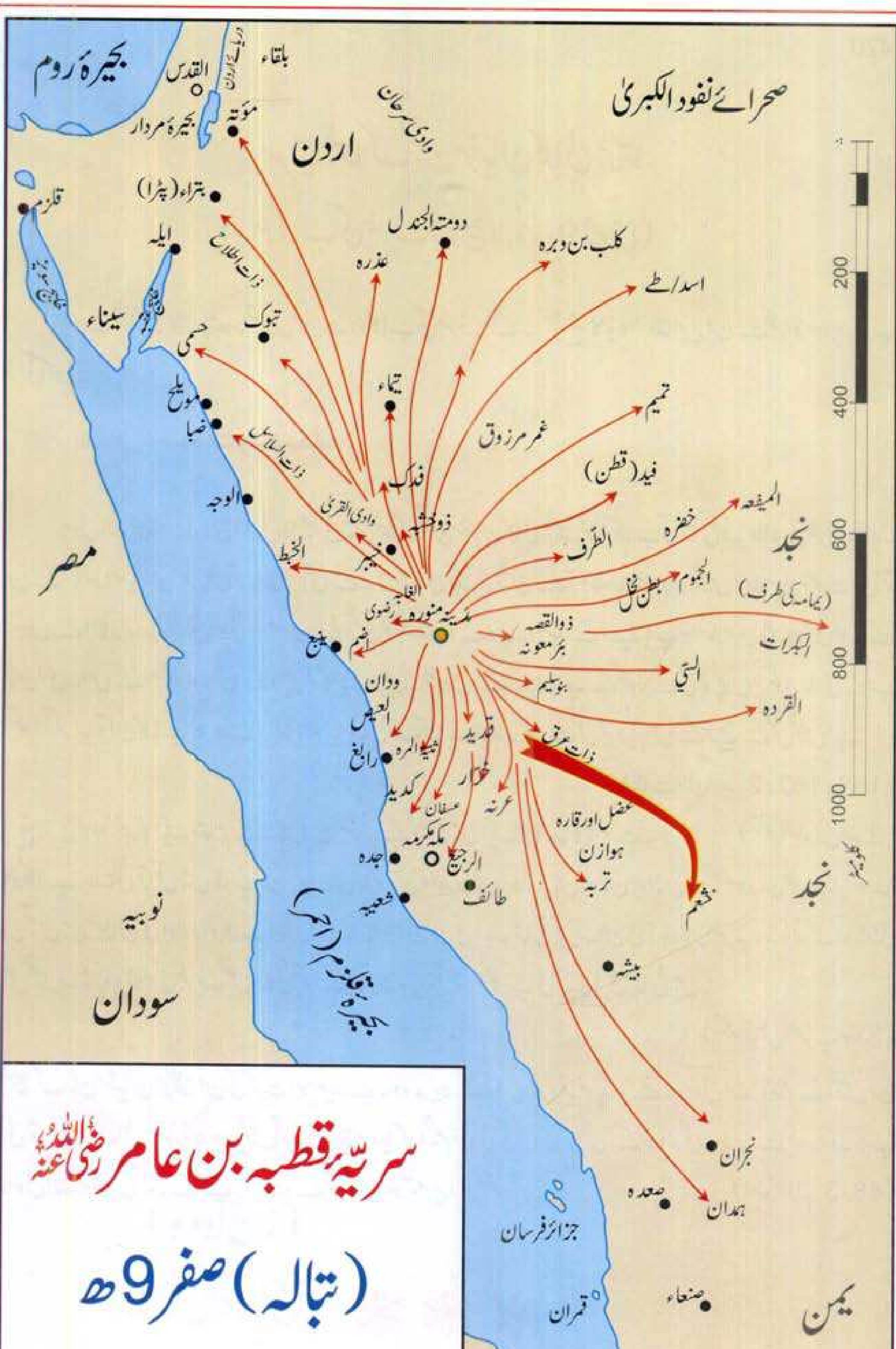
اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے صفر 9 ہجری میں قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو 20 آدمیوں کے ساتھ خثعم کے ایک قبیلے کی طرف تبالہ نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اچانک حملہ کر دینا۔ یہ دس اونٹوں پر باری باری سفر کرتے ان کے علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک آدمی کو گرفتار کرلیا' اس سے پوچھا تو اس نے چلا چلا کر لوگوں کو خبردار کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بڑی شدید لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف بہت سے افراد زخمی ہوئے۔ قطبہ بن عامر نے جس کو قتل کرنا تھا' قتل کیا اور اونٹ' بکریاں اور عورتیں لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ (طبقات ابن سعد:2/162)

تَبالہ: تبالہ کا نام تبالہ بنت مکنف یا تبالہ بنت مدین بن ابراہیم کے نام پر رکھا گیا ہے۔ یہ یمن کے راستے میں ارض تہامہ کا ایک قصبہ ہے جو تبالہ حجاج بن یوسف کے نام سے مشہور ہے۔ تبالہ اور مکہ کے درمیان 52 فرسخ کا فاصلہ ہے۔
(معجم البلدان: ص 2/9)

قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ: یہ انصاری' خزرجی تھے۔ ان کی کنیت ابوزید تھی۔ عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں حاضر ہونے کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں انہیں نو زخم لگے۔ غزوہ فتح مکہ میں بنوسلمہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابہ: 4/387)

خَثْعَم: یہ قحطانی قبیلہ خثعم بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا سے نسبت رکھتا ہے۔ ان کی بستیاں جبال سراۃ میں تھیں۔ یمن سے آ کر یہ لوگ بیشہ (عسیر)' تربہ (طائف سے سوا سو کلومیٹر مشرق میں) اور تبالہ میں آباد ہو گئے تھے۔ سریۂ قطبہ رضی اللہ عنہ کے بعد بنوخثعم اسلام لے آئے۔ ان کا معبد **ذو الخَلَصَہ** تھا جو کعبۂ یمانیہ کہلاتا تھا۔ اس میں خلصہ نامی بت رکھا ہوا تھا جسے منہدم کر دیا گیا۔ بنوخثعم 11ھ میں مرتد ہو گئے۔ انہوں نے ازد اور بجیلہ قبائل سے مل کر شنوءۃ میں ایک لشکر جمع کر لیا مگر جب جنگ ہوئی تو بنو خثعم نے شکست کھائی اور دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔
(معجم قبائل العرب جلد 1)



سریہ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

(تبالہ) صفر 9ھ

سریّہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ

بنو کلاب کی طرف (ربیع الاوّل 9 ہجری)

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں سمیت بنو کلاب کی طرف گئے۔ "زُجّ لاوَہ" مقام پر ان سے ٹکراؤ ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔

اضافی توضیحات و تشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول 9 ہجری میں ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب کی شاخ قُرَطاء کی طرف بھیجا۔ ان کے ساتھ اصید بن سلمہ بن قرط رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ زُج نامی جگہ پر دشمن سے آمنا سامنا ہوا۔ انہیں اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لڑائی ہوئی تو انہوں نے دشمن کو شکست دے دی۔ اصید نے اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور اسے امان دی۔ اس نے اصید اور ان کے دین کو گالیاں دیں۔ انہوں نے اپنے باپ کے گھوڑے کی کونچوں پر تلوار ماری۔ جب گھوڑا گر گیا تو ان کا باپ نیزہ لے کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ ایک مجاہد نے اسے قتل کر دیا، اس کے بیٹے نے قتل نہیں کیا۔

(طبقات ابن سعد: 2/162-163)

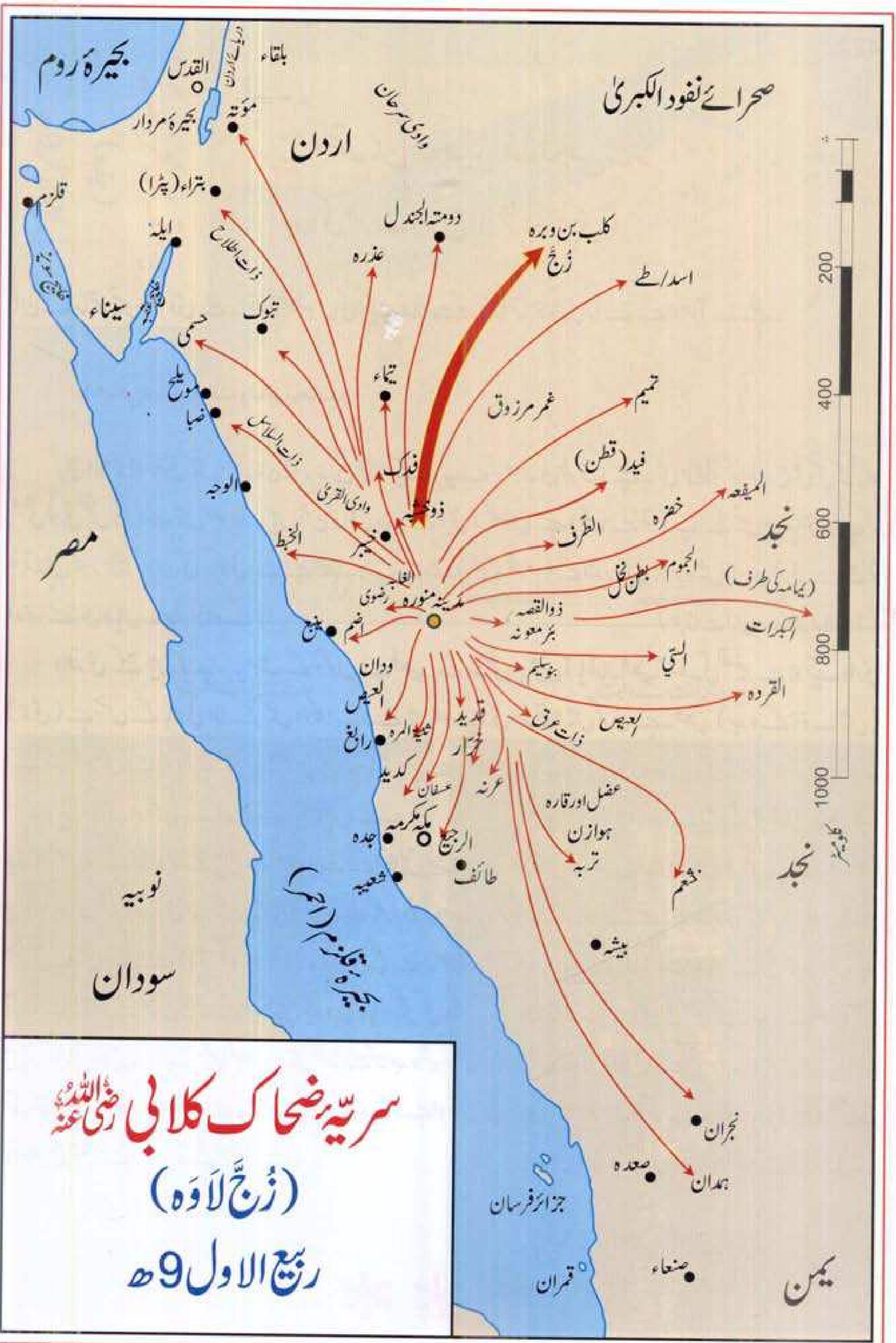
زُجّ: زج لاوہ، نجد کا ایک مقام ہے۔ نیز زج، ضریہ کے نواح میں ایک تالاب کا نام ہے۔ (معجم البلدان جلد 3)

بنو کلاب: عدنانی قبائل میں کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان کی اولاد بنو کلاب کہلاتی ہے۔ یہ بنو ہوازن کی ایک شاخ ہیں۔ ان کی آبادیاں ضریہ، ربذہ، فدک اور عوالی میں تھیں۔ پھر وہ شام کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ قرطاء یا بنو قرط، بنو کلاب کی ایک ذیلی شاخ ہیں۔

(معجم قبائل العرب جلد 3)

ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ وہ مدینہ کے نواح میں قیام پذیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی تمام قوم کا عامل مقرر کیا اور انہیں تحریری پیغام دیا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دِیَت سے حصہ دو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو انہیں بنو سلیم پر امیر مقرر کیا۔ (اسد الغابہ: 3/48)

❀ ❀ ❀



سریہ ضحاک کلابی رضی اللہ عنہ

(زج لاوہ)

ربیع الاول 9ھ

سریۂ علقمہ بن مُجزِّزٌ مُدلِجی رضی اللہ عنہ
جدہ کی طرف (ربیع الآخر 9 ہجری)

ان کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ مقصد حبشیوں کی ایک جماعت کو روکنا تھا جو بحری راستے سے ادھر آئے تھے۔

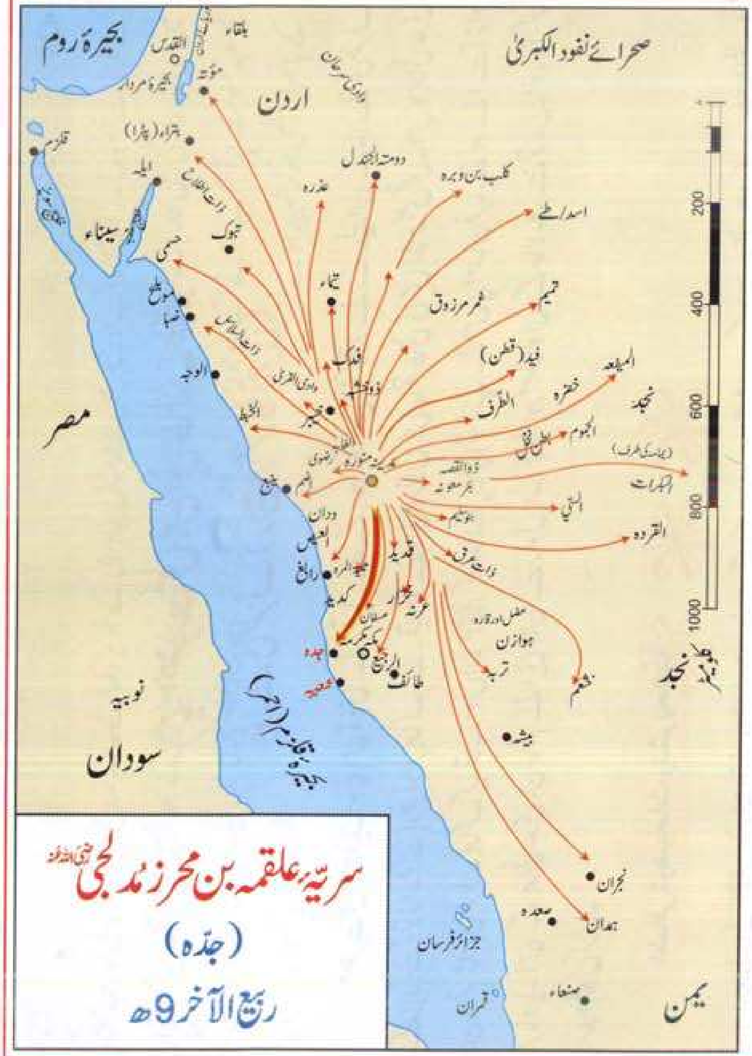
اضافی توضیحات وتشریحات

ربیع الآخر 9 ہجری میں علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ ایک سریہ لے کر حبشہ کی طرف چلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ کچھ حبشی فوجی نقل وحرکت میں مصروف ہیں جن کو اہل جدہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے' تو آپ نے تین سو سپاہی دے کر علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ جب یہ سمندر (بحیرۂ قلزم) کے اندر ایک جزیرہ میں ان کی طرف بڑھے' تو وہ خبر سنتے ہی وہاں سے فرار ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/163)

واقدی کہتے ہیں کہ یہ سریہ حبشہ کے لوگوں سے شُعیبہ کے ساحل پر پیش آیا تھا۔ شُعیبہ' شعبہ کی تصغیر ہے جو ایک وادی (ندی) ہے جس کے بالائی علاقے میں بنوکلاب رہتے ہیں اور یہ ندی سد قناۃ میں گرتی ہے۔ شعیبہ (جدہ کے جنوب میں) ایک بندرگاہ بھی ہے جو بحر حجاز (بحیرۂ قلزم) کے ساحل پر ہے۔ جدہ سے پہلے یہی مکہ کی بندرگاہ تھی۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ سمندر کے ساحل پر یمن کے راستے میں ایک بستی ہے۔ (الاصابہ۔ ابن حجر عسقلانی۔ جلد 4)

جدّہ: فصحاء اسے جُدّہ بولتے ہیں۔ عام روایت کے مطابق جنت سے آدم علیہ السلام کو ہند کے پاس جزیرہ سراندیپ (سری لنکا) پر اور حضرت حوا کو جدہ کی سرزمین پر اتارا گیا تھا اور پھر دونوں میدان عرفات میں آ ملے تھے۔ جدہ جو بحیرۂ احمر (قلزم) کے مشرقی ساحل پر مکہ سے 70 کلومیٹر مغرب میں واقع ہے' نہ صرف حجاز کا دروازہ ہے بلکہ زمانۂ قدیم سے حج کا دروازہ چلا آ رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جدہ کی بنیاد رکھی گئی ورنہ اس سے پہلے یہ مچھیروں کی بستی تھی۔ جدہ کے لغوی معنی ہیں "کشادہ طویل راستہ"۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جدہ شہر جدہ بن حزم بن ریان قضاعی سے موسوم ہے جو یہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ سعودی عرب کا سب سے بڑا شہر اور مشہور بندرگاہ ہے اور اس کی آبادی پندرہ سولہ لاکھ ہے۔ مطار جدہ کا حج ٹرمینل 5 لاکھ مربع میٹر سے زیادہ رقبے پر محیط ہے۔ (اطلس القرآن اردو' ص 30-31)

❋ ❋ ❋





جدہ: رات کے وقت



جدہ: دن کے وقت

سریّہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
بنو طے کی طرف (ربیع الآخر 9 ہجری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک سو پچاس آدمی لے کر قبیلہ طے کے بت "فُلس" کو توڑنے کے لیے ان کے علاقے کی طرف گئے اور بت کو توڑا۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ قید ہونے والی عورتوں میں حاتم طائی کی بیٹی سَفّانہ بھی تھی۔ اس کا بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفانہ کا پتہ چلا تو آپ نے اس پر احسان فرماتے ہوئے اسے آزاد فرما دیا۔ اس کے بھائی عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حالات سنے تو مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الآخر 9 ہجری میں انصار کے ایک سو پچاس آدمی دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو طے کا "فلس" نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑا سیاہ اور ایک چھوٹا سفید جھنڈا تھا۔ انہوں نے صبح ہوتے ہی آل حاتم کے محلّہ پر حملہ کر دیا' ان کے بت کو منہدم کیا اور قیدیوں' اونٹوں اور بکریوں کو گھیر لیا۔ ان قیدیوں میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بہن بھی تھی مگر خود عدی بھاگ کر شام چلے گئے۔ اہل اسلام کو ان کے خزانے سے تین تلواریں اور تین زرہیں دستیاب ہوئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں پر ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور چوپایوں اور سونے چاندی پر عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ راستہ میں غنیمت تقسیم کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ "صفی" نکال کر الگ کیا' اور آل حاتم کو تقسیم کیے بغیر مدینہ لے آئے۔ (طبقات ابن سعد: 2/164)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب اور لقب حیدر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی' چھوٹی عمر کے لوگوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے' چوتھے نامور خلیفہ' بے مثال خطیب' عظیم سپہ سالار' بے عدیل صاحب فکر وبصیرت اور دوسری بے شمار فضیلتوں کے حامل تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت 10 قبل از نبوت میں ہوئی۔ ان کی پیدائش کے وقت ابوطالب سخت معاشی مشکلات سے دوچار تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کا مالی بوجھ کم کرنے کے لیے ننھے علی کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور سفارش کر کے ابوطالب کے دوسرے بیٹے جعفر کو دوسرے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تولیت میں دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہد طفولیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آغوش تربیت میں گزرا۔ اسی "تربیت صالح" کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں بھی کسی بت کے سامنے جھکے نہ شرک وبدعت کی کسی رسم بد سے اپنے دامن کو آلودہ کیا۔ انہوں

نے غزوات خصوصاً بدر، احد، احزاب اور خیبر میں بے مثال بہادری کے جوہر دکھائے۔ عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں ہر شعبہ زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔ 35ھ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد انہیں خلیفہ منتخب کیا گیا تو ان کا عہد حکومت پر آشوب ہونے کے باوجود مثالی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان 40 ہجری میں ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ، البدایہ والنہایہ)

❋ ❋ ❋

سریۂ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
یمن کی طرف (رمضان 10 ہجری)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مرتبہ یمن گئے تھے۔ ایک روانگی رمضان المبارک میں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سو شہسوار ساتھ لے کر گئے تھے۔ اس علاقے میں کسی اسلامی لشکر کی یہ پہلی آمد تھی اور یہ ملک یمن میں مذحج قبیلے کا سکونتی علاقہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ 10 ہجری کے حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں آ ملے تھے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا' بذات خود ان کے لیے جھنڈا باندھا' اپنے ہاتھ سے انہیں عمامہ پہنایا اور فرمایا: ''ان کے علاقے میں قیام کرو۔ جب تک وہ خود لڑائی نہ شروع کریں تم نہ کرنا۔''

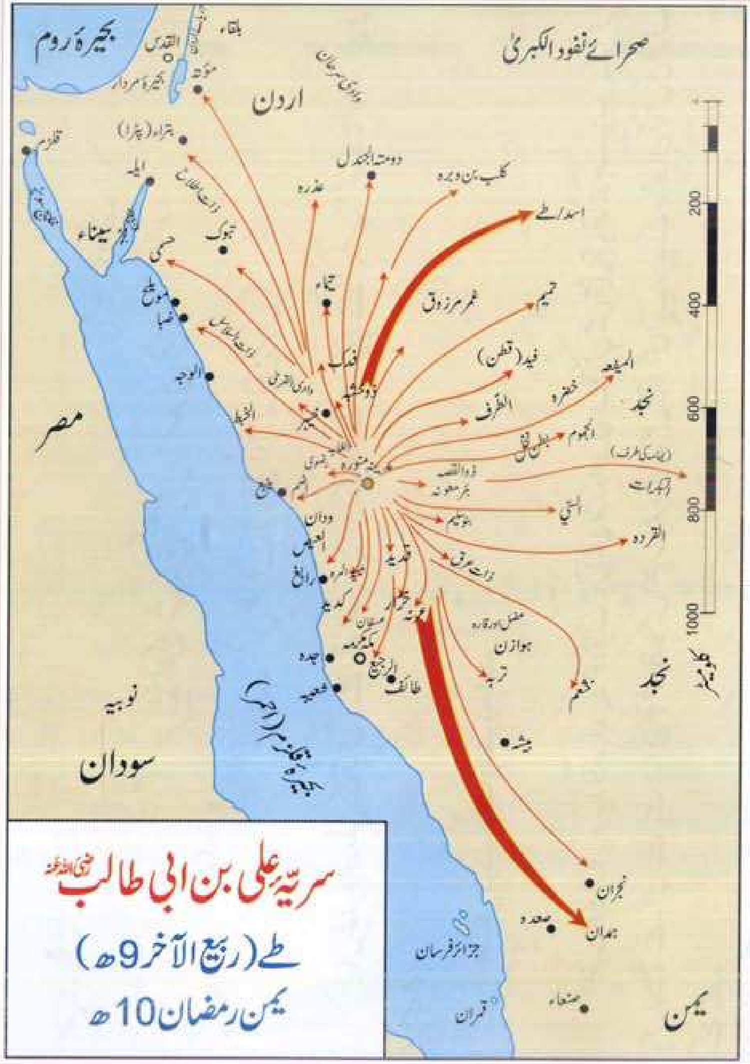
حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ پہلا لشکر تھا جو مذحج کے علاقے میں داخل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مختلف اطراف میں اپنے ساتھیوں کو بھیجا تو وہ بہت سارا مال غنیمت' لونڈیاں اور غلام وغیرہ لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت پر نگران مقرر کیا' پھر دشمن کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' جواب میں انہوں نے نیزے اور پتھر پھینکنے شروع کر دیے۔

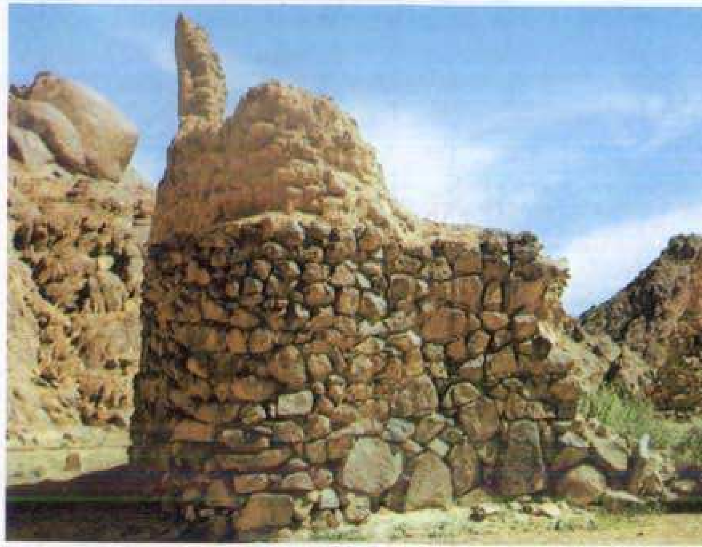
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی صف بندی کی' مسعود بن سنان سلمی رضی اللہ عنہ کو پرچم دیا' پھر اہل مذحج پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بیس آدمی قتل ہوئے تو وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کرنے سے روک دیا' پھر ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ (طبقات ابن سعد: 2/169' 170)

مَذحِج: ابن کلبی کہتے ہیں کہ اُدَد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد میں سے مرہ' نبت (یعنی اشعر)' مالک اور جلہمہ (یعنی طے) ہیں۔ ثانی الذکر دونوں کی ماں ذلہ بنت ذی منشجان ہے اور اسی کو مذحج کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کو اس نے ایک مذحج نامی ٹیلے کے پاس جنا تھا' اس لیے وہ مذحج کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ بنابریں مالک اور طے کی ساری اولاد تو مذحج کہلاتی ہے' لیکن مرہ کی اولاد میں سے کسی کو مذحجی نہیں کہا جاتا۔

(معجم البلدان جلد 5)

قحطانی عربی قبیلہ مذحج' کہلان میں سے ہے اور حارث' نجیلہ اور خولان اس کی شاخیں ہیں۔ (المنجد فی الاعلام)





سمیرا بستی (سعودی عرب) میں حاتم طائی کے گھر کے آثار

یمن کا دارالحکومت صنعاء



سریّہٴ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ

''جِناب'' کی طرف (ربیع الآخر 9 ہجری)

یہاں عُذرہ اور بَلِّی کے قبائل رہتے تھے' لہٰذا آپ ان کے علاقے میں پہنچے جسے ''جناب'' کہا جاتا تھا اور ان کی سرکوبی کی۔

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت عکاشہ کا یہ سریہ (9ھ) مدینہ منورہ کے شمال میں عذرہ اور بلی کے قبائل میں پیش آیا تھا جو جِناب کے آس پاس رہتے تھے۔ ان سے پہلے جمادی الآخرہ 8ھ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی ایک سریہ کے ساتھ ان قبائل کی طرف گئے تھے۔

عُکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ: دیکھیے سریہٴ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ (الغمر)

عُذْرہ: یہ قحطانی قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے اور عذرہ بن سعد بن ہذیم بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحافی بن قضاعہ سے نسبت رکھتا ہے۔ ان کے علاوہ عذرہ نامی قضاعہ کی ایک شاخ عذرہ بن زید اللات بن زہدہ بن ثور بن کلب سے منسوب ہے۔ بنو عذرہ کا ایک وفد صفر 9ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبول اسلام سے بہرہ ور ہوا۔
(معجم قبائل العرب۔ جلد 2)

بَلِیّ: یہ قحطانی قبیلہ بھی قضاعہ کی ایک شاخ ہے اور بلی بن عمرو بن الحافی سے نسبت رکھتا ہے۔ اس کی بستیاں مدینہ اور وادی القریٰ (العلا) کے مابین اور ینبع' عینونا (بحیرہٴ احمر کے ساحل پر)' تبوک' جبال شراۃ' معان (اردن) اور ایلہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اِضم اور غُران کی وادیوں میں بھی بلی آباد تھے' یہ دونوں ندیاں حرہ بنی سلیم سے نکل کر سمندر میں گرتی ہیں۔ ابن خلدون کے بقول بلی صعید مصر' نوبیہ اور حبشہ کے علاقوں میں بھی پھیل گئے تھے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہند کے گرم مسالوں وغیرہ کی تجارت انہی کے ذریعے ہوتی تھی۔ غزوہ موتہ میں قبیلہٴ بلی کے دستے ہرقل کی فوج میں شامل تھے۔ 9ھ میں بلی کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ (معجم قبائل العرب۔ جلد 1)

جِنَاب: اصمعی کے بقول ''جناب'' فزارہ اور عذرہ قبائل کی سرزمین ہے۔



سریۂ عُکاشہ بن مِحصن اسدی رضی اللہ عنہ

(عذرہ و بُلَیّ)

ربیع الآخر 9ھ

غزوۂ تبوک (غزوۂ عُسرہ)
(رجب 9 ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ رومیوں نے جنوبی شام میں بہت سے لشکر جمع کیے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ عربی قبائل لخم، جذام، عاملہ اور غسان بھی مل گئے ہیں حتیٰ کہ رومیوں کے کچھ دستے تو بلقاء تک پہنچ گئے ہیں۔ ادھر سخت گرمی اور خشک سالی کے دن تھے اور انتہائی تنگی کا وقت تھا۔ رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ کو ساتھ لے کر تبوک پہنچے۔ مگر رومی واپس چلے گئے اور لڑائی نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک ہی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل بھیجا۔ جب رومیوں سے لڑائی کے امکانات ختم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سمیت واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ غزوۂ تبوک رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں آخری غزوہ ہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ رومیوں نے شام میں لشکر کثیر جمع کر لیا ہے بلکہ انہوں نے کچھ لشکر بلقاء (اردن) میں بھی بھیج دیا ہے۔ اب دو ہی طریقے تھے یا تو ان کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا کھلا موقع دیا جاتا یا شام جا کر ان سے دفاعی جنگ لڑی جاتی۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسرا طریقہ پسند کیا کیونکہ یہ قوت وغیرت اور عزت والا راستہ تھا۔ آپ نے تبوک کی طرف نکلنے کا اعلانِ عام فرما دیا۔ صورتِ حال یہ تھی کہ انتہائی تنگدستی کا وقت تھا، گرمی شدید تھی اور قحط سالی بھی تھی مگر تیس ہزار مجاہدین کا لشکر تیار ہو گیا جن کے ساتھ دس ہزار شہسوار تھے۔

رسول اللہ ﷺ رجب 9 ہجری میں چلے اور تبوک میں خیمہ زن ہوئے۔ اس وقت تک رومی مسلمانوں کی جرأت دیکھ کر واپس جا چکے تھے، اس لیے آپ نے اردگرد کے علاقے میں کارروائی شروع کر دی اور تبوک کو مرکز قرار دیا۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دُومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ اَیلہ کا حکمران "یُوحَنّا بن رُوبہ" خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اسی طرح "جَربَاء" اور "اَذرُح" (اردن) کے حکمران بھی خود حاضر ہوئے اور جزیہ پر مصالحت کی۔

تبوک مدینے سے دمشق کے نصف راستے پر ہے۔ تبوک میں جہاں نبی ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، وہاں اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو 1245ھ میں ایک ترک فوجی افسر نے اپنے خرچ پر بنوائی تھی۔ اسی جگہ پہلے لکڑی کی بنی ہوئی مسجد تھی۔ ان دنوں اس مسجد میں ادارہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مرکز بھی قائم ہے۔ اور اس سے متصل ایک پرانا ترکی قلعہ ہے، جو اب جیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (سفر نامہ ارض القرآن ...... سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ)

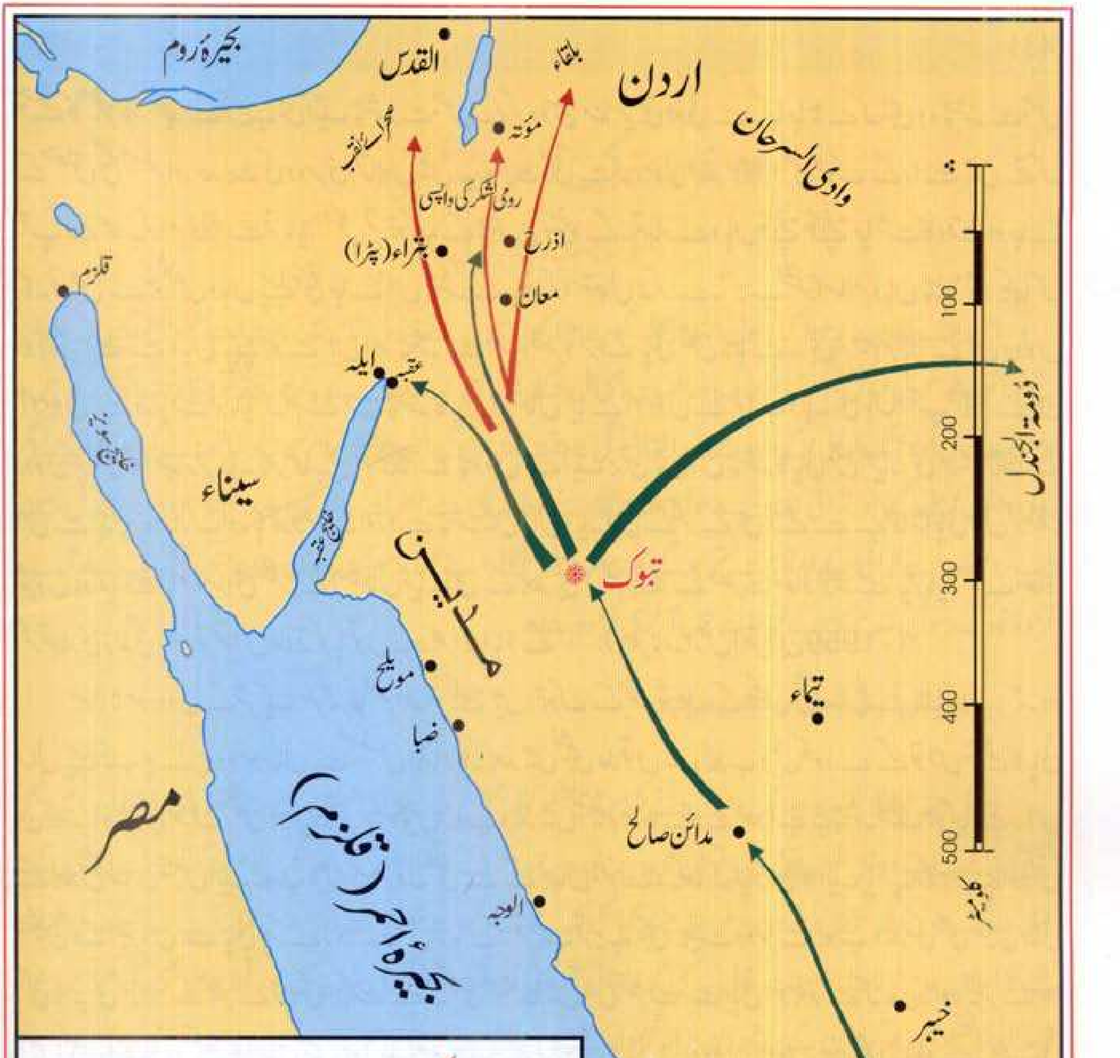
چشمے کا معجزہ: مسجد کے قریب ہی ایک چشمہ ہے جس کے گرد وسیع منڈیر بنی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ چشمہ ہے جس کے متعلق صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی تبوک کے راستے میں تھے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کل تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ تمہارے وہاں پہنچتے پہنچتے چاشت کا وقت ہو جائے گا۔ تم میں سے جو شخص وہاں پہلے پہنچ جائے اس چشمہ کے پانی کو استعمال نہ کرے۔'' جب لشکر اسلام وہاں پہنچا' تو دیکھا کہ دو آدمی پہلے سے وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور چشمہ سے قطرہ قطرہ کر کے پانی نکل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس چشمہ کا پانی استعمال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ ﷺ نے ان دونوں پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چلوؤں سے ایک برتن میں اس چشمہ کا پانی جمع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور اسے چشمہ میں ڈال دیا۔ اس کے گرتے ہی چشمے سے بے تحاشا پانی ابل کر نکلنا شروع ہو گیا جسے تمام اسلامی لشکر نے استعمال کیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا: ''اے معاذ! اگر تمہاری زندگی رہی تو تم اس علاقہ کو باغوں سے بھرا ہوا پاؤ گے'' ...... (سفر نامہ ارض القرآن 1959ء)

مولانا مودودی کے شریک سفر محمد عاصم الحداد لکھتے ہیں: تبوک کے محکمہ شرعیہ کے رئیس شیخ صالح نے بتایا کہ یہ، ثمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا۔ بعد میں نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمے کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا۔ تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا ہے۔ اس کے بعد شیخ صالح ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔ یہ نبی ﷺ کے معجزے ہی کی برکت ہے کہ آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جا رہے ہیں اور نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا ہے اور دن بدن بھرتا جا رہا ہے۔

پھر ہم شیخ صالح کے ساتھ تبوک کا شہر دیکھنے کے لیے نکل گئے۔ یہ شہر نہایت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ہر طرف پختہ اور جدید طرز کی عمارتیں بن رہی ہیں۔ کوئی اہم یا غیر اہم چیز ایسی نہیں ہے' جو اس کے بازاروں میں نہ مل سکتی ہو۔ پھل تو یہاں سعودی عرب کے تمام دوسرے مقامات کی نسبت سستے اور وافر ملتے ہیں' کیونکہ لبنان اور فلسطین کی طرف سے پھلوں کے جو ٹرک سعودی عرب آتے ہیں سب کے آنے کا راستہ یہی ہے۔ اب تبوک سعودی عرب کا بہت بڑا فوجی مرکز ہے۔

(سفر نامہ ارض القرآن' ص: 220 تا 224)

تبوک کی آبادی 75 ہزار سے زیادہ ہے۔ (المنجد فی الاعلام)



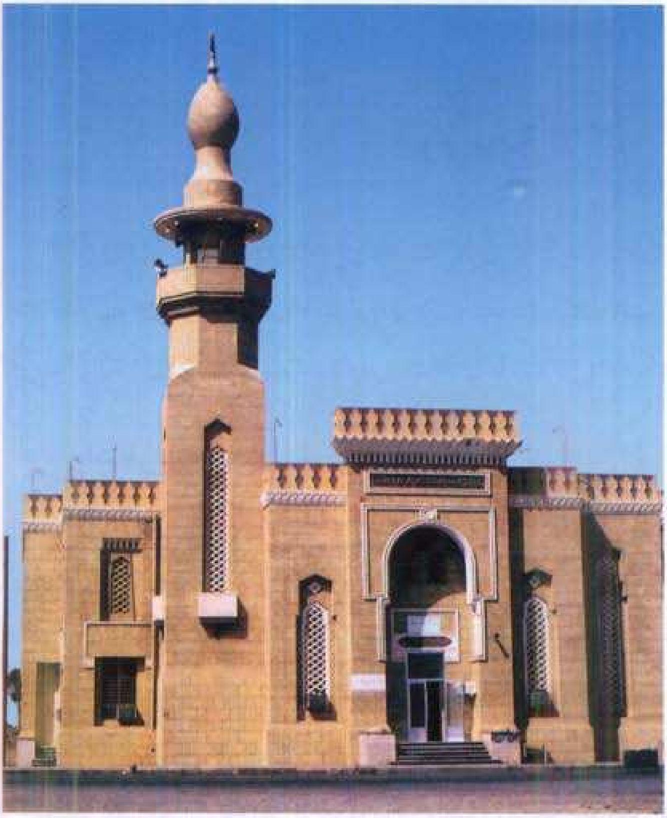
غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

﴿لَقَد تَّابَ اللّٰہُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ...﴾ "توجہ فرمائی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر، وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنھوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں" [التوبہ: 117/9]

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ "اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)" [التوبہ: 118/9]

﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ "تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں" [التوبہ: 92/9]

تبوک میں ایک جامع مسجد



صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کی بستی کے آثار



یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَر

9 ہجری ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر حج کی حیثیت سے حج کیا۔ آپ کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس اونٹ قربان کرنے کے لیے بھیجے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرج کے مقام پر پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان سے جا ملے تاکہ کافروں سے اعلانِ براءت کریں جو سورۂ براءۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے۔

اضافی توضیحات و تشریحات

یوم حج اکبر سے مراد یوم النحر (دس ذوالحجہ) ہے کیونکہ اس میں حج کے اکثر اعمال سرانجام دیے جاتے ہیں۔ عوام عمرے کو حج اصغر کہا کرتے تھے' اس لیے عمرے سے ممتاز کرنے کے لیے حج کو حج اکبر کہا گیا۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آئے وہ حج اکبر ہوتا ہے' یہ بے اصل ہے۔ (احسن البیان' ص:468)

غزوۂ تبوک کے بعد سن 9 ہجری میں جب سورۂ توبہ نازل ہوئی جس میں مشرکین سے براءت کا ذکر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حکم کی تبلیغ کے لیے امیر الحج مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ آپ خود اس لیے نہ گئے کہ وہاں مشرکوں سے اختلاط کا خطرہ تھا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا نائب بنا کر بھیج دیا تاکہ یوم الحج الاکبر (یوم النحر) کو اللہ کا یہ حکم پہنچا دیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا جو منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے اور کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف بھی نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (مشرکوں سے) براءت کا اعلان کرتے رہے۔

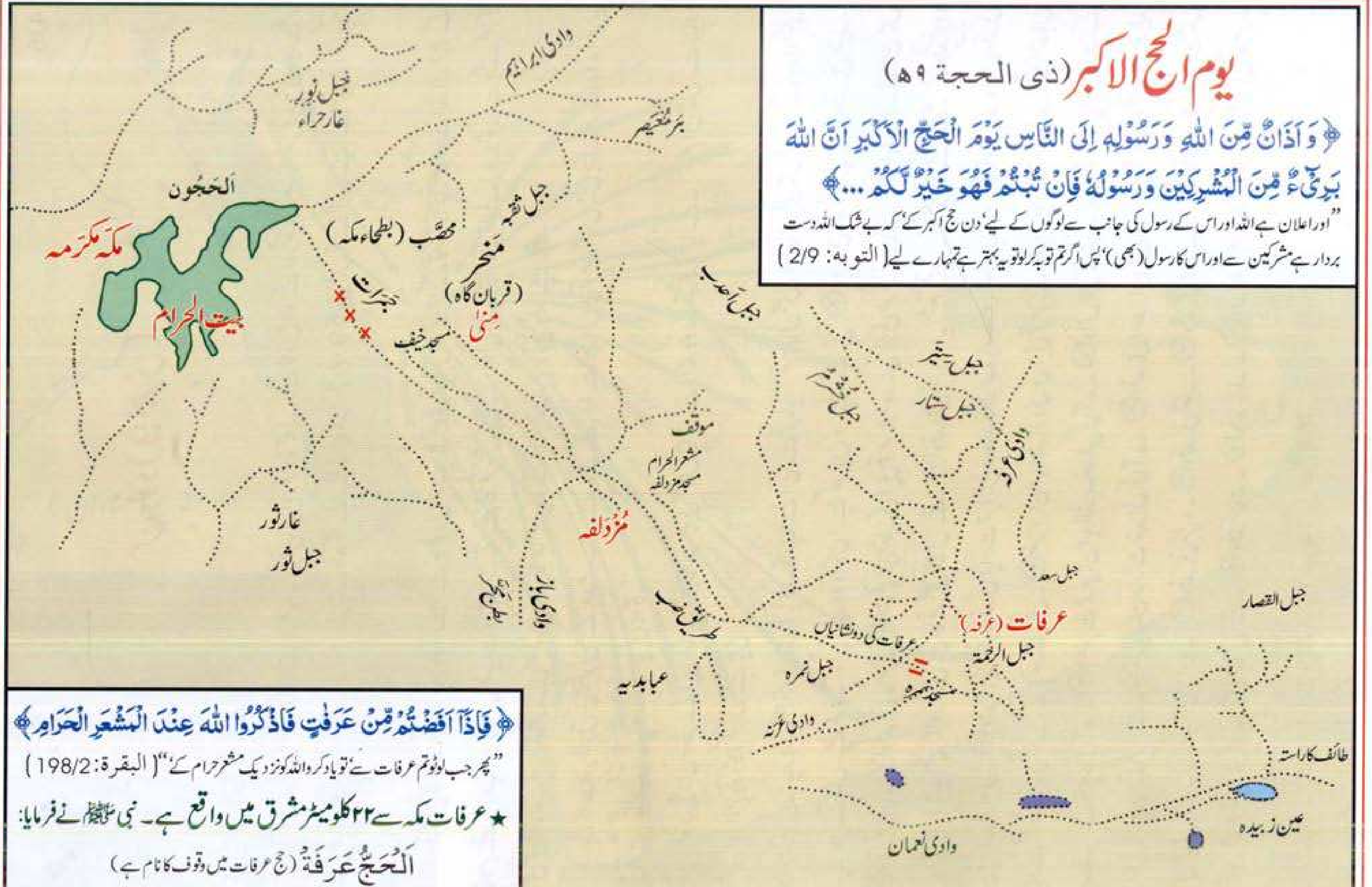
(صحیح البخاری' التفسیر' باب واذان من اللہ ورسولہ ...... حدیث: 4656 و تفسیر ابن کثیر: 2/1266' 1267)

❋ ❋ ❋

یوم الحج الاکبر (ذی الحجة ۹ھ)

﴿ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ... ﴾

"اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کے لیے 'دن حج اکبر کے' کہ بے شک اللہ دست بردار ہے مشرکین سے اور اس کا رسول (بھی) 'پس اگر تم توبہ کرلو تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے [التوبہ: 2/9]



﴿ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ﴾

"پھر جب لوٹو تم عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر حرام کے" [البقرة: 198/2]

★ عرفات مکہ سے ۲۲ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ عَرَفَةُ (حج عرفات میں وقوف کا نام ہے)

سن وفود (9 ہجری)

مؤرخ ابن اسحاق فرماتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا اور غزوۂ تبوک سے فارغ ہو گئے اور ثقیف جیسا اکھڑ قبیلہ بھی بیعت کر کے مسلمان ہو گیا تو ہر طرف سے عربوں کے وفد آنے لگے۔ چونکہ اکثر وفود 9 ہجری میں آئے' اس لیے اسے سن وفود کہا جاتا ہے۔

قریش کا مسلمان ہو جانا وفود کے آنے کا فوری سبب بنا کیونکہ قریش عربوں کے قائد' رہنما' نیز بیت اللہ اور حرم کے خادم تھے۔ عرب ان کی اس فضیلت کو تسلیم کرتے تھے' نیز قریش ہی نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف زور و شور سے جنگ بھڑکا رکھی تھی اور اب پورا مکہ مکرمہ ہی مسلمان ہو چکا تھا' نیز مکہ کے تمام بت ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔

بدر واحد اور خندق کی جنگوں کے بعد عرب یہ کہنے لگے تھے: ''اسے اور اس کی قوم کو آپس میں جنگ کرنے دو۔ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو لازماً سچا نبی ہوگا۔''

مؤرخ ابن سعد نے اپنی کتاب ''طبقاتِ کبریٰ'' میں 70 سے زائد وفود کا تذکرہ کیا ہے۔[1] ہم ان میں سے زیادہ مشہور اور اہم وفود کا ذکر کر رہے ہیں:

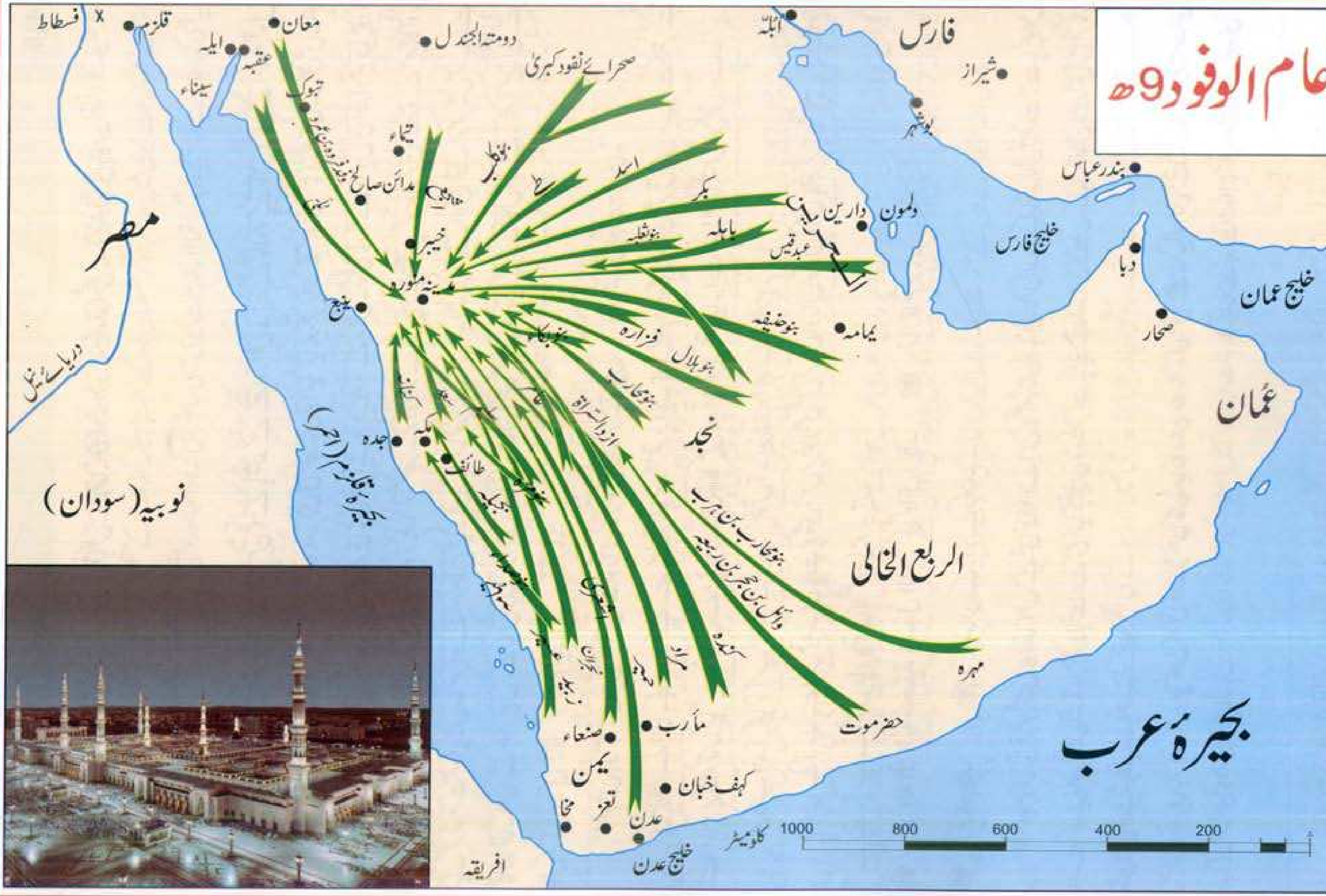
❁ وفد مُزَینہ: یہ رجب 5 ہجری میں آیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''تم جہاں بھی رہو مہاجرین میں شمار ہو گے' لہٰذا واپس اپنے علاقے میں چلے جاؤ۔'' اس لیے وہ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔[2] ❁ وفد بنی عبدالقیس۔ ❁ وفد بنی حنیفہ۔ ❁ وفد نجران۔ ❁ وفد بنی عامر۔ ❁ ضمام بن ثعلبہ کی اپنی قوم بنو سعد بن بکر کی طرف سے آمد۔ ❁ وفد بنو طے: ان میں زید الخیل (زید الخیر) اور عدی بن حاتم بھی شامل تھے۔ ❁ وفد اہل یمن: یہ اشعر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ❁ وفد فروہ بن مُسَیک مرادی۔ ❁ وفد زَبید: اس وفد کی قیادت عمرو بن مَعدِیکرِبُ زَبیدی کر رہے تھے۔ ❁ وفد کندہ: اس وفد کی قیادت اشعث بن قیس کے ہاتھ میں تھی۔ ❁ صُرَد بن عبداللہ ازدی کی اپنی قوم کے چند افراد کے ہمراہ آمد۔ ❁ شاہانِ حِمْیَر کے قاصد کی آمد۔ ❁ حضرت جریر بن عبداللہ بَجَلی کی آمد۔ ❁ وائل بن حجر بن ربیعہ کی آمد۔ یہ حضرموت کے شاہی خاندان کے فرد تھے۔ ❁ زیاد بن حارث صُدائی کی آمد۔ ❁ وفد بنی اسد: ان میں ضرار بن ازوَر اور طُلَیحہ بن خویلد بھی شامل تھے۔ ❁ وفد بنی فزارہ۔ ❁ وفد بنی مُرَّہ۔ ❁ وفد بنی ثعلبہ۔ ❁ وفد بنی محارب۔ ❁ وفد بنی کلاب: ان میں مشہور شاعر لبید بن ربیعہ بھی شامل تھے۔ ❁ وفد کنانہ۔ ❁ وفد باہلہ۔ ❁ وفد بنو سُلَیم۔ ❁ وفد بنو ہلال بن عامر۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ: 1/291-359 و السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: 4/76

[2] الطبقات الکبریٰ: 1/291

عام الوفود ۹ھ



❁ وفد اہل یمن: ان کا تعلق تجیب اور خولان قبائل سے تھا۔ ❁ وفد ازد۔ ❁ وفد اشجع۔ ❁ وفد بنی بکاء۔ ①

اضافی توضیحات وتشریحات

عبدالقیس کا وفد: یہ لوگ مشرقی عرب (بحرین) کے باشندے تھے اور اہل مدینہ کے علاوہ پہلے پہل انہی نے اسلام قبول کیا تھا۔ چنانچہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ انہی کی مسجد میں ادا کیا گیا جو بحرین کے ''جواثی'' نامی گاؤں میں بنی تھی۔ بنو عبدالقیس کا وفد دو مرتبہ آیا۔ ایک مرتبہ 5 ہجری میں اور ایک مرتبہ وفود کے سال۔ پہلی بار آنے والوں کی تعداد تیرہ یا چودہ تھی۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کو دیکھا' تو مسجد کے دروازے ہی پر اپنے آپ کو سواریوں سے دے پھینکا اور لپک کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ ان کے ساتھ ایک شخص عبداللہ بن عوف الاشج تھا۔ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس نے سواریوں کے پاس رک کر انہیں بٹھایا۔ سامان اکٹھا کیا۔ دو سفید کپڑے نکال کر پہنے۔ پھر اطمینان سے چل کر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

''تم میں دو خصلتیں ہیں' جنہیں اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں...... دور اندیشی اور بردباری۔''

نبی ﷺ نے ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے فرمایا تھا: ''تم پر ایک قافلہ نمودار ہوگا' جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہے جسے اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اپنی سواریاں تھکائیں اور اپنا توشہ ختم کیا۔ اے اللہ! عبدالقیس کو بخش دے۔''

پھر جب وفد آ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوش آمدید' نہ رسوا ہوئے نہ نادم۔''

انہوں نے آپ سے ایسی فیصلہ کن بات پوچھی جس پر خود بھی عمل کریں اور ان لوگوں کو بھی باخبر کریں جنہیں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا جو یہ ہیں:

❀ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی گواہی دینا۔ ❀ نماز قائم کرنا۔

❀ زکوٰۃ دینا۔ ❀ رمضان کے روزے رکھنا۔

ابھی چونکہ حج فرض نہیں ہوا تھا' اس لیے نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا' البتہ ان سے یہ کہا کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کریں اور انہیں نشہ آور مشروبات سے منع کیا جنہیں وہ بکثرت پیتے تھے اور ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا جن میں وہ یہ شراب بنایا کرتے تھے۔

دوسری بار وفد میں چالیس آدمی آئے' جن میں جارود بن علاء عبدی بھی تھے۔ یہ نصرانی تھے۔ یہاں آ کر مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا رہا۔ (تجلیات نبوت / مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

① الطبقات الكبرىٰ: 1/357 و البداية والنهاية: 5/81

بنو حنیفہ کا وفد: یہ وفد 9 ہجری میں آیا۔ اس میں مسیلمہ کذاب سمیت سترہ افراد تھے۔ یہ لوگ ایک انصاری آدمی کے گھر اترے' پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے' البتہ مسیلمہ کذاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پیچھے رہ گیا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہی نہ ہوا تھا اور اس نے کہا تھا:

''اگر محمد (ﷺ) نے اپنے بعد کاروبار حکومت مجھے سونپنا طے کر دیا تو میں اس کی پیروی کروں گا۔''

اس سے قبل نبی ﷺ یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ کے پاس روئے زمین کے خزانے لاکر رکھ دیے گئے ہیں اور ان میں سے سونے کے دو کنگن آپ کے ہاتھ میں آپڑے ہیں۔ آپ کو یہ دونوں بہت گراں اور تکلیف دہ محسوس ہوئے۔ آپ کو وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک دیجیے' چنانچہ آپ نے پھونک دیا' تو وہ دونوں اڑ گئے۔''

اس کی تعبیر آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ آپ کے بعد دو کذاب (پرلے درجے کے جھوٹے) نکلیں گے۔ چنانچہ نبی ﷺ مسیلمہ کے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور آپ کے ہمراہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ مسیلمہ کے سر پر جا کھڑے ہوئے، جو اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا' اور اس سے گفتگو کی۔

مسیلمہ نے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو ہم حکومت آپ کے ہاتھ میں رہنے دیں' لیکن اپنے بعد اس کو ہمارے لیے طے فرما دیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مجھ سے (کھجور کا) یہ ٹکڑا چاہو گے تو یہ بھی تمہیں نہ دوں گا اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کیے گئے فیصلے سے آگے نہیں جاسکتے۔ اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ کر رکھ دے گا۔ واللہ! میں تمہیں وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے (خواب میں) پوری تفصیل سے دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔'' پھر آپ پلٹ آئے۔ (تجلیات نبوت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

نجران کا وفد: ''نجران'' یمن کی حدود پر واقع سعودی عرب کا ایک صوبہ ہے جس کا دارالحکومت نجران ہے۔ عہد نبوی میں نجران 73 بستیوں پر مشتمل تھا اور اس میں ایک لاکھ بیس ہزار جنگی جوان تھے جو سب کے سب عیسائی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے ''اسقف'' کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ وہ خط پڑھ کر گھبرا گیا اور پہلے خواص سے پھر عوام سے مشورہ کیا۔ رائے یہ قرار پائی کہ ایک وفد ارسال کریں جو اس مسئلے کو حل کرے' چنانچہ انہوں نے ساٹھ ارکان پر مشتمل ایک وفد بھیجا۔ یہ لوگ نبی ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ دھاری دار یمنی کپڑے کے جوڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور انہیں گھسیٹ رہے تھے۔ ریشمی چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے بات نہ کی۔ انہیں بعض کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ کپڑے بدل دیں اور انگوٹھیاں اتار دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم آپ سے پہلے سے مسلمان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں:

❀ صلیب کی عبادت
❀ سُور کھانے کی عادت
❀ اور تمہارا یہ خیال کہ اللہ کا بیٹا بھی ہے۔''

انہوں نے کہا ''تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثل کون ہے' جو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو؟'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿59﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿60﴾ فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ﴾

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا ہو جا تو وہ ہوگیا۔ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ پھر تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو کوئی تم سے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں حجت کرے' تو اس سے کہہ دو کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور خود اپنے آپ کو' پھر مباہلہ کریں (اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں)' پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ٹھہرائیں۔'' (آل عمران:59 تا 61)

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتیں انکے سامنے پڑھیں اور انہیں مباہلے کی دعوت دی۔ انہوں نے مہلت مانگی' باہم مشورہ کیا اور کہا کہ ''اگر یہ واقعی نبی ہے اور ہم نے اس سے ''ملاعنت'' (لعنت گوئی) کی تو ہمارا کوئی بال اور کوئی ناخن بھی تباہی سے نہ بچ سکے گا۔'' چنانچہ وہ جزیہ دینے پر راضی ہوگئے: ہزار جوڑا صفر میں اور ہزار جوڑا رجب میں' اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی (یعنی چالیس درہم) اور آپ ﷺ نے ان کے لیے ذمہ' امان اور دین کی آزادی منظور فرمائی۔ پھر انہوں نے کہا کہ ''ہمارے ساتھ امانت دار آدمی بھیج دیں۔'' آپ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور یہیں سے ان کا لقب ''امین الامت'' پڑ گیا۔

نجران واپسی کے دوران میں وفد کے دو آدمی مسلمان ہوگئے۔ پھر ان میں اسلام پھیلتا گیا' یہاں تک کہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ (تجلیات نبوت/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

بنو عامر بن صعصعہ کا وفد: اس وفد میں اللہ کا دشمن عامر بن طفیل بھی تھا' جس نے اصحاب بئر معونہ کے ساتھ دھوکا کیا تھا' اور اربد بن قیس اور جبار بن اسلم بھی تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار اور شیاطین تھے۔ عامر اور اربد بن قیس نے نبی ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ عامر نے جو وفد کا ترجمان تھا' کہا: ''میں آپ کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں۔''

- آپ کے لیے وادی کے باشندے ہوں اور میرے لیے بادیہ کے۔
- یا میں آپ کے بعد آپ کا خلیفہ بن جاؤں۔
- ورنہ میں غطفان کو ایک ہزار گھوڑوں اور ایک ہزار گھوڑیوں سمیت آپ پر چڑھا لاؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کوئی بات نہ مانی اور دعا کی کہ ''اے اللہ! عامر کے مقابلے کے لیے مجھے کافی ہو اور اس کی قوم کو ہدایت دے۔''

ادھر جس وقت عامر باتیں کر رہا تھا' اربد گھوم کر نبی ﷺ کے پیچھے گیا اور اپنی تلوار میان سے ایک بالشت نکالی' پھر اللہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ تلوار سونتنے پر قادر ہی نہ ہو سکا۔

جب یہ لوگ واپس ہوئے تو راستے میں عامر اپنی قوم بنو سلول کی ایک عورت کے ہاں اترا اور اس کے گھر میں سو گیا۔ اسی دوران میں اللہ نے اس پر طاعون بھیج دیا اور اس کے حلق میں گلٹی نکل آئی۔

اس نے کہا ''اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی اور ایک سلولی عورت کے گھر میں موت؟ میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ۔'' چنانچہ وہ سوار ہوا اور گھوڑے ہی پر مر گیا۔ ادھر اربد اور اس کے اونٹ پر اللہ نے بجلی بھیج دی' دونوں جل مرے اور اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝١٣ ﴾

''وہ بجلی بھیجتا ہے، پس اس کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں حالانکہ وہ سخت پکڑنے والا ہے۔'' (الرعد: 13/13)

ان دونوں کا قصہ انہی کے قبیلہ بنو عامر کے ایک صحابی موئلہ بن جمیل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کی عمر بیس سال تھی۔ انہوں نے بیعت کی' آپ کا داہنا ہاتھ چھوا اور اپنے اونٹ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے دو سالہ مادہ اونٹنی صدقہ میں لی۔ اس کے بعد وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور بحالت اسلام سو سال زندہ رہے۔ انہیں ان کی فصاحت کے سبب ''دوزبانوں والا'' کہا جاتا تھا۔

(تجلیات نبوت/ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

سعد بن بکر کے رئیس ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی آمد: یہ بادیہ (جنگل) کے رہنے والے اکھڑ مزاج تھے۔ دو چوٹیاں رکھے ہوئے تھے۔ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں اپنی اونٹنی بٹھا کر باندھی، پھر کہا:

''تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟''

لوگوں نے بتایا تو وہ نبی ﷺ کے قریب آئے اور کہا:

''اے محمد (ﷺ)! میں آپ سے پوچھوں گا اور پوچھنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ مجھ پر اپنے جی میں غصہ نہ کریں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چاہو سو پوچھو۔''

انہوں نے کہا: ''ہمارے پاس آپ (ﷺ) کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

انہوں نے کہا: ''اچھا تو آسمان کس نے پیدا کیے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے۔''

انہوں نے کہا: ''اچھا تو زمین کس نے پیدا کی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے۔''

انہوں نے کہا: ''اچھا یہ پہاڑ کس نے نصب کیے؟ اور ان میں جو کچھ بنایا کس نے بنایا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے۔''

انہوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آسمان پیدا کیا' زمین پیدا کی اور ان پہاڑوں کو نصب کیا' کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

انہوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

انہوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا' کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

انہوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال کی زکوٰۃ فرض ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

انہوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا' کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!''

انہوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

انہوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا' کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!''

انہوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم میں جو بیت اللہ تک سفر کی طاقت رکھتا ہو' اس پر حج فرض ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا۔''

انہوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا' کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

پھر انہوں نے پیٹھ پھیری اور کہا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہو گا۔''

پھر جب وہ مسلمان ہو کر اور بتوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی قوم میں گئے اور اپنی قوم کو بتایا کہ نبی ﷺ نے کس بات کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے روکا ہے تو ان کی قوم میں کوئی بھی مرد اور عورت ایسے نہ تھے' جو مسلمان نہ ہو گئے ہوں۔ پھر انہوں نے مسجدیں بنائیں اور نماز کے لیے اذان کہی' لہٰذا (وفود میں) کوئی بھی آنے والا ضمام بن ثعلبہ سے بہتر نہ تھا۔

(تجلیات نبوت رمولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

بنو طے کا وفد: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں طے کا وفد حاضر ہوا' ان میں ان کا سردار زید الخیل بھی تھا۔ گفتگو کے دوران میں آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرب کے جس آدمی کی میرے سامنے فضیلت بیان کی گئی' جب اس سے ملاقات ہوئی' تو وہ اس سے کم نکلا' اس کے برعکس زید الخیل کے متعلق جو کچھ سنا تھا' وہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ آپ ﷺ نے زید الخیل کے بجائے ان کا لقب زید الخیر رکھا اور فید کا علاقہ اور اس سے ملحقہ زمین ان کو جاگیر میں دی اور اس کی دستاویز بھی ان کو لکھ دی۔

(طبقات ابن سعد: 1/321)

اشعریوں اور اہل یمن کا وفد: اشعری قبیلے کا پچاس افراد پر مشتمل وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا جن میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب یہ مدینہ کے قریب پہنچے تو کہنے لگے: ''کل ہم اپنے پیاروں محمد ﷺ اور اس کی جماعت سے ملیں گے۔'' جب یہ آئے تو نبی ﷺ خیبر تشریف لے جا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اشعری ان تھیلیوں کی طرح ہیں جو کستوری سے بھری ہوئی ہوں۔''

(طبقات ابن سعد: 1/348' 349)

بنو اشعر اور اہل یمن اکٹھے نہیں آئے تھے۔ بنو اشعر تو فتح خیبر کے وقت 7 ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔ اور اہل یمن 9 ھ میں عام الوفود میں آئے تھے۔

(مختصر سیرت الرسول: 666-667)

فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ کا وفد: ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ فروہ بن مسیک مرادی شاہان کندہ سے الگ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''جنگ ردم (اسلام سے پہلے قبائل مراد اور ہمدان کی باہمی جنگ) میں تیری قوم کو جو صدمہ پہنچا' وہ تجھے ناگوار گزر رہا ہے؟ بولے: یا رسول اللہ! میری قوم جیسا صدمہ کس کو ناگوار نہیں گزرے گا؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ صدمہ تیری قوم کو بھلائی میں زیادہ کرے گا۔ اور آپ نے ان

کو مراد، زبید اور مذحج قبائل پر عامل مقرر کیا، اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مصدق بنا کر بھیجا جو رسول اللہ ﷺ کی وفات تک وہیں رہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول ص 664)

عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ کی آمد: عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ نے زبید قبیلے کے لوگوں کی معیت میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے دربار نبوت میں حاضر ہونے سے پہلے قیس بن مکشوح مرادی سے کہا تھا: ''اے قیس! تم قوم کے سردار ہو۔ ہمارے پاس قریش کے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا ہے جسے محمد (ﷺ) کہتے ہیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس کی حقیقت جان لیں۔'' قیس نے انکار کیا اور اس کی رائے کو غلط قرار دیا۔ عمرو بن معد یکرب کے اسلام قبول کرنے کے متعلق جب قیس بن مکشوح کو پتا چلا تو اس پر بہت گراں گزرا۔

(سیرۃ ابن ہشام: 4/239)

اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی آمد: اشعث بن قیس بنو کندہ کا 80 افراد پر مشتمل وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے بالوں کو کنگھی کی ہوئی تھی، سرمہ ڈالا ہوا تھا اور ریشمی جبے پہن رکھے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''پھر یہ جبے کیوں پہن رکھے ہیں؟'' انہوں نے فوراً وہ جبے اتار دیے۔ (سیرۃ ابن ہشام: 4/241)

صُرَد بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ کی آمد: صُرد بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ نے بنو ازد کے ایک وفد کی معیت میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام بڑا اچھا ثابت ہوا۔ نبی ﷺ نے حضرت صرد رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے مسلمان افراد پر امیر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ یمن کی جانب ان کے قریب قریب جو مشرک ہیں ان سے جہاد کریں۔

(سیرت ابن ہشام: 4/242)

جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی آمد: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ 10ھ کو اپنے قبیلے کے ڈیڑھ سو افراد کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد سے پہلے فرمایا: ''تمہارے پاس کچھ بہترین لوگ آ رہے ہیں جن کے چہرے بادشاہوں جیسے ہیں۔'' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس بات پر بیعت لی: ''ہم کلمہ توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کریں گے، نماز پڑھیں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، رمضان کے روزے رکھیں گے، مسلمانوں سے خیر خواہی کریں گے اور والی کی اطاعت کریں گے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔'' (طبقات ابن سعد: 1/347)

وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کا وفد: حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ ایک وفد لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں اسلام اور ہجرت میں رغبت رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ نبی ﷺ نے ان کی آمد کی خوشی میں لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ نے انہیں ایک تحریر لکھ کر دی...... ''یہ محمد ﷺ کی وائل بن حجر کے لیے تحریر ہے: تم مسلمان ہو گئے ہو، جو قلعے

اور زمینیں تمہارے قبضے میں تھیں' میں تمہارے پاس ہی رہنے دیتا ہوں۔ ان زمینوں میں سے عشر وصول کیا جائے گا۔ اور میں تم پر لازم قرار دیتا ہوں کہ اس میں ظلم نہیں ہونا چاہیے۔'' (طبقات ابن سعد: 1/349)

زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کا وفد: 8ھ میں بنو صداء کا وفد زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آیا جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی اور اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے۔ ان کی مساعی سے ساری قوم مسلمان ہوگئی اور حجۃ الوداع میں ان کے ایک سو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(طبقات ابن سعد: 1/326)

بنو اسد بن خُزیمہ کا وفد: 9ہجری کے شروع میں ان کے دس آدمی آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے سلام کیا' پھر ان کے ترجمان نے کہا:

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے شہادت دی کہ اللہ ''وحدہ لاشریک'' ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمارے پاس کسی کو نہیں بھیجا' پھر بھی ہم نے آ کر اسلام قبول کرلیا اور بنو فلاں کی طرح آپ سے لڑائی نہیں کی اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں ہم ان کے لیے پیغام صلح ہیں۔'' اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

''وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہوگئے۔ تم کہو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ' بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی ہے اگر تم واقعی سچے ہو۔'' (الحجرات: 49/17)

انہوں نے جاہلیت کے کچھ کاموں کے متعلق پوچھا' مثلاً: ''فال گیری کے لیے چڑیا بھگانا' کہانت کرنا اور کنکری مارنا۔'' آپ نے ان سب باتوں سے منع کیا۔

انہوں نے رمل کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ایک نبی جانتے تھے۔ اب اگر کسی کا علم اس نبی کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اور یہ بات طے ہے کہ اب مطابقت کا ہونا محال ہے اور یہ سارے اعمال غیب میں اندازہ لڑانے کے سوا کچھ نہیں۔''

اس وفد نے چند دن ٹھہر کر فرائض سیکھے' پھر واپس ہوگیا۔ اسے تحائف سے بھی نوازا گیا۔

(تجلیات نبوت ر مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

بنی فزارہ کا وفد: یہ وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی کے بعد آیا۔ بیس سے کچھ زیادہ آدمی تھے' اسلام کے اقراری اور قحط کے مارے ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علاقے کا حال پوچھا تو انہوں نے قحط سالی کی شکایت کی اور عرض کی کہ ''اللہ سے دعا کریں ہم پر بارش برسائے اور آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کردیں اور آپ کا رب ہمارے لیے آپ سے

سفارش کر دے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! تم پر افسوس، یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تو اپنے رب سے سفارش کروں گا، لیکن ایسا کون ہے جس سے ہمارا رب سفارش کرے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اعلیٰ و عظیم ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، اور وہ اس کی عظمت و جلال سے اس طرح چرچراتے ہیں جیسے نیا کجاوہ چرچراتا ہے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اللہ سے دعا کی اور اللہ نے انہیں بھرپور بارش اور رحمت کاملہ سے نوازا۔
(تجلیات نبوت / مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

بنی مُرّہ کا وفد: قبیلہ بنی مرہ کا تیرہ آدمیوں پر مشتمل وفد آیا۔ ان کا امیر حارث بن عوف تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے ان کے وطن کا حال پوچھا، تو انہوں نے کہا: "ہمارے ملک میں سخت قحط پڑا ہوا ہے، آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "الٰہی! ان پر باران رحمت نازل فرما۔" یہ چند دن کے بعد تحائف لے کر واپس ہوئے تو انہیں پتا چلا کہ ان کے علاقے میں اسی دن بارش ہوئی تھی، جس دن آپ نے ان کے لیے بارش کی دعا کی تھی۔

(طبقات ابن سعد: 1/298)

بنی ثعلبہ کا وفد: جب رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے واپس آئے تو بنو ثعلبہ کے چار افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں: "ہم نے کہا کہ ہم اپنی قوم کے نمائندے ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے ہماری ضیافت کا حکم دیا۔ ہم کئی دن وہاں مقیم رہے، پھر ہم نبی ﷺ کو الوداع کہنے آئے تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو بھی تحائف دو، جس طرح دیگر وفود کو تحائف دیا کرتے ہو۔ انہوں نے ہم میں سے ہر آدمی کو پانچ اوقیے چاندی دی۔ (طبقات ابن سعد: 1/298)

❋ ❋ ❋

سریۂ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
نجران کی طرف (ربیع الاوّل 10 ہجری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو نجران میں بنی عبدالمدان کی طرف بھیجا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ربیع الاول 10ھ میں نجران کے علاقے میں بنی عبدالمدان کی طرف بھیجا۔ (طبقات ابن سعد:2/169)

نجران: سعودی عرب کا یہ شہروادیٔ نجران میں حدود یمن کی طرف واقع ہے۔اس کی آبادی 70 ہزار کے لگ بھگ ہے۔شہر نجران صنعاء سے تقریباً 250 کلومیٹر شمال میں ہے۔سن 9ھ میں نجران کے 60 عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔اس موقع پر سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ نمبر 61 نازل ہوئی مگروہ نجرانی عیسائی مباہلے سے کنی کترا گئے تھے جس سے ثابت ہوگیا کہ نجرانی عیسائی جن عقائد کے پیروکار تھے ان کی صداقت پر انہیں خود کامل اعتماد نہیں تھا۔ (تفہیم القرآن)

وادیٔ نجران مسیحیت کی تاریخ میں ان شہداء کی وجہ سے مشہور ہے جنہیں ذونواس نے 523ء میں آگ کے گڑھوں میں جلایا تھا۔ یہاں تاریخی ٹیلے، معابد، دیواریں اور سبائی و معینی کتبے پائے جاتے ہیں۔ (المنجد فی الاعلام)

حجة الوداع (حجة الاسلام)

(10 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے اس حج میں لوگوں کو ارکان و اعمال حج کی تعلیم دی۔ لوگوں نے آپ کو پورا حج کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس حج میں اپنا مشہور خطبۂ وداع (الوداعی خطبہ) ارشاد فرمایا۔ مؤرخ ابن ہشام[1] کی روایت کے مطابق اس خطبے کے چند الفاظ یہ ہیں:

"اے لوگو! میری بات سنو! یوں لگتا ہے کہ اس سال کے بعد میری اور تمھاری ملاقات اس مقام پر نہیں ہو سکے گی۔
اے لوگو! تمھاری اپنے رب سے ملاقات تک تمھارے خون اور تمھارے مال ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ مہینہ اور یہ دن قابل احترام ہیں۔ خبردار! تم ضرور اپنے رب کے پاس جاؤ گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ سن لو! میں نے تمھیں ہر بات پہنچا دی ہے۔
اور سنو! ہر قسم کا سود ختم ہے لیکن تمھیں تمھارا اصل مال ملے گا۔ نہ کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی زیادتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ سود باقی نہیں رہے گا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے چچا عباس کا سب سود معاف ہو چکا ہے۔ اے لوگو! تمھاری عورتوں کے ذمے تمھارے حقوق ہیں اور تمھارے ذمے ان کے حقوق ہیں' لہٰذا اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔
اے لوگو! میری باتوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔ بے شک میں نے تمھیں شریعت کی ہر بات پہنچا دی ہے۔
اے اللہ! گواہ رہنا"

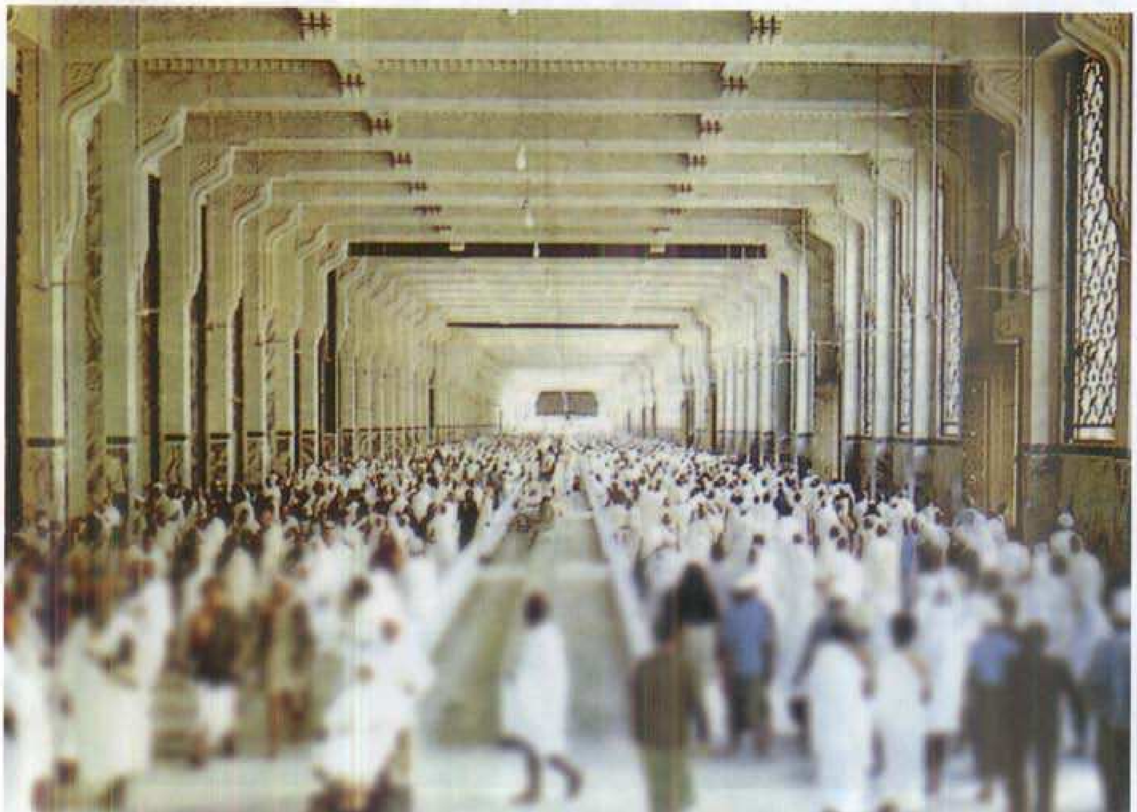
* * *

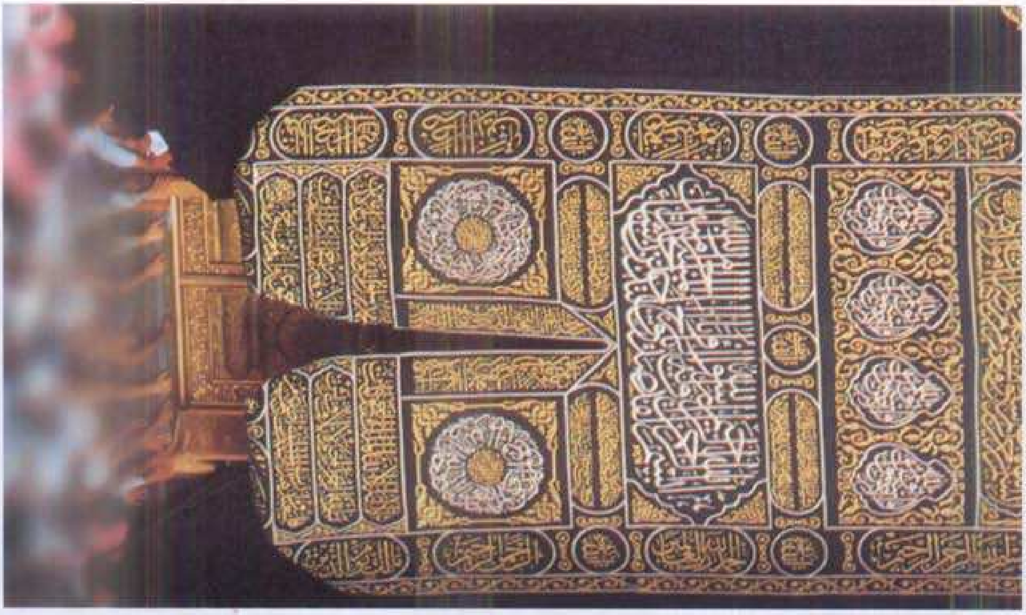
[1] ابن هشام: 259/4



کعبہ شریف اور مسجد حرام کا فضائی منظر ↑

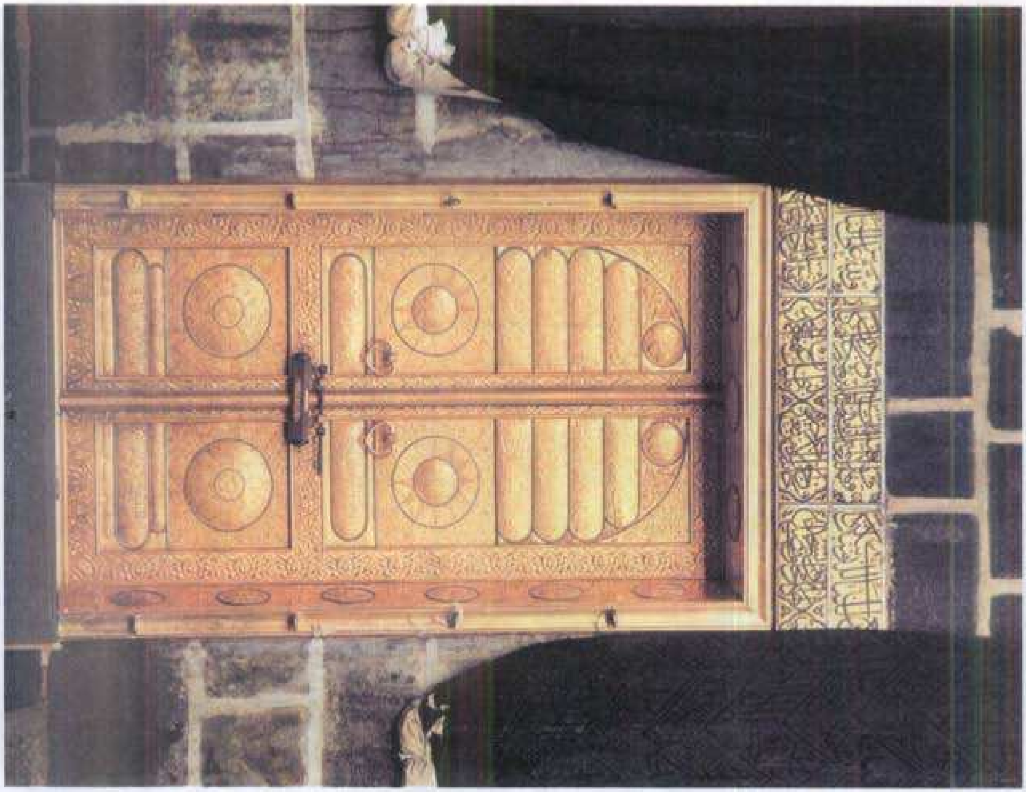
↓ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا منظر

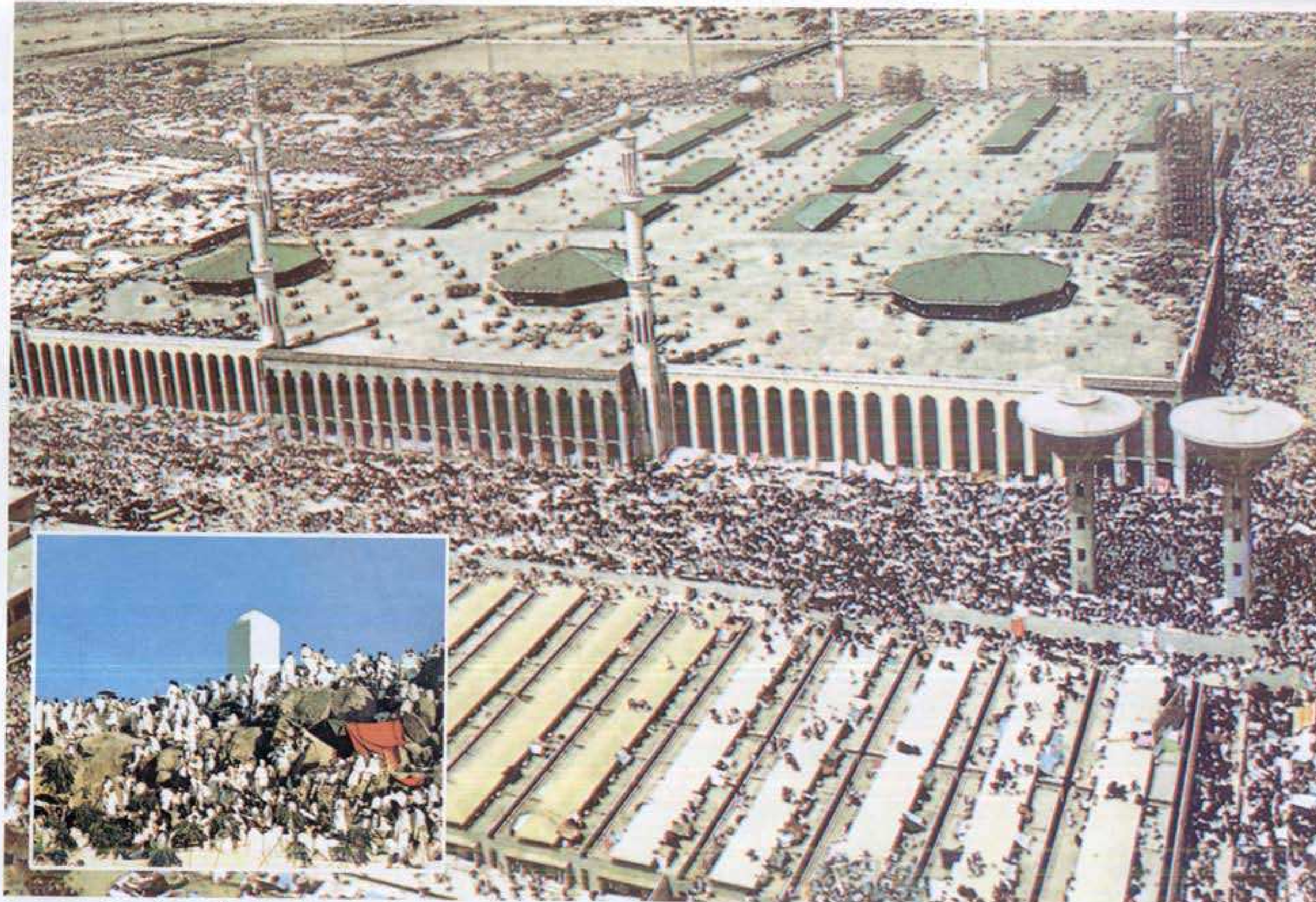




ملتزم ↑

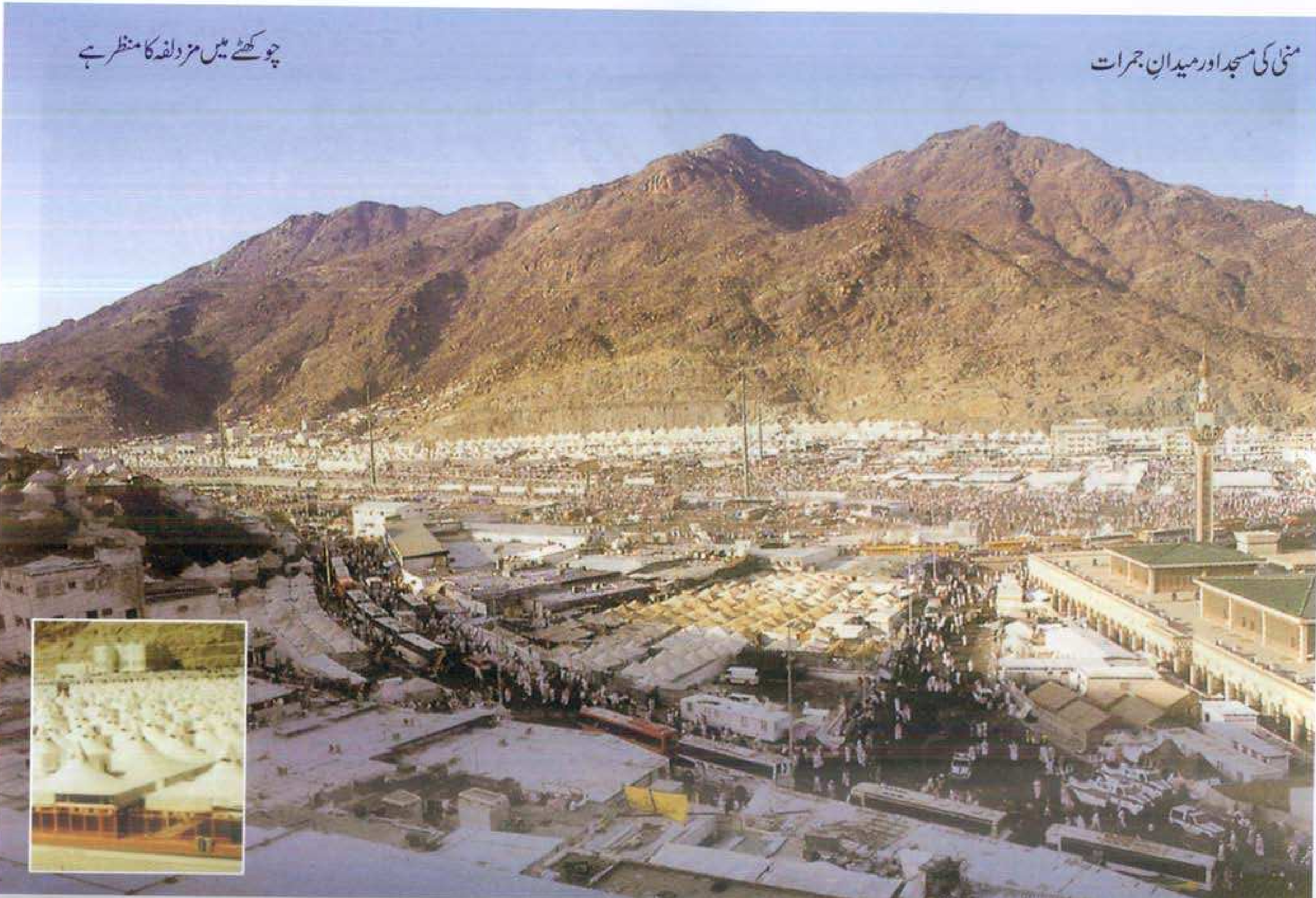
کعبہ شریف کا نیا دروازہ ↓





میدان عرفات میں مسجد نمرہ

چوکھٹے میں جبل رحمت پر لوگ دعائیں مانگ رہے ہیں


منیٰ کی مسجد اور میدانِ جمرات
چوکھٹے میں مزدلفہ کا منظر ہے

اضافی توضیحات وتشریحات

حجۃ الوداع

فتح مکہ کے بعد جب یہ فرمان نازل ہوا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾

"جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہو چکا' اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور استغفار کریں۔ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

(النصر:110/ 1۔3)

تو نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ وقت رحلت قریب آ گیا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ شریعت اور اخلاق کے تمام اساسی اصول مجمع عام میں پیش کر دیے جائیں۔ ہجرت کے بعد اب تک 9 برس گزر چکے تھے مگر آپ ﷺ نے فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا' چنانچہ ذی قعدہ 10ھ میں اعلان ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ مشرفہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی اور شرفِ ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمڈ آیا۔ ہفتہ کے دن 26 ذی قعدہ کو آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور احرام کی چادر اور تہبند باندھا۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ساتھ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ' جو مدینہ منورہ کا میقات ہے' پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے جسم پر عطر افشانی کی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے نماز ظہر دو رکعت ادا فرمائی احرام کی نیت فرمائی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے تلبیہ پکارا:

(لَبَّيْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ، لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ)

"اے اللہ! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں' اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ بے شک تعریف اور نعمت اور سلطنت سب تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

انسانوں کا ایک تلاطم خیز سمندر آپ کے آگے پیچھے' دائیں بائیں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کم و بیش لاکھ سوا لاکھ کا جم غفیر تھا۔ مکہ مکرمہ کے قریب سَرِف (وادی فاطمہ) میں پہنچ کر نبی ﷺ نے غسل فرمایا۔ اگلے دن اتوار 4 ذوالحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا یہ سفر 9 دن میں طے ہوا۔ جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو فرمایا: یا اللہ! اس گھر کے عز و شرف کو دوبالا کر دے۔ پھر کعبہ کا طواف ادا فرمایا۔ پہلے تین چکر رمل (کندھے ہلا کر اور اکڑ اکر چلنا) کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاتَّخِذُوا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ ''اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔''

یہاں دو نفل ادا کیے۔ پہلی رکعت میں قُلۡ یَا اَیُّھَا الۡکَافِرُونَ اور دوسری میں قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھی۔ پھر سعی کے لیے صفا و مروہ پر تشریف لائے۔ سات چکر ادا کر لینے کے بعد اعلان فرمایا کہ جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں' وہ احرام نہ کھولیں اور باقی آدمی حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنہیں یمن سے نبی کریم ﷺ کے لیے قربانی کے اونٹ لانے کو بھیجا گیا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔ جمعرات کے روز آٹھ ذوالحجہ کو صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ ﷺ منیٰ میں تشریف لے گئے جہاں ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور نویں تاریخ کی نماز صبح ادا فرمائیں۔ جمعہ کے دن نویں تاریخ کو منیٰ سے عرفات روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا' وہاں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر میدانِ عرفات میں تشریف لائے اور ناقہ پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا فرمائیں۔ پھر موقف میں تشریف لائے۔ دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب آفتاب ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی محسر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر میدانِ منیٰ میں تشریف لائے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔

منیٰ میں آپ ﷺ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی ادا فرمائی۔ 63 اونٹ آپ نے خود اپنے دستِ اطہر سے اور 37 اونٹ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذبح کیے۔ قربانی سے فارغ ہو کر سر مبارک معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منڈوایا۔ فرطِ محبت سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سُلیم رضی اللہ عنہا کو اپنے دستِ مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ماندہ بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک' دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔ بعد ازاں طوافِ زیارت کیا۔ پھر چاہِ زمزم پر تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے قبلہ رو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ 13 ذی الحجہ سہ شنبہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب (معابدہ) میں قیام کیا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ شریف تشریف لائے۔ کعبہ شریف کا الوداعی طواف ادا فرمایا اور نماز صبح کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی فرمائی۔

(صحیح مسلم. باب حجۃ النبی' ابوداود. باب حجۃ النبی' الأشھر الحرم وغیرہ)

❋ ❋ ❋

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ بلقاء کی طرف
(صفر 11 ہجری)

یہ آپ ﷺ کی زندگی کی آخری لشکر کشی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "لشکر لے کر اس جگہ جاؤ جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا۔ (جنوبی بلقاء میں موتہ کے مقام پر) اوران کو گھوڑوں کے نیچے روند ڈالو۔"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے مدینہ منورہ سے تین میل باہر شام کی جانب "جرف" کے مقام پر پڑاؤ ڈال لیا۔ لوگ تیاری کر کے ساتھ شامل ہو رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ آپ ﷺ نے وصیت فرمائی: "اسامہ کا لشکر لازمی بھیج دینا۔"

رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پھر خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق اس لشکر کو بھیج دیا اور لشکر فتح مند ہو کر واپس آیا۔

اضافی توضیحات وتشریحات

رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول 11 ہجری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سات سو فوجیوں کے ساتھ تیار کیا اور حکم دیا کہ علاقہ بلقاء (اردن) اور "داروم" کی فلسطینی سرزمین سواروں کے ذریعے روند آؤ۔ یہ لشکر روانہ ہو کر مدینہ سے تین میل دور "جرف" میں خیمہ زن ہوا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویش ناک خبروں کے سبب وہیں رک کر انتظار کرنے لگا۔ اس دوران میں اللہ کا فیصلہ یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی پہلی فوجی مہم پر روانہ ہوا۔

صحابہ کرام بشمول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ ابھی اس لشکر کو بھیجنے کے لیے حالات سازگار نہیں ہیں۔ ایک طرف مرتدین ہیں اور دوسری طرف مانعین زکوۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنے ہیں۔ مدینہ خود خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے خود تیار کیا تھا میں اسے نہیں روکوں گا، چاہے ہمیں کیسے بھی حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ اس لشکر کا بہت اچھا اثر پڑا، باغی قبائل یہ جان کر مرعوب ہو گئے کہ اگر یہ لوگ کمزور ہوتے تو یہ لشکر روانہ نہ کرتے۔ (ملخص البدایہ والنہایہ۔ بخاری۔ ابن ہشام)

بلقاء: اس کا نام بنی عمان بن لوط علیہ السلام میں بالق نامی شخص کی وجہ سے ہے جس نے اسے آباد کیا یا بنی عسل بن لوط علیہ السلام میں بلقاء بن سُوَیْدَہ کی وجہ سے ہے۔ بلقاء کی گندم کی نفاست ضرب المثل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلقاء ہی میں وہ بستی ہے جس کے متعلق بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ﴾ (المائدۃ:22) "اے موسیٰ! اس میں ایک جابر قوم ہے۔" (معجم البلدان)

البلقاء کا نام اردن کے اس علاقے کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے جس کا مرکزی شہر مختلف وقتوں میں عمّان (موجودہ دارالحکومت)، حسبان یا السلط رہا ہے۔ جغرافیائی مفہوم میں بلقاء شمال میں وادئ زرقا سے لے کر جنوب میں وادی الموجب (Arnon) کے مابین واقع ہے۔ کوہ نبی یوشع کی چوٹی (1096 میٹر) اور مادبا کے علاقے میں کوہ نیبو (835 میٹر) یہیں واقع ہیں۔ عہد فاروقی میں جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بلقاء فتح کیا، تب اس میں عجلون، اربد، موتہ اور مآب کے شہر بھی شامل تھے۔ یعقوبی بلقاء کو "دمشق کی نوآبادی" اور مقدسی "فلسطین کے ماتحت" قرار دیتا ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)

دارُوم: فلسطین میں ساحل بحیرۂ روم کے قریب ایک مسطح میدان کا نام ہے۔ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں فلسطینی شہر بیت جبرین فتح ہوا تو داروم کا علاقہ اس میں شامل تھا۔ صلیبی جنگجوؤں کا قلعہ داروم، اس سڑک پر واقع تھا جو غزہ سے مصر کو جاتی ہے اور اس کی جائے وقوع وہی ہے جس کی نشاندہی آج کل دیر البلح کے کھنڈر کرتے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی نے اس قلعے پر خاص طور پر حملہ کیا اور 583ھ/1187ء میں اسے فتح کرلیا۔ پھر تیسری صلیبی جنگ میں 588ھ/1192ء میں برطانوی شاہ رچرڈ "شیر دل" اور فرانکوں نے اسے مسخر کرلیا اور اس کے مورچے تڑوا دیے لیکن مملوک عہد تک اس کا شمار دفاعی قلعوں میں ہوتا رہا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/158)

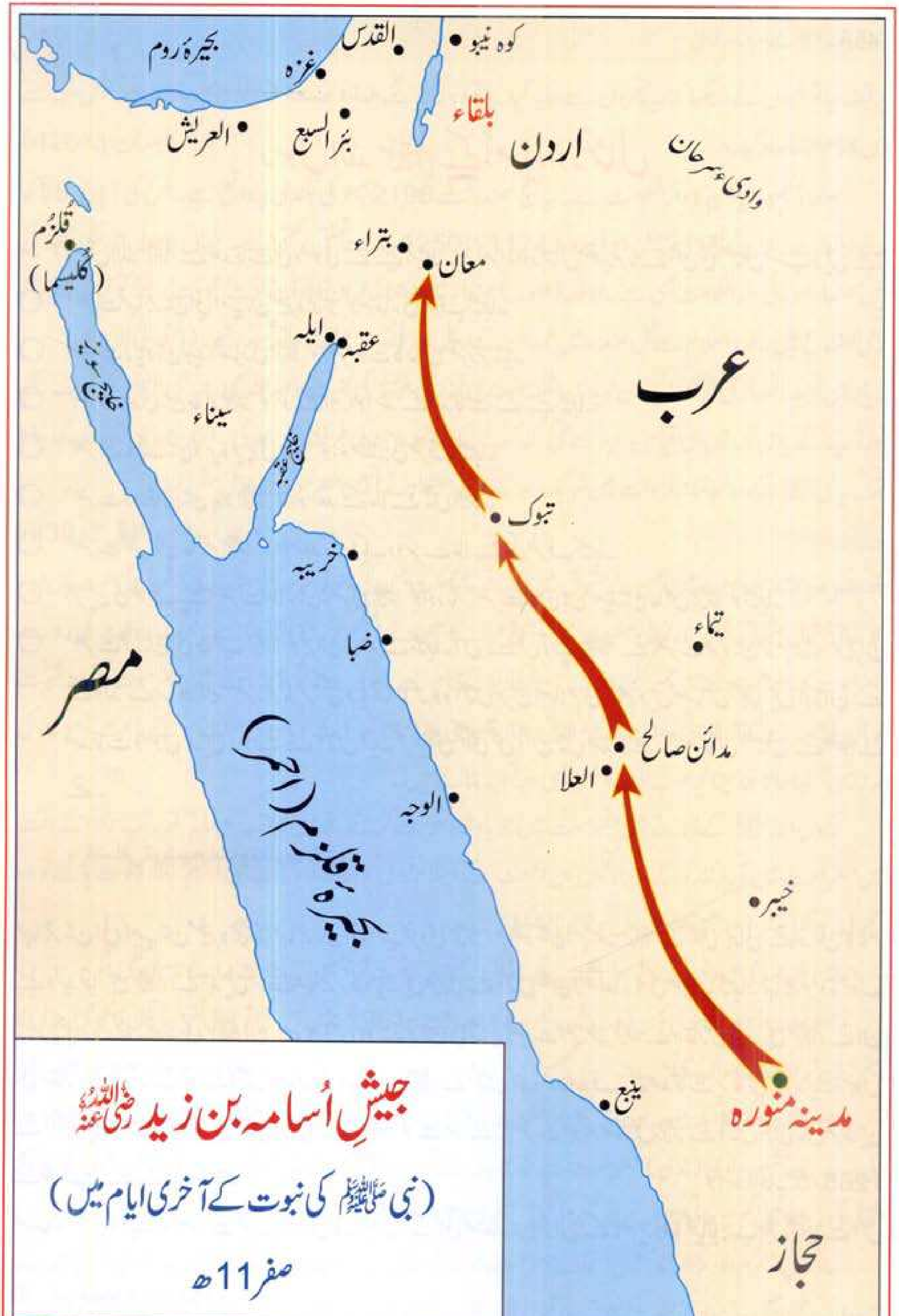
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما: اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی ہاشمی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد اور لقب حِبُّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہے۔ حضرت برکہ ام ایمن کے بطن سے پیدا ہوئے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں۔ والد زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور منہ بولے بیٹے تھے۔ آپ نے اسلام ہی میں آنکھ کھولی اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے کبھی ملوث نہیں ہوئے۔ بقول صاحب تہذیب التہذیب "آپ صرف اسلام جانتے تھے۔"

11ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس جیش کا سردار مقرر فرمایا جو موتہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

عہد فاروقی میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ مقرر کیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتراض ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے زیادہ عزیز تھے اور ان کا باپ تیرے باپ سے زیادہ عزیز تھا۔"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی وفات 54ھ میں ہوئی جب آپ جرف میں مقیم تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے 58ھ میں انتقال فرمایا۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، اسد الغابہ، الاصابہ، ابن سعد)

❀ نوٹ: حضرت موسیٰ نے کوہ نیبو ("کتاب مقدس" میں "نبو" لکھا ہے) کے دامن میں وفات پائی تھی اور بیت فغور (مئواب، اردن) کے مقابل دفن ہوئے۔


بحیرۂ روم
القدس
کوہ نیبو
غزہ
بلقاء
بئر السبع
العریش
اردن
وادی سرحان
قلزم
(کلیسما)
بتراء
معان
عقبہ
ایلہ
عرب
سیناء
تبوک
خریبہ
تیماء
ضبا
مصر
مدائن صالح
العلا
الوجہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
خیبر
ینبع
مدینہ منورہ
حجاز
جیشِ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
(نبی ﷺ کی نبوت کے آخری ایام میں)
صفر 11ھ

رسول اللہ ﷺ کے اُمراء اور عُمّال

رسول اللہ ﷺ نے صدقات کی وصولی کے لیے بہت سے اُمراء اور عُمّال مقرر فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- حضرت مہاجر بن ابی امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو صنعاء کی طرف بھیجا۔
- حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضر موت کا عامل مقرر فرمایا۔
- حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو بنو طے اور بنو اسد کے صدقات کے لیے بھیجا۔
- حضرت مالک بن نُویرہ یربوعی رضی اللہ عنہ کو بنو حنظلہ کی طرف بھیجا۔
- حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو بنو سعد کے علاقے میں بھیجا۔
- حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کو بنو سعد کے ایک دوسرے علاقے کی طرف بھیجا۔
- بحرین کی طرف پہلے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت ابان بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔
- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف بھیجا۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کے وفد کے ساتھ امیر مقرر فرما کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں، مسائل سمجھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی بھیجی تھی جس میں صدقات کے مسائل تفصیل سے لکھوائے تھے۔[1]

اضافی توضیحات و تشریحات

مہاجر بن ابی امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ: مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا نام پہلے ولید تھا، نبی ﷺ نے تبدیل کر کے مہاجر رکھ دیا۔ نبی ﷺ نے انہیں یمن (صنعاء) کی طرف بھیجا۔ مہاجر غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ نبی ﷺ ان سے ناراض ہوئے تو ان کی بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی۔ نبی ﷺ نے ان کی سفارش قبول کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ نبی ﷺ نے انہیں کندہ اور صدف کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔ انہوں نے ابھی اپنی ذمہ داری شروع نہیں کی تھی کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن میں مرتدین کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا۔ (اسد الغابہ: 265/5)

صنعاء: یمن کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کا نام اس کے بانی صنعاء بن ازال کے نام پر رکھا گیا یا جب اہل حبش نے اس

---

[1] ابن هشام: 182,179/4

پر قبضہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ پتھروں سے بنایا گیا ہے تو وہ کہنے لگے ھٰذِهٖ صَنْعَةٌ (یہ بڑی کاریگری ہے) اس وجہ سے اس کا نام صنعاء ہو گیا۔ (معجم البلدان: 3/426)

صنعاء: جمہوریہ یمن کا دارالحکومت ہے۔ یہ سطح سمندر سے 2196 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی آبادی 5 لاکھ سے زائد ہے۔ اس کی چوڑی فصیل ایوبی دور (1174ء تا 1250ء) سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں دسیوں تاریخی مسجدیں ہیں، صنعاء صوبائی دارالحکومت بھی ہے۔ محافظہ (صوبہ) صنعاء میں صنعاء، عمران، الجوف، حوث، محویت، رِیَحہ، کوکبان اور حراز نامی اضلاع ہیں۔ عہد اسلام سے قبل صنعاء میں غمدان کے دو محل اور قُلَّیس نامی گرجا مشہور تھے۔ (المنجد فی الاعلام)

زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ: زیاد بن لبید بن ثعلبہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ نبی ﷺ کی طرف گئے اور آپ کے پاس مکہ میں ہی قیام پذیر رہے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ انہیں مہاجر انصاری کہا جاتا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ نبی ﷺ نے انہیں حضر موت کا عامل مقرر کیا۔

(اسد الغابہ: 2/339)

حَضْرَمَوت: بلادِ عرب میں یمن کے مشرق میں ایک قدیم مملکت جس کی جنوبی سرحد پر سمندر ہے، مشرق کی سمت میں مہرہ کا علاقہ، شمال مشرق، شمال اور شمال مغرب میں وسطی عرب کا صحرائے اعظم (ربع الخالی) ہے۔ عرب روایت کی رو سے حضر موت کا نام حضر موت بن حمیر بن یعرب بن قحطان کے نام سے ماخوذ ہے۔ قدیم زمانے میں حضر موت کی وجہ شہرت لوبان کی وجہ سے تھی۔ یونانی روایت کے مطابق جہاں لوبان پیدا ہوتا تھا، اسے لوبان کی مہلک بو کے باعث "موت کی سرزمین" کہا جاتا تھا، چنانچہ عرب لغت نویس یہی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حضر موت میں جو بادشاہ حکومت کرتے تھے ان کا لقب "عباہلہ" تھا۔ آپ ﷺ کے وقت میں حضر موت میں آباد کندہ کے سردار قیس بن اشعث نے اسلام قبول کر لیا تھا اور جب نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے تو وہ منحرف ہو گیا، لیکن بعد میں جلد ہی اس پر قابو پا لیا گیا۔

بیسویں صدی عیسوی کے ربع اول تک یہ ملک ترکیہ کے زیر سیادت تھا، لیکن یہ سیادت برائے نام سی تھی۔

حضر موت جمہوریہ جنوبی یمن (اب متحدہ یمن) کا حصہ ہے۔ 1961ء میں اس کی آبادی تقریباً تین لاکھ تھی۔ اس کا اہم ترین شہر اور بندرگاہ اَلمُکَلّا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: جلد 8)

حضر موت یمن کا ایک صوبہ ہے جس کا دارالحکومت مُکَلّا ہے۔ اس کے دیگر شہر شحر، سیئون، تریم اور شبوہ ہیں۔ حضر موت کی سب سے مشہور وادی (ندی) حضر موت ہے جو سیحوت کے قریب بحیرۂ عرب میں گرتی ہے۔ دیگر ندیاں شمال میں ربع الخالی کی ریت میں گم ہو جاتی ہیں۔ یہاں گندم، مکئی، سمسم (Sesame) اور کپاس کی کاشت ہوتی ہے۔ (المنجد فی الاعلام)

عاد اولیٰ (قوم ہود علیہ السلام) کا مسکن احقاف حضر موت اور ربع الخالی کے درمیان واقع تھا۔ قوم نوح علیہ السلام کی طرح ان کے معبودانِ باطل بھی ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ یمن کے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً 200 کلومیٹر شمال کی جانب

حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام ہی سے مشہور ہے۔ علاوہ ازیں حضر موت میں کئی کھنڈر ایسے ہیں جو دار عاد کہلاتے ہیں۔ وادی برہوت نامی ریت کے وسیع و عریض سمندر میں کہیں قوم عاد کا وہ شہر دبا پڑا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اونچے اونچے ستونوں والا ایسا شہر ارم جیسا اور ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ (الفجر: 7،8) (ملخص اطلس القرآن اردو: ص56 تا 58)

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ: عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد الطائی' ابوطریف' نبی ﷺ کے صحابی' مشہور شاعر اور سخی حاتم طائی کے بیٹے اور اسی کی طرح پہلے عیسائی تھے۔ انہیں قبیلے کی سرداری اپنے باپ سے ورثے میں ملی۔ 9ھ میں اسلام قبول کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو قبیلہ اسد اور طے کے محاصل وصول کرنے پر مقرر کیا۔ انہوں نے عراق کی فتح میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے تقریباً 120 سال عمر پا کر 68ھ / 687ء میں وفات پائی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 13/13)

مالک بن نویرہ یربوعی رضی اللہ عنہ: مالک بن نویرہ بنو یربوع کا سردار تھا۔ یہ خاصا بڑا قبیلہ تھا۔ مالک سخاوت' مروت اور بالخصوص بہادری کی وجہ سے ہجرت نبوی سے پہلے ہی بہت مشہور ہو چکا تھا۔ مالک کے ہم عصر بہادری میں اسے لاثانی سمجھتے تھے چنانچہ کہتے: فَتًى وَلَا كَمَالِكٍ یعنی وہ بہادر تو ضرور ہے' لیکن مالک جیسا نہیں۔ یہ عربوں کے ہاں ایک مثل بن گئی تھی' تاہم اس کی شہرت کا اصلی سبب اس کی المناک موت سے پیدا شدہ تاثر اور اس کے بھائی متمم کے وہ مرثیے ہیں جو اس نے مالک کے متعلق کہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں تمیم کے دیگر اکابر کی معیت میں اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بنو تمیم کے صدقات اکٹھا کرنے کا کام سپرد کر دیا' یعنی آپ نے مالک کو اس کے اپنے علاقے کا والی اور عامل مقرر فرما دیا۔

بدقسمتی سے مالک فتنۂ ارتداد کی زد میں آ گئے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا اور مالک نے خالد رضی اللہ عنہ کی فوج کو اپنی فوج کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقتور دیکھا تو وہ جنگ کرنے سے باز رہا۔ اس نے اس بات کا یقین دلانے پر اطاعت کر لی کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور آخر میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کر دیا تاہم غلط فہمی کے باعث قیدیوں کو مالک رضی اللہ عنہ سمیت قتل کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حکم سمجھنے میں کچھ غلط فہمی ہوئی جس کی وجہ علاقائی زبانوں کا اختلاف تھا۔ (ملخص اسد الغابہ' الکامل فی التاریخ' سیرت ابن ہشام)

زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ: زبرقان بن بدر تمیمی سعدی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعیاش یا ابوشذرہ اور ان کا نام حصین تھا۔ ان کو زبرقان ان کے حسن کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ زبرقان کا معنی ہے چاند۔

یہ جاہلیت میں بھی بڑے سردار اور اسلام میں بھی بڑے عظیم المرتبہ تھے۔ بنو تمیم کے وفد میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے انہیں ان کی قوم بنی عوف کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کے عہدے پر بحال رکھا۔

(اسد الغابہ: 2/303، 304)

قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ: قیس بن عاصم بن سنان تمیمی منقری رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ ان کی ماں کا نام ام اسفر بنت خلیفہ تھا۔

قیس رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے وفد میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہجرت کے 9 ویں سال مسلمان ہوئے۔ جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: یہ دیہاتیوں کا سردار ہے۔ یہ انتہائی عقلمند اور حلیم تھے۔ احنف بن قیس سے پوچھا گیا تو نے حلم کس سے سیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا قیس بن عاصم سے۔ میں نے اسے دیکھا کہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا گردن میں تلوار ڈالے اپنی قوم کے افراد کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھا۔ اچانک اس کے پاس ایک مقتول اور ایک بندھا ہوا شخص لایا گیا۔ اس سے کہا گیا تیرے بھتیجے نے تیرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر نہ اس نے اپنے گھٹنے کھولے نہ کلام منقطع کیا۔ جب اس نے کلام مکمل کر لیا تو اپنے بھتیجے کی جانب متوجہ ہو کر کہا: تو نے انتہائی برا کام کیا ہے، اپنے رب کے ہاں گنہگار بنے ہو، قطع رحمی کی ہے، اپنے ہی چچا زاد کو قتل کیا ہے، اپنے اوپر ہی تیر چلایا ہے اور اپنی تعداد ہی کو کم کیا ہے۔ پھر اپنے دوسرے بیٹے سے کہا اپنے چچا زاد کے کندھے کھول دو، اپنے بھائی کو دفن کرو اور اپنی ماں کے پاس 100 اونٹ دِیت لے جاؤ۔

(اسد الغابہ: 4/411، 412)

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ: علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ تھا۔ یہ حضر موت کے رہنے والے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ نبی ﷺ نے انہیں بحرین کا والی مقرر کیا۔ یہ نبی ﷺ کی وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق نے اپنی تمام خلافت کے دوران میں انہیں برقرار رکھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کے عہدے پر برقرار رکھا۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ اس عامر بن الحضرمی کے بھائی تھے جو بدر والے دن کافروں کی جانب سے قتل ہوا۔ عمرو بن حضرمی بھی آپ کا بھائی تھا جو مشرکوں کا پہلا مقتول تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور اس کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ اہل بحرین کے مرتدین کے خلاف انہوں نے بڑا موثر حصہ لیا۔ آپ 14 ہجری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ 21 ہجری میں بحرین کے والی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابہ: 4/71)

ابان بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ: ابان بن سعید بن عاص قرشی اموی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہند یا صفیہ بنت مغیرہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے مسلمان ہوئے اور اس میں حاضر بھی ہوئے۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ بنا کہ وہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے۔ وہاں ایک راہب سے ملے اور اس سے نبی ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ راہب نے نبی ﷺ کی مکمل صفات بیان کرتے ہوئے کہا: ”اللہ کی قسم! وہ ضرور عرب پر غالب آئے گا، پھر ساری روئے زمین پر غالب آئے گا۔ اس نیک آدمی کو میرا سلام کہنا۔“ واپس آ کر ابان مسلمان ہو گئے۔ جب حدیبیہ والے دن نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تھا تو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہی نے انہیں پناہ فراہم کی تھی۔ نبی ﷺ نے انہیں بحرین کا والی مقرر کیا۔ ابان رضی اللہ عنہ نے معرکہ اجنادین میں شہادت پائی۔ (اسد الغابہ: 1/148 تا 150)

بحرین: زمانہ قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں اس نام کا اطلاق مشرقی عرب (موجودہ سعودی صوبہ الاحساء) پر ہوتا تھا جس میں القطیف اور الہجر کے نخلستان شامل ہیں۔ آگے چل کر یہ نام محض اس مجمع الجزائر کے لیے مخصوص ہو گیا جو ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ آج کل البحرین یا بحرین (خلیج فارس کی) ایک ریاست ہے جو جزیرہ نمائے قطر اور سعودی عرب کے درمیان واقع اسی نام کے ایک مجمع الجزائر پر مشتمل ہے۔ اس میں جزیروں کا ایک اور مجموعہ بھی شامل ہے جو قطر کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور جس کا سب سے بڑا جزیرہ حوار ہے۔ امارت بحرین کا سب سے بڑا جزیرہ عربی کے قدیم مآخذ میں اُوال یا اَوال اور آج کل البحرین کہلاتا ہے۔ یہ تقریباً 30 میل لمبا اور زیادہ سے زیادہ 12 میل چوڑا ہے۔ امارت بحرین کا دارالحکومت منامہ ہے۔

سُمیری دور میں جزائر بحرین کو دلمون یا دلمن کہا جاتا تھا۔ (المنجد فی الاعلام)

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ: عمرو بن حزم بن زید بن لوذان انصاری رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوضحاک تھی۔ غزوۂ خندق اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ نبی ﷺ نے انہیں نجران کا عامل مقرر کیا۔ آپ نے انہیں ایک کتاب لکھوا کر دی جس میں فرائض، زکوٰۃ اور خون بہا کی تفصیلات تھیں۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ: 4/202، 203)

❋ ❋ ❋


نبی ﷺ کے مقرر کردہ حکّام
برائے وصولیٔ زکوٰۃ وصدقات
فسطاط
قلزم
معان
ایلہ
عقبہ
سیناء
دومۃ الجندل
تبوک
صحرائے نفود کبریٰ
تیماء
مدائن صالح
خیبر
ینبع
مدینہ منورہ
علاء بن حضرمی
ابان بن سعید بن عاص
زبرقان بن بدر
مالک بن نویرہ
عمرو بن عاص
زیاد بن لبید
علی بن ابی طالب
عمرو بن حزم
مہاجر بن ابی امیہ
مصر
مکہ
جدہ
طائف
بحیرۂ قلزم
(احمر)
نوبیہ (سودان)
نجد
یمامہ
ابلہ
دارین
(موجودہ مملکت بحرین) دلمون
شیراز
بوشہر
فارس
بندر عباس
قشم
دبا
صحار
خلیج فارس
خلیج عمان
عُمان
الربع الخالی
مہرہ
حضرموت
نجران
مأرب
صنعاء
یمن
کہف خبان
مخا
تعز
عدن
خلیج عدن
بحیرۂ عرب

جھوٹے مدعیانِ نبوت

مُسیلمہ کذّاب: اس کا پورا نام ابو ثمامہ مُسیلمہ بن ثمامہ تھا۔ یہ بنو حنیفہ (یمامہ) کا جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا تھا۔ سن 9 ہجری میں جب مختلف وفود آئے تو یمامہ سے بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس گئے تو مسیلمہ مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور من گھڑت الہامات سنانے لگا۔ اس نے مسجّع و مُقفّع کلام بھی کہا۔ مسیلمہ نے ایک خط کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے نبوت اور حکومت میں شراکت کا سوال کیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تو معمولی سی چیز بھی دینے کو تیار نہیں ہوں اور تو نبوت میں حصہ مانگتا ہے!“

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے گیارہ لشکر ترتیب دیے تھے جن میں سے ایک لشکر عکرمہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ان کی پسپائی کے باعث خالد بن ولید اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا جنہوں نے زبردست جنگ میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔

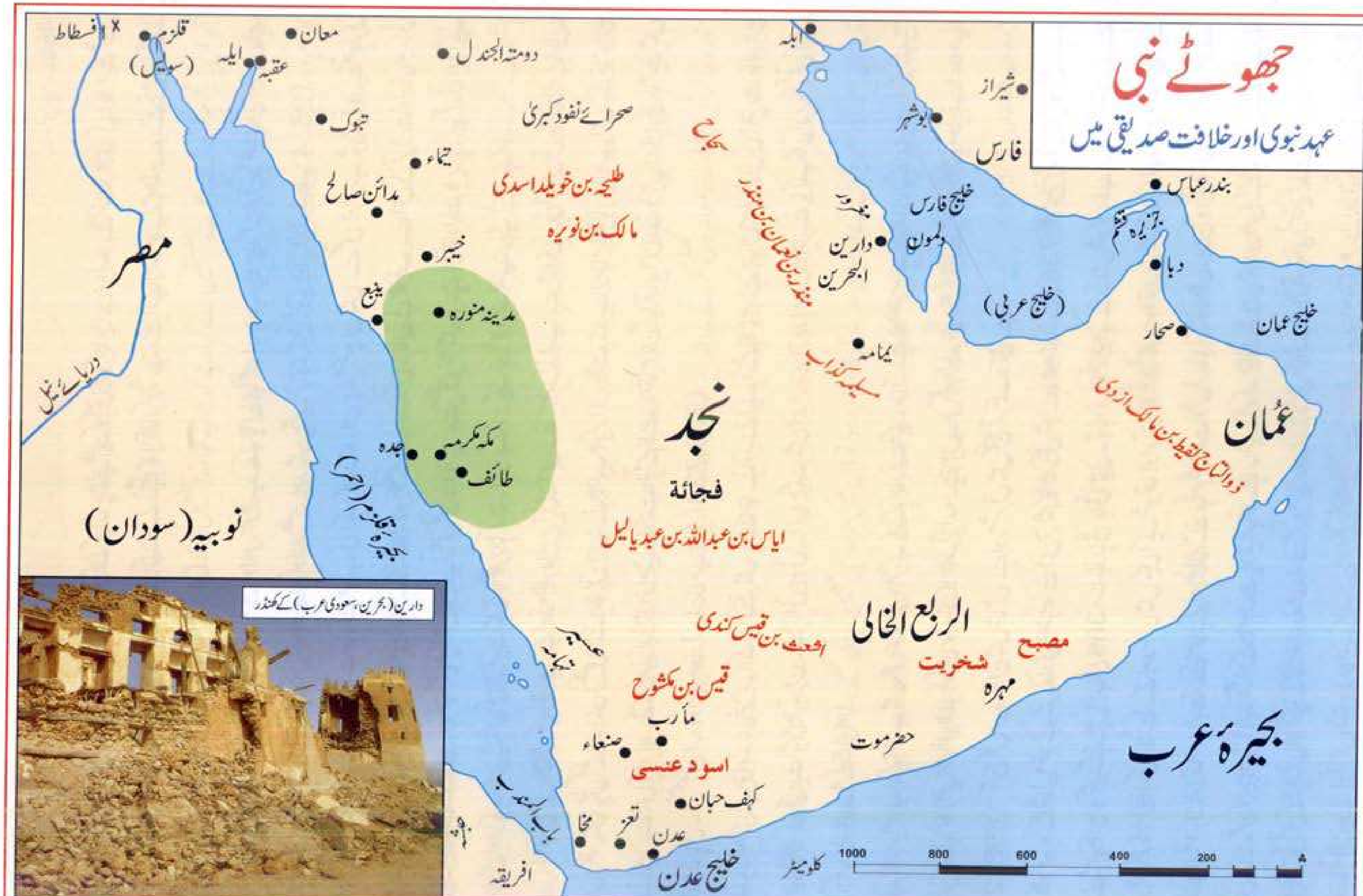
مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد اس کی قوم بنو حنیفہ نے صلح کی خاطر ہتھیار ڈال دیے۔ بنو حنیفہ کا سارا مال اور ہتھیار ضبط کر لیے گئے۔ شرائط صلح طے ہو چکی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ بنو حنیفہ کے تمام بالغ آدمی قتل کر دیے جائیں، لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ طے پانے کے بعد ایسا کرنے سے معذوری ظاہر کی، کیونکہ یہ بدعہدی کے مترادف تھا۔ مسلمانوں کا یہ طرز عمل دیکھ کر بنو حنیفہ نے اسلام قبول کر لیا۔

جنگ یمامہ میں بڑی خون ریزی ہوئی۔ فریقین کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ چھ سات سو مسلمان شہید ہوئے جن میں بعض اکابر اور نامور قراء اور حفاظ بھی شامل تھے...... جنگ یمامہ کی تاریخ بعض مؤرخوں نے 11ھ اور بعض نے 12ھ لکھی ہے۔ ابن کثیر نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ 11ھ میں شروع ہوئی اور 12ھ میں ختم ہوئی۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/134،138)

طُلَیحہ اسدی: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بنو اسد اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ ان کے لشکر کو، جو طُلَیحہ کذاب کے تحت مسلمانوں سے لڑنے نکلا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بُزاخہ پر 11ھ میں شکست دی جو بنو اسد یا بنو طے کے علاقہ نجد میں ایک کنواں ہے۔ اس لڑائی میں بنو طے کے ایک ہزار آدمی طلیحہ سے الگ ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے آملے تھے۔ طلیحہ کی مدد پر عُیینہ بن حصن اور غطفان کے قبیلہ فزارہ کے سات سو جوان بھی تھے جو بنو اسد کے پرانے حلیف تھے۔ خونریز لڑائی کے بعد عُیینہ نے جب دیکھا کہ طلیحہ جن پیغمبری قوتوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا وہ مسلمانوں کے مقابلے میں عملاً بیکار

جھوٹے نبی

عہد نبوی اور خلافت صدیقی میں



دارین (بحرین، سعودی عرب) کے کھنڈر

ثابت ہو رہی ہیں تو وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ چنانچہ طلیحہ کو بھی بھاگنا پڑا۔ بنو اسد نے خالد رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی۔ آس پاس کے قبائل' جیسے بنو عامر' جو جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے' اب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ (معجم البلدان: 1/408' طبری: 2/482)

طلیحہ شکست کھا کر شام کی طرف فرار ہوا اور بنو کلب کے پاس جا ٹھہرا۔ جب پتہ چلا کہ بنو اسد' غطفان اور بنو عامر مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ طلیحہ بعد میں جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔ (المنتظم: 4/25)

سجاح بنت حارث: سجاح بنت حارث عرب کی ایک کاہنہ اور ان چند متنبیوں میں سے تھی جو عرب میں ردّہ سے تھوڑی مدت پہلے یا اس کے دوران میں نمودار ہوئے تھے۔ وہ بنو تمیم میں سے تھی۔ ماں کی طرف سے اس کی قرابت داری عیسائی قبیلہ بنو تغلب سے تھی۔ وہ خود بھی عیسائی مذہب رکھتی تھی۔ وہ منبر سے مقفیٰ نثر میں اپنے اعتقادات کا پرچار کیا کرتی اور ایک منادی اور ایک حاجب اس کی خدمت میں حاضر رہا کرتا۔ اس کے نزدیک خدا کا ایک لقب ربُ السحاب تھا۔

سجاح' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منظر عام پر آئی۔ اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی تو اس کی ساری سرگرمیاں پس منظر میں چلی گئیں۔ ابن الکلبی کے مطابق اس نے تائب ہو کر اس وقت مذہب اسلام اختیار کیا جب اس کے خاندان نے بصرے میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا' جو بنو امیہ کے تحت بنو تمیم کا صدر مقام بن گیا تھا۔ اس نے وہیں اسلام کی حالت میں وفات پائی۔ (ملخص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/739,738)

البُطاح: یہ بنو اسد بن خزیمہ کے علاقے میں پائے جانے والے ایک چشمے کا نام ہے جہاں مسلمانوں کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مرتدین سے لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں ضرار بن ازور اسدی رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ (معجم البلدان: 1/445)

مَهْرة: یہ عرب کے جنوب میں بحر ہند (بحیرۂ عرب) کے کنارے ایک علاقہ ہے جو حضرموت اور ظفار کے درمیان واقع ہے۔ لیکن عرب جغرافیہ نگار خود ظفار کو بھی مہرہ ہی کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ (معجم البلدان: 5/234' اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/898) آج کل مہرہ، یمن میں شامل ہے اور مشرق میں خلیج قمر تک وسیع ہے۔

تریم: مہرہ کے شمال مغرب میں وادی حضرموت میں تریم کا تاریخی شہر ہے جو صنعاء سے 735 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ اسے مسجدوں کا شہر کہتے ہیں جہاں 365 مساجد پائی جاتی ہیں۔ آبادی 70 ہزار ہے۔ اس شہر کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن میں یہی ایک شہر تھا جو ارتداد کا شکار نہیں ہوا تھا۔ تریم کے دروازوں پر مرتدین سے فیصلہ کن معرکہ ہوا تھا اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا تھا اور اہل ایمان کو فتح ہوئی تھی۔ ان اصحاب النبی کے مدفن کو یہاں ''الشہداء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس شہر اور اس کے باسیوں کے لیے دعا بھی فرمائی تھی۔ (ارض الاحقاف کا سفر اور مشاہدات...... سید حامد عبدالرحمٰن الکاف بحوالہ قرآن انسٹی ٹیوٹ)

دُومة الجندل: یہ وادی سرحان کے سرے پر ایک نخلستان ہے۔ وادی سرحان سعودی عرب اور اردن میں جنوب مشرق

سے شمال مغرب کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سرے پر دومۃ الجندل اور دوسرے سرے پر حوران اور شام کا کوہستان ہے۔ دومۃ الجندل کا نخلستان ایک وسیع نشیبی زمین (الجوف) میں ہے جس کا طول تین میل' عرض آدھ میل اور گہرائی پانچ سوفٹ ہے۔ عرب مصنفین نے کہا ہے کہ جب تہامہ اسمٰعیل علیہ السلام کے کثیر التعداد گھرانوں کے لیے کافی چراگاہیں مہیا نہ کرسکا تو ان کا ایک فرزند ''دوم یا دومان یا دوما'' نامی ہجرت کرکے اس علاقے میں چلا آیا اور اسی کے نام پر اس علاقے کا نام دومہ پڑ گیا۔ اس نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا' جس کی وجہ سے اس کا نام دومۃ الجندل ہوگیا۔ قبل اسلام یہاں وَدّ بت کی پرستش ہوتی تھی۔

دومۃ الجندل کے باشندے بنوکلب کی شاخ بنوکنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اسے فتح کرنے کے لیے تین غزوات کیے: پہلا غزوہ 5ھ میں ہوا جس میں خود نبی ﷺ قائدالجیش تھے۔ اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا کیونکہ نخلستان کے باشندے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی تتر بتر ہوگئے تھے۔ دوسرا غزوہ 6ھ میں پیش آیا جس کے قائدالجیش حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سردار اَصبغ بن عمرو کلبی نے اسلام قبول کرلیا۔ تیسرے غزوے کی آنحضرت ﷺ نے تبوک سے تیاری کی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر بھیجا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل پر قبضہ کرلیا اور وہاں کی آبادی پر تاوان جنگ عائد کیا اور سردار اُکَیدر بن عبدالملک الکندی السکونی پر زور ڈالا کہ مدینہ منورہ جاکر نبی ﷺ سے معاہدہ صلح کرے۔ (فتوح البلدان' طبقات ابن سعد' معجم البلدان)

1855ء میں دومۃ الجندل' حائل کے تحت ایک ریاست بن گیا۔ 1909ء میں قبائل روالہ کے سردار نوری ابن شعلان اور 1920ء میں امیر شمّر نے اس پر قبضہ کرلیا اور آخر کار عبدالعزیز بن سعود نے اسے اپنی مملکت میں شامل کرلیا۔ نومبر 1925ء میں ابن سعود اور انگریزوں کے درمیان حد بندی کا معاہدہ ہوا تو اس میں سرحدیں معین کردی گئیں۔ اس وقت سے وادی سرحان مع دومۃ الجندل اور قُرَیّات الملح نجد (سعودی عرب) کا حصہ قرار پا گئے۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/473تا476)

المحققین: یہ شام کی سطح مرتفع میں واقع ہے جہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ (معجم البلدان: 2/305)

آٹھ ہجری میں نبی ﷺ نے العلاء بن عبداللہ الحضرمی کو اہل بحرین کو دعوت دینے کے لیے بھیجا کہ اسلام قبول کرلو یا جزیہ دینے پر آمادہ ہوجاؤ۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اہل بحرین نے ارتداد اختیار کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی بغاوت کا قلع قمع کیا۔ (معجم البلدان: 1/348)

بحرین: عہد نبوی میں اور اس کے بعد جزیرہ نمائے عرب کا مشرقی ساحل البحرین کہلاتا تھا جسے ان دنوں الاحساء (سعودی عرب) کہتے ہیں۔ معجم البلدان جلد اول میں لکھا ہے: ''یہ اس علاقے کا نام ہے جو بصرہ اور عُمان کے درمیان بحر ہند (خلیج فارس) کے ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔'' آج کل مملکت بحرین خلیج فارس کے چند جزائر پر مشتمل ہے جو قطر اور سعودی عرب کے درمیان واقع ہیں اور ان میں سب سے بڑا جزیرہ بھی بحرین کہلاتا ہے۔ اب سعودی ساحل (الخُبر) کو 35 کلومیٹر

لمبے سمندری پل کے ذریعے جزیرہ بحرین سے ملا دیا گیا ہے۔

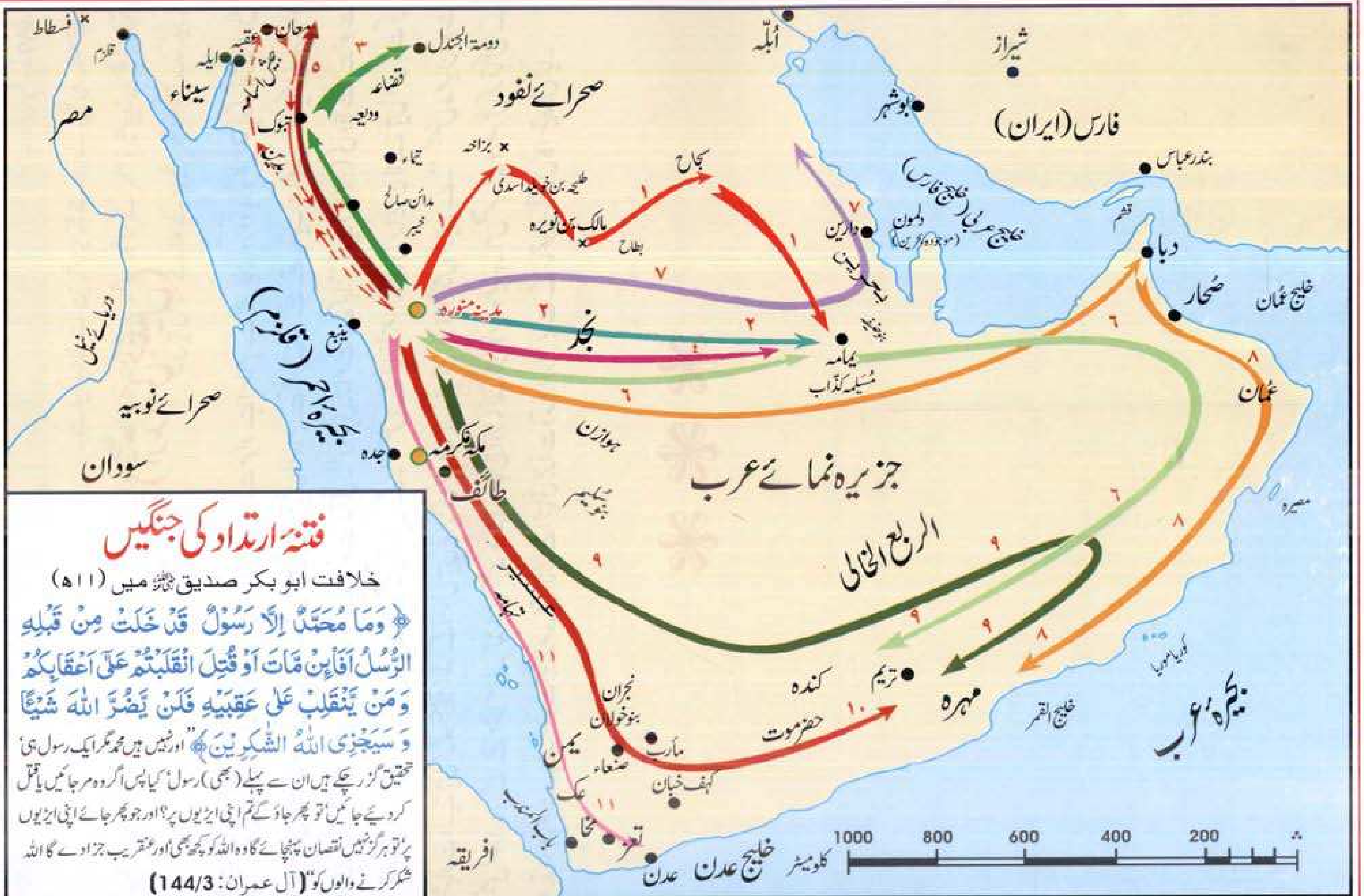
تہامۂ یمن: یہ بحیرۂ احمر کے ساتھ ساتھ باب المندب اور خلیج عدن تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں حدیدہ' مناخہ' بیت الفقیہ' زبید' عک' مخا اور تعز وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔

(اطلس العالم' مکتبہ لبنان' بیروت)

❋ ❋ ❋

حروب الرِّدة (ارتداد کی جنگیں)

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں الردہ یا ارتداد سے مراد ہے اسلام سے پھر جانا اور دوبارہ کفر اختیار کر لینا۔ تاریخ اسلام میں خلافت صدیقی کے زمانے میں بعض بدوی قبائل اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ ایک جماعت نے یہ کہہ کر ارتداد اختیار کیا کہ "اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو آپ کو موت نہ آتی۔" دوسری جماعت نے کہا: "آپ (ﷺ) کی وفات سے نبوت ختم ہو گئی' اس لیے ہم اب کسی کی اطاعت نہیں کریں گے۔" بعض نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں' اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' نماز بھی پڑھتے ہیں' مگر ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔" بعض مدعیان نبوت بھی نمودار ہو گئے تھے' مثلاً مُسیلمہ کذّاب' طُلیحہ اسدی' سجاح اور مالک بن نویرہ وغیرہ۔ اس قسم کے عناصر مل کر قبائل کے ارتداد کا باعث بنے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتہائی جرأت وتدبر اور عزیمت کے ساتھ ان فتنوں کا استیصال کیا۔



فتنۂ ارتداد کی جنگیں

خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں (۱۱ھ)

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ ”اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی، تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے (بھی) رسول، کیا پس اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو پھر جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں پر؟ اور جو پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز نہیں نقصان پہنچائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی اور عنقریب جزا دے گا اللہ شکر کرنے والوں کو“ (آل عمران: 144/3)

فتنۂ ارتداد کی جنگیں

گیارہ لشکروں کی تفصیل (نمبر شمار اور نقشہ کی مدد سے)

نمبر شمار	امیر لشکر	لشکر کی سمت
۱	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	ان کو بزاخہ کی طرف بھیجا گیا جہاں طلحہ بن خویلد اسدی موجود تھا۔ پھر وہ بطاح گئے جہاں مالک بن نویرہ کی سرکوبی مقصود تھی۔ پھر یمامہ گئے جہاں مسیلمہ کذاب کا مرکز تھا۔
۲	حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل	پہلے یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لیے گئے۔ان کو احتیاطاً بھیجا گیا تھا تاکہ یمامہ میں بڑی جنگ کے لیے تیاری کی جاسکے۔اصل معرکہ حضرت خالد بن ولید کے ذمے تھا۔حضرت عکرمہ کے ساتھ دو ہزار جنگجو تھے۔پھر وہ یمامہ کی طرف گئے جہاں ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کی سرکوبی مقصود تھی۔
۳	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	یہ تبوک اور دومۃ الجندل گئے جہاں قضاعۃ، ودیعہ اور حارث کے قبائل تھے۔
٤	شُرَحْبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ	یہ حضرت عکرمہ کے بعد احتیاطاً یمامہ بھیجے گئے تاکہ مسیلمہ کذاب سے فیصلہ کن لڑائی لڑی جاسکے۔ پھر وہ حضرموت گئے۔
۵	خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما	انہیں شامی سرحد پر حمقتین کی طرف بھیجا گیا۔
٦	طریفہ بن حاجز رضی اللہ عنہ	انہیں مکہ اور مدینہ کے مشرق میں ہوازن اور بنوسلیم کی سرکوبی کے لیے بھیجا
۷	علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	انہیں بحرین کی طرف بھیجا گیا جہاں مغرور منذر بن نعمان بن منذر کی سرکوبی مقصود تھی۔
۸	حذیفہ بن محصن قلعانی رضی اللہ عنہ	ان کو عمان میں ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کی طرف بھیجا گیا، پھر وہ مہرہ، حضرموت اور یمن گئے۔
۹	عرفجہ بن ہرثمہ بارقی رضی اللہ عنہ	ان کو پہلے عمان، پھر مہرہ، حضرموت اور یمن بھیجا گیا۔
۱۰	مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ	ان کو یمن بھیجا گیا جہاں اسود عنسی کے کچھ حامی باقی تھے۔ پھر انہیں کندہ اور حضرموت کی طرف بھیجا گیا۔
۱۱	سُوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ	انہیں تہامہ (یمن) اور بحر احمر کے ساحل کی طرف بھیجا گیا۔

حدیث

تدوینِ حدیث ___ مراتبِ حدیث

اصولِ ستّہ اور ان کے مُؤلّفین

علمی سفر کے نقشوں کی تفصیلات

حدیث نبوی کی تعریف وتدوین اور مراتب حدیث

لغت میں صحیح سے مراد وہ چیز ہے جو ہر عیب اور شک وریب سے محفوظ ہو نیز تمام نقائص اور بیماریوں سے پاک ہو۔ علم اصول حدیث کے لحاظ سے صحیح مقبول حدیث کو کہا جاتا ہے۔ اس کے مقابل ضعیف حدیث ہوتی ہے جسے مردود کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان حسن حدیث ہوتی ہے جس میں صحت کے اعتبارات کے ساتھ ضبط کی کمزوری ظاہر ہوتی ہو۔

علمائے اصول حدیث کے نزدیک صحیح حدیث کی تعریف یوں ہے: ما نقله عدل تام الضبط عن مثله متصل السند غير معلل ولا شاذ.

''وہ حدیث (اور حدیث بول کر عموماً مرفوع حدیث مراد لی جاتی ہے) جس کی سند متصل ہو اور پورے ضبط کا حامل اپنے جیسے ثقہ سے بیان کرے اور سند آخر تک متصل ہو نیز وہ شذوذ اور علت سے محفوظ ہو۔''

''مرفوع'' سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو۔ ''شذوذ'' سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کے تمام راوی عادل اور مضبوط حافظے کے مالک ہوں' نیز راوی اپنے سے زیادہ ثقہ اور معتبر راویوں کی روایت کی مخالفت نہ کرتا ہو۔ ''علت'' سے مراد کوئی خفیہ عیب یا خلل ہے۔ بسا اوقات ایک حدیث ظاہراً عیوب سے پاک ہوتی ہے لیکن اس میں کوئی پوشیدہ عیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی روایت بھی صحیح نہیں ہوتی۔ ①

جب کسی روایت کے بارے میں "متفق علیہ" یا "رواہ الشیخان" کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اسے امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ جب دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی سے مروی ہوں تو ''متفق علیہ'' ورنہ ''رواہ الشیخان'' لکھا جاتا ہے۔

صحیح حدیث کے سات مرتبے ہیں:

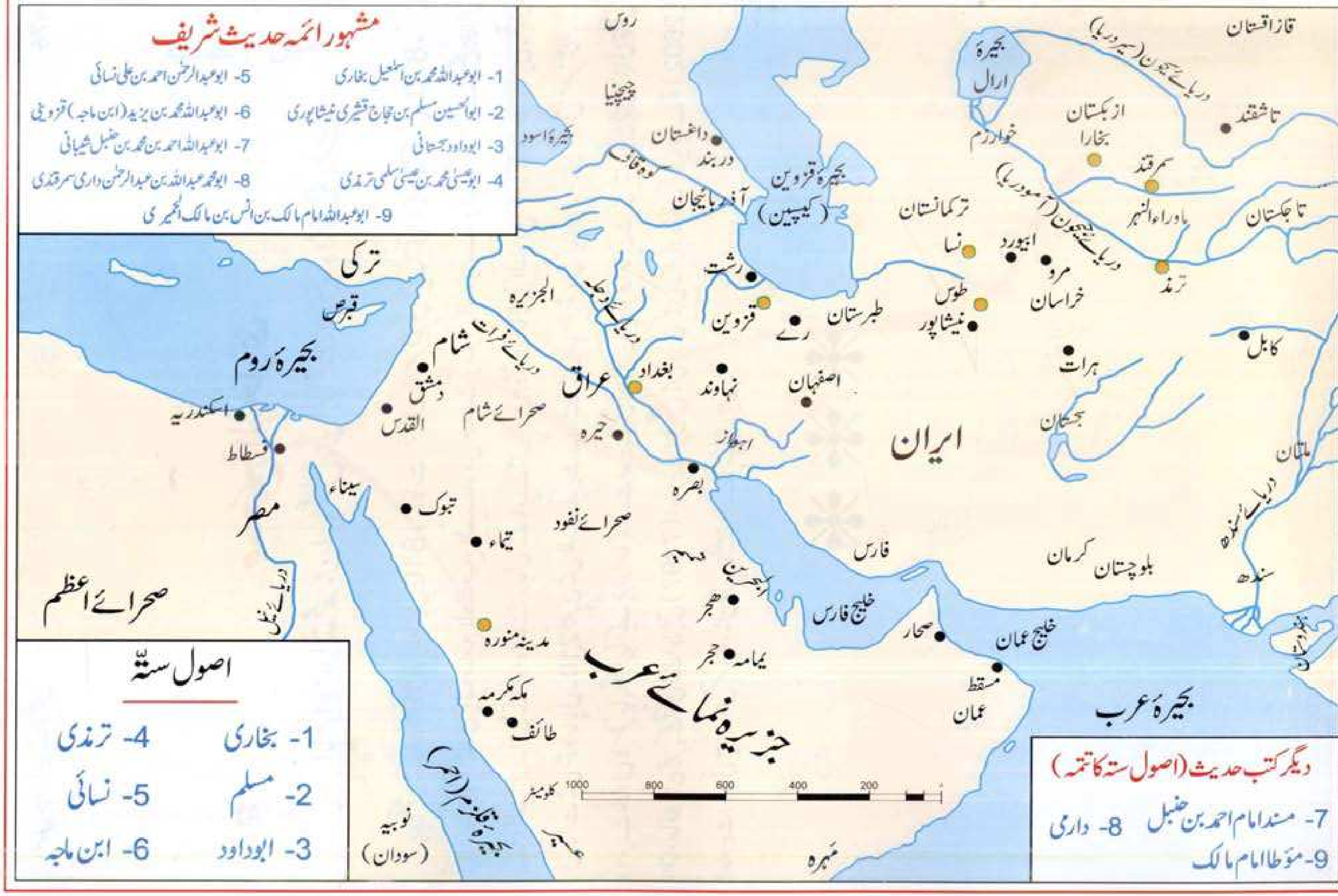
1- سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ دونوں بیان کریں۔
2- جس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ بیان فرمائیں۔
3- جس روایت کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ بیان فرمائیں۔
4- جو حدیث امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ دونوں کی شرائط پر پوری اترتی ہو مگر انہوں نے اسے بیان نہ کیا ہو۔
5- جو حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہو مگر انہوں نے اسے بیان نہ کیا ہو۔
6- جو حدیث صرف امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہو مگر انہوں نے اسے بیان نہ کیا ہو۔
7- وہ صحیح حدیث جسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کے بجائے دوسرے ائمہ میں سے کسی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہو نیز وہ

① القاموس الاسلامی: 253/4

بخاری و مسلم میں سے کسی کی شرط کے مطابق نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے صحابہ کو جو اچھی طرح کتابت جانتے تھے' حدیث لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اسی طرح ان صحابہ کو بھی لکھنے کی اجازت عطا فرمائی جو زبانی حفظ کرنے پر اچھی طرح قدرت نہ رکھتے تھے۔ پھر کتابتِ حدیث عام ہوگئی کیونکہ کتابت کا دور آ گیا' اسی لیے بے شمار تابعین حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے احادیث لکھا کرتے تھے۔

- حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے کئی مجموعے موجود تھے۔
- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ' جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے' کے پاس بھی بکثرت احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔
- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے "**صحیفہ 'صادقہ**" رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مدون فرمایا تھا۔
- حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا صحیفہ دورِ صحابہ میں مدوّن ہوا۔ اس کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کے دور ہی میں مدون ہوگیا تھا۔
- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور حکومت (99 تا 101 ہجری) میں مدینہ منورہ کے علماء کو لکھا: "رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو تلاش کر وا ور لکھو۔ مجھے خطرہ ہے کہیں اہل علم کی رحلت سے علم مٹ ہی نہ جائے۔"
- حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا حکم دیا تو ہم نے کئی نسخے تیار کیے اور انہوں نے اپنی حدود مملکت میں وہ نسخے ایک ایک کر کے بھیج دیے۔"



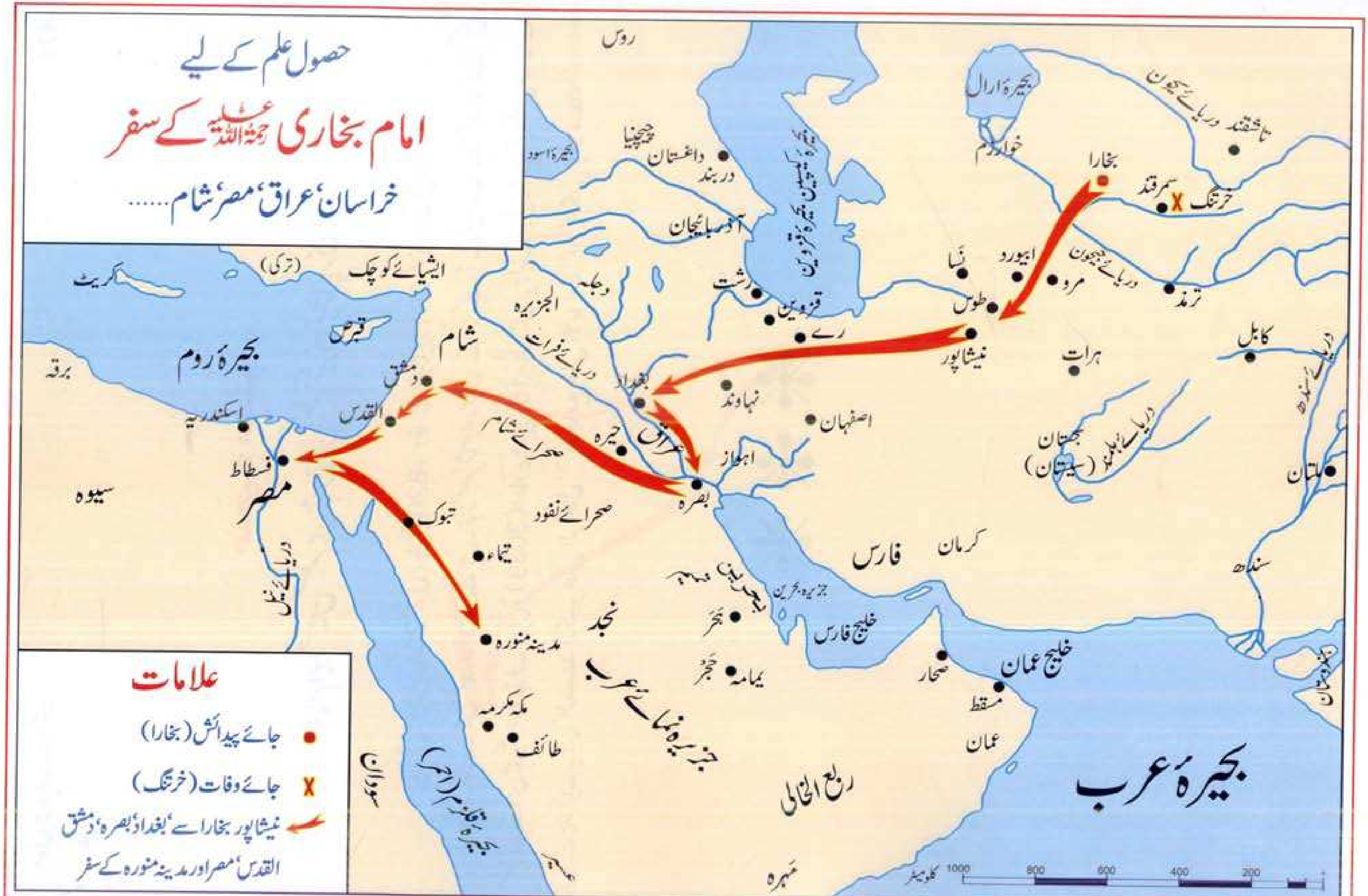
مشہور ائمہ حدیث شریف
1- ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری
2- ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری
3- ابوداود سجستانی
4- ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سلمی ترمذی
5- ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی نسائی
6- ابوعبداللہ محمد بن یزید (ابن ماجہ) قزوینی
7- ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی
8- ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی
9- ابوعبداللہ امام مالک بن انس بن مالک الحمیری
اصول ستّہ
1- بخاری
2- مسلم
3- ابوداود
4- ترمذی
5- نسائی
6- ابن ماجہ
دیگر کتب حدیث (اصول ستہ کا تتمہ)
7- مسند امام احمد بن حنبل
8- دارمی
9- مؤطا امام مالک
روس
قازاقستان
بحیرۂ ارال
چیچنیا
داغستان
دربند
بحیرۂ اسود
بحیرۂ قزوین (کیسپین)
آذربائیجان
خوارزم
ازبکستان
بخارا
سمرقند
تاشقند
ترکمانستان
ماوراءالنہر
تاجکستان
نسا
ابیورد
مرو
ترمذ
طوس
نیشاپور
خراسان
رشت
قزوین
رے
طبرستان
کابل
ہرات
بغداد
نہاوند
اصفہان
ایران
ترکی
قبرص
بحیرۂ روم
شام
دمشق
القدس
صحرائے شام
عراق
الجزیرہ
حیرہ
اسکندریہ
فسطاط
مصر
بصرہ
سیناء
تبوک
تیماء
صحرائے نفود
فارس
کرمان
بلوچستان
ملتان
سندھ
خلیج فارس
ہجر
یمامہ
صحار
خلیج عمان
مسقط
عمان
بحیرۂ عرب
صحرائے اعظم
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
نوبیہ
(سوڈان)
مہرہ
کلومیٹر
1000 800 600 400 200

صحیح البخاری

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری رحمہ اللہ

پیدائش: بخارا194ھ بمطابق 810ء **وفات:** خرتنگ (سمرقند کی ایک بستی) 256ہجری/870ء

شیخ الاسلام امام بخاری "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول الله و سننه وأیامه" معروف بہ صحیح بخاری کے مؤلف ہیں۔اس کے علاوہ اسمائے رجال کے بارے میں ان کی دو مشہور کتابیں "التاریخ" اور "الضعفاء" ہیں۔یتیمی کی حالت میں نشو ونما پائی۔210ہجری میں طلب حدیث کے سلسلے میں لمبا سفر شروع کیا اور خراسان، عراق، مصر، شام اور دوسرے علاقوں کا سفر کیا۔تقریباً ایک ہزار اساتذہ سے حدیث سنی اور تقریباً چھ لاکھ احادیث جمع کیں جن میں انتہائی قابل اعتماد حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق (7397) احادیث اپنی صحیح میں درج کیں۔تکرار حذف کر دیا جائے تو (2602) احادیث رہ جاتی ہیں۔اس قسم کی اولین کتاب لکھنے والے آپ ہی ہیں۔



حصول علم کے لیے
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
خراسان، عراق، مصر، شام......
علامات
جائے پیدائش (بخارا)
جائے وفات (خرتنگ)
نیشاپور بخارا سے بغداد، بصرہ، دمشق القدس، مصر اور مدینہ منورہ کے سفر
روس
بحیرۂ ارال
دریائے سیحون
تاشقند
خوارزم
بخارا
سمرقند
خرتنگ
داغستان
دربند
آذربائیجان
بحیرۂ اسود
ایشیائے کوچک
(ترکی)
کریٹ
قبرص
بحیرۂ روم
برقہ
اسکندریہ
فسطاط
مصر
سیوہ
شام
دمشق
القدس
الجزیرہ
دجلہ
دریائے فرات
صحرائے شام
حیرہ
بغداد
عراق
بصرہ
اہواز
نہاوند
اصفہان
رشت
قزوین
رے
نسا
ابیورد
مرو
دریائے جیحون
ترمذ
طوس
نیشاپور
ہرات
کابل
سجستان (سیستان)
ملتان
سندھ
کرمان
فارس
خلیج فارس
جزیرہ بحرین
تبوک
صحرائے نفود
تیماء
نجد
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
یمامہ
حجر
ربع الخالی
صحار
مسقط
عمان
خلیج عمان
مہرہ
بحیرۂ عرب
سوڈان
کلومیٹر
1000
800
600
400
200

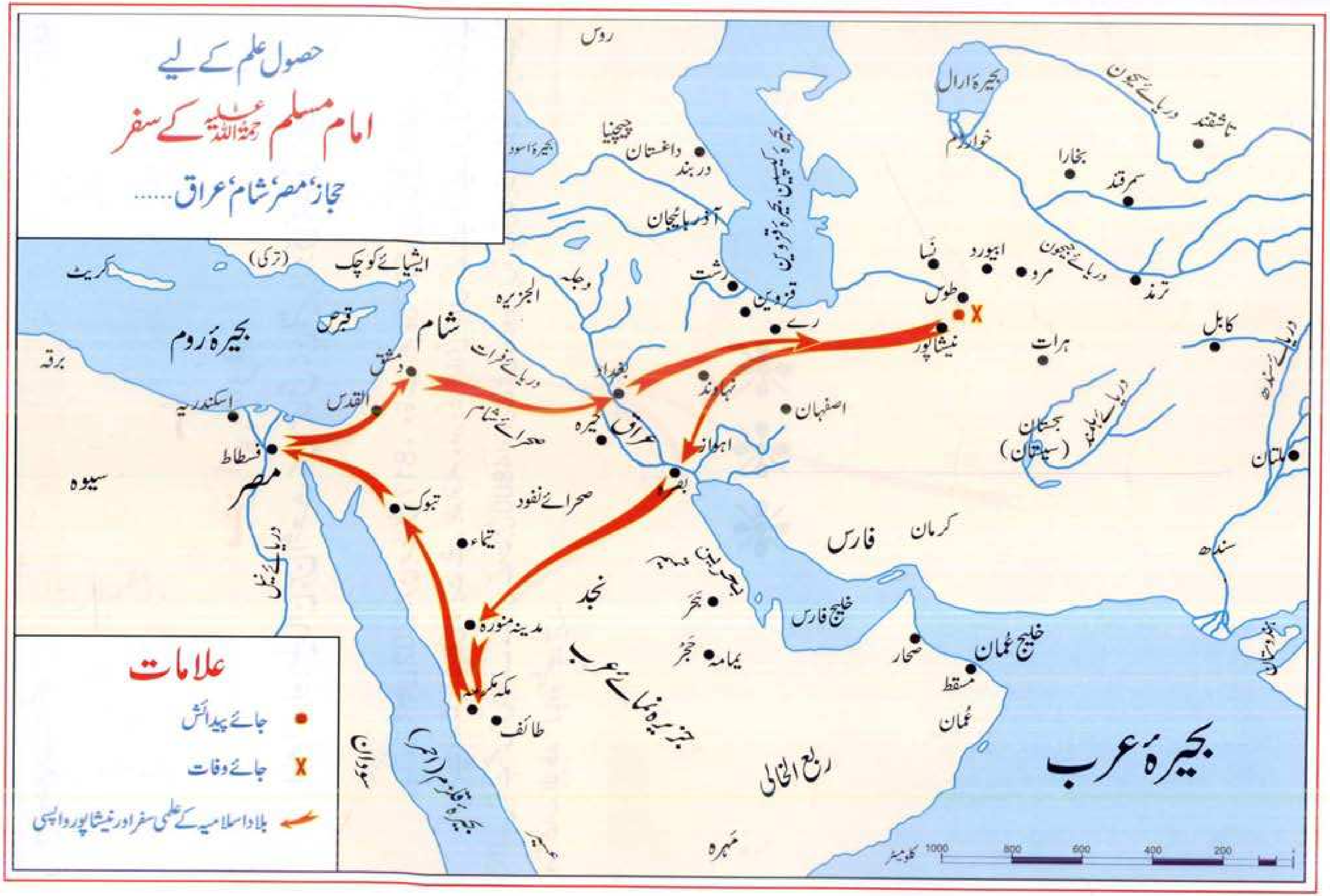
صحیح مسلم

امام ابوالحسین مسلم بن حجّاج بن مسلم قشیری نیشاپوری رحمہ اللہ

پیدائش: نیشاپور 204 ہجری بمطابق 820ء **وفات:** نیشاپور 261 ہجری بمطابق 875ء

آپ ائمہ حدیث میں مشہور حافظ حدیث ہیں۔ حجاز، مصر، شام اور عراق کے سفر کیے۔ آپ کی سب سے مشہور تالیف ''صحیح مسلم'' ہے۔ اس میں تکرار کو حذف کریں تو (3033) احادیث ہیں، 15 سال میں یہ تالیف ہوئی۔ آپ کی اکیس مؤلفات میں سے چند ایک یہ ہیں ''المسند الکبیر علی الرجال'' ''الجامع علی الأبواب'' اور ''الکنیٰ والاسماء''۔

❋ ❋ ❋


حصولِ علم کے لیے
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
حجاز، مصر، شام، عراق......
علامات
جائے پیدائش
جائے وفات
بلادِ اسلامیہ کے علمی سفر اور نیشاپور واپسی
بحیرۂ روم
بحیرۂ عرب
بحیرۂ اسود
بحیرۂ ارال
بحیرۂ کیسپین بحیرۂ قزوین
خلیج فارس
خلیج عمان
روس
کریت
قبرص
(ترکی)
ایشیائے کوچک
شام
الجزیرہ
دجلہ
دریائے فرات
صحرائے شام
عراق
آذربائیجان
داغستان
چیچنیا
دربند
رشت
قزوین
رے
نیشاپور
طوس
نسا
ابیورد
مرو
ترمذ
دریائے جیحون
خوارزم
بخارا
سمرقند
تاشقند
ہرات
کابل
دریائے سندھ
ملتان
سندھ
کرمان
فارس
اصفہان
نہاوند
بغداد
اہواز
بصرہ
حیرہ
دمشق
القدس
اسکندریہ
برقہ
فسطاط
مصر
سیوہ
دریائے نیل
تبوک
تیماء
صحرائے نفود
نجد
بحرین
ہجر
یمامہ
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
صحار
مسقط
عمان
مہرہ
سوڈان
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
جستان (سیستان)
کلومیٹر
1000
800
600
400
200

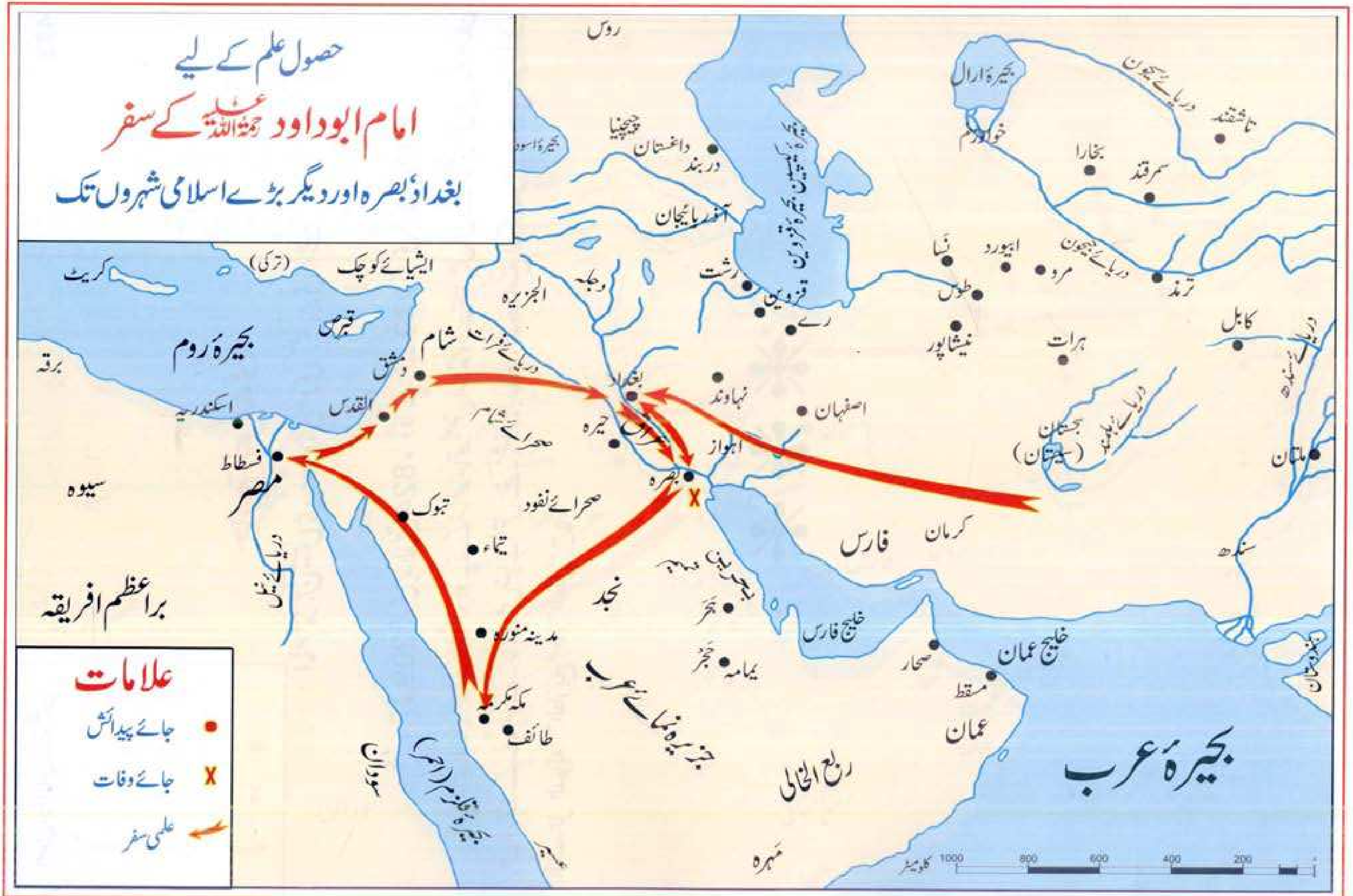
سنن ابی داود

امام ابوداود سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی رحمہ اللہ

پیدائش: سجستان 202 ہجری بمطابق 817ء **وفات:** بصرہ 275 ہجری بمطابق 889ء

آپ اپنے دور میں امام اہل حدیث تھے۔ بغداد، بصرہ اور دیگر اسلامی شہروں کے لمبے سفر کیے۔ ان کی مشہور کتاب ''السنن'' ہے جس میں مصنف کے قول کے مطابق 4800 احادیث ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی تالیفات میں ''المراسیل'' اور ''کتاب الزھد'' زیادہ مشہور ہیں۔

حصول علم کے لیے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
بغداد، بصرہ اور دیگر بڑے اسلامی شہروں تک

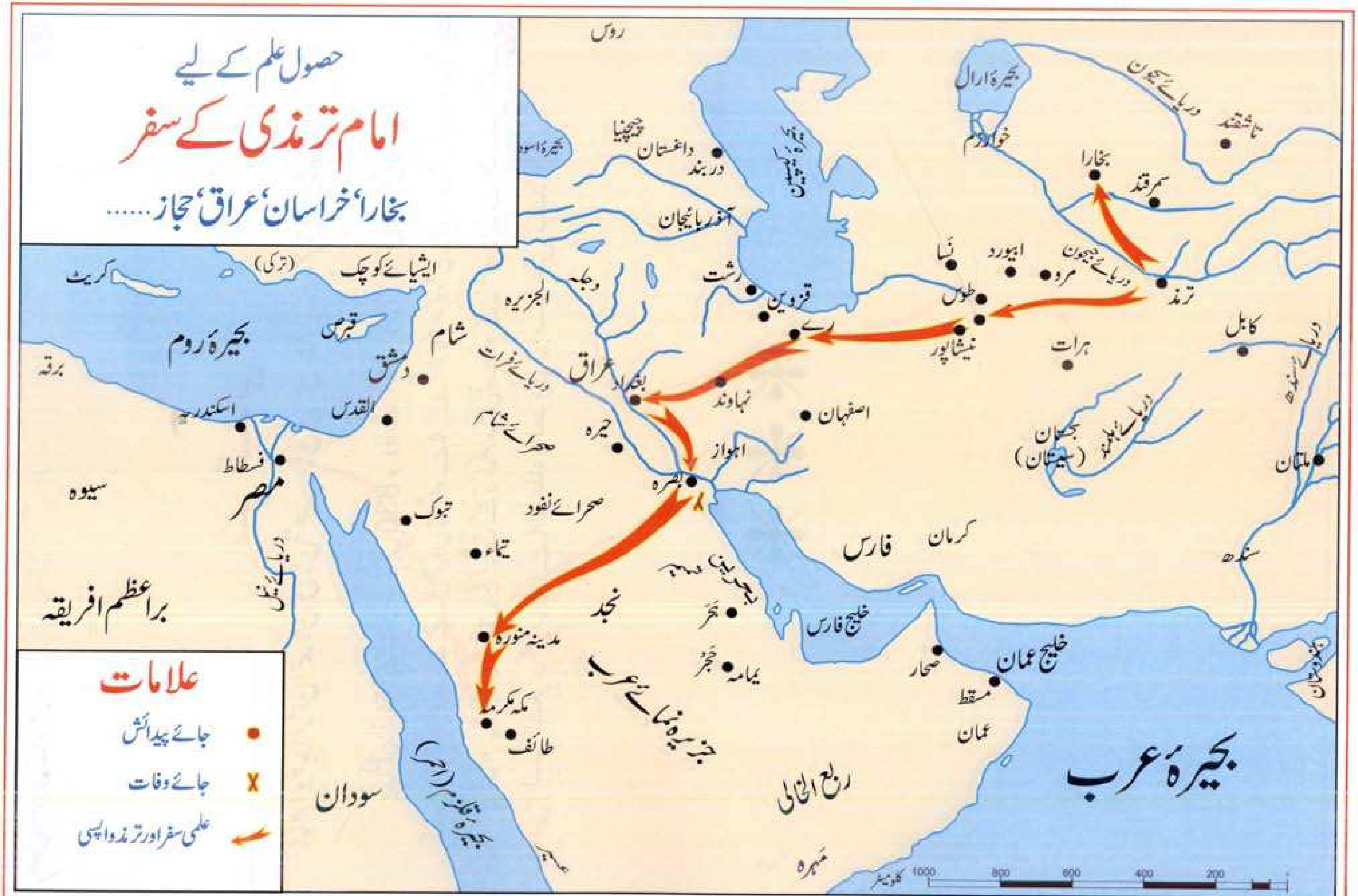


جامع الترمذی

امام محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ اسلمی بوغی رحمہ اللہ

پیدائش: ترمذ 209 ہجری بمطابق 824ء **وفات:** ترمذ 279 ہجری بمطابق 892ء

آپ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ بعض اساتذہ سے تلمذ میں ان کے ساتھی بھی ہیں۔ خراسان، عراق اور حجاز کے لمبے سفر کیے۔ حافظے میں ضرب المثل تھے۔ مشہور تالیفات "الجامع الکبیر" (صحیح ترمذی) "الشمائل النبویہ" "التاریخ" اور "العلل" ہیں۔



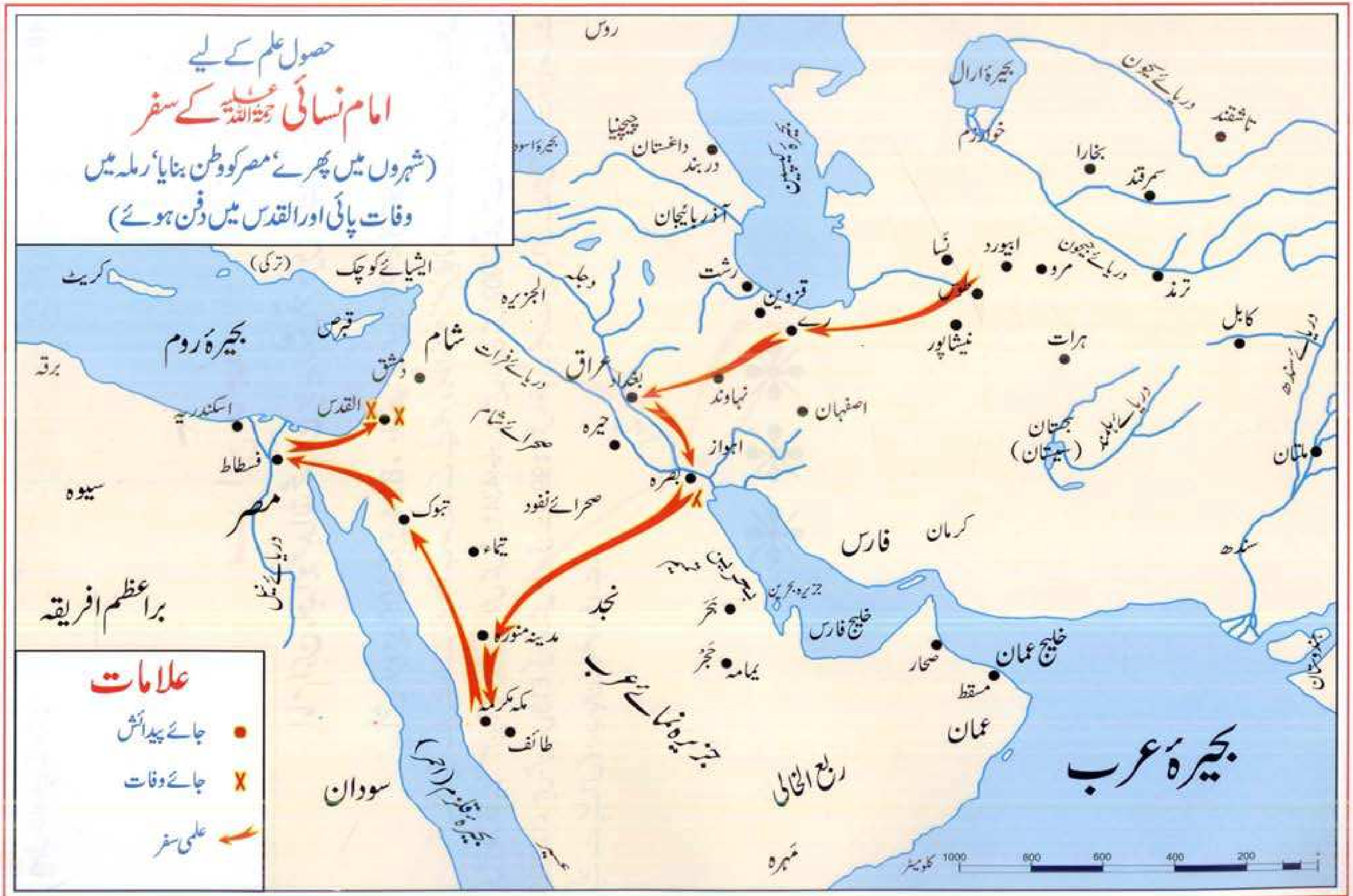
حصول علم کے لیے
امام ترمذی کے سفر
بخارا، خراسان، عراق، حجاز......
علامات
جائے پیدائش
جائے وفات
علمی سفر اور ترمذ واپسی
بحیرۂ روم
بحیرۂ عرب
خلیج فارس
خلیج عمان
بحیرۂ اسود
بحیرۂ ارال
بحیرۂ کیسپین
بحیرۂ قلزم (احمر)
براعظم افریقہ
مصر
سیوہ
فسطاط
اسکندریہ
برقہ
کریٹ
قبرص
ایشیائے کوچک
(ترکی)
روس
شام
دمشق
القدس
تبوک
تیماء
صحرائے شام
صحرائے نفود
دریائے فرات
الجزیرہ
دجلہ
عراق
بغداد
حیرہ
بصرہ
اہواز
نہاوند
اصفہان
رے
قزوین
رشت
آذربائیجان
داغستان
دربند
چیچنیا
نیشاپور
طوس
نسا
ابیورد
مرو
ہرات
دریائے جیحون
ترمذ
سمرقند
بخارا
خوارزم
تاشقند
کابل
ملتان
سندھ
سجستان (سیستان)
کرمان
فارس
نجد
بحرین
ہجر
حجر
یمامہ
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
صحار
مسقط
عمان
مہرہ
سوڈان
1000
800
600
400
200
کلومیٹر

سنن النسائی

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار نسائی رحمہ اللہ

پیدائش: نسا 215 ہجری بمطابق 830ء **وفات:** القدس 303 ہجری بمطابق 915ء

آپ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ کئی شہروں میں گھومے پھرے۔ آخر کار مصر کو وطن بنالیا۔ رملہ میں فوت ہوئے ''بیت المقدس'' میں دفن ہوئے۔ بعض کہتے ہیں حج کرنے گئے تو مکہ مکرمہ میں فوت ہوگئے۔ مشہور تالیفات: السنن الکبریٰ، ''المجتبیٰ''(السنن الصغری بھی کہا جاتا ہے)الضعفاء والمتروکون، مسند علی، مسند مالک.

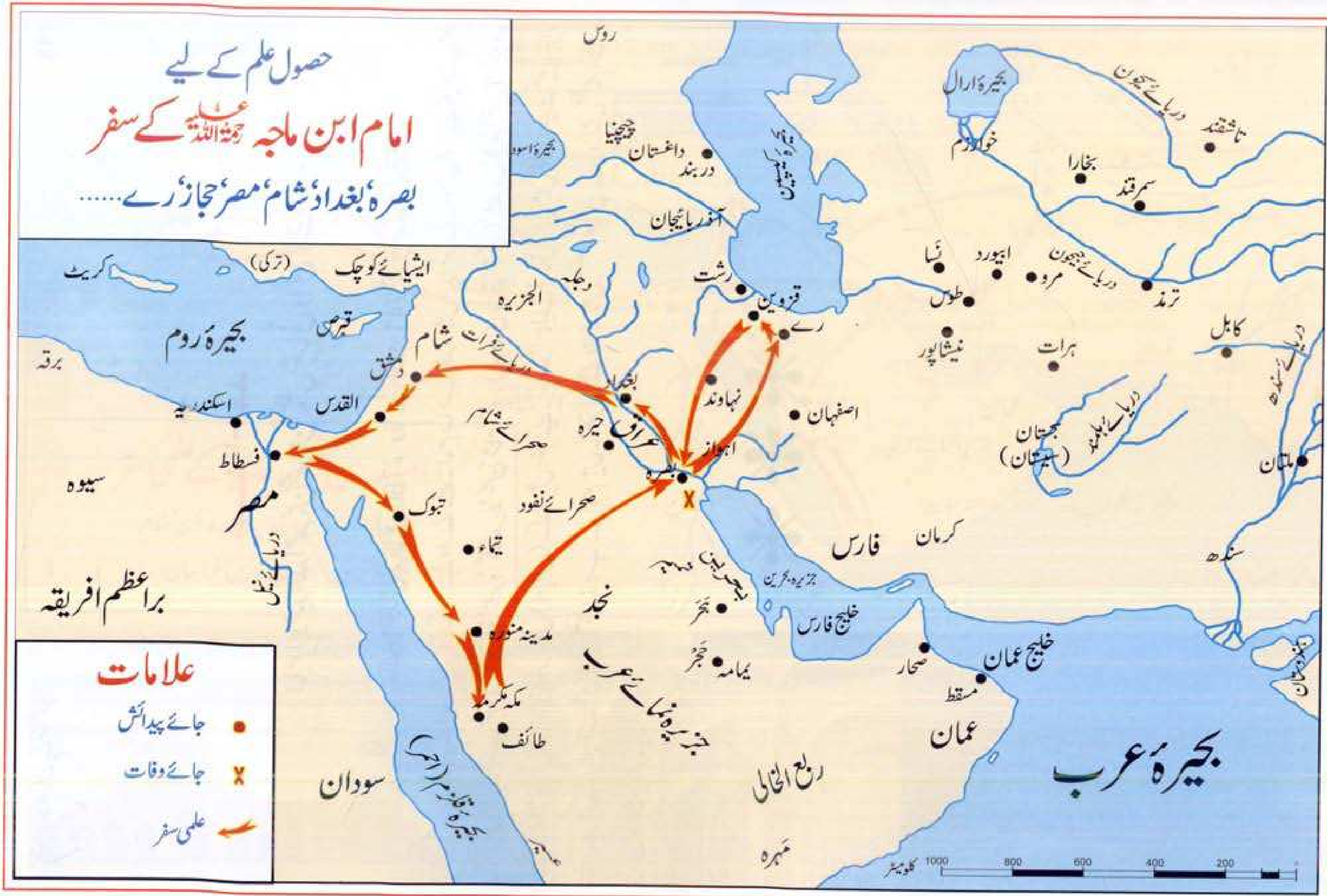

حصول علم کے لیے
امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
(شہروں میں پھرے، مصر کو وطن بنایا، رملہ میں وفات پائی اور القدس میں دفن ہوئے)
علامات
جائے پیدائش
جائے وفات
علمی سفر
بحیرۂ روم
بحیرۂ عرب
خلیج فارس
خلیج عمان
بحیرۂ ارال
شام
عراق
فارس
نجد
مصر
سودان
عمان
بر اعظم افریقہ
جزیرہ نمائے عرب
ربع الخالی
ایشیائے کوچک
(ترکی)
قبرص
کریٹ
برقہ
سیوہ
اسکندریہ
فسطاط
القدس
دمشق
تبوک
تیماء
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
صحرائے نفود
صحرائے شام
دریائے فرات
حیرہ
بغداد
بصرہ
اہواز
نہاوند
اصفہان
رے
قزوین
رشت
آذربائیجان
داغستان
چیچنیا
دربند
الجزیرہ
دجلہ
روس
طوس
نسا
ابیورد
مرو
نیشاپور
ہرات
ترمذ
بخارا
سمرقند
تاشقند
خوارزم
دریائے جیحون
کابل
ملتان
سندھ
کرمان
صحار
مسقط
یمامہ
ہجر
مہرہ
1000
800
600
400
200
کلومیٹر

سنن ابن ماجه

امام ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ربعی قزوینی رحمہ اللہ

پیدائش: قزوین 209 ہجری 824ء **وفات:** قزوین 273 ہجری 887ء

آپ قزوین کے رہنے والے تھے۔ طلب حدیث کے لیے بصرہ، بغداد، شام، مصر، حجاز اور رے کے طویل سفر کیے۔ ان کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ'' ہے۔ اس میں کل 4341 احادیث ہیں۔ ان میں 3002 دیگر کتب خمسہ میں موجود ہیں۔ 1339 زائد ہیں جن میں 613 کی سند میں کمزوری ہے۔ 99 ناقابل اعتبار یا جھوٹ ہیں۔ اس لیے اس سنن سے کوئی حدیث لینے سے پہلے اس کا درجہ جان لینا ضروری ہے۔



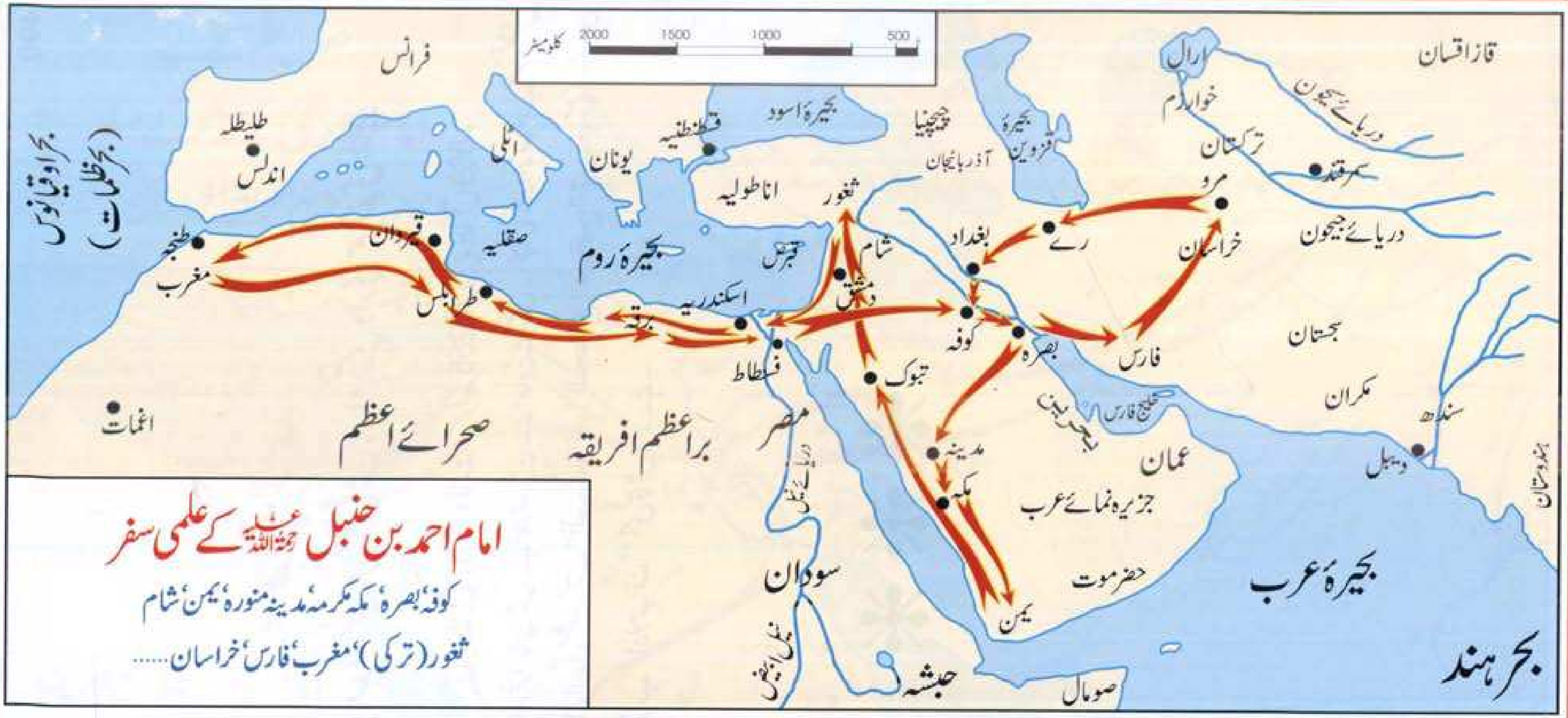
حصول علم کے لیے
امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
بصرہ، بغداد، شام، مصر، حجاز، رے......
علامات
جائے پیدائش
جائے وفات
علمی سفر
روس
بحیرۂ ارال
دریائے جیحون
تاشقند
خوارزم
بخارا
سمرقند
چیچنیا
داغستان
دربند
آذربائیجان
رشت
قزوین
رے
نسا
ابیورد
مرو
طوس
ترمذ
کابل
نیشاپور
ہرات
اصفہان
نہاوند
اہواز
بغداد
حیرہ
عراق
بصرہ
سجستان
(سیستان)
ملتان
کرمان
فارس
سندھ
خلیج فارس
خلیج عمان
صحار
مسقط
عمان
بحیرۂ عرب
ربع الخالی
یمامہ
حجر
نجد
جزیرہ نمائے عرب
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
تیماء
تبوک
صحرائے نفود
صحرائے شام
الجزیرہ
دجلہ
دریائے فرات
شام
دمشق
القدس
ایشیائے کوچک
(ترکی)
کریٹ
قبرص
بحیرۂ روم
برقہ
اسکندریہ
فسطاط
مصر
سیوہ
دریائے نیل
براعظم افریقہ
سودان
مہرہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200

مسند احمد

امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وائلی رحمہ اللہ

پیدائش: بغداد 164 ہجری بمطابق 780ء وفات: بغداد 241 ہجری بمطابق 855ء

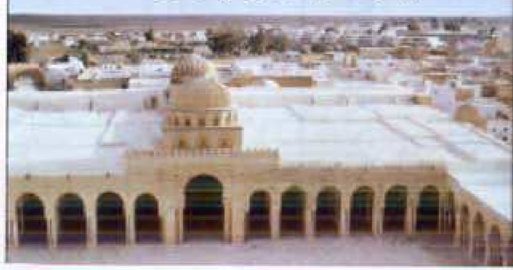
آپ کے آباء واجداد ''مرو'' کے رہنے والے تھے۔ امام صاحب بغداد میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر سے ہی طلب علم کے شائق تھے۔ طلب علم کے لیے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، ثغور (سرحدی علاقہ، ترکی)، مغرب، (مراکش)، الجزائر، عراق، اہواز، فارس، خراسان اور جبال (ایران) کے طویل سفر کیے۔ ''مسند'' تالیف فرمائی جس میں تکرار سمیت تیس ہزار احادیث ہیں۔ دیگر کتب بھی ہیں۔ حنبلی مذہب کے امام ہیں۔ معتزلہ کے عقائد میں معتصم عباسی کے دور میں عظیم الشان جرأت کا مظاہرہ فرمایا۔



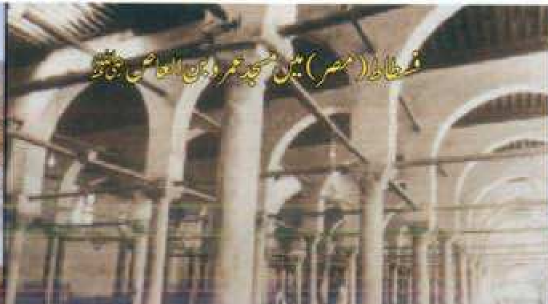
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علمی سفر

کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمن، شام

ثغور (ترکی)، مغرب، فارس، خراسان......



قیروان (تونس) میں مسجد عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ



فسطاط (مصر) میں مسجد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ



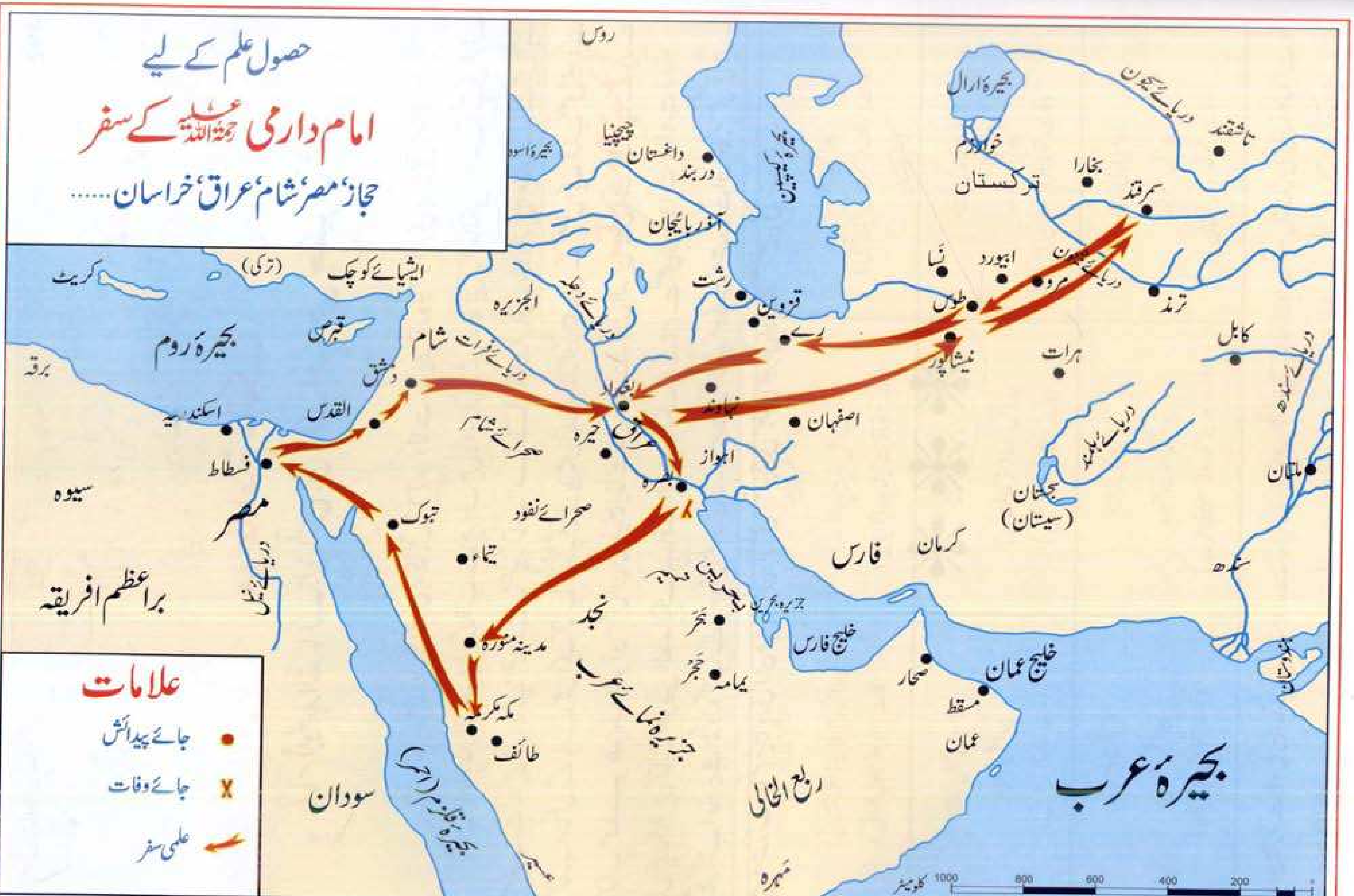
بغداد میں دریائے دجلہ کا پل

سنن الدارمی

امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام تمیمی دارمی سمرقندی رحمہ اللہ

پیدائش: سمرقند 181 ہجری بمطابق 797ء **وفات:** سمرقند 255 ہجری بمطابق 869ء

آپ نے حجاز، شام، مصر، عراق اور خراسان میں بے شمار محدثین سے احادیث سنیں۔ انتہائی سمجھ دار، صاحب علم و فضل، مفسر قرآن اور فقیہ تھے۔ علم حدیث میں ان کی مشہور کتب "المسند" اور "الجامع الصحیح" ہیں۔ جامع کو "سنن دارمی" بھی کہا جاتا ہے۔ ایک اور کتاب "الثلاثیات" بھی قابل ذکر ہے۔


حصول علم کے لیے
امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر
حجاز، مصر، شام، عراق، خراسان......
علامات
جائے پیدائش
جائے وفات
علمی سفر
روس
بحیرۂ ارال
خوارزم
تاشقند
بخارا
سمرقند
ترکستان
ترمذ
مرو
ابیورد
نسا
طوس
نیشاپور
ہرات
کابل
ملتان
سندھ
کرمان
فارس
اصفہان
نہاوند
رے
قزوین
رشت
آذربائیجان
دربند
داغستان
چیچنیا
الجزیرہ
بغداد
عراق
حیرہ
بصرہ
اہواز
شام
دمشق
القدس
اسکندریہ
فسطاط
مصر
سیوہ
برقہ
کریٹ
قبرص
بحیرۂ روم
ایشیائے کوچک
(ترکی)
تبوک
تیماء
صحرائے نفود
صحرائے شام
نجد
مدینہ منورہ
مکہ مکرمہ
طائف
یمامہ
ہجر
خلیج فارس
صحار
مسقط
عمان
خلیج عمان
ربع الخالی
سوڈان
براعظم افریقہ
بحیرۂ عرب
مہرہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200

موطا امام مالک

امام ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک اصبحی حِمْیری رحمہ اللہ

پیدائش: مدینہ منورہ 93 ہجری بمطابق 712ء **وفات:** مدینہ منورہ 179 ہجری بمطابق 795ء

آپ "اِمام دار الهجرة" کے لقب سے معروف ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ "مالکی" مسلک آپ کی طرف منسوب ہے۔ دین میں بڑے مضبوط تھے۔ مشہور کتاب "موطا" تالیف فرمائی۔ علاوہ ازیں وعظ کے بارے میں ایک کتاب، مسائل کے بارے میں ایک کتاب، قدریہ کی تردید میں ایک رسالہ اور ستاروں کے متعلق ایک کتاب لکھی، نیز ایک کتاب "تفسیر غریب القرآن" بھی ان کی مفید تالیفات میں سے ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں ایک بہترین کتاب "تزیین الممالک بمناقب الامام مالک" کے نام سے لکھی ہے۔

دیگر کتب احادیث: مذکورہ کتب کے علاوہ بھی علم حدیث میں بہت سی مسانید، موطات، مستدرکات اور معاجم لکھی گئی ہیں۔ جیسے مستدرک حاکم نیشاپوری، ابن حبان، سنن دارقطنی، سنن بیہقی، بغوی، طبرانی اور دیگر مصنفین کی کتب ہیں۔



ائمۂ حدیث

مقامات ولادت ووفات X

امام بخاری رحمہ اللہ پیدائش: بخارا وفات: خرتنگ (سمرقند کی ایک بستی) (ازبکستان)	امام مسلم رحمہ اللہ پیدائش: نیشاپور وفات: مضافات نیشاپور (ایران)	امام ابوداود رحمہ اللہ پیدائش: بجستان (افغانستان) وفات: بصرہ (جنوبی عراق)
امام ترمذی رحمہ اللہ پیدائش: ترمذ وفات: ترمذ (ازبکستان)	امام نسائی رحمہ اللہ پیدائش: نسا (ترکمانستان) وفات: القدس (فلسطین)	امام ابن حنبل رحمہ اللہ پیدائش: بغداد وفات: بغداد (عراق)
امام دارمی رحمہ اللہ پیدائش: سمرقند وفات: سمرقند (ازبکستان)	امام مالک رحمہ اللہ پیدائش: مدینہ منورہ وفات: مدینہ منورہ (سعودی عرب)	امام ابن ماجہ رحمہ اللہ پیدائش: قزوین وفات: قزوین (ایران)

نوٹ: امام نسائی کی رملہ میں وفات اور القدس میں تدفین والی بات کمزور ہے۔ درست یہ ہے کہ ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور وہ صفا اور مروہ کے مابین دفن ہوئے۔ (مقدمہ سنن النسائی الصغریٰ' دار السلام' الریاض)

راویان حدیث کے مقامات کا تعارف

بخارا: یہ دریائے زرافشاں کی زیریں گزرگاہ پر ایک بڑے نخلستان میں واقع ہے۔ بخارا آج کل ازبکستان میں شامل ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 722 فٹ ہے۔ بخارا کا قدیم ترین ذکر ساتویں صدی عیسوی کے چینی مآخذ میں ملتا ہے لیکن شہر کے مقامی نام ''پوھو'' (پوہر؟) سے' جو سکوں پر ثبت ہے' یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نام اس سے بھی صدیوں پہلے مستعمل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بخارا سنسکرت لفظ وہارا (خانقاہ) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مسلمان سپہ سالار قتیبہ بن مسلم نے بخارا کو 91ھ میں فتح کیا۔ بخارا عباسی' سامانی اور غزنوی ادوار میں اور اس کے بعد بھی تہذیب وتمدن کا مرکز رہا۔ تاتاریوں نے یلغار کی تو بخارا نے 4 ذوالحجہ 616ھ (1220ء) کو چنگیز خان کے لشکر کی اطاعت قبول کی (ابن اثیر)۔ قلعے پر قبضہ بارہ دن کے بعد ہوا۔ شہر کو تاراج کیا گیا اور جامع مسجد اور چند محلات کو چھوڑ کر پورا شہر نذر آتش کر دیا گیا۔ لیکن بخارا جلد ہی پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا' چنانچہ چنگیز خان کے جانشین کے عہد میں اس کا ذکر ایک گنجان آباد شہر کے طور پر ملتا ہے۔ امیر تیمور کے ایک جانشین الغ بیگ نے 1449ء میں یہاں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ بخارا کو صدیوں شاہراہ ریشم پر اہم تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل رہی۔ 19ویں صدی عیسوی میں بار بار شکست کھانے کے بعد امیر بخارا مظفر الدین (85-1860ء) نے روسیوں کی اطاعت قبول کر لی۔

1887ء میں ایک ریلوے لائن کی ابتداء کی گئی جو امیر بخارا کی مملکت میں سے گزرتی تھی۔ بخارا کے لیے جو سٹیشن دس میل کے فاصلے پر بنایا گیا تھا وہ بجائے سٹیشن خود ایک شہر بن گیا ہے اور کاغان کے نام سے موسوم ہے۔ انقلاب روس (1917ء) کے بعد بخارا جمہوریہ شورائیہ اشتراکیہ ازبکستان کا ایک جزو بن گیا جس کا صدر مقام تاشقند تھا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4)

1991ء میں سوویت روس (شورائی روس) کی شکست وریخت ہوئی تو ازبکستان بھی آزاد ہو گیا۔ بخارا' ازبکستان کے کپاس پیدا کرنے والے ضلع میں واقع ہے اور قراقلی اون کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ اس کی آبادی اڑھائی لاکھ سے زائد ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

خرتنگ یا خرتنک: خرتنگ نامی بستی اور سمرقند کے درمیان 3 فرسخ کا فاصلہ ہے۔ یہاں امام الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر ہے۔ اس بستی سے ابو منصور غالب بن جبرائیل خرتنگی منسوب ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے گھر میں امام بخاری فوت ہوئے۔ اس نے امام بخاری سے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔ (معجم البلدان: 2/356)

نیشاپور: نیشاپور قرون وسطیٰ میں ایران کا ایک بڑا شہر تھا۔ اس کی بنیاد شاپور اول بن اردشیر اول نے ڈالی تھی۔ اس کے

شمال مغرب میں برزین مہر کا آتشکدہ ریوند کی پہاڑیوں میں واقع تھا جس کا ساسانیوں کے تین مقدس آتشکدوں میں شمار ہوتا ہے۔ 30 یا 31ھ میں بصرہ کے عامل عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نیشاپور کو فتح کرلیا۔ شہر کے شمال میں پہاڑوں کے اندر ایک چھوٹی سی جھیل چشمہ سبز نامی تھی جس میں سے دو ندیاں نکلتی تھیں۔ شمال مغرب میں فیروزے کی مشہور کانیں تھیں۔ جنوب مشرق میں اس شہر کے دو شہرۂ آفاق فرزندوں عمر خیام اور فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے مقابر ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 22)

نیشاپور قدیم زمانے میں خراسان کا دارالحکومت تھا۔ یہ بلخ، ہرات اور مرو کے ساتھ قرون وسطی کی اسلامی تہذیب کا ایک مرکز تھا۔ یہاں نظام الملک طوسی (ملک شاہ سلجوقی کے وزیراعظم) نے مشہور مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا۔ مغلوں (تاتاریوں) نے اسے 1221ء میں برباد کیا۔ اس کے بعد یہاں کئی زلزلے آئے۔ نیشاپور کی آبادی 75 ہزار سے زیادہ ہے۔ اس کے پاس فیروزے کی کانیں ہیں۔ نیشاپور، مشہد کے مغرب میں (تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر) واقع ہے۔

(المنجد فی الاعلام)

بجستان: بجستان یا سیستان کا قدیم نام سکستانہ ہے۔ یہ افغانستان اور ایران کے درمیان سرحدی علاقہ ہے۔ اس کا رقبہ کم وبیش 7006 مربع میل ہے جس میں سے 2847 مربع میل ایرانی علاقے میں اور 4159 مربع میل افغانی علاقے میں شامل ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 2,05,000 ہے۔

یہ سرزمین 1872ء کے "سیستانی مشن" کی مجوزہ کاغذی حد بندی کی وجہ سے دو ملکوں میں منقسم ہے۔ اس مشن کے صدر F.J.Goldsmid نے سیستان خاص اور بیرونی سیستان میں امتیاز قائم کیا ہے۔ سیستان خاص وہ حصہ ہوسکتا ہے جو ایران سے تعلق رکھتا ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 11)

بصرہ: زیریں عراق کا ایک قصبہ جو شط العرب پر بغداد کے جنوب مشرق میں 279 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مرور ایام سے اس کی جگہ کچھ بدل گئی ہے۔ قدیم بصرہ کی بنیاد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں یزید بن غزوان نے رکھی تھی۔ جدید بصرہ کی بنیاد گیارہویں صدی ہجری میں قدیم شہر اَلْاُبُلَّہ کے پاس رکھی گئی تھی۔ قصبے کے اتنی جلدی ترقی کر جانے کا سبب تیل کے چشموں کی دریافت ہے۔ 1948ء میں یہاں تیل کا ایک بہت بڑا ذخیرہ دریافت ہوا۔ عراق پر برطانوی قبضے کے دوران میں بصرہ بڑی تیزی سے ایک جدید شہر کا روپ دھار گیا۔ بندرگاہ کو نہایت وسیع اور جدید ترین طریقوں کے مطابق تعمیر کیا گیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)

بصرہ کی آبادی تقریباً 6 لاکھ ہے۔ یہ صوبائی صدر مقام ہے جس میں بصرہ، ابوالخصیب، الزبیر، شط العرب، الفاؤ، قُرنَہ اور اُمّ قصر کے اضلاع (اقضیہ) شامل ہیں۔

(المنجد فی الاعلام)

ترمذ: ازبکستان کا ایک شہر ہے جو دریائے آمو (جیحون) کے کنارے حدود افغانستان پر واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 65,000 ہے۔

(المنجد فی الاعلام)

نَسا: یہ خراسان کے زرعی علاقے میں اس سلسلہ کوہ کے شمال میں ہے جو خراسان کو ترکمان صحرا سے علیحدہ کرتا ہے۔ سکندر اعظم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ''نسایہ'' میں اپنی ایک یادگار عمارت تعمیر کرائی تھی۔ نسا کے کھنڈر بگر شہر (ترکمانستان) کے قریب پائے جاتے ہیں جو اشخناباد سے 12 میل اور باسمنین کے اسٹیشن سے، جو ٹرانس کیسپین ریلوے پر ہے، آٹھ میل دور ہے۔ اس کی وجہ شہرت مشہور محدث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں پیدا ہونا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:22)

القدس: دیکھئے باب ''الاسراء''

قزوین: ایران کا ایک شہر جو تہران سے 100 میل کے فاصلے پر کوہ البرز کی جنوبی جانب سطح سمندر سے 4 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی بنیاد شاپور اول نے رکھی تھی اور اس کا نام شاد شاپور رکھا تھا۔ 24ھ میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اسے فتح کیا۔ یہاں کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں منگولوں کے حملے کی وجہ سے قزوین بالکل تباہ و برباد ہو گیا، پھر شاہان صفوی کے زمانے میں اسے دوبارہ عروج نصیب ہوا۔ تبریز اور رشت سے تہران جانے والی سڑکیں یہاں ملتی ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ:16/2)

قزوین صفوی دور میں 1555ء تا 1593ء فارس کا دارالحکومت رہا۔ اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ ہے۔

(المنجد فی الاعلام)

بغداد: دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ اس کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی اور اس وقت سے خلافت عباسیہ کے خاتمے تک وہ برابر دارالخلافہ اور صدہا سال تک عالم اسلام کا ثقافتی مرکز رہا۔ 1258ء میں ہلاکو خاں کے ہاتھوں تباہی کے بعد یہ ایک صوبے کا صدر مقام اور عثمانی ترکوں کے تحت ولایت بغداد کا مرکز رہا۔ 1921ء میں یہ جدید مملکت عراق کا دارالحکومت ہو گیا۔ موجودہ بغداد اس قدر پھیل گیا ہے کہ شمال کی طرف اعظمیہ اور کاظمین سے، مشرق میں بند سے، جنوب میں دجلے کے بڑے موڑ سے اور ادھر اعطار المدنی اور قریبی مضافات مثلاً منصور اور مامون کے شہروں سے جا ملا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)

بغداد کی آبادی 32 لاکھ 5 ہزار ہے۔ یہ ملکی اور صوبائی صدر مقام ہے۔ محافظ (صوبہ) بغداد میں بغداد، اعظمیہ، کاظمیہ، محمودیہ اور مدائن شامل ہیں۔ (المنجد فی الاعلام)

سمرقند: ماوراء النہر کا بڑا شہر، زمانہ حال میں روسی ترکستان میں اسی نام کے صوبے کا صدر مقام جو دریائے سغد (زرافشاں) کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ اس کے متعلق مشرقی، نیز روسی اور یورپی سیاحوں کا بیان ہے کہ وہ بلاشبہ جنت الفردوس ہے۔ اس شہر کا نام پہلے پہل سکندر کی مشرقی مہموں کے تذکروں میں ''مارا کندا'' کی صورت میں ملتا ہے۔ 91ھ میں قتیبہ بن مسلم نے اسے فتح کیا۔ شہر کی خوش حالی کا دور جدید اس وقت شروع ہوا جب تیمور کا 771ھ میں ماوراء النہر میں بول بالا ہوا۔ اس نے سمرقند کو اپنی روز افزوں مملکت کا صدر مقام بنایا اور اسے پوری شان و شوکت کے ساتھ آراستہ کرنا شروع کیا۔

14 نومبر 1868ء کو روسی جرنیل کافمان (Kauffmann) قدیم تیموری دار السلطنت سمرقند میں داخل ہوا اور یہ شہر مظفر الدین امیر بخارا کے قبضے سے نکل گیا۔ 1871ء میں قدیم شہر کے مغرب میں ایک نیا روسی شہر آباد ہوا' جسے ٹرانس کیسپین ریلوے سے ملا دیا گیا۔ 1882ء میں قلعے کو از سر نو بحال کر دیا گیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 11)

سمرقند دریائے زرافشاں پر واقع ہے۔ اس کی آبادی سوا پانچ لاکھ ہے۔ یہ اسلامی تہذیب کا مرکز رہا۔ 1220ء میں چنگیز خاں نے اسے تباہ و برباد کیا۔ تیمور لنگ یہیں مدفون ہے۔ یہ ازبکستان کا مشہور شہر ہے۔ (المنجد فی الاعلام)

سیرت اور مغازی سے متعلق کتب

رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور مغازی (جنگیں اور دیگر مہمات) سے متعلق کتابوں کی تدوین بھی تدوین حدیث کا ایک شعبہ شمار کیا جاتا ہے۔ محدثین نے اپنی کتب میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو بھی خوبصورتی سے داخل کر دیا ہے۔ مثلاً: صحیح بخاری میں کتاب المغازی، صحیح مسلم میں کتاب الجهاد و السِّیَر، مسند احمد میں کتاب المغازی۔ سیرت کے اوّلین مؤرخین (تیسری صدی ہجری کے آغاز تک) کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں:

1- سِیَر و مغازی کے مصنفین کے طبقہ اولیٰ کے مؤرخین:

- حضرت ابان بن عثمان بن عفان (وفات 105 ہجری): انہوں نے سب سے پہلے مغازی کی تحریر و کتابت شروع کی۔ وہ اس کے علاوہ حدیث اور فقہ کے بھی جید عالم تھے اور وہ بہت ثقہ راوی تھے۔
- حضرت عروہ بن زبیر (وفات 92 ہجری): مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے۔ کبار صحابہ سے حدیث حاصل کی اور خوب بیان کی۔ ابن ہشام اور ابن شہاب زہری ان کے مشہور شاگرد تھے۔
- حضرت وہب بن منبہ (وفات 110 ہجری): آپ اعلیٰ درجہ کے تابعی، انتہائی سچے اور معتبر راوی تھے۔

2- طبقہ ثانیہ کے مؤرخین: ان میں سے چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں:

- حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم (وفات 135 ہجری): سیرت اور تاریخ کے تمام مؤرخین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ مشہور مؤرخین ابن اسحاق، ابن سعد اور طبری نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔
- حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری (وفات 120 ہجری): محدثین نے انہیں ثقہ اور معتبر قرار دیا ہے۔
- محمد بن شہاب زہری (وفات 124 ہجری): آپ محدث بھی تھے مؤرخ بھی۔ ان کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ راشد نے دیگر شہروں کے علماء کو لکھا: ''حضرت ابن شہاب سے فائدہ اٹھاؤ' سنت اور گزشتہ تاریخ میں تم ان سے بڑا کوئی عالم نہ پاؤ گے۔''

۳- طبقہ ثالثہ کے مؤرخین:

- موسیٰ بن عقبہ (وفات 141 ہجری)
- معمر بن راشد (وفات 150 ہجری)
- محمد بن اسحاق (وفات 152 ہجری): سیرت و مغازی کے تمام مؤرخین کے نزدیک ''شیخ'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دو مؤرخین نے ان سے خوب علم حاصل کیا۔ زیاد بکائی اور ابن ہشام۔

- محمد بن عمر واقدی (وفات 207 ہجری): ان کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔
- عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری بصری (وفات 218 ہجری): انہوں نے امام محمد بن اسحاق کی کتاب "سیرت ابن اسحاق" ان کے دوسرے شاگرد زیاد بکائی سے نقل کی۔
- محمد بن سعد بن منیع بصری زہری (وفات 230 ہجری): یہ حضرت واقدی کے کاتب تھے۔ لیکن اپنے استاذ سے بھی بڑھ گئے۔ نیز یہ ثقہ اور معتبر راوی ہیں۔ ان کی سب سے بڑی کتاب "طبقات کبریٰ" ہے۔ میں نے غزوات و سرایا کے بیان میں اس کتاب اور ابن ہشام کی کتاب "السیرۃ النبویۃ" پر اعتماد کیا ہے۔

اضافی توضیحات و تشریحات

اَبان بن عثمان بن عفان رحمۃ اللہ علیہ: خلیفہ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام عمرو بنت جندب تھا۔ ابان جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمرکاب تھے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے انہیں مدینے کا والی مقرر کر دیا تھا اور وہ اس منصب پر سات سال تک فائز رہے۔ ان کا شمار مدینے کے دس فقیہوں میں ہوتا ہے۔ 105ھ میں مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 1)

عُروۃ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ: یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند اور مدینہ منورہ کے قدیم ترین محدثین میں سے ہیں۔ ان کا شمار مدینہ کے سات فقہاء میں ہوتا ہے۔ ان کی والدۂ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔

وہ اپنے بڑے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے تقریباً بیس پچیس برس چھوٹے تھے اور اپنے زمانے کی سیاست سے الگ تھلگ رہ کر علمی مشاغل میں منہمک رہے۔ انہوں نے ایک کتاب المغازی تالیف کی تھی، لیکن ان کی مرویات صرف بعد کی کتب تاریخ، مثلاً تالیفات ابن سعد، الطبری اور ابن اسحٰق میں ملتی ہیں۔

(ملخص از طبری، ابن سعد، وفیات الاعیان، صفۃ الصفوۃ)

وہب بن مُنبّہ رحمۃ اللہ علیہ: ابوعبداللہ، جنوبی عرب کے ایک داستان گو، ایرانی نسل سے تھے۔ 34ھ میں ذمار میں، جو صنعاء سے دو دن کی مسافت پر ہے، پیدا ہوئے۔ وہب اہل کتاب کی روایات کے بارے میں سند اور حجت سمجھے جاتے ہیں اور اپنے بھائیوں ہمام، غیلان اور معقل کی طرح ان کا شمار بھی تابعین میں ہوتا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 23)

محمد بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ: محمد بن مسلم بن عبیداللہ المعروف بہ ابن شہاب، ایک مشہور فقیہ اور محدث تھے۔ غالباً 50 یا 51 ہجری میں پیدا ہوئے۔ قریش مکہ کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق کی وجہ سے ان کی نسبت زہری ہوئی، ان کا پردادا عبداللہ ابتدا میں اسلام کے مخالفین میں سے تھا، لیکن بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا۔ ابن شہاب کا شمار اکابر حفاظ حدیث اور فقہاء میں ہوتا ہے۔ بقول عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ اپنے زمانے میں سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔

زہری رحمہ اللہ نے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ انہوں نے نہ صرف سنت رسول ﷺ کو منضبط کرنے کی کوشش کی بلکہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی محفوظ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کی تدوین کی۔ ان کے شیوخ میں ہم خاص طور پر عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ زہری دس سال تک باقاعدگی سے سعید بن مسیّب کے ساتھ رہے۔

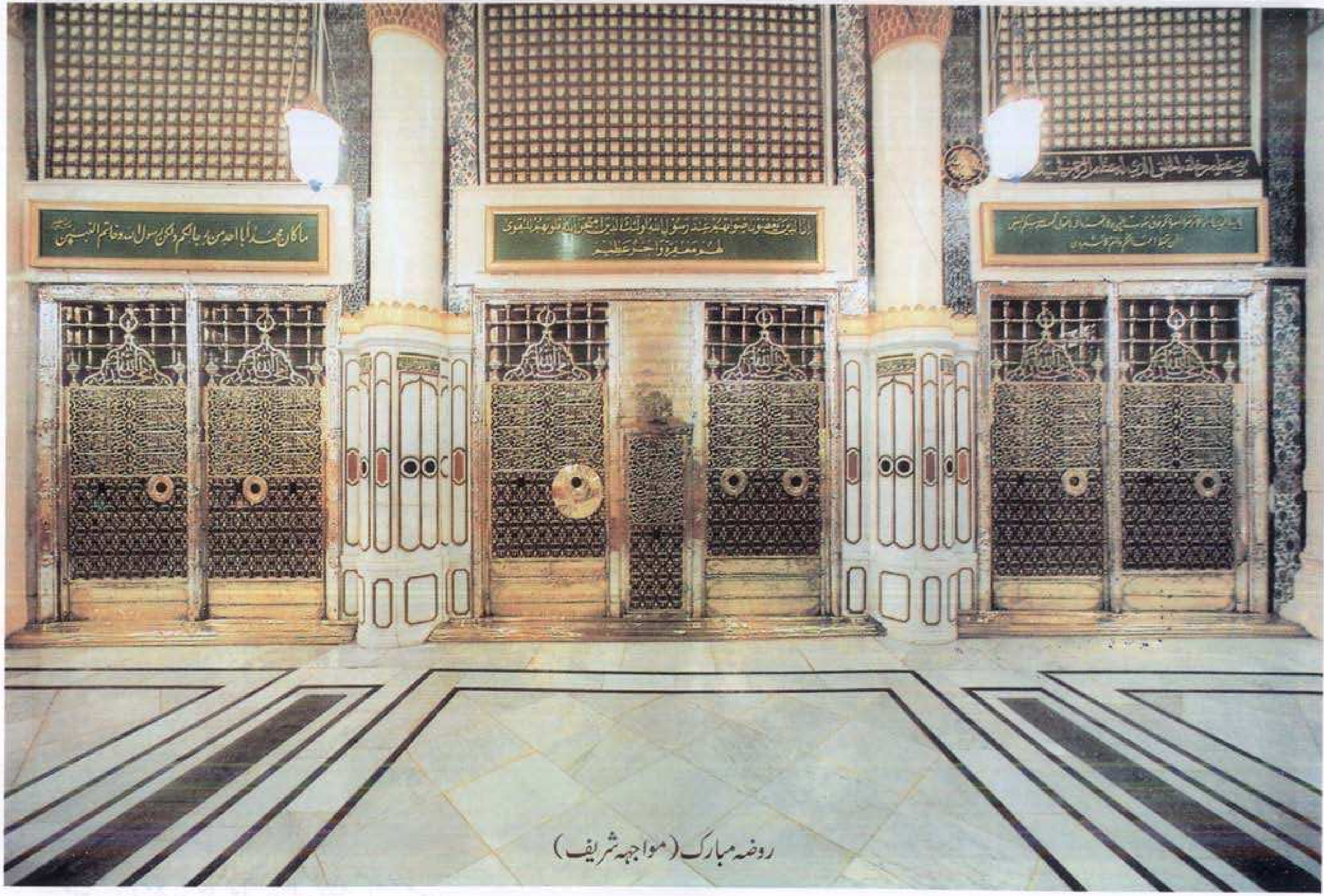
متقدمین نے کہا ہے کہ انہوں نے صرف ایک کتاب یعنی نَسب قَومِہ لکھی تھی۔ سب سے پہلے حاجی خلیفہ نے کتاب المغازی ان کی طرف منسوب کی، لیکن یہ بات واضح ہے کہ زہری کی تالیفات احادیث و آثار جمع کرنے تک محدود تھیں۔

(تہذیب، الاغانی، ابن سعد، ابن ہشام)

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ: ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ یہ عبداللہ بن قیس کے مولیٰ تھے۔ ان کے دادا یسار پہلے قیدی تھے جو عراق سے مدینہ آئے۔ محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مغازی پر کتاب تالیف کی۔ آخری عمر ان کا قیام بغداد میں رہا یہاں تک کہ بغداد میں ہی 150 یا 151 ھ میں انتقال ہوا اور خیزران کے قبرستان میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ (معجم الادباء: 5/219، 220)

***

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر......1600



روضہ مبارک (مواجہہ شریف)

''منبر رسول ﷺ'' اور ''ریاض الجنہ'' کا مبارک مقام

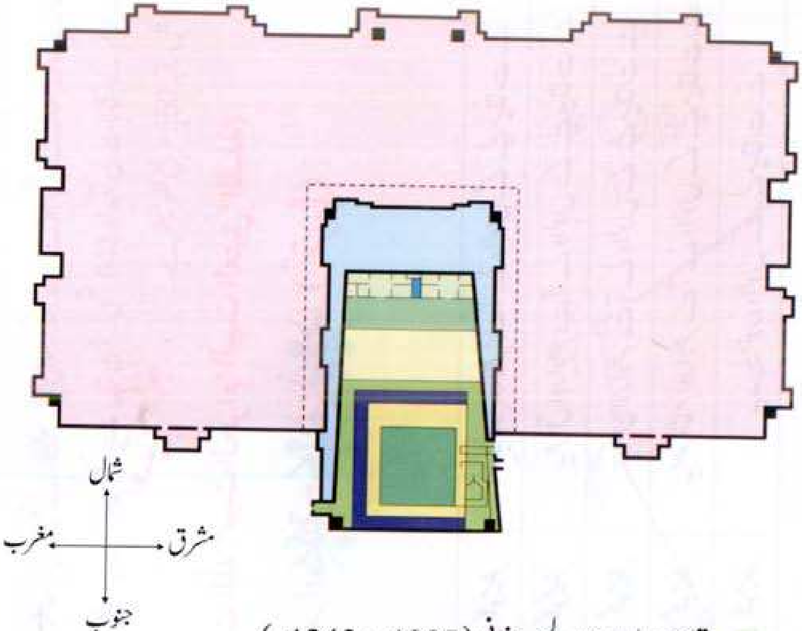


مسجد نبوی کی مرحلہ وار توسیع (تاریخ اور رنگوں کے آئینے میں)

- نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں مسجد نبوی کی بنیاد (سن 1ھ)
- نبی ﷺ نے توسیع فرمائی (7ھ/628ء میں فتح خیبر کے بعد)
- توسیع عمر بن خطاب ؓ (17ھ/638ء)
- توسیع عثمان بن عفان ؓ (29ھ/649ء)
- توسیع ولید بن عبدالملک اُموی (88ھ/707ء)

عہد ولید بن عبدالملک (86ھ تا 96ھ/705ء تا 715ء) میں گورنر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی نگرانی میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے دوران پہلی مرتبہ چاروں کونوں پر چار مینار تعمیر کیے گئے، پہلی بار مسجد کی محراب بنی، نیز امہات المومنین کے حجرے مسجد کی توسیع میں شامل کر لیے گئے۔

- توسیع مہدی بن منصور عباسی (161ھ/777ء)
- توسیع سلطان اشرف قایتبائی (888ھ/1483ء)



- توسیع سلطان عبدالمجید عثمانی (1265ھ/1848ء)
- توسیع شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود (1372ھ/1952ء)
- توسیع خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز (1406-16ھ/1985-95ء)

شاہ فہد کی توسیع سے دور نبوت کا سارا مدینہ مسجد نبوی میں شامل ہو گیا ہے۔

ضمیمہ

کعبہ مشرفہ

(البیت، بیت اللہ، البیت الحرام، البیت العتیق، القبلۃ)

مکہ مکرمہ اور مواقیت کا درمیانی فاصلہ (تقریباً)

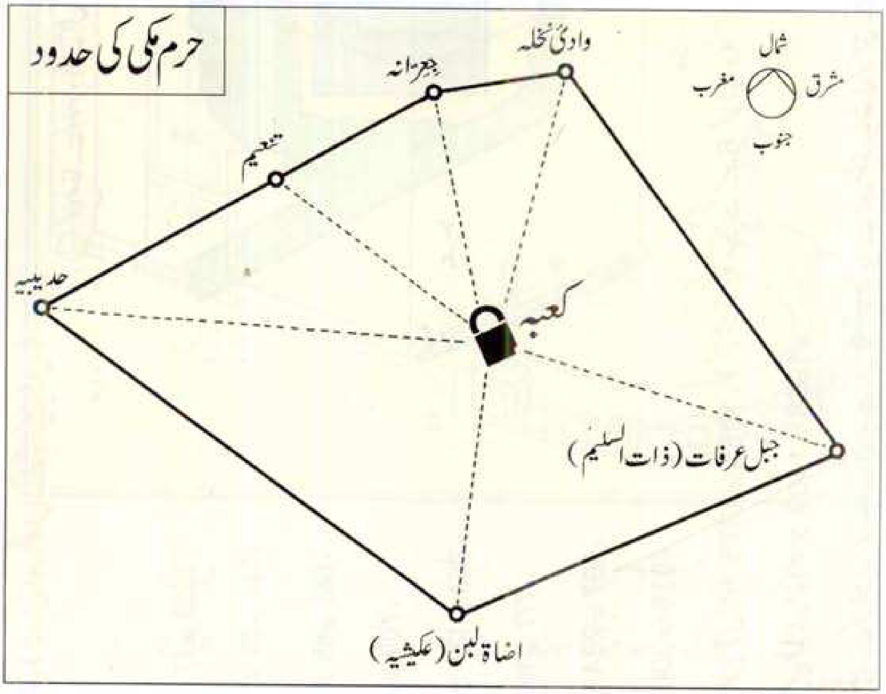
قرن المنازل	80 کلومیٹر	یہ نجد اور ادھر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے
ذات عرق	90 کلومیٹر	یہ عراق اور ادھر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے
یلملم	100 کلومیٹر	یہ یمن اور ادھر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے
جُحفہ	187 کلومیٹر	یہ مصر، شام اور ادھر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے
ذوالحلیفہ	410 کلومیٹر	یہ مدینہ منورہ والوں کے لیے میقات ہے

مسجد حرام اور حرم کی حدود کا درمیانی فاصلہ

تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا)	7.5 کلومیٹر	یہ حرم کی قریب ترین حد ہے
نخلہ	13 کلومیٹر	یہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ اسے نخلہ یمانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا نخلہ شامیہ ہے جس کا نام "مضیق" بھی ہے۔ وہ 45 کلومیٹر دور ہے۔
اَضاۃ لِبن (عکیشیہ)	16 کلومیٹر	
جِعِرّانہ (مستوفرہ)	22 کلومیٹر	
حُدَیبیہ (شُمَیْسِی)	22 کلومیٹر	
جبل عرفات (ذات السلیم)	22 کلومیٹر	

حرم کی حدود سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق مقرر فرمائیں اور پتھر

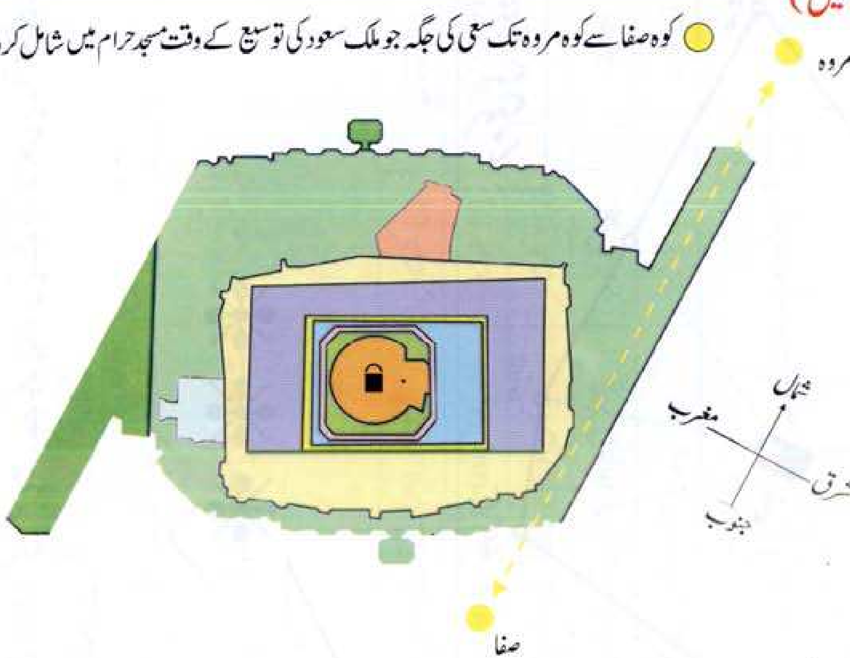
نصب فرمائے۔ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا تو انہوں نے حرم کی حدود کی تجدید کی۔ حرم کے نشانات کی تعداد 943 تھی۔ جن میں سے کچھ پہاڑوں پر تھے کچھ گھاٹیوں پر۔ اکثر نشانات مٹ چکے ہیں۔ حرم کا کل رقبہ 550 مربع کلومیٹر ہے۔ ①



① تاریخ مکۃ المکرمۃ قدیماً و حدیثاً، ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی

مسجد حرام کی مرحلہ وار توسیع (تاریخ اور رنگوں کے آئینے میں)

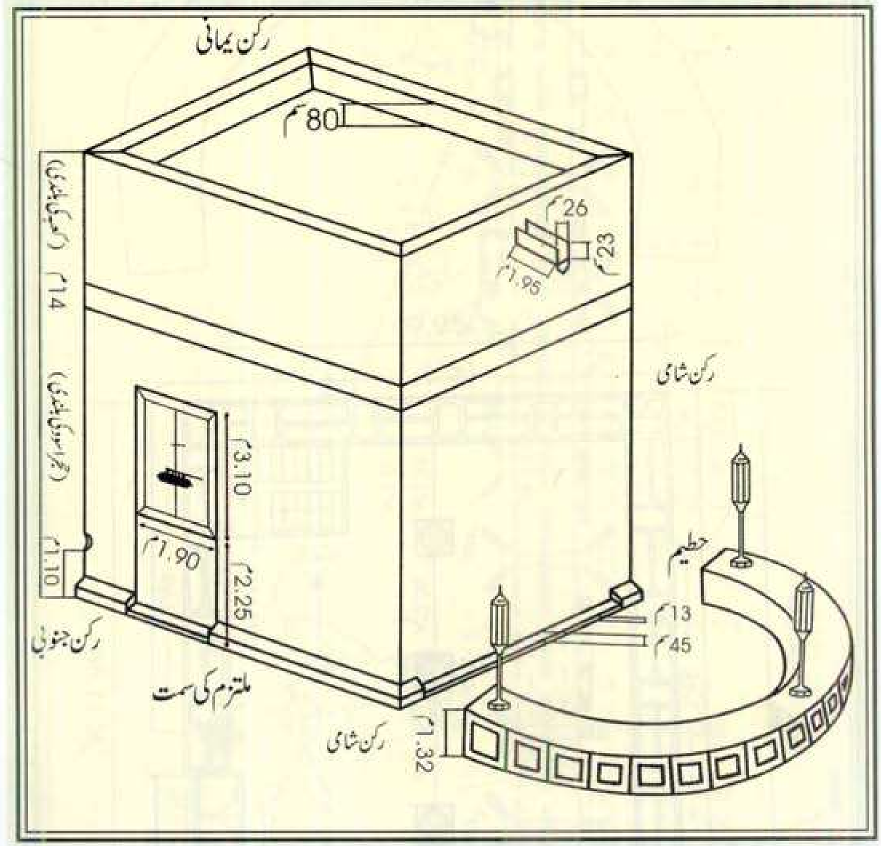
کوہ صفا سے کوہ مروہ تک سعی کی جگہ جو ملک سعود کی توسیع کے وقت مسجد حرام میں شامل کردی گئی



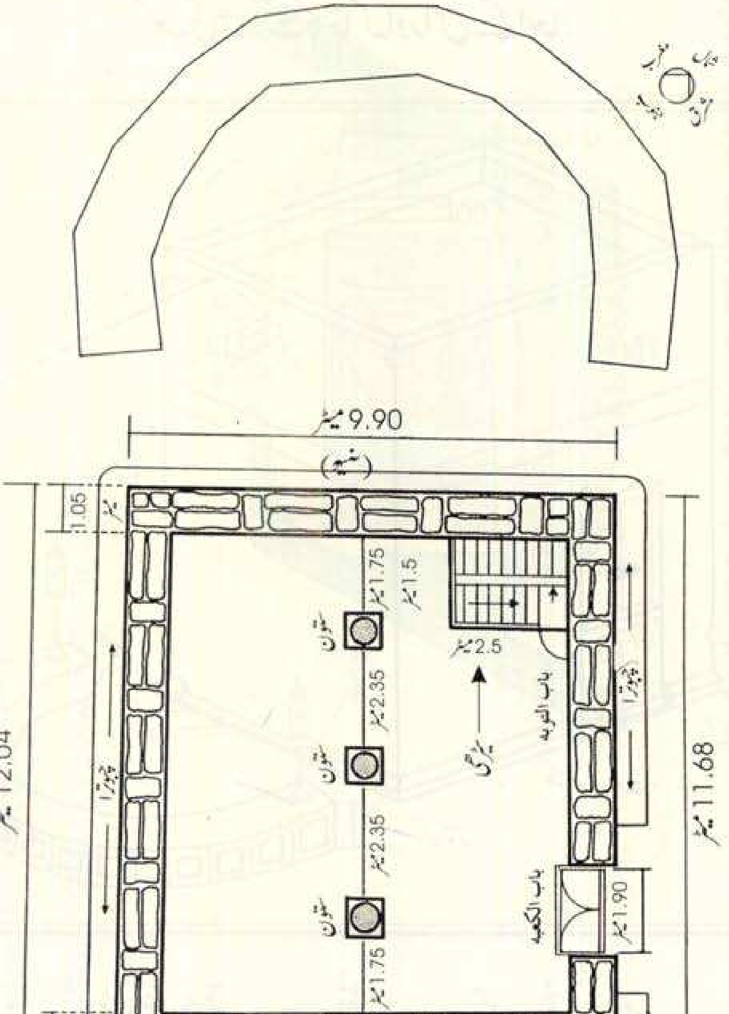
- تعمیر قریش مکہ 604ء
- توسیع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 17ھ/639ء
- توسیع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 26ھ/648ء
- توسیع عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ 65ھ/685ء
- ولید بن عبدالملک اُموی 91ھ/709ء
- توسیع ابو جعفر منصور عباسی 137ھ/754ء
- توسیع محمد مہدی عباسی 160ھ/777ء
- توسیع معتضد باللہ عباسی 284ھ/897ء
- توسیع مقتدر باللہ عباسی 306ھ/918ء
- توسیع ملک سعود بن عبدالعزیز آل سعود 1375ھ/1955ء (گزشتہ تمام توسیعات سے 6 گنا زیادہ)
- توسیع خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبدالعزیز 1409ھ/1988ء

(سعودی عہد کی مجموعی توسیع سے گزشتہ تمام توسیعات کی نسبت رقبہ 9 گنا ہوگیا ہے جبکہ مقتدر باللہ کی توسیع کے بعد 1069 برس تک کوئی توسیع نہیں ہوئی تھی)

کعبہ کی عمارت کا خاکہ اور اس کے ابعاد

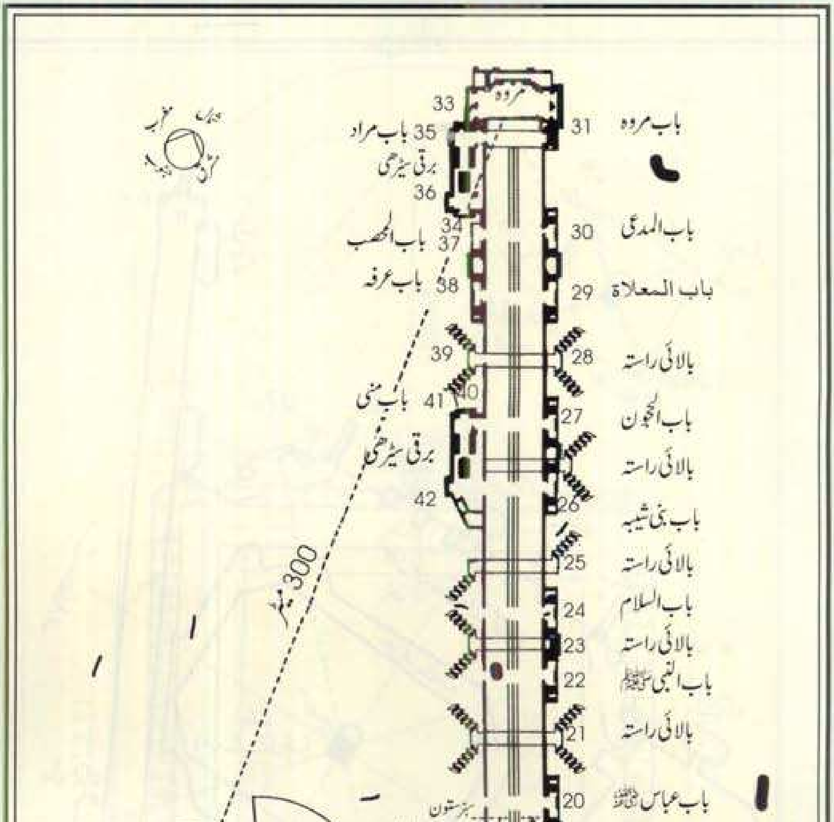


- کعبہ شریف کی بلندی — 14 میٹر
- ملتزم کی جانب کعبہ کی لمبائی — 12.84 میٹر
- حطیم کی جانب کعبہ کی لمبائی — 11.28 میٹر
- رکن یمانی اور حطیم کا فاصلہ — 12.11 میٹر
- رکن یمانی اور رکن جنوبی کے مابین فاصلہ — 11.52 میٹر



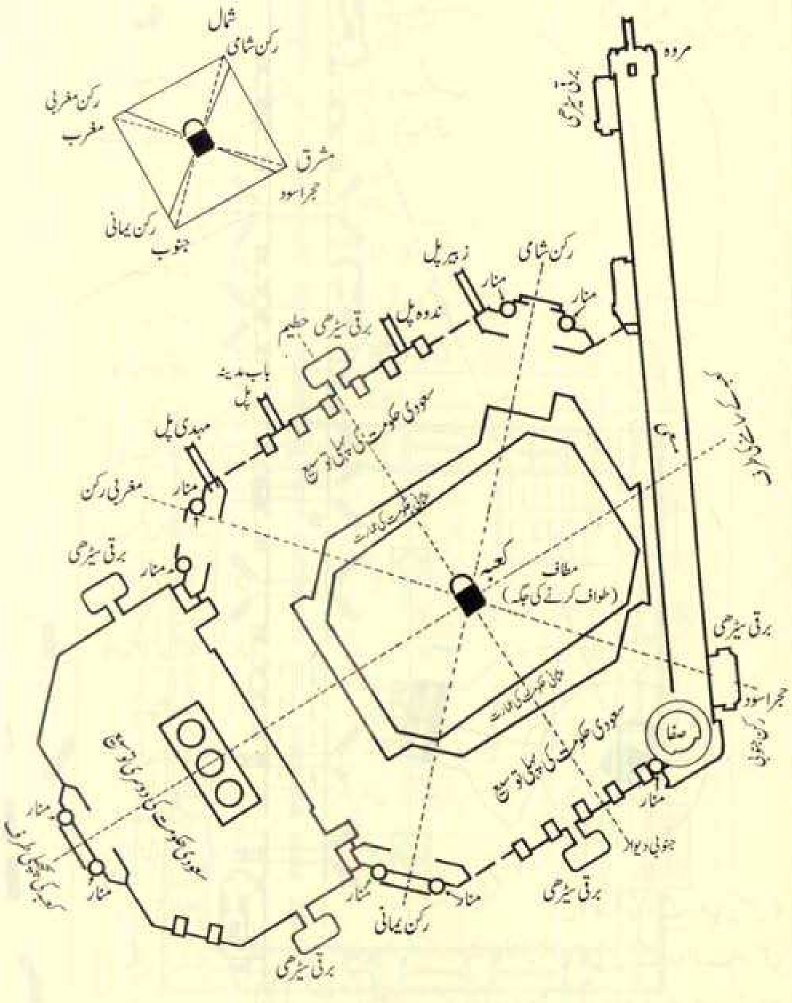
کعبہ شریف کی دیوار اور اس کے صحن کا نقشہ: اس نقشے میں دیوار کے ساتھ نیچے کا چبوترا پیمائش میں شامل نہیں۔ نقشے میں توبہ کا دروازہ، سیڑھی اور ستونوں کی جگہ اور ان کے درمیانی فاصلے کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

کعبہ شریف کی دیواروں کی موٹائی اور درمیانی فاصلے



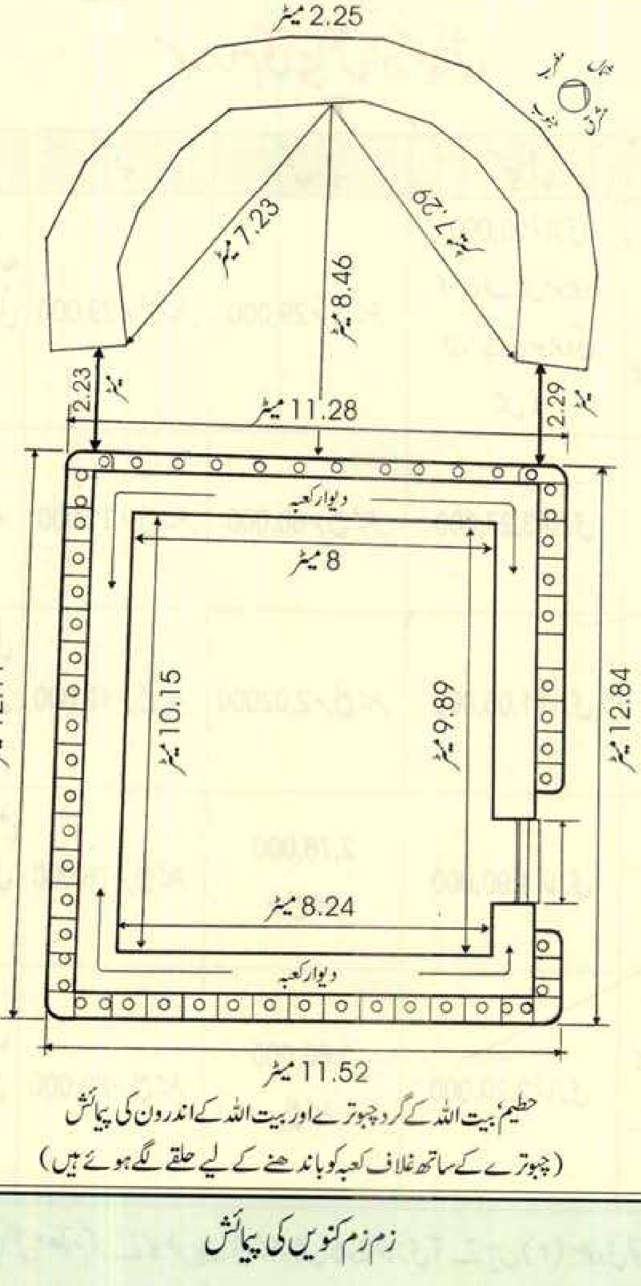
مسعیٰ (صفا اور مروہ)

مسعی کی لمبائی:	394.5 میٹر	چوڑائی:	20 میٹر
پہلی منزل کی بلندی:	11.75 میٹر	دوسری منزل کی بلندی:	8.5 میٹر



اس نقشے میں کعبہ اور حرم شریف کے کونوں اور طواف کرنے کی جگہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مزید برآں عثمانی دورِ حکومت کی عمارت اور اس پر سعودی حکومت کی پہلی اور دوسری توسیع کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح مسعیٰ (صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جگہ)، سات برقی سیڑھیاں اور ۹ عدد منار بھی نقشے میں واضح ہیں۔

کعبہ کی جدید توسیع (عثمانی دورِ حکومت کی اور سعودی حکومت کی پہلی اور دوسری توسیع)



حطیم، بیت اللہ کے گرد چبوترے اور بیت اللہ کے اندرون کی پیمائش
(چبوترے کے ساتھ غلاف کعبہ کو باندھنے کے لیے حلقے لگے ہوئے ہیں)

زم زم کنویں کی پیمائش

- مطاف (طواف کی جگہ) کے نیچے کنویں کا دہانہ: 1.56 میٹر
- دہانے سے کنویں کی گہرائی: 30 میٹر
- دہانے سے پانی کی سطح کی گہرائی: 4 میٹر
- چشموں کی گہرائی: 13 میٹر
- چشموں سے کنویں کی گہرائی: 17 میٹر
- کنویں کا قطر: قطر ہر جگہ ایک جیسا نہیں کم و بیش ہے 1.46 میٹر سے 2.66 میٹر
- حجر اسود سے کنویں کا فاصلہ: 21 میٹر

مسجد حرام کی پیمائش اور گنجائش

توسیع	رقبہ	کل رقبہ	گنجائش	کل گنجائش
پہلی سعودی توسیع سے قبل مسجد (مطاف اور عثمانی عمارت) کی پیمائش	29,000 مربع میٹر	29,000 مربع میٹر	50,000 نمازی (مطاف میں موجود عمارات کی موجودگی میں)	72,000 نمازی (مطاف میں موجود عمارات ہٹا دینے کے بعد)
پہلی سعودی توسیع (تہہ خانہ + نچلی منزل + اوپر والی منزل)	31,000 مربع میٹر	60,000 مربع میٹر	3,27,000 نمازی	3,99,000 نمازی
1406 ہجری میں پہلی توسیع کی چھت کو نماز کے قابل بنانے کے بعد	42,000 مربع میٹر	2,02000 مربع میٹر	1,05,000 نمازی	5,04,000 نمازی
دوسری توسیع (تہہ خانہ + نچلی منزل + اوپر والی منزل + چھت)	76,000 مربع میٹر	2,78,000 مربع میٹر	1,90,000 نمازی	6,94,000 نمازی
مسجد کے اردگرد کے صحنوں کو نماز کے قابل بنانے کے بعد	88,000 مربع میٹر	3,66,000 مربع میٹر	2,20,000 نمازی	9,14,000 نمازی بھیڑ کے اوقات میں 10 لاکھ نمازیوں سے بھی زائد

ضروری نوٹ: (۱) گنجائش معلوم کرنے کا طریقہ: فی میٹر میں 2.5 نمازی آتے ہیں (۲) سعودی توسیع سے پہلے مطاف میں کئی چیزیں بنی ہوئی تھیں۔ مثلاً: چار مصلے، زمزم کی عمارت، مقام ابراہیم، منبر اور باب بنی شیبہ، ان عمارات کی وجہ سے صفوں میں رکاوٹ پڑتی تھی اور گنجائش کم ہو جاتی تھی۔ جب یہ عمارات ہٹا دی گئیں تو مطاف اور عثمانی عمارت کی گنجائش 50 ہزار سے بڑھ کر 72 ہزار نمازی ہو گئی۔



اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ

یہ کتاب ''اٹلس سیرت نبوی'' محض سیرت کی ایک اٹلس ہی نہیں بلکہ یہ بذات خود ایک سیرت کی کتاب ہے اس کتاب میں سیرت نبوی ﷺ کے حوالہ سے قدیم وجدید معلومات کو یکجا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

مقامات وغزوات کے نقشوں کے ساتھ ساتھ کچھ نادر تصاویر بھی فراہم کی گئی ہیں۔ مختلف مقامات کے تعین کے لئے ایسے حواشی اور تعلیقات بھی شامل کتاب کیے گئے ہیں جن سے ان مقامات کو سمجھنے میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

ہر باب کے آخر میں ''اضافی توضیحات وتشریحات'' کے عنوان سے ایک مفید اور معلومات افزا مضمون کا اضافہ کر کے نہ صرف بعض تشنہ پہلوؤں کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ بلکہ بہت سی جدید مستند معلومات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔

اس طرح کتاب کی افادیت اور معنویت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اٹلس سیرت نبوی پر دنیا کی بہترین اٹلس ہے۔

ISBN: 9960-899-06-3

9789960899060

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ